قرآن و حدیث، انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرام علیہم الرضوان، اہل بیت اطہار
بزرگان دین، اولیائے کرام اور مسلمان حکمرانوں کے ایمان افروز، باطل سوز،
وجد آفرین، اور انتہائی دلنشین ۲۰۰

زندۂ جاوید واقعات

تصنیف لطیف
الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری
مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

شان رسالت
سیرۃ النبی ص ۱۷
حضرت عیسیٰ کا معجزہ ص ۷۶
صحابہ کرام کی محبت ص ۹۸
حضور کی وفات ص ۱۱۳

ادب محمد ص ۱۵۴
غار حرا اور عرش ص ۱۷۳
محبوب خدا کے بال کی شان ص ۲۰۷
شہزادہ مصطفیٰ اشبع ص ۲۲۳
حضرت عثمان کی شادی ص ۲۳۶
عشق جنازہ ص ۲۴۴
ابو سفیان [illegible] ص ۲۹۹
[illegible] ص ۴۲۱
[illegible] بیوی ص ۴۳۰
ابن مسعود [illegible] ص ۴۸۶
[illegible] زندگی
[illegible] صحابی کی محبت ص ۴۸۸
[illegible] ابن عمر ص ۴۹۸

بچوں کا کلام ص ۵۲۰
صحابہ کرام اور درود پاک ص ۵۲۶

ابو جہل کا لرزاں ص ۵۴۴
درود پاک کی شان ص ۵۵۱
نبوت کا دعویٰ کرنے والے ص ۵۸۰
[illegible] کی برکت ص ۵۸۳
درود شریف کی برکت ص ۵۹۰
درود [illegible] کی برکت ص ۵۹۱
شیخ شبلی کا وظیفہ ص ۵۹۶

حضور بعثت ص ۵۰۹
عادت معاودت ص ۵۱۰
سپیرا اور سانپ ص ۵۱۴
وحشت پر عمل ص ۵۱۶
موسیٰ کی مثال ص ۵۲۲
ہر بوٹی کی مثال ص ۵۲۴
لونگی کھانے والا ص ۵۳۹
بعد از اذان موذن ص ۵۴۸
ایک پاکیزہ شہزادہ ص ۵۵۵
سیدنا امام باقر ص ۵۶۸
لالچ کا نتیجہ ص ۵۸۱
چرواہا کی وصیت ص ۵۸۴
آداب مسجد ص ۵۸۷
سب کا رازق ص ۵۹۳

سلطان محمود اور ایاز حقیقت ص ۳۶۲
کلمہ شریف کی برکت ص ۳۶۷ ص ۳۸۷
تمنائے شہادت ص ۳۷۰
مدنی مسجد اور تبلیغ ص ۳۷۲
علماء کی [illegible] ص ۳۷۹
شہزادہ درویش ص ۳۸۳
مردہ زندہ ہو گیا کلمہ سے ص ۴۰۴
صبر کا انجام ص ۴۱۸ ص ۴۲۰
توکل کی آزمائش ص ۴۲۶
انوکھی دیگ ص ۴۲۸
خزانے کا خواب ص ۴۳۸
کلمہ شریف ص ۴۸۳ پادری کے سوالات
اللہ کا شوق میں رونا ص ۴۸۹
دعا کی قبولیت ص ۵۰۰
محبت الہی ص ۵۰۰

صحابہ کرام ص ۳۱
حضرت عثمان کی دعوت ص ۴۷
سیدہ خدیجہ الکبریٰ ص ۵۸ ۹۱
خباب کا کفن ص ۶۴
حضرت سلمان فارسی ص ۸۲
خدیجہ کا مال داخل ص ۹۱
تجارت اور خدیجہ ص ۱۰۹
حضرت خدیجہ کا مال ص ۱۲۲
حضرت خدیجہ کی شادی ص ۱۴۵
حضرت خدیجہ کی محبت ص ۱۹۵
مثالی خاتون ص ۲۱۶
صحابہ کرام کو انعام ص ۲۶۶
حضرت بلال کا شام ص ۲۸۵
حضرت عمر فاروق کا وصال ص ۳۳۳
صدیق اکبر اور سانپ غار ثور ص ۳۴۵
حضرت معاذ بن جبل ص ۳۴۷
حضرت خدیجہ کا [illegible] ص ۳۵۹
حضرت خدیجہ کا [illegible] ص ۳۸۱
حضرت عثمان بن عفان کی [illegible] ص ۴۰۱
عکرمہ کی بیوی ص ۴۰۵ [illegible]
نبی پاک نے عبادت کی ص ۴۱۶
حضرت خدیجہ کا سلوک ص ۴۴۳
امام حسن بصری کا [illegible] کلمہ ص ۴۵۲
نبی کی لاڈلی بیٹی ص ۴۶۱ ۵۹۹
سیدہ امام حضور کی نواسی ص ۴۹۳
حضور پیارے نواسے ص ۵۱۳
سیدنا صدیق اکبر [illegible] ص ۵۱۷

توکل اسباب ص ۳۰
حضرت لقمان کی حکمت ص ۴۵
خوفناک وادی ص ۸۴
حضرت نوح کا [illegible] ص ۹۵
جبرائیل کا [illegible] ص ۱۰۲
حضرت یوسف [illegible] ص ۱۰۵
[illegible] ص ۱۲۶
[illegible] ص ۱۳۰
[illegible] شہزادی ص ۱۳۳
علماء کے احترام ص ۱۴۱
حضرت یحییٰ کا خوف ص ۱۵۹
اعتدال حکم ص ۱۶۲
[illegible] ص ۱۶۶
حضرت [illegible] ص ۱۸۱
ادب کا ادب ص ۱۸۶
جانوروں کی بولیاں [illegible] ص ۱۹۸
نماز گناہوں سے بچاتی ص ۲۰۴
حضرت عیسیٰ [illegible] ص ۲۱۸
نماز کی عظمت ص ۲۲۰
پرہیزگار خاتون ص ۲۴۲
حضرت داؤد [illegible] کا فیصلہ ص ۲۵۴
[illegible] نماز خاتون ص ۲۶۵
اللہ کا ایک سجدہ ص ۲۸۲
[illegible] ص ۲۹۷
سلطان محمود غزنوی [illegible] ص ۳۰۷
بے نمازی کی [illegible] ص ۳۱۱
سلطان محمود غزنوی ایاز ص ۳۲۳
بسم اللہ کی فضیلت ص ۳۲۷
[illegible] ص ۳۳۱
زاہد [illegible] ص ۳۳۴ خاص
[illegible] کے کرشمے ص ۳۴۲
سلطان محمود ایاز

کرامات اولیاء کا انکار ص ۶۷
سیدی ابن مسعود ص ۸۸
[illegible] ص ۱۰۴
شہاب الدین سہروردی ص ۱۸۸
جنات صحابہ کرام ص ۱۹۰
شان غوث پاک ص ۲۲۷ ۲۴۸
[illegible] کا صلہ ص ۲۳۸
غوث پاک [illegible] ص ۲۶۹
شیخ ابو الحسن [illegible] ص ۲۹۴
نجیب الدین سہروردی ص ۳۰۱
امام حسن عسکری ص ۳۰۴
[illegible] گناہ معاف ص ۳۱۶
اولیاء کی موجودگی [illegible] ص ۳۱۸
امام شافعی امام اعظم کی بارگاہ ص ۳۳۶
امام اعظم ابو حنیفہ ص ۳۵۰
حضرت خواجہ مودود چشتی ص ۳۹۱
حضرت خواجہ بایزید بسطامی ص ۴۳۲
خوشبودار آدمی ص ۴۳۱
حضرت بشر حافی ص ۴۵۵
اولیاء کی دنیا [illegible] ص ۴۵۷
سخاوت کا انداز ص ۴۷۹
سیدنا امام حسین ص ۵۷ ولادت

نماز کی عظمت [illegible] ص ۶۰۶

[illegible signature]
۲۰۱۸-۱۰-۵
۱۴۴۰-۱-۲۵
[illegible]

جنت میں داخلہ ص ۳۶
حضرت کا بیان ص ۵۰
اللہ کا شکر ص ۸۰
جنت کی ضمانت [illegible] ص ۲۳۰
[illegible] ص ۲۷۹
کون کہتا ہے [illegible] ص ۲۸۹
ابو ذر غفاری کا وصال ص ۳۱۳
مومن تقدیر پر راضی [illegible] ص ۳۵۷
مسلمان اور یہودی عورت کا [illegible] ص ۴۱۰
صالح نوجوان ص ۵۳۱
سخاوت سے بارگاہ [illegible] ص ۵۳۶
قبروں والوں کو تکلیف ص ۵۴
[illegible] کی بیوی ص ۵۵۸

حادثہ امام ص ۵۷ امام داؤد ص ۷۸

جنت سے حلوہ ص ۵۹۷
(آداب رسول ص ۶۱۵)
(معجزات رسول ص ۶۲۵)

نوٹ: [illegible] -

بنسولائی فیل مت ۲۵۵

قرآن و حدیث، انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرام علیہم الرضوان، اہل بیت اطہار
بزرگانِ دین، اولیائے کرام اور مسلمان حکمرانوں کے ایمان افروز، باطل سوز،
وجد آفرین، اور انتہائی دلنشین ۲۰۰

زندۂ جاوید واقعات

تصنیف لطیف

الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری

مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب	....	زندہ جاوید واقعات
مؤلف	....	الحافظ القاری مفتی غلام حسن قادری مفتی دارالعلوم حزب الاحناف' لاہور
پروف ریڈنگ	....	پیر طریقت حضرت مولانا قاری محمد اصغر نورانی
خصوصی دعا	....	پیر سیّد طاہر حسین شاہ کاظمی' پاک پتن شریف
حسبِ فرمائش	....	پیر حافظ محمد عثمان نوشاہی قادری' رہنما سنی تحریک لاہور الحافظ القاری محمد اختر سیالوی' گڑھی شاہو' لاہور
تحریک وتوثیق	....	حضرت مولانا قاری خدا بخش بصری حضرت مولانا قاری ریاض احمد فاروقی حضرت مولانا محمد عبدالرشید قادری عطاری
صفحات	....	656
تعداد	....	600
کمپوزنگ	....	محمد آصف عطاری
اشاعت	....	نومبر 2015ء
ناشر	....	محمد اکبر قادری
قیمت	....	450 روپے

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر 40 اردو بازار لاہور

الانتساب

پیکرِ خلوص ومحبت محترم المقام واجب الاحترام جناب جاوید اقبال ہاشمی زید مجدہ کے والدین کریمین مرحومین کے نام جن کی تربیت نے ہاشمی صاحب کی زندگی میں اسلامی روح کی خوشبو پیدا کی جس کی وجہ سے موصوف ہر وقت دین اسلام کے جذبات سے سرشار رہتے ہوئے رجال دین کی خدمت میں پیش پیش رہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہاشمی صاحب کے والدین کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی خدمت دینیہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین علیہ والہ واصحابہ اجمعین یا ارحم الراحمین یا رب العالمین۔

طالب دعا

غلام حسن قادری

دارالعلوم حزب الاحناف' لاہور

الاھداء

مجسمۂ شرافت، سراپائے محبت الحاج رانا محمد محمود اکرام صاحب کے والد ماجد جناب رانا محمد اکرام صاحب مرحوم کی خدمت میں بصد محبت واحترام جو اپنی زندگی کے آخری لمحات تک جامع مسجد فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ریونیو سوسائٹی بی بلاک کی خدمت پوری ایمانداری سے سرانجام دیتے رہے اور ان کے صاحبزادے اپنے والد ماجد کے لئے دعا کرنے اور کروانے میں کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں درجات علیاء سے نوازے اور جب تک یہ کتاب پڑھی جاتی رہے ان کی روح کو مسلسل ثواب کا ہدیہ پہنچتا رہے۔

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

دعا گو

غلام حسن قادری

10-08-2014

فہرست

عنوان	صفحہ
الانتساب	۳
الاھداء	۴
خطبۃ الکتاب	۱۱
(1) سیرت النبی ﷺ	۱۷
(قرآن وحدیث کی روشنی میں)	۱۷
(2) درس گاہِ نبوت کے تربیت یافتہ	۳۱
(3) شرکِ اصغر	۳۴
(4) جنت میں داخل ہونے والوں کی شان	۳۶
(5) جن کا تکیہ خدا پر ہوتا ہے	۴۰
(6) حکمت جناب حضرت لقمان	۴۵
(7) حضور ﷺ کے ہر قدم پر ایک غلام آزاد	۴۷
(8) موت سے بھاگنا ممکن نہیں	۵۰
(9) امام حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ	۵۷
(10) خاتونِ اول سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	۵۸
(11) حضرت کعب کا غم اور حضرت خباب کا کفن رضی اللہ عنہما	۶۴
(13) انسانی عقل کی کمزوری	۶۵
(14) کرامات اولیاء پر ابن جوزی کے اعتراضات کے جوابات	۶۷
(15) ایک دنیا پرست کا انجام	۷۶
(16) حضرت امام داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ	۷۸
(17) خوش رنگ خربوزہ اور حضرت لقمان	۸۰
(18) غم عاشقی تیرا شکریہ میں کہاں کہاں سے گزر گیا	۸۲
(19) خوفناک وادی	۸۴
(20) عبرت وعقل	۸۶
(21) حضرت سیدی ابن مسعود رحمۃ اللہ علیہ	۸۸
(22) کامل واکمل خاتون	۹۱
(23) نوح علیہ السلام کا بیٹا	۹۵
(24) صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی حضور ﷺ سے محبت	۹۸
(25) جبریل امین علیہ السلام کی رفتار	۱۰۲
(26) ماں کے پیٹ میں پندرہ پارے یاد کر لئے	۱۰۴
(27) اعتراض کرنے والا ہلاک ہو گیا	۱۰۵
(27) دو دوستوں کی آپس میں ملاقات	۱۰۷
(28) تجارت کا مقدس پیشہ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا	۱۰۹

Scanned with CamScanner

عنوان — صفحہ

(29) ہجر وفراقِ محبوبِ خدا ۱۱۳
(30) نمونہ قدرت الٰہی ۱۱۸
(31) گنج شکر اور محبوب الٰہی (رحمۃ اللہ علیہما) ۱۱۹
(32) فاسد اجتہاد ۱۲۰
(33) حضور ﷺ کا سفر شام ۱۲۲
(34) مچھر کی فریاد ۱۲۶
(35) جہاد عشق رسالت میں تیز گام ہوں میں ۱۲۸
(36) اعلیٰ کنیز اور اتنی سی قیمت؟ ۱۳۰
(37) ایک صالح شہزادے کی کہانی ۱۳۳
(38) علامہ تاش کبریٰ زادہ ۱۴۱
(39) اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے ۱۴۳
(40) نکاح میری سنت ہے ۱۴۵
(41) قوم شعیب علیہ السلام کا ایک شخص ۱۵۲
(42) از خدا خواہیم توفیق ادب ۱۵۴
(43) حضرت یحییٰ علیہ السلام کا خوف خدا میں رونا ۱۵۹
(44) مدعیان زہد اور ابن جوزی ۱۶۲
(45) تین مجاہد بھائی ۱۶۶
(46) غار حرا اور محبوب خدا ۱۷۳
(47) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور چرواہا ۱۸۱
(48) نتائج میں غور وفکر کرنا ۱۸۵
(49) چہ نسبت خاک را بعالم پاک ۱۸۶
(50) حضرت شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۸
(51) جنات صحابہ رضی اللہ عنہم کا مسکن ۱۹۰
(52) حقیقت سے عاجز آنا ہی ادراک ہے ۱۹۳
(53) دعوت توحید ورسالت کا آغاز کیسے ہوا؟ ۱۹۵
(54) جان کا صدقہ مال ۱۹۸
(55) نماز گناہ سے بچاتی ہے ۲۰۴
(56) عاشقاں از خوباں خوب تر ۲۰۷
(57) حضرت شیخ نجم الدین تفلیسی رحمۃ اللہ علیہ .. ۲۱۱
(58) ٹڈی کی شکل دس جانوروں جیسی ہے ۲۱۲
(59) اللہ کے فضل سے اللہ کا وسیلہ حاصل کرنا ۲۱۴
(60) مثالی کردار کی مالک خاتون ۲۱۶
(61) عیسیٰ علیہ السلام نے اسم اعظم پڑھا تو مردہ شیر زندہ ہوگیا ۲۱۸
(62) نماز پڑھ اس سے پہلے کہ تیری نماز پڑھی جائے ۲۲۰
(63) انتظار مصطفیٰ ﷺ اور شاہ تبع ۲۲۳
(64) ابو محمد مفرج عارف رحمۃ اللہ علیہ ۲۲۷

عنوان — صفحہ

(65) جنت کی ضمانت ۲۳۰
(66) تباہ ہوگئے سیم وزر کے غلام ۲۳۲
(67) جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون؟ ۲۳۶
(68) قرض کا حلوا ۲۳۸
(69) ایک نیک پرہیزگار خاتون ۲۴۲
(70) استن حنانہ در ہجر رسول ﷺ ۲۴۴
(71) حضور غوث اعظم حضرت سیدی عمر بزار رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۸
(72) اولیاء اللہ کا مرکز مقام حج ۲۵۱
(73) سجا دوست ۲۵۲
(74) حق بحق دار رسید ۲۵۴
(75) حاجت روائی کا آسان طریقہ ۲۶۵
(76) ان کے جو غلام ہوگئے ۲۶۶
(77) حضرت ابو سعید عبداللہ بن احمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۹
(78) اہل قبر کے لئے سفارش ۲۷۵
(79) خواہشات میں ڈھیلے پن کا انجام ۲۷۷
(80) نمرود کون تھا؟ ۲۷۹
(81) ایک لڑکی کی ذہانت ۲۸۲
(82) یادیں تازہ ہوگئیں ۲۸۵
(83) حضرت جاگیر رحمۃ اللہ علیہ ۲۸۸
(84) کون کہتا ہے کہ مومن مرگئے؟ ۲۸۹
(85) نفس پر اعتماد ہلاکت ہے ۲۹۱
(86) شیخ ابو الحسن کی بدزبان بیوی ۲۹۴
(87) باجماعت نماز رہ جائے تو کیا کیا جائے؟ ۲۹۷
(88) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا ادب مصطفیٰ ﷺ ۲۹۹
(89) حضرت نجیب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ۳۰۱
(90) امام حسن عسکری ۳۰۴
(91) مومن خوف وخجالت کے درمیان ہے ۳۰۶
(92) شاہ اور چور ۳۰۷
(93) بے نمازی کی رسوائی ۳۱۱
(94) ارشاد محبوب ﷺ پر کامل یقین ... ۳۱۳
(95) حضرت علی خواص رحمۃ اللہ علیہ ۳۱۶
(96) اولیاء اللہ کی موجودگی میں موت .. ۳۱۸
(97) حضرت علی حق بجانب تھے ۳۲۱
(98) قصہ محمود وایاز رحمۃ اللہ علیہ ۳۲۳
(99) بسم اللہ شریف کی فضیلت ۳۲۷
(100) حضور (ﷺ) سے بڑھ کر ۳۳۳
میری نگاہ میں کوئی محبوب نہ رہا ۳۳۳
(101) امام شافعی، امام اعظم کی بارگاہ میں ۳۳۶
(102) خاموشی بہتر ہے ۳۳۸

Scanned with CamScanner

عنوان	صفحہ
(103) زاہد اور زاہد نما	۳۴۰
(104) حسد کے کرشمے	۳۴۲
(105) سکی نہیں بھروں گا وفادارِ نبی ہوں	۳۴۵
(106) شاید نصیب نہ ہوں پھر وصال کے یہ دن	۳۴۷
(107) امام اعمش استاذ امام اعظم رحمہ اللہ ...	۳۵۰
(108) سلاطین روحانی	۳۵۴
(109) مومن تقدیر پر راضی ہوتا ہے ...	۳۵۷
(110) جیسے میری سرکار ہیں ایسا نہیں کوئی	۳۵۹
(111) بوسیدہ پوستین اور پرانے جوتے	۳۶۳
(112) کلمہ شریف کی فضیلت	۳۶۷
(113) ارشادِ نبوی ﷺ کے مطابق تمنائے شہادت	۳۷۰
(114) امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ اور بد مذہب کی تبلیغ	۳۷۲
(115) خوفِ خدا، رضائے الٰہی اور صبر	۳۷۷
(116) علماء کی پاکبازی	۳۷۹
(117) تیری گود میں وہ گل ہاشمی ہے ...	۳۸۱
(118) ٹنڈا درویش	۳۸۳
(119) کلمہ پڑھتے ہی زنجیر ٹوٹ گئی ...	۳۸۷
(120) اب میری نگاہوں میں جچتا نہیں کوئی	۳۸۹

عنوان	صفحہ
(121) حضرت خواجہ مودود چشتی رحمہ اللہ ...	۳۹۱
(122) شفاعت اولیاء حق ہے	۳۹۹
(123) خواہش کے وساوس	۴۰۰
(124) ہمارے پیارے نبی (ﷺ) کی پیاری بیٹی کا واقعہ ہجرت حبشہ ..	۴۰۱
(125) کلمہ کی برکت سے مردہ گھوڑا زندہ ہو گیا	۴۰۴
(126) شرمندہ ہوں، دل گرفتہ ہوں	۵۰۵
(127) ایک پیشکار ولی	۴۱۰
(128) رسول اکرم ﷺ اور عیادت روحانی	۴۱۶
(129) صبر کا انجام جمیل ہے	۴۱۸
(130) رسول اکرم ﷺ کا معاشی و معاشرتی بائیکاٹ	۴۲۱
(131) توکل کی آزمائش	۴۲۶
(132) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی گواہی جنت کی ضمانت	۴۲۸
(133) دل میں بسالیا ہے وہ منظر سمیٹ کر	۴۳۰
(134) حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمہ اللہ	۴۳۲
(135) خوشبودار جسم	۴۳۸
(136) اکابر کا صبر	۴۴۰
(137) جنت میں موتی کے محل کی بشارت	۴۴۳

عنوان	صفحہ
(138) خزانے کا خواب	۴۴۸
(139) عیسائی کے ساتھ حسن سلوک ...	۴۵۲
(140) ہر جفا ہر ستم گوارا ہے	۴۵۴
(141) حضرت بشر حافی رحمہ اللہ	۴۵۵
(142) ایک صالح بزرگ کے مشاہدات	۴۵۷
(143) لوگوں کے پاس بیٹھنے کے نقصانات	۴۵۹
(144) ہمارے پیارے نبی ﷺ کی لاڈلی بیٹی	۴۶۱
(145) صدرِ جہاں کی سخاوت کا نرالا انداز	۴۷۹
(146) پادری کے سوالات اور محمدی جوابات	۴۸۳
(147) یاد اب وہ رہ رہ کے آتے ہیں ...	۴۸۶
(148) حضرت حنظلہ صحابیؓ	۴۸۸
(149) خدا کے شوق میں رونا	۴۸۹
(150) زمانے کو کچھ نہ کہو	۴۹۱
(151) ہمارے پیارے آقا ﷺ کی پیاری نواسی	۴۹۳
(156) کنجی خورے کی مونچھیں	۹۴۶
(157) پھر نظر میں پھول مہکے	۴۹۸
(158) ایک آقا اور اس کا غلام	۵۰۰

عنوان	صفحہ
(159) جھوٹا مدعی نبوت	۵۰۹
(160) عادت اور عبادت کا فرق	۵۱۰
(161) ہمارے پیارے نبی کے پیارے نواسے	۵۱۳
(162) سپیرا اور اژدہا	۵۱۴
(163) آنحضرت ﷺ کی وصیت پر عمل	۵۱۶
(164) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور بت	۵۱۷
(165) بتوں کا کلام کرنا	۵۲۰
(166) ایک خوبصورت مثال	۵۲۲
(167) چڑار تکنے والا	۵۲۴
(168) اہل عشق و محبت یعنی صحابہ کرام کے کام	۵۲۶
(169) ایک صالح جوان عابد	۵۳۱
(170) سخاوت دشمن کو بھی محبوب بنا دیتی ہے	۵۳۵
(171) حقیقت و صورت کا جمال	۵۳۸
(172) احمق کون؟	۵۳۹
(173) حضرت ابوقلابہ بصری تابعی رحمہ اللہ	۵۴۱
(174) جو کسی کے لئے کنواں کھودے!	۵۴۴
(175) عقل کے مدعی	۵۴۶
(176) بدآواز مؤذن	۵۴۸
(177) درود پاک پڑھنے والے کی شان	۵۵۱
(178) ایک حسین و پاکیزہ شرط	۵۵۵

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
(179) رشتہ ایسے بھی ہوسکتا ہے	۵۵۸	(200) معجزات مصطفیٰ ﷺ	۶۲۵
(180) حکام کو وعظ کرنے کا طریقہ	۵۶۲	صلوٰۃ وسلام بحضور سید الانام ﷺ	۶۳۷
(181) چھ درہم میں دو چانٹے	۵۶۴	قصیدہ مبارکہ	۶۴۷
(182) کچھ ایسی عقیدت ہے ان سے ...	۵۶۷		
(183) سیدنا امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ	۵۶۸		
(184) جھوٹے مدعیانِ نبوت لعنۃ اللہ علیہم اجمعین	۵۷۰		
(185) شہزادہ جنت کی پیدائش	۵۷۷		
(186) لالچ کا نتیجہ	۵۸۱		
(187) موئے مبارک کی برکت	۵۸۳		
(188) چڑیا کی تین نصیحتیں	۵۸۴		
(189) حضرت ابراہیم بن ادہم اور آدابِ مسجد	۵۸۷		
(190) عنایت حضور (ﷺ) کی	۵۹۰		
(191) نور محمد (ﷺ) کی برکات	۵۹۱		
(192) سب کا رازق	۵۹۳		
(193) تیرا وجود اور اس کی نعمتیں:	۵۹۴		
(194) ایک وظیفہ اور اس کی قبولیت	۵۹۶		
(195) صلح کی خوشی میں جنت سے حلوہ	۵۹۷		
(196) سیدہ رقیہ بنت محمد ﷺ	۵۹۹		
(197) وصالِ یار کا سچا جذبہ	۶۰۶		
(198) غافل کی فقاہت اور ملحد کی حماقت	۶۰۸		
(199) میں گدائے مصطفیٰ ﷺ ہوں	۶۱۰		

خطبة الکتاب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِحِکْمَتِہٖ تَجْرِیْ مَقَادِیْرُ الْاُمُوْرِ، قَسَمَ السَّعَادَۃَ وَالشَّقَاوَۃَ کَمَا اقْتَضَی الْحِکْمَۃُ فَھُوَ فِیْ قَضَآئِہٖ لَا یَجُوْرُ، اَقَرَّ بِوَحْدَانِیَّتِہِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرَضُوْنَ وَمَا فِیْھِمَا وَالسُّھُوْلُ وَالْوُعُوْرُ ھَدٰی مَنْ شَآءَ وَاَضَلَّ مَنْ شَآءَ وَکُلُّ ذٰلِکَ فِیْ کِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ فَسُبْحَانَہٗ مِنْ اِلٰہٍ عَظِیْمٍ لَّا تُحِیْطُ بِہِ الْعُلُوْمُ وَلَا تُغَیِّرُہُ الدُّھُوْرُ وَتَقَدَّسَ مِنْ مُّحْسِنٍ کَرِیْمٍ لَّمْ یَزَلْ مُفِیْضًا لِّلْاِحْسَانِ وَمُضَاعِفًا لِّلْاُجُوْرِ اَحْمَدُہٗ سُبْحَانَہٗ حَمْدَ مَنْ یَّرْجُوْ رَحْمَتَہٗ لِعِلْمِہٖ اَنَّہٗ ھُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ شَھَادَۃً اُعِدُّھَا لِیَوْمِ النُّشُوْرِ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ شَفِیْعُ الْاُمَمِ یَوْمَ یُبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ ھُمْ حَمَلَۃٌ لِّعُلُوْمِ الدِّیْنِ وَلِلْھِدَایَۃِ بُدُوْرٌ ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

سُنّیم من نعرۂ تکبیر و رسالت می زنم

دم ز بوبکر و عُمر و عُثمان حیدر می زنم

قادریم نعرۂ یا غوث اعظم می زنم

دم ز شیخ احمد رضا خاں قطب عالم می زنم

سروریم نعرۂ سُلطانِ باہُو می زنم

دم ز بوالبرکات حضرت سیّد احمد می زنم

کتبہٗ: غلام حسن قادری حزب الاحناف لاہور

قصیدۂ مبارکہ ببارگاہِ سیّد الوریٰ علیہ التحیّۃ والثناء

یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ خُذْ بِیَدِیْ

اے میرے آقا اے اللہ کے رسول میرا ہاتھ تھام لیجئے آپ کے سوا میرا کوئی نہیں۔

فَاَنْتَ نُوْرُ الْھُدٰی فِیْ کُلِّ کَائِنَۃٍ

اے میرے آقا! آپ بے شک ساری مخلوق کی فریاد کو پہنچنے والے ہیں۔

یَا مَنْ یَّقُوْمُ مَقَامَ الْحَمْدِ مُنْفَرِدًا

اے وہ ذات جو منفرد شان سے مقام محمود پر جلوہ افروز ہو گی اے بے مثال

یَا مَنْ تَفَجَّرَتِ الْاَنْھَارُ نَابِعَۃً

اے وہ ذات کہ جس کی انگلیوں سے نہروں کے چشمے پھوٹ پڑے

اِنِّیْ اِذَا سَامَنِیْ ضَیْمٌ یُّرَوِّعُنِیْ

جب بھی میرا سامنا ظلم کے ساتھ ہوا اور وہ مجھے خوفزدہ کر دے

کُنْ لِّیْ شَفِیْعًا اِلَی الرَّحْمٰنِ مِنْ زَلَلِیْ

آپ مہربان ربّ کی بارگاہ میں میری خطاؤں پر میرے شفیع بن جائیں۔

وَانْظُرْ بِعَیْنِ الرِّضَا لِیْ دَائِمًا اَبَدًا

اور آپ ہمیشہ مجھ پر نگاہ لطف و رضا فرمائیں اپنے فضل و کرم

وَاعْطُفْ عَلَیَّ بِعَفْوٍ مِّنْکَ یَشْمَلُنِیْ

اور مجھ پر اپنی بارگاہ سے ایسی نگاہ شفقت جو میری کوتاہیوں کو معاف کروا دے

اِنِّیْ تَوَسَّلْتُ بِالْمُخْتَارِ اَشْرَفَ مَنْ

Scanned with CamScanner

بے شک میں نے ایسی مختار ہستی کا وسیلہ پکڑا جو افضل واعلیٰ ہے

رَبُّ الْجَمَالِ تَعَالَی اللّٰہُ خَالِقُہٗ

تمام حسن کا رب ان کا خالق ہے پوری مخلوق میں ان جیسا کوئی نہیں

خَیْرُ الْخَلَائِقِ اَعْلَی الْمُرْسَلِیْنَ ذُرًی

آپ ساری مخلوق سے بہتر اور تمام رسولوں سے مرتبہ میں اعلیٰ ہیں

بِہِ النَّجَاتُ لَعَلَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ لِیْ

انہی کے وسیلہ سے میں نے فریاد کی ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے گا

فَمَدْحُہٗ لَمْ یَزَلْ دَابِیْ مُدٰی عُمُرِیْ

جب تک میری عمر ہے ہمیشہ ان کی تعریف ہی میرا طریق رہے۔

عَلَیْہِ اَزْکٰی صَلَاۃٍ لَمْ تَزَلْ اَبَدًا

ان پر ہمیشہ ہمیشہ اعلیٰ درود ہو ساتھ سلام کے (صلی اللہ علیہ وسلم)

وَالْاٰلُ وَالصَّحْبُ اَہْلُ الْمَجْدِ قَاطِبَۃً

اور تمام آل اور اصحاب پر جو بڑی فضیلت والے ہیں (علیہم الصلوٰۃ والسلام)

مَالِیْ سِوَاکَ وَلَا اَلْوِیْ عَلٰی اَحَدٍ

نہ میں آپ کے علاوہ کسی کی طرف مائل ہوتا ہوں نہ میرا کوئی ہے۔

وَاَنْتَ سِرُّ النَّدٰی یَا خَیْرَ مُعْتَمَدِیْ

آپ ہی التجاؤں کے راز ہیں اور آپ کی ذات بہتر اعتماد کے لائق ہے۔

وَاَنْتَ ہَادِی الْوَرٰی لِلّٰہِ ذِی السَّدَدِ

اور آپ ہی سب سے بہتر رہنما ہیں جو ساری مخلوق کے ہادی ہیں

لِوَاحِدِ الْفَرْدِ لَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَلِدْ

یکتا ذات کے سامنے جو نہ کسی کی اولاد ہے اور نہ اس کی کوئی اولاد ہے۔

مِنْ اِصْبَعَیْہِ فَرَوَی الْجَیْشَ بِالْمَدَدِ

آپ نے اپنی انگلیوں سے پورے لشکر کی مدد کرتے ہوئے اسے خوب سیر فرما دیا۔

اَقُوْلُ یَا سَیِّدَ السَّادَاتِ یَا سَنَدِیْ

میں پکارتا ہوں یا سید السادات اے میرے سہارے

وَامْنُنْ عَلَیَّ بِمَا لَا کَانَ فِیْ خَلَدِیْ

مجھ پر وہ احسان فرمائیں جو میرا دل کبھی سوچ بھی نہ سکے

وَاسْتُرْ بِفَضْلِکَ تَقْصِیْرِیْ مَدَی الْاَمَدِ

ہمیشہ میری کوتاہیوں کمزوروں پر پردہ پوشی فرمائیں

فَاَنَّنِیْ عَنْکَ یَا مَوْلَایَ لَمْ اَحِدِ

بے شک اے میرے آقا آپ کے سوا میرا کوئی نہیں۔

رَقَی السَّمٰوٰتِ سِرِّی الْوَاحِدِ الْاَحَدِ

مخلوق سے آپ تو آسمانوں کی سیر فرمانے والے اور اللہ واحد کا راز ہیں۔

فَمِثْلُہٗ فِیْ جَمِیْعِ الْخَلْقِ لَمْ اَجِدِ

آپ کی مثال کہیں نہیں ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

ذُخْرُ الْاَنَامِ وَہَادِیْہِمْ اِلَی الرَّشَدِ

مخلوق کے لئے ذخیرہ اور سیدھے راستے کی طرف ان کے ہادی ہیں

ھٰذَا الَّذِیْ ھُوَ فِیْ ظَنِّیْ وَ مُعْتَقَدِیْ

یہی میرا اعتماد اور گمان ہے۔ (اور یہی میرا دین وایمان ہے)

وَحُبُّہٗ عِنْدَ رَبِّ الْعَرْشِ مُسْتَنَدِیْ

آپ کی محبت ہی عرش کے مالک کے ہاں میرا قابل اعتماد سرمایہ ہے۔

مَعَ السَّلَامِ بِلَا حَصْرٍ وَّلَا عَدَدِ

بے حد بے حساب سلام ہو آپ کی ذات پر۔

بَحْرُ السَّمَاحِ وَاَہْلُ الْجُوْدِ وَالْمَدَدِ

Scanned with CamScanner

آپ سخاوت وعفو کا بحرِ بے کراں اور مدد ونصرت کا منبع ہیں۔

یہ اشعار سلطان عبدالحمید خان و سلطان احمد خان نے تحریر کیے اور لکھنے والے کا اخلاص اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچی محبت کی وجہ سے حجرۂ نبویہ شریفہ پر نقش ہوئے اور یہ اشعار قدیم ترکی زبان کی کتاب مراۃ العارفین (از ایوب صبری پاشا) سے لئے گئے ہیں۔

ہم پہ ہو تیری رحمت جم جم ﷺ
تیرے ثنا خواں عالم عالم ﷺ
ہم ہیں تیرے نام کے لیوا اے دھرتی کے پانی دیوا
یہ دھرتی ہے برہم برہم ﷺ
تیری رسالت عالم عالم، تیری نبوت خاتم خاتم
تیری جلالت پرچم پرچم ﷺ
دیکھ تیری امت کی نبضیں ڈوب چکی ہیں ڈوب رہی ہیں
دھیرے دھیرے مدھم مدھم ﷺ
دیکھ صدق سے موتی ٹپکے، دیکھ حیا کے ساغر چھلکے
سب آنکھیں پرنم پرنم ﷺ
قریہ قریہ بستی بستی دیکھ مجھے میں دیکھ رہا ہوں
نوحہ نوحہ ماتم ماتم ﷺ
اے آقا! اے سب کے آقا! ارض وسما ہیں زخمی زخمی
ان زخموں پر مرہم مرہم ﷺ

(شورش کاشمیری)

(1)

سیرت النبی ﷺ

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: بے شک تمہارے پاس تم میں سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تمہارا تکلیف ومشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں گزرتا ہے وہ تمہارے لئے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب وآرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لئے نہایت شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں۔ (التوبہ 128/9) ارشاداتِ نبوی: مجھے 6 باتوں میں انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی گئی ہے (1) مجھے جامع کلمات سے نوازا گیا ہے۔ (2) رعب کے ذریعے سے میری مدد کی گئی ہے۔ (3) میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا ہے۔ (4) میرے لئے زمین کو پاک اور مسجد بنا دیا گیا ہے۔ (5) مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (6) مجھ پر نبوت ختم کی گئی ہے۔ (صحیح مسلم، حدیث 523) میں سب سے پہلے جنت کے لئے شفاعت کرنے والا ہوں اور انبیاء کے مقابلے میں میری اتباع کرنے والے سب سے زیادہ ہیں۔ (صحیح مسلم، حدیث 196) بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیل بنایا جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا۔ (صحیح مسلم، حدیث 532) میں ہی قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار ہوں گا اور میری ہی قبر سب سے پہلے کھولی جائے گی۔ میں ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا اور میری شفاعت ہی سب سے پہلے سنی (یعنی قبول کی) جائے گی۔ (صحیح مسلم، حدیث 2278) جب میں جنت کے دروازے پر روز قیامت جاؤں گا اور دروازہ کھولوں گا

تو جنت کا چوکیدار پوچھے گا' کون ہے؟ میں کہوں گا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ وہ کہے گا آپ ہی کے لئے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے دروازہ نہ کھولوں۔ (صحیح مسلم' حدیث 197) میرے بہت سے نام ہیں' میں محمد ہوں' میں احمد ہوں' میں ماحی ہوں (مٹانے والا) ہوں۔ (کیونکہ) میرے ذریعے سے اللہ کفر کو مٹائے گا۔ میں حاشر (جمع کرنے والا) ہوں یعنی میرے پیچھے سارے لوگ جمع کر دیئے جائیں گے۔ میں آخر میں آنے والا ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (صحیح مسلم' حدیث 2354)

نسب شریف و خاندان نبوت:

حضرت سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ امام الانبیاء صلی اعلیہ وسلم کا نسب مبارک سیّدنا اسمٰعیل بن ابراہیم علیہ السلام سے جاملتا ہے۔ لیکن عدنان تک متفق علیہ ہے آگے اختلاف ہے' اس لیے یہاں تک لکھا گیا ہے۔

والدہ ماجدہ: سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا بنت وہب بن عبد مناف بن زہر بن قصی بن کلاب۔ قصی پر وہ اپنے خاوند کے نسب سے جاملتی ہیں۔

چچے: زبیر' ابوطالب (عبد مناف)' سیّدنا عباس (رضی اللہ عنہ) ضرار' سیّدنا حمزہ (رضی اللہ عنہ)' مقوم

ابولہب (عبدالعزی)' حارث' حجل

☆ صرف دو چچے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

(حضرت سیّدنا حمزہ و عباس رضی اللہ عنہما)

پھوپھیاں: سیّدہ عاتکہ' امیمہ

ام حکیم البیضاء' برہ' سیّدہ صفیہ' سیّدہ اروی

☆ تین پھوپھیاں مشرف بہ اسلام ہوئیں۔

باندیاں: سیّدہ ماریہ قبطیہ' سیّدہ ریحانہ بنت زید النضیر یہ

بیویاں/امہات المومنین: سیّدہ خدیجہ بنت خویلد' سیّدہ سودہ بنت زمعہ' سیّدہ عائشہ بنت صدیق اکبر' سیّدہ حفصہ بنت عمر' سیّدہ زینب بن خزیمہ' سیّدہ زینب بن جحش' سیّدہ جویریہ بنت حارث' سیّدہ اُمّ حبیبہ بنت ابوسفیان' سیّدہ صفیہ بنت حی' سیّدہ اُمّ سلمہ بنت ابوامیہ' سیّدہ میمونہ بنت حارث۔

اولاد: بیٹیاں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی (تمام بیٹیاں سیّدہ خدیجہ سے ہیں)

سیّدہ زینب: خاوند سیدا ابوالعاص بن ربیع' سیّدنا علی بن ابی طالب نے سیّدہ فاطمہ کے بعد انہی امامہ سے نکاح کیا۔ ان کا ایک بیٹا علی اور بیٹی امامہ تھیں۔

سیّدہ رقیہ: ان کا بیٹا عبداللہ جو بچپن میں فوت ہو گیا' خاوند سیّدنا عثمان۔

سیّدہ اُمّ کلثوم: ان کا نکاح بھی سیّدہ رقیہ کی وفات کے بعد سیّدنا عثمان سے ہوا۔

سیّدہ فاطمہ: خاوند سیّدنا علی' اولاد: سیّدنا حسن' سیّدنا حسین' سیّدنا محسن (بچپن میں فوت ہوئے) سیّدہ رقیہ (بچپن میں فوت ہوئیں)' سیّدہ اُمّ کلثوم (زوجہ سیّدنا عمر فاروق) سیّدہ زینب (زوجہ سیّدنا عبداللہ بن جعفر)

بیٹے: سیّدنا قاسم' سیّدنا عبداللہ (لقب' طیب و طاہر) سیّدنا ابراہیم' قاسم' عبداللہ سیّدہ خدیجہ سے اور ابراہیم ماریہ قبطیہ سے' سب بیٹے بچپن میں فوت ہوئے۔

رضاعی بہن بھائی: سیّدنا عبداللہ' سیّدہ انیسہ' سیّدہ حذافہ (شیماء) یہ سب سیّدہ حلیمہ سعدیہ سے ہیں۔ ابولہب کی لونڈی سیّدہ ثویبہ نے اپنے بیٹے مسروح کے ساتھ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم' آپ کے چچا حمزہ' عبداللہ بن جحش اور ابوسلمہ کو بھی دودھ پلایا۔ یہ سات افراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بہن بھائی ہیں۔

ماہ و سال کے آئینے میں: (قبل از بعثت):

☆ 40 قبل از نبوت' 571ء: والد گرامی عبداللہ بن عبدالمطلب کی 24 سال کی عمر میں وفات' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیال مدینہ منورہ میں ان کی تدفین' نبی صلی اللہ

Scanned with CamScanner

علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ اس وقت 2 ماہ سے امید سے تھیں۔ یمنی گورنر ابرہہ حبشی کا بیت اللہ کو گرانے کیلئے ہاتھیوں پر سوار ہو کر حملہ اور ذلت آمیز رسوائی۔

☆ عام الفیل' 9 ربیع الاول 20 اپریل بروز سوموار فجر سے پہلے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ مکرمہ میں ابوطالب کے گھر ولادت باسعادت۔ یہ نوشیرواں کی تخت نشینی کا چالیسواں سال تھا۔

☆38 قبل از نبوت' 573ء: عرب کے دستور کے مطابق بہترین جسمانی نشوونما اور خالص' ٹھوس عربی زبان کی تعلیم کے لئے قبیلہ بنو سعد بن بکر میں سیّدہ حلیمہ سعدیہ کی آغوش محبت میں۔ سیّدہ حلیمہ کی آغوش میں آتے ہی ان کے سوئے ہوئے نصیب جاگ پڑے اور سبھی ان کا دم بھرنے لگے۔ دیارِ بنوسعد میں تشریف آوری سے وہاں کی رت ہی بدل گئی۔ خیر و برکات کا وافر مقدار میں نزول ہونے لگا۔ خشک سالی اور قحط کے سیاہ بادل چھٹ گئے' خوشحالی اور آسودگی راج کرنے لگی۔

☆36 قبل از نبوت 574ء: واقعہ شق صدر پیش آیا' سینہ مبارک چاک کر کے دل مبارک نکالا گیا اور اس سے شیطانی لوتھڑے کا حصہ الگ کر کے دل کو آب زمزم سے دھو کر سینہ مبارک دوبارہ سی دیا گیا۔ واقعۂ شق صدر سے سیّدہ حلیمہ خوفزدہ ہو گئیں' یوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم والدہ ماجدہ کی آغوش محبت میں واپس آ گئے۔ سیّدہ آمنہ کی آغوشِ محبت اور دادا کے سایۂ عاطفت میں بخیر و خوبی پرورش۔ والدہ کی ممتا کے مرکز تنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور دادا کا دل آپ کی محبت سے لبریز تھا۔ یہ بڑے لاڈ پیار کا دور تھا۔

☆34 قبل از نبوت' 576ء: والد گرامی کی قبر کی زیارت کے لئے دادا' خادمہ اور والدہ کی معیت میں سفر مدینہ' دادا کے ننھیال بنو نجار کی شاخ بنو عدی کے ہاں قیام' واپسی پر مقام ابواء میں والدہ ماجدہ کی وفات۔ والدہ کی تدفین کے بعد سوگوار قافلے کی مکہ مکرمہ واپسی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ اُمّ ایمن کے سایۂ عاطفت میں۔ شفیق دادا سردار عبدالمطلب کی کفالت' دادا کی پوتے کے ساتھ سگے بیٹوں سے بڑھ کر والہانہ محبت۔

ابتداء ہی سے نشانیوں کا ظہور دیکھ کر دادا نے فرمایا: اللہ کی قسم! اس کی شان نرالی ہے۔

☆32 قبل از نبوت' 578ء: دادا سردار عبدالمطلب کی 82 سال کی عمر میں وفات' آپ کی کفالت کے لئے دادا کی ابوطالب کو وصیت' مہربان چچا سردار ابوطالب کی کفالت میں 42 سالہ مثالی قربت ورفاقت۔ ابوطالب کی یتیم بھتیجے سے والہانہ محبت اور بے حد تکریم اور روئے مبارک سے فیضانِ باراں کی دعا۔ آمد نبی علیہ السلام سے سردار ابوطالب کے گھر میں برکتوں کا نزول' شفیق چچا کی طرف سے پیارے بھتیجے کی عظمت کا اعتراف' آپ کا لڑکپن دیگر بچوں سے بڑا منفرد اور نرالا تھا۔

☆28 قبل از نبوت' 582ء: بارہ برس' دو مہینے' دس دن کی عمر میں چچا جان کے ہمراہ بصریٰ (شام) کا تجارتی سفر' بحیرا راہب سے ملاقات' بحیرا کی میزبانی' علامات نبوت کی پہچان اور مکہ واپسی کا مشورہ۔ چچا کی خستہ حالی کے باعث ان کی معاونت کے لئے بطور روزگار اہل مکہ کی بکریاں چرانے میں مصروفیت۔ بحیرا نے علاماتِ نبوت بیان کرتے ہوئے کہا گھاٹی کے قریب تمام درخت اور پتھر ان کے لئے سجدہ ریز ہو گئے اور ان کے شانے کی نچلی جانب سیب کی طرح مہر نبوت ہے۔

☆20 قبل از نبوت' 590ء: قریش اور ہوازن کے درمیان جنگ فجار میں چچاؤں کیساتھ شرکت۔ حرم اور حرمت والے مہینے دونوں کی حرمت پامال ہونے کی وجہ سے اسے جنگ فجار کہتے ہیں۔ تاریخ میں فجار نام کی چار جنگیں معروف ہیں:

(1) فجار بدر بن معشر (2) فجار القرد (3) فجار المرأۃ (4) فجار البراض۔

مظلوموں کی مدد کے لئے ''حلف الفضول'' کے تاریخی معاہدے میں شرکت۔ یہ معاہدہ حلف الفضول اس لئے کہلایا کہ قریش ایک فضیلت والے کام میں شریک ہوئے تھے۔

☆15 قبل از نبوت' 595ء: ابوطالب نے اپنی غیر مستحکم معاشی حالت کے پیش نظر بھتیجے کو تجارت کی ترغیب دلائی۔ یوں آپ سیّدہ خدیجہ کا سامانِ تجارت لے کر ان کے

غلام میسرہ کے ہمراہ شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔عنفوان شباب میں کوئی معین کام نہ تھا۔ جفاکشی کی زندگی بسر کی اور معمولی معاوضے پر بکریاں چراتے رہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی امانت و دیانت اور بھاری منافع دیکھ کر سیّدہ خدیجہ کی آپ کو شادی کی پیش کش۔اُمّ المومنین سیّدہ خدیجہ سے بابرکت نکاح' بوقت نکاح سیّدہ کی عمر 40 سال تھی۔

☆5 قبل از نبوت' 605ء: خانہ کعبہ کی خستہ حالی کے پیش نظر قریش کا بیت اللہ کی تعمیر نو کا فیصلہ اور صرف حلال کمائی صرف کرنے کا عزم' حجر اسود کی تنصیب پر قبائل میں باہمی پھوٹ اور تنازع۔ابو امیہ مخزومی کی تجویز پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بطور حکم تقرر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن تدبیر سے تنازع کے فتنے کا خاتمہ۔حلال کمائی کی قلت کی وجہ سے قریش نے کعبہ کے شمالی رخ سے تقریباً 6 ہاتھ اور ایک بالشت جگہ بلا تعمیر چھوڑ دی۔تعمیر کے بغیر چھوڑا ہوا یہ حصہ ''حطیم'' اور ''حجر'' کہلاتا ہے۔

☆2 قبل از نبوت' 608ء: چالیس برس کے قریب عمر میں تنہائی محبوب ہوگئی چنانچہ آپ ستو اور پانی لے کر غارِ حرا تشریف لے جاتے۔یہ چھوٹا سا غار چار گز لمبا اور پونے دو گز چوڑا ہے۔رمضان بھر غارِ حراء میں قیام' راہ گزرتے مسکینوں کو کھانا کھلانا' عبادتِ الٰہی اور مشاہدِ قدرت پر غور و فکر۔

☆علاماتِ نبوت کا ظہور

طبیعت میں بتوں سے شدید نفرت اور بیزاری' سچے اور اچھے خوابوں کی آمد اور صبح روشن کی طرح ان کا وقوع اور پتھر کا سلام کرنا۔

☆1 نبوی' 610ء: آغاز وحی' 17 رمضان المبارک 10 اگست' دوسری روایت کے مطابق لیلۃ القدر میں' عمر مبارک بحساب قمری' 40 برس 6 ماہ 8 دن اور بحساب شمسی 39 سال 3 ماہ 8 دن تھی۔سیّدہ خدیجہ' سیّدنا ابوبکر صدیق' سیّدنا علی اور سیّدنا زید بن حارثہ نے دعوت ملتے ہی اسلام قبول کر لیا۔سیّدنا بلال' عبیدہ بن حارث' عثمان بن مظعون' ابوعبیدہ بن جراح' سعید بن زید اور ان کی بیوی فاطمہ' خباب بن ارت' عبداللہ بن مسعود'

عماراور ان کے والدین کا قبولِ اسلام۔

☆3 نبوی' 613ء: دعوتِ صدیقی کے نتیجے میں سیّدنا عثمان' زبیر بن عوام' عبدالرحمٰن بن عوف' سعد بن ابی وقاص' طلحہ بن عبید اللہ' ارقم بن ابو ارقم' ابوسلمہ بن عبدالاسد اور صہیب بن سنان کا قبول اسلام۔سورۂ مدثر کی ابتدائی آیات کا نزول' تیز رفتاری سے وحی کا تسلسل اور خفیہ دعوت کے مرحلے کا اختتام۔

☆4 نبوی 614ء: سورۂ الحجر کی آیت' 94 (فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ) ''پس آپ وہ (باتیں) علانیہ کہہ ڈالیں جن کا آپ کو حکم دیا گیا ہے'' کا نزول اور علانیہ دعوت کا آغاز۔

اسلامی دعوت کی زبردست مخالفت کے باوجود سیّدنا عمرو بن عبسہ اور خالد بن سعید کا قبول اسلام۔

☆5 نبوی' 615ء: مسلمانوں پر قریش کے بدترین مظالم' دارِارقم کی ابتداء' سیّدنا عثمان اور ان کی اہلیہ سیّدہ رقیہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمیت 12 افراد اور 4 عورتوں کی حبشہ کی طرف پہلی ہجرت اور پہلی ہجرت میں شریک بعض افراد سمیت 83 مردوں اور 18 عورتوں کی حبشہ کی طرف دوسری ہجرت۔

☆6 نبوی' 616ء: مہاجرین کی واپسی کے لئے سفیرانِ قریش عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کی دربارِ نجاشی میں حاضری اور ناکام سفارت کاری۔سیّدنا حمزہ بن عبدالمطلب کے قبول اسلام کے 3 دن بعد سیّدنا عمر کا 26 سال کی عمر میں قبول اسلام۔

☆7 نبوی' 617ء: یکم محرم' بنو ہاشم اور بنو مطلب کی شعب ابی طالب میں مظلومانہ محصوری اور قریش مکہ کی طرف سے 3 سالہ بدترین سوشل بائیکاٹ۔محصوری کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے مسلمان ایام حج میں باہر نکلتے اور لوگوں کو دعوت اسلام پیش کرتے۔

☆10 نبوی' 619ء: قریش کے سمجھدار لوگوں نے بدترین بائیکاٹ کی مخالفت کی

Scanned with CamScanner

اور محاصرے کا خاتمہ ہوا۔اسی رجب میں سردار ابوطالب کی وفات ہوئی اور رمضان میں 65 سال کی عمر میں سیّدہ خدیجہ کی وفات۔شوال میں سیّدہ سودہ بنت زمعہ سے نکاح' بوقت نکاح سیّدہ کی عمر 55 سال تھی۔

شوال: اذیت ناک سفر طائف' واپسی پر مطعم بن عدی کی پناہ میں' سیّدنا طفیل دوسی اور ابوذر کا قبول اسلام' مکہ سے باہر دعوت کا آغاز' واقعہ اسراء ومعراج اور پانچ نمازوں کی فرضیت۔

☆11 نبوی' 620ء: شوال: اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح' یہ نکاح اسلام کی سادگی کی حقیقی تصویر تھا۔سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی واحد کنواری بیوی تھیں۔ایام حج میں رات کی تاریکی میں سیّدنا ابوبکر اور علی کے ہمراہ حج کے لئے آئے ہوئے قبائل کو دعوت اسلام۔

یثرب کے قبیلہ خزرج کے 6 افراد کا قبول اسلام۔ان کے نام یہ ہیں: اسعد بن زرارہ' عوف بن حارث' رافع بن مالک' قطبہ بن عامر' عقبہ بن عامر' حارث بن عبداللہ بن رئاب۔

بیعت عقبہ اولیٰ:

☆12 نبوی' 621ء: ذوالحجہ' بیعت عقبہ اولیٰ میں انصار کے 12 افراد کی شمولیت' پانچ لوگ پہلے والے اور سات لوگ نئے تھے۔ان سات میں سے 5 کا تعلق خزرج سے اور 2 کا تعلق بنو اوس سے تھا۔اسلام کے اولین سفیر کے طور پر سیّدنا مصعب بن عمیر کی مدینہ منورہ میں تعیناتی۔وہ ''استادِ مدینہ'' کہلائے۔اس بیعت کی اہم دفعات یہ تھیں: اللہ کے ساتھ شرک نہیں کریں گے' چوری اور زنا نہیں کریں گے' اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے اور کسی نیک کام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہیں کریں گے۔

☆13 نبوی' 622ء: سیّدنا مصعب بن عمیر کی زبردست کامیابی' سیّدنا سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر کا یکے بعد دیگرے قبول اسلام۔سرداروں کے قبول اسلام کی

بدولت ساری قوم حلقہ بگوش اسلام ہوگئی۔سرزمین مدینہ پر سب سے پہلے سیّدنا اسعد بن زرارہ نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔مسلمانوں کی تعداد 40 تھی۔

بیعت عقبہ ثانیہ:

ذوالحجہ: بیعت عقبہ ثانیہ میں 83 مرد اور 2 عورتوں کی شرکت' 9 بنوخزرج اور 3 بنو اوس سے تھے' انہی میں سے 12 نقیب (امیر) مقرر کئے گئے' یہیں سے ہجرت مدینہ کی راہ ہموار ہوئی۔

☆1 ہجری' 622ء: صفر' دارالندوہ میں قریش کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کی خوفناک منصوبہ بندی' 27 صفر (13/12 ستمبر) رات کی تاریکی میں سفر ہجرت کا آغاز۔سفر ہجرت میں انعام کے لالچ میں سراقہ بن مالک کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری کے لئے ناکام تعاقب۔

8 ربیع الاول: (23 ستمبر سوموار) کو قباء آمد' چار روزہ قیام اور اسلام کی پہلی مسجد ''قباء'' کی تعمیر' 12 ربیع الاول (24 ستمبر) جمعۃ المبارک کو مدینہ منورہ آمد۔

مسجد نبوی کی تعمیر' مہاجرین وانصار میں مؤاخات اور بھائی چارے کا قیام' یہود سے معاہدہ' قریشی' یثربی' ان کے متبعین وملحقین اور اہل اسلام کے درمیان باہمی تعاون کا عہد وپیمان۔یہودی عالم عبداللہ بن سلام اور عیسائی عالم ابوقبیس کا قبول اسلام۔

شوال: اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی 9 سال کی عمر میں رخصتی' اُمّ المومنین سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی ہجرت مدینہ۔رمضان: سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک فوجی دستے کی ساحل سمندر کی جانب پیش قدمی۔

شوال: رابغ کی جانب سیّدنا عبیدہ بن حارث کی قیادت میں 60 مجاہدین کی جنگی کارروائی۔

ذوالقعدہ: سیّدنا سعد کی قیادت میں فوجی کارروائی' سیّدنا کلثوم بن ہدم اور اسعد بن زرارہ کی وفات' سرداران قریش ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل کی ہلاکت۔

Scanned with CamScanner

☆2 ہجرت‘ 623ء: صفر: غزوۂ ابواء‘ ربیع الاول: غزوۂ بواط پیش آیا‘ چراگاہِ مدینہ پر حملہ آور کرز بن جابر فہری کے تعاقب میں غزوۂ سفوان پیش آیا۔ جمادی الاولیٰ: غزوۂ عشیرہ (بدر الاولیٰ) کا وقوع۔ رجب: سریۂ نخلہ‘ مدینہ میں مہاجرین کے ہاں پہلے بچے سیّدنا عبداللہ بن زبیر کی ولادت۔ سیّدنا سلمان فارسی کا قبول اسلام‘ شعبان: اذان کی ابتداء‘ تحویل قبلہ‘ فرضیت جہاد‘ 17 رمضان المبارک: غزوۂ بدر ہوا‘ غنائم کی تقسیم کے لئے سورۂ انفال کا نزول۔

روزے‘ زکاۃ اور فطرانے کی فرضیت‘ نماز عید کی مشروعیت‘ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم عصماء بنت مروان قتل ہوئی۔ شوال: دختر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ رقیہ زوجہ عثمان کی وفات۔ یہودِ بنو قینقاع کی مدینہ طیبہ سے جلاوطنی‘ ذوالحجہ: غزوۂ سویق پیش آیا‘ سیّدنا علی کا سیّدہ فاطمہ سے نکاح۔

☆3 ہجری‘ 624/623ء: محرم: غزوۂ قرقرۃ الکدر پیش آیا‘ ربیع الاول: غزوۂ ذی امر ہوا۔ سیّدنا محمد بن مسلمہ اور ان کے رفقاء نے یہودی سردار کعب بن اشرف کو قتل کیا۔ جمادی الاولیٰ: غزوۂ بحران پیش آیا۔ قریش کا تجارتی قافلہ روکنے کے لئے سیّدنا زید بن حارثہ کی کامیاب کارروائی‘ ابورافع یہودی کا قتل۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّ المومنین حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے نکاح‘ بوقت نکاح سیّدہ کی عمر 19 سال تھی‘ وراثت کے احکام کا نزول ہوا۔ غزوۂ احد: سیّدنا حمزہ‘ عمرو بن جموح‘ انس بن نضر اور سعد بن ربیع سمیت 70 صحابہ کی المناک شہادت۔ غزوۂ حمراء الاسد پیش آیا‘ سیّدہ اُمّ کلثوم بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سیّدنا عثمان سے نکاح‘ سیّدنا حسن بن علی کی ولادت۔

☆4 ہجری‘ 625ء: صفر: رجیع اور بئر معونہ کے دل خراش اور المناک حادثات پیش آئے جن میں دھوکے سے 80 قراء صحابہ شہید کئے گئے۔ سیّدنا عمرو بن امیہ ضمری کی ابوسفیان کے قتل کیلئے روانگی۔ ربیع الاول: یہود بنو نضیر کی جلاوطنی عمل میں آئی۔ شراب نوشی اور قمار بازی کی حرمت نازل ہوئی۔ غزوۂ ذات الرقاع پیش آیا۔ شعبان: غزوۂ بدر

دوم ہوا‘ اُمّ المومنین زینب بن خزیمہ سے نکاح‘ بوقت نکاح سیّدہ کی عمر 30 سال تھی۔ 2 ماہ بعد ان کی وفات ہوگئی۔

شوال: سیّدہ اُمّ سلمہ سے نکاح‘ بوقت نکاح سیّدہ کی عمر 29 سال تھی‘ سیّدنا حسین بن علی کی ولادت۔ سیّدنا زید بن ثابت کو عبرانی زبان سیکھنے کا حکم‘ سیّدہ رقیہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے عبداللہ بن عثمان کی وفات‘ مکہ میں سیّدنا خبیب بن عدی کی شہادت۔

☆5 ہجری‘ 626ء: اُمّ المومنین زینب بنت جحش سے آسمانی نکاح‘ بوقت نکاح سیّدہ کی عمر 36 سال تھی۔ ربیع الاول: غزوۂ دومۃ الجندل ہوا‘ بئر رومہ (کنواں) خرید کر وقف کیا گیا۔ شوال: خندق کی کھدائی اور غزوۂ خندق‘ سیّدنا جابر کی طرف سے خندق کھودنے والے لشکر کی ضیافت۔ ذوالقعدہ: یہودی قبیلے بنو قریظہ کا محاصرہ‘ سیّدنا سعد بن معاذ کے فیصلے پر آمادگی کا اظہار۔ بنو قریظہ کے 600 یا 700 جنگجوؤں کا قتل اور سیّدنا سعد بن معاذ کی وفات۔

دشمن اسلام امیہ بن ابوصلت اور سلام بن ابوحقیق کا قتل‘ سیّدنا علی کی فدک میں جنگی کارروائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عیینہ بن حصن فزاری سے معاہدہ‘ حج کی فرضیت‘ پردے کا حکم‘ رسم تبنیت (لے پالک بنانے کی رسم) کے خاتمے کا اعلان۔

☆6 ہجری‘ 628ء: ربیع الاول: غزوۂ بنو لحیان اور ذی قرد پیش آئے۔ شعبان: غزوۂ بنو مصطلق / المریسیع ہوا‘ سیّدہ جویریہ بنت حارث سے نکاح‘ بوقت نکاح سیّدہ کی عمر 20 سال تھی۔ واقعۂ افک پیش آیا۔ ذوالقعدہ: صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان کا انعقاد اور سورۂ فتح کا نزول۔ سیّدنا محمد بن مسلمہ کی قیادت میں قرطاء کی طرف پیش قدمی‘ سیّدنا زید بن حارثہ کی زیر قیادت عیص کے علاقے میں جنگی کارروائی‘ سریہ جیش خبط پیش آیا۔

سیّدنا ثمامہ بن اثال کا قبول اسلام اور قریش سے معاشی و اقتصادی تعلقات کے خاتمے کا اعلان۔ شراب کی حرمت‘ مسلمانوں اور مشرکوں کے باہمی نکاح کی حرمت‘ سیّدنا

Scanned with CamScanner

کرز بن جابر کی قیادت میں عرینہ کے خلاف لشکر کشی' نمازِ خوف و استسقاء کی مشروعیت۔

☆7 ہجری' 629/628ء: محرم: غزوۂ خیبر ہوا' 200 گھوڑ سواروں سمیت 1400 مجاہدین کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیبر کی جانب روانگی' سیّدہ صفیہ سے نکاح' سیّدنا جعفر اور دیگر صحابہ کرام کی حبشہ سے واپسی۔ مسجد نبوی کی توسیع' اُمّ المومنین اُمّ حبیبہ (رملہ) بنت ابوسفیان سے نکاح۔

سیّدنا عمرؓ کے لشکر کی تربہ کی جانب پیش قدمی' سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف کی قیادت میں لشکر کی دومۃ الجندل کی جانب روانگی' سیّدنا ابوبکر کی نجد کے علاقے میں جنگی کارروائی۔ بشیر بن سعد کی ''جناب'' علاقے میں جنگی کارروائی۔ سیّدنا غالب بن عبداللہ کی ''میفعہ'' پر لشکر کشی۔ بادشاہوں کی طرف خطوط کی روانگی۔ ذوالقعدہ: عمرۂ قضا کی ادائیگی' 3 دن مکہ میں قیام' عمرۂ قضا کے بعد سیّدہ میمونہ بنت حارث ہلالیہ سے نکاح۔

☆8 ہجری' 630/629ء: سیّدنا خالد بن ولید' عمرو بن عاص اور عثمان بن طلحہ کا قبول اسلام' غزوۂ موتہ اور سیّدنا زید' جعفر اور عبداللہ بن رواحہ کی شہادت۔ جمادی الثانیہ میں سریۂ ذات السلاسل پیش آیا۔ 17 رمضان المبارک: فتح مکہ مکرمہ' کعبہ اور گردونواح میں بتوں کا انہدام' سیّدہ زینب بنت رسول کی وفات۔ سیّدنا ابوسفیان بن حرب کا قبول اسلام' سیّدنا خالد بن ولید کی قیادت میں 350 مبلغین کی بنو جذیمہ کی طرف روانگی۔ شراب و مردار کی خرید و فروخت اور بت فروشی پر پابندی۔ شرعی حدود میں سفارش کی ممانعت اور سورۂ نصر کا نزول۔ نکاح متعہ ہمیشہ کے لئے حرام قرار دیا گیا۔ شوال: غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف پیش آئے۔ سیّدنا عروہ بن مسعود ثقفی' عکرمہ اور صفوان کا قبول اسلام' جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا ابراہیم کی ولادت۔

☆9 ہجری' 631/630ء: سیّدنا عیینہ بن حصن کی بنو عنبر کے خلاف کارروائی' سیّدنا ولید بن عقبہ کی بنو مصطلق کی جانب مہم جوئی' مشہور شاعر کعب بن زہیر اور عدی بن حاتم طائی کا قبول اسلام' غزوۂ تبوک ہوا۔ سورۂ توبہ کا نزول اور حج کی فرضیت نازل ہوئی'

مسجد ضرار کا انہدام۔

سیّدنا خالد بن ولید کی دومۃ الجندل کے حاکم اکیدر کی جانب پیش قدمی' اہل ثقیف کا قبول اسلام' حمیر (یمن) کے بادشاہوں کے نام خط' غامدیہ عورت کی سنگساری۔

عام الوفود: یہ نام اسی سال کا ہے اور وہ اس لیے کہ اس سال 70 سے زائد وفود کی دربار رسالت مآب میں حاضری ہوئی' قطبہ بن عامر کی ''تبالہ'' میں جنگی کارروائی۔

رجب: شاہِ حبشہ نجاشی کی وفات' شعبان: سیّدہ اُمّ کلثوم زوجۂ عثمان کی وفات' رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی ہلاکت' سیّدنا ابوبکر کی امارت میں حج کی ادائیگی۔

☆10 ہجری' 632/631ء: سیّدنا ابوموسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل کی یمن روانگی' سیّدنا خالد بن ولید کی نجران کے بنو حارث کی جانب مہم جوئی' اہل یمن سے خمس کی وصولی کے لئے سیّدنا علی کی یمن روانگی۔ سیّدنا جریر بن عبداللہ کی ذی الکلاع کی طرف روانگی' جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا ابراہیم کی وفات۔ امین امت سیّدنا ابوعبیدہ بن جراح کی اہل نجران کی جانب روانگی' جھوٹے نبی مسیلمہ کذاب' اسود عنسی کا ظہور اور ان کی طرف سے شراب و زنا کی حلت کا بیان۔

حجۃ الوداع اور وصالِ نبوی:

ذوالحجہ: قریباً ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ کے ساتھ فریضہ حج کی ادائیگی اور حجۃ الوداع کا مثالی خطبہ۔

والی یمن باذان رحمۃ اللہ علیہ کی وفات' گھروں میں داخلے کے آداب سے متعلق آیات کا نزول۔

☆11 ہجری' 632ء: وفد نخع کی آمد' سیّدنا اسامہ کے لشکر کی اہل اُبنیٰ کی طرف روانگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہدائے احد اور اہل بقیع کے لئے دعائے مغفرت۔ مسیلمہ کذاب کے دو قاصد بارگاہ نبوی میں' یمن میں جھوٹے نبی اسود عنسی کا قتل۔ نبوت کی جھوٹی دعویدار خاتون سجاح اور طلیحہ بن خولید کے فتنے کا ظہور' صفر کے آخر

Scanned with CamScanner

میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کا آغاز' سیّدہ فاطمہ سے سرگوشی ''خواتین جنت کی سردار'' ہونے کی خوشخبری۔ صحابہ کرام کا سقیفہ بنو ساعدہ میں اجتماع اور سیّدنا ابوبکر کا خلیفہ رسول کی حیثیت سے انتخاب۔

12 ربیع الاول 11 ھ بروز سوموار 63 برس کی عمر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات۔ 13 ربیع الاول کو تجہیز و تکفین اور 14 ربیع الاول کو حجرۂ عائشہ میں تدفین۔

(کتب احادیث وسیر و تواریخ)

(2)

درس گاہِ نبوّت کے تربیت یافتہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ حج کو نکلے' یہاں تک کہ ابواء مقام پر پہنچے تو وہاں ایک بوڑھا راستے کے قریب بیٹھا ہوا ملا۔ اس نے آواز دی' او قافلہ والو! ٹھہر جاؤ۔ قافلہ اس کے لئے ٹھہر گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بوڑھے کہہ جو کہنا ہے۔ اس نے کہا کیا تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں؟ اہل قافلہ نے کہا: نہیں وہ اپنے مولیٰ سے جا ملے۔ اس نے کہا: کیا وہ وفات پا چکے؟ انہوں نے کہا: ہاں' تو وہ رو پڑا اس قدر کہ ہمیں خیال یہ ہونے لگا کہ اس کے جسم سے روح نکل جائے گی۔ پھر اس نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کا والی (امیر) کون بنا؟ انہوں نے کہا: ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ اس نے کہا: بنو تمیم کا سردار۔ انہوں نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: کیا وہ تم میں موجود ہیں؟ انہوں نے کہا: وہ بھی وفات پا چکے ہیں۔ اس نے کہا: وفات پا چکے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ وہ رویا حتیٰ کہ ہم نے اس کے رونے میں ہچکیاں سنیں اور پھر کہا اس کے بعد کون امت کا والی (امیر) مقرر ہوا۔ انہوں نے کہا: عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب۔ اس نے کہا: بنی امیہ کی سفیدی کہاں ہے؟ اس کی مراد عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان تھے اس لئے کہ وہ زیادہ نرم مزاج اور نرم خو ہیں۔ پھر اس نے کہا: اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ والی بنے ہیں تو معاملہ بہتر کے سپرد ہوا ہے۔ کیا وہ تم میں موجود ہیں؟

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تبرک کی برکت

انہوں نے کہا: وہ آج صبح سے آپ سے مصروف گفتگو ہیں۔ اس نے کہا: آپ میری مدد کریں اس لئے کہ میرا کوئی مددگار نہیں۔ (عمر رضی اللہ عنہ نے) فرمایا تو کون ہے جو مددگار کی تلاش میں ہے؟ اس نے کہا: میں ابوعقیل بنو ملیک میں سے ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میری ملاقات ہوئی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اسلام کی دعوت دی۔ میں ایمان لایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی تصدیق کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے بچے ہوئے ستو پلائے۔ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا پھر مجھے دیا۔ (اس کی برکت سے) جب بھی مجھے بھوک لگی مین نے سیری محسوس کی اور جب بھی پیاس لگی' سیرابی اور خوشبو محسوس کی۔ جب بھی گرمی ہوئی اس کی وجہ سے ٹھنڈک محسوس کی پھر میں بکریوں کا ریوڑ لے کر جنگل کو نکلا۔ دن رات میں پانچ نمازیں پڑھتا اور رمضان المبارک کے روزے رکھتا اور سال کے بعد دسویں ذی الحجہ کو بکری ذبح کرتا۔ یہاں تک کہ اس سال سوائے ایک بکری کے باقی سب ختم ہو گئیں۔ اس کو بھی گزشتہ شب بھیڑیا لے گیا۔ اس کی بچت ہمیں ملی اور ہم نے وہ کھائی اور اب ہم آپ تک پہنچے۔ آپ ہماری مدد کریں' اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار ہو۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ مدد کو پہنچ گئے' مجھے پانی کی اطلاع دیں کہ پانی کہاں ہے؟

راوی کہتے ہیں ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور ہم نے اپنے زادِ راہ کا بقیہ جمع کیا۔

(راوی کہتا ہے) گویا کہ میں عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ سڑک کے قریب چادر اوڑھے ہوئے اس کی اونٹنی کی لگام تھامے ہوئے ہیں اور کھانا نہیں کھاتے' اس بوڑھے کا انتظار کر رہے تھے شدت سے۔ جب قافلے کے کوچ کا وقت آیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پانی والے کو بلایا اور اس شیخ کی صفات اور تعارف کرایا اور فرمایا جب یہ تیرے پاس آئے تو اس کا اور اس کے اہل وعیال کا خرچہ دے دیا کر' یہاں تک کہ میں تیرے پاس لوٹ کر آؤں گا۔

ایک بوڑھے صحابی کی وفات کا حال

انشاء اللہ (راوی نے کہا) ہم نے حج کے احکام پورے کئے اور واپس لوٹنے لگے۔

جب ہم اسی پڑاؤ کی جگہ پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چشمے والے کو بلایا اور فرمایا کیا تو نے اس بوڑھے سے اچھا معاملہ کیا؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ وہ آپ کے وعدے پر میرے پاس آیا اور بیمار ہوا' میرے پاس تین دن رہا اور وفات پا گیا۔ میں نے اس کو دفن کر دیا اور یہ اس کی قبر ہے۔

(راوی کہتا ہے) گویا کہ وہ منظر اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ میں عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ رہا ہوں کہ انہوں نے اپنے قدموں کو حرکت دی اور تھوڑی دور اس کی قبر پر جا کے اس پر نماز جنازہ پڑھی پھر گردن جھکا لی اور رو پڑے۔ پھر فرمایا: اللہ رب العزت نے اس کے لئے تمہاری مدد ناپسند فرمائی اور اسے اپنے پاس موجود نعمتوں سے نوازا۔ پھر اس کے اہل وعیال کے بارے میں کفالت کی ذمہ داری کا حکم فرمایا۔ ان پر ہمیشہ خرچ کرتے رہے یہاں تک کہ اپنے مولیٰ سے جا ملے۔

(رواہ الطبری فی مناقب العشرہ)

(3)

شرکِ اصغر

ابن جوزی لکھتے ہیں مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو لوگوں کے سامنے زہد کا تکلف دکھاتا ہے اور ان کے قلوب میں مقام قرب کی امید رکھتا ہے اور بھولا ہوا ہے کہ ان کے قلوب اس ذات کے قبضہ میں ہیں جس کے لئے وہ عمل کرتا ہے اگر اس کا عمل اسے پسند آ گیا اور خالص ہوا تو وہ ادھر سے قلوب کو ہٹا دے گا اور عامل جب قلوب کے میلان پر نظر کرتا ہے تو شرک کا اس کی نیت سے ٹکراؤ ہو جاتا ہے کیونکہ اسے تو اسی کی نظر پر قناعت چاہئے تھی جس کے لئے عمل کیا ہے اور اخلاص کے لوازم میں یہ بات ہے کہ اپنی طرف قلوب کے التفات کا دھیان تک نہ ہو۔ یہ چیز اسے مل جائے گی مگر اس کو مقصد بنا کے نہیں بلکہ اس کی کراہت کے ذریعہ سے...... انسان کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس کے تمام اعمال کو مخلوق اجمالی طور پر جانتی ہے گو اس پر وہ مطلع نہ ہوں بس قلوب صالح شخص کے لئے اس کی نیکی کی شہادت دیتے ہیں گو اس کا مشاہدہ بھی نہ کریں اور جو شخص چاہتا ہے کہ مخلوق اس کے عمل کو دیکھ بھی لے تو عمل ضائع ہو گیا کیونکہ یہ خالق کو مقبول ہے نہ خلق کو' اس لئے کہ ان کے قلوب اس سے پھر چکے ہیں۔ بس عمل ضائع ہو گیا عمر ختم ہو گئی' پوری سند کے ساتھ ہمیں ابو سعید رضی اللہ عنہ خدری کی حدیث پہنچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص کسی چٹان میں بیٹھا عمل کرتا ہے جس کا کوئی دروازہ نہیں نہ اس میں کوئی سوراخ ہے تو لوگوں تک اس کا عمل پہنچ کے رہے گا خواہ کیسا ہی ہو لہٰذا بندے کو خدا سے ڈرنا چاہئے اور اس ذات کا قصد کرنا چاہئے جس کا قصد نافع ہے اور ایسے لوگوں کی مدح میں مشغول نہ ہو کہ تھوڑی دیر بعد نہ وہ ہوں گے نہ تو ہو گا۔

علماءِ سو کا کردار

دیارِ عجم سے ایک فقیہ جو اپنے شہر کا قاضی تھا میں نے اس کی سواری کے جانور پر سونا دیکھا' چاندی کے برتن اور دیگر حرام قسم کی بہت سی اشیاء...... میں نے کہا: اس علم کا کیا فائدہ؟ اس پر بخدا اکثر حجتیں قائم ہو گئیں اس میں بڑا سبب سیرت اسلاف سے ناواقفی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بے علم ہونا ہے۔ الغرض! یہ لوگ مقصد سے جاہل ہیں اور اختلافات کے علم میں مشغول ہیں' معرفت کے چھلکوں کی بدولت آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حدیث کا سماع ان کی نگاہ میں نہیں اور اسلاف کی سیرت پر ان کی نظر نہیں' سلاطین سے میل ملاقات رکھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی سی وضع بنانی پڑتی ہے' کبھی تو انہیں یہ خیال آتا ہے کہ یہ کوئی بڑی بات نہیں معمولی ہے اور نہ بھی خیال آئے تو خواہش بلا روک ٹوک ان پر غالب ہے اور کبھی خیال آتا ہے تو یہ کہتے ہیں: یہ احتمال تو ہے مگر ہمارے علمی مشاغل کی وجہ سے مغفرت ہو جائے گی اور پھر وہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ علماء ان کا اکرام کرتے ہیں اپنے مفادات کی وجہ سے ان پر اعتراض نہیں کرتے۔ پس اے آخرت پر یقین رکھنے والے اور دین کی حفاظت چاہنے والے اللہ کا خوف کھا' اور اللہ سے ڈر' اپنے آپ کو فاسد تاویلات سے دور رکھ اور خواہشات غلبہ سے بچا کے رکھ کیونکہ اگر تو نے کسی خواہش کے لئے بھی گنجائش نکالی تو وہ تجھے باقی کی طرف بھی کھینچ لے جائے گی اور پھر تو اس چکر سے خواہشات کی الفت کی وجہ سے نہ نکل سکے گا لہٰذا میری نصیحت قبول کر روٹی کے ٹکڑے پر قناعت کر لے اور ارباب دنیا سے دور رہ اور جب خواہش شور کرے چیخنے لگے تو اسے چھوڑ دے اور جواب تک نہ دے اور کبھی تجھے خواہش کہے کہ فلاں کام تو ہلکا سا ہے مگر وہ بھی مت کر کیونکہ اگر وہ ہلکا بھی ہے تو تجھے دوسرے کاموں کی طرف بلائے گا اور تلافی مشکل ہو جائے گی لہٰذا تنگ عیش پر صبر کر اور ارباب خواہشات سے دور رہ دین کی سلامتی اسی میں ہے اور جب کبھی گنجائش یا رخصت سامنے آئے گی تو وہ دوسرے کی طرف کھینچے گی جیسے کنارہ سے گہرے پانی تک' ٹھیک ہے کھانے کھانے میں فرق ہے' لباس لباس میں تفاوت ہے اور ایک چہرہ دوسرے چہرہ سے حسین ہے مگر یہ چند دن کی بات ہے۔ (صید الخاطر)

Scanned with CamScanner

(4)

جنت میں داخل ہونے والوں کی شان

اللہ تعالیٰ کے فرمان: يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ○ وَّ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ إِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ○ ''جس دن ہم متقیوں کو رحمٰن کے حضور جمع کریں گے اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسا ہانکیں گے'' کے متعلق حضرت مقاتل بن سلیمان سے مروی ہے وہ کہتے ہیں: جنتیوں کو بلایا جائے گا جب وہ جنت کے دروازے پر پہنچیں گے تو وہاں ایک درخت کے نیچے دو چشمے بہہ رہے ہوں گے وہ ان میں سے ایک چشمے سے پانی پئیں گے تو ان کے پیٹ میں سے تمام غلاظتیں نکل جائیں گی پھر وہ دوسرے چشمے پر آکر اس میں غسل کریں گے تو ان کے جسم سے تمام میل کچیل اور غلاظتیں دھل جائیں گی، وہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا: سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ''سلام ہو تم پر خود کو تم نے پاک کر لیا پس ہمیشہ کے لئے اس میں داخل ہو جاؤ۔'' پھر یاقوت احمر کے بنے اونٹ ان کے لئے لائے جائیں گے ان کے پاؤں موتیوں اور یاقوت سے جڑے سونے کے ہوں گے، ان کی مہاریں لؤلؤ کی ہوں گی اور ان میں سے ہر ایک کو دو دو ایسے حلّے دیئے جائیں گے اگر ایک حلے کو اہل دنیا پر ظاہر کر دیا جائے تو پوری دنیا اس سے روشن ہو جائے اور ہر ایک کے ساتھ بطور محافظ ملائکہ ہیں جو جنت میں ان کے ٹھکانوں کے لئے رہنمائی کرتے ہیں پس جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے سامنے سونے کے پانی سے مزین چاندی کے محل ہوں گے ان میں جائیں گے تو کثیر خدام بکھرے موتیوں کی طرح ان کا استقبال کریں گے ان کے پاس زیور، لباس، چاندی کے برتن اور سونے

کے آب خورے ''پیالے'' ہوں گے۔ فرشتے ان کو سلام کریں گے اور وہ سلام کا جواب دیں گے۔

جنت کے محل کی شان وشوکت:

پھر وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے جب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ درجات کو دیکھیں گے تو وہاں رکنے کا ارادہ کریں گے تب فرشتے کہیں گے کیا اراد ہے؟ جنتی کہے گا اللہ تعالیٰ کے اکرام کی جگہ ٹھہرنا چاہتا ہوں وہ کہیں گے آگے چلو تیرے لئے اس سے اچھی جگہ ہے جب وہ آگے بڑھے گا تو اس کے سامنے موتیوں سے مرصع سونے کا محل ہوگا جب قریب ہوگا تو خدام بکھرے موتیوں کی طرح اس کا استقبال کریں گے۔ ان کے پاس چاندی کے برتن اور سونے کے آب خورے ہوں گے وہ اس کو سلام کریں گے تو وہ جواب دے گا وہ وہاں رہنے کا ارادہ کرے گا مگر فرشتے کہیں گے آگے چلو تیرا ٹھکانہ تو اس سے بھی بہتر ہے پھر وہ ایسے محل میں پہنچے گا جو سرخ یاقوت کا ہوگا۔ اتنا صاف ہوگا کہ اس کا اندرونی منظر باہر ہی سے نظر آجائے گا۔ جب وہ قریب ہوگا تو خدام پہلے کی طرح اس کا استقبال کریں گے اور سلام کریں گے اور وہ ان کو جواب دے گا پھر وہ داخل ہوگا تو حوران عین ان کا استقبال کریں گی جو مختلف رنگوں کے ستر لباس پہنے ہوں گی ان کی خوشبو سو سال کی مسافت پر محسوس ہوگی ان کے شفاف چہروں میں اپنا چہرہ دیکھے گا اور ان کے سینے کو دیکھے گا تو اندر سے جگر دکھائی دے گا، ہڈیاں اور کھال ایسی باریک ہوگی کہ پنڈلیوں کا گوشت صاف نظر آئے گا اور یہ حور ایک مربع فرسخ کے مکان میں ہوں گی جس کے چار ہزار دروازے سونے کے ہوں گے جو موتیوں سے جڑے ہوں گے اس میں ایک تخت ہوگا جس پر ستر پردے پڑے ہوں گے اور وہ ایک بالا خانہ ہوگا کہ جس میں بیٹھ کر جس پھل کی طلب کرے گا وہی پھل اس کے پاس آجائے گا یہاں تک کہ وہ اس سے کھائے گا یا اس کا تخت خود ہی اس پھل کی طرف جائے گا اور وہ اس سے کھائے گا یہ تمام ثواب ان متقیوں کا ہے جو شراب اور فواحش سے بچتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

دوزخیوں کا حال

پھر فرمایا: جہنمیوں کو جب جہنم کی طرف کھینچ کر لایا جائے گا اور وہ اس کے قریب پہنچیں گے تو جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور لوہے کے گرز لئے ملائکہ ان کا استقبال کریں گے جب وہ جہنم میں داخل کئے جائیں گے تو ان کا کوئی عضو عذاب سے محفوظ نہ ہوگا' سانپ اس کو ڈس رہے ہوں گے اور فرشتے اس کو مار رہے ہوں گے' جب فرشتہ اس کو مارے گا تو وہ آگ میں چالیس سال کی گہرائی تک چلا جائے گا اور وہ تہہ تک پہنچنے نہ پائے گا کہ آگ کی لپیٹیں پھر اسے اوپر لے آئیں گی اور فرشتہ پھر اس کو مارے گا اور وہ اسی طرح نیچے چلا جائے گا' پھر اس کا سر نظر آئے گا تو پھر مارے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''جب اس کی کھال جل جائے گی تو ہم فوراً اس کی دوسری کھال بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب چکھے بے شک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔'' راوی کہتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ ان کے ساتھ روزانہ ستر مرتبہ اسی طرح ہوتا رہے گا جب پیاسا ہوگا تو وہ پانی مانگے گا مگر کھولتا ہوا پانی لایا جائے گا جیسے ہی وہ اپنے منہ کے قریب کرے گا تو اس کے منہ کا گوشت گر جائے گا پھر وہ منہ میں ڈالے گا تو اس کے دانت اور داڑھیں گر جائیں گی پھر وہ پیٹ میں پہنچائے گا تو اس کی آنتیں کٹ جائیں گی اور جلد گل جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ○ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ○ ''اور اس سے اس کے پیٹ کے اندر کی تمام اشیاء اور کھال گل جائے گی اور ان کے لئے لوہے کے گرز ہوں گے۔'' پس جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

جہنمیوں کی چیخ و پکار

پھر وہ جہنم کے نگران فرشتوں کو پکاریں گے: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ یُخَفِّفْ عَنَّا یَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ۔ ''کہ تم اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ روزانہ کے عذاب میں ہم سے تخفیف کرے۔'' تو وہ ان کو جواب نہیں دیں گے پھر وہ مالک فرشتے کو چالیس سال تک

پکاریں گے مگر جواب نہ پائیں گے پھر وہ کہیں گے کہ ہم نے جہنم کے نگران اور خزانچی فرشتے کو پکارا مگر انہوں نے جواب نہ دیا۔ اب مل کر چیخیں پھر وہ مل کر سب چیخ و پکار کریں گے لیکن ان کو کچھ حاصل نہ ہوگا پھر وہ صبر کا سوچ کر صبر کرلیں گے لیکن پھر بھی کچھ حاصل نہ ہوگا پس وہ کہیں گے ہم شور مچائیں یا صبر کریں دونوں باتیں ہمارے لئے برابر ہیں اب ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے بس یہ عذاب کفار کے لئے ہے۔

لیکن جب مسلمان شراب پیتا ہے اور اس کی زبان پر کفر کے کلمے جاری ہو جاتے ہیں تو پھر یہ ڈر ہے کہ مرتے وقت اس کا ایمان ضائع ہو جائے اور وہ کافروں میں شمار ہو لہٰذا مسلمان کو چاہئے کہ وہ شراب نوشی سے رک جائے اور شرابیوں سے قطع تعلق کرلے اگر وہ شرابیوں سے میل جول رکھے گا تو پھر ڈر ہے کہ وہ بھی ویسا ہی نہ ہو جائے لہٰذا وہ عذاب قیامت سے بچنے کی فکر کرے اور جس نے فکر کی تو اس کا دل شراب نوشی کی طرف میلان نہیں کرے گا اور نہ ہی شرابیوں کے ساتھ بیٹھنے کو اس کا دل چاہے گا۔

(تنبیہ الغافلین)

(5)

جن کا تکیہ خدا پر ہوتا ہے

سفر حج کے دوران ایک ویرانے علاقے سے گزرتے ہوئے شیخ ابوحمزہ خراسانی رحمۃ اللہ علیہ رہ گزر کے ایک کنویں میں جا گرے۔ مقرب الہ عارف حق موحد تھے۔ خیال آیا کہ آواز دے کر کسی کو مدد کے لئے پکاروں مگر پھر عہد کیا بخدا کسی غیر سے مدد نہ مانگوں گا۔ اسی اثناء میں کنویں کے دہانے پر دو شخص آئے اور آپس میں باتیں کرنے لگے کہ یہ کنواں سرراہ ہے اور نہایت خطرناک ہے اس میں کوئی اجنبی گر سکتا ہے لاؤ اسے بند کر دیا جائے۔ شیخ کے دل میں پھر خیال آیا کہ ان لوگوں سے کہہ کر جان بچاؤں مگر اپنا عہد یاد کر کے خاموش رہے۔ ان لوگوں نے کنویں کا منہ بالکل بند کر دیا اور چلے گئے۔ شیخ ابوحمزہ نے رگ جاں سے قریب تر ذات کی طرف توجہ کی اور اسی پر اعتماد کئے بیٹھے رہے پھر کچھ دیر بعد انہیں ایک آہٹ ملی جیسے کوئی کنویں کا منہ کھول رہا ہے اور اس کے بعد اپنی ٹانگیں کنویں میں لٹکا دیں۔ شیخ نے تائید غیبی سمجھ کر ٹانگ پکڑ کر خود کو کنویں سے نکال لیا۔ باہر آ کر انہوں نے دیکھا کہ یہ ایک خونخوار درندہ ہے۔ اسی وقت کانوں میں آواز آئی کیا یہ بہتر نہیں کہ ایک جان لیوا مخلوق کے ذریعے ہم نے تمہاری جان بچا دی۔ (بزم اولیاء ترجمہ روض الریاحین از امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ)

اس واقعہ پر ابن جوزی کا اعتراض اور امام یافعی کا جواب:

علامہ ابن جوزی کہتے ہیں: اس واقعہ میں شیخ ابوحمزہ خراسانی نے خود کو ہلاکت میں ڈالا ہے جو شرعاً ناجائز ہے اپنی دلیل میں آیت قرآنیہ: وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى

التَّهْلُكَةِ (اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو) پیش کی ہے۔

جواب میں امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں علامہ ابن جوزی کا یہ اعتراض درست نہیں ہے، کیونکہ حضرت شیخ ابوحمزہ سے یہ فعل ایسی حالت میں صادر ہوا جب کہ انہیں یقین کامل، قلب بصیر اور حال بلند عطا ہو چکا تھا۔ وہ اپنے آقا و مولیٰ کے سوا کسی اور سے استمداد کو اپنی حیاء کے خلاف سمجھنے لگے تھے۔ جیسا کہ حضرت شیخ شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے **انا لانری مع الحق احداً ان کان ولا بدفکا لھباء ان فتشته لم تجده شیئا**۔ ''ہم اللہ کے ساتھ مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیکھتے اور کبھی اگر ضرورتاً دیکھنا بھی ہوتا ہے تو انہیں یوں پاتے ہیں جیسے ہوا میں ذرات کا وجود، جو تفتیش کے بعد کچھ بھی نہیں ہوتے۔''

میں کہتا ہوں کہ منکر پر اگر وہ حالت طاری ہو جائے جو ان حضرات پر طاری تھی تو یہ اس کا انکار نہ کریں اور اس انکار میں ایک تعجب کا پہلو یہ بھی ہے کہ ابن جوزی بزرگوں کے معتقد ہیں اور ان حضرات کے کلام اور واقعات و کرامات سے اپنے کلام کو آرائش دیتے ہیں۔ اس کے باوجود ایک ایسے اہل اللہ جنہوں نے ماسواء اللہ سے خود کو فنا کر کے قلب روشن حاصل کیا اور ملک و ملکوت میں ذات واحد کے سوا ہر ایک سے اپنے نفس کو یک سو کیا، ان کی حکایت کا کیوں انکار کیا؟

ایک حیرت انگیز بات

اور اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جس کرامت کا انہوں نے انکار کیا ہے، اس کا ثبوت خود شرع میں موجود ہے، جو ''شاہد کامل'' ہے اور وہ یہ ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام رب تعالیٰ کے حکم سے ہوا میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: **ھل لك حاجة؟** کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ جواب دیا: **اما الیك فلا** مگر آپ سے تو مجھے حاجت نہیں ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: **فاسئل ربك** اپنے پروردگار ہی سے سوال کیجئے۔ سید ابراہیم خلیل اللہ نے

Scanned with CamScanner

جواب دیا حسبی من سوالی علمه بحالی حسبی الله ونعم الوکیل اس بارگاہ میں مجھے عرض وسوال کی کیا ضرورت؟ وہ خود میرے حال کو جانتا ہے۔ یہ سب کچھ جو سیّدنا ابراہیم علیہ السلام سے صادر ہوا آخر یہ کیا تھا؟ ان کا یقین کامل اور مقام بہت بلند تھا؟ اس کے علاوہ اہل تحقیق علماء عظام نے بیان فرمایا: توکل کے لحاظ سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔

اہل توکل کی پہلی قسم:

وہ لوگ جنہوں نے خود کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا' اب وہ نہ اپنی ذات کے لئے نفع حاصل کرتے ہیں اور نہ خود سے دفع ضرر کرتے ہیں اور وہ حضرات اپنے اصول کو ضروریات اور غیر ضروریات تمام پر جاری رکھتے ہیں' خود کو نہ اپنے دشمنوں سے بچاتے ہیں اور نہ درندوں سے۔ گویا اپنے لئے کوئی سبب اور ذریعہ پیدا ہی نہیں کرتے حتیٰ کہ ان میں سے بعض کا یہ حال ہے کہ ان کا کپڑا اگر کسی جھاڑی میں الجھ جائے تو کپڑے کو کاٹنے سے چھڑانا بھی گوارا نہیں فرماتے تا آنکہ ہوا چلے اور کپڑے کو جھاڑی سے آزاد کر دے۔

قطب وقت' حجۃ اللہ' امام العارفین ابو محمد سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **اول مقام فی التوکل ان یکون العبد بین الله سبحانه کالمیت بین یدی الغاسل یقلبه کیف شاء' لایکون له حرکته ولاتدبیر** ''توکل کا اولیٰ تر مقام یہ ہے کہ بندہ اللہ کے سامنے ایسا بن جائے جیسے مردہ غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے کہ وہ اسے جدھر چاہے حرکت دے کر الٹ پلٹ کرے اس کی اپنی کوئی حرکت اور تدبیر نہ رہے۔''

اہل توکل کی دوسری قسم:

اہل توکل کی دوسری قسم میں وہ حضرات جو ضروریات میں اسباب تلاش کرتے ہیں اور غیر ضروری چیزوں میں ایسا نہیں کرتے۔ وہ چاہے دفع ضرر کے لئے ہو یا فائدہ حاصل کرنے کے لئے' اسی پر تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا عمل ہے۔ اسی قبیل سے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت کے سفر میں کفار سے بچ کر غار ثور میں پوشیدہ ہونا بھی ہے (جسے منکر نے اپنی ذلیل میں پیش کیا ہے) مگر بعض اولیاء اللہ اس سے بھی احتراز کرتے ہیں اور اپنی ذات کے لئے کوئی سبب نہیں ڈھونڈتے۔ ان حضرات سے غلبہ حال میں جس وقت کہ ان کے اختیارات مسلوب ہوتے ہیں' کچھ ایسی باتیں صادر ہوتی ہیں جن پر سب کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ کلیتاً ترک اسباب کرنے والے اولیاء اللہ' دوسری قسم والوں سے افضل ہیں بلکہ کبھی معاملہ بالعکس ہوتا ہے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سبب سے احتراز نہیں فرماتے تھے۔ کبھی نہایت خوفناک اور خطرناک مقامات پر تنہا تشریف لے جاتے تھے جیسے یوم حنین وغیرہ اسی طرح آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم بھی جو اکثر احادیث میں مذکور ہے' اس کا ذکر طویل ہے۔ **واما قوة احوال بعض الاولیاء وما اعطوا من الیقین والکرامات فکلها مستمدة من فیض فضله صلی الله علیه وسلم ومنسوبة الیه** اور اولیاء اللہ کی قوت' احوال اور دولت یقین و کرامات سب کی سب آپ ہی کی عنایات اور فضل و کرم کا فیض ہے اور سب آپ کی جانب منسوب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ آسان طریق پر گامزن ہوتے' جس پر خواص و عوام سہولت سے چل سکیں۔ سرکار اس راہ کے تمام شہ سواروں اور قافلوں سے مشکل ترین راہ پر چل سکتے تھے مگر اس صورت میں آپ کی شان رؤفی ورحیمی کا اظہار کیسے ہوتا رب تعالیٰ فرماتا ہے: عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ ان پر سخت گراں ہے تمہارا مشقت میں پڑنا بہت چاہنے والے ہیں تمہاری بھلائی کو' ایمان والوں پر نہایت مہربان بہت رحم فرمانے والے ہیں۔ **جزاه الله عنا افضل الجزاء** اور بعض مردان قوی' قافلوں کے اندر' خوفناک راہوں پر' سب سے آگے آگے چلتے ہیں حالانکہ انہیں لوگ منع بھی کرتے۔

تیسری قسم:

توکل کے سلسلہ میں تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جو عالم اسباب سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں' خواہ وہ اسباب ضروریہ ہوں یا غیر ضروریہ مگر ان کا اعتماد اور بھروسہ ذات مسبب الاسباب (اللہ تعالیٰ) ہی پر ہوتا ہے۔

(بزم اولیاء' ترجمہ روض الریاحین)

(6)

حکمت جناب حضرتِ لقمان

حضرت لقمان کے بارے میں مشہور ہے کہ ابتداء میں کسی امیر کے غلام تھے اور بظاہر نہایت بدصورت اور بدشکل تھے۔ امیر کے دوسرے غلاموں میں لقمان جیسا کوئی بھی نہ تھا۔ سبھی اچھی صورت وشکل والے تھے۔ وہ ہمیشہ لقمان کا مذاق اڑایا کرتے' اپنے حصے کا کام بھی ان پر لاد دیتے اور امیر سے جا بے جا شکایتیں کرتے لیکن حضرت لقمان کبھی شکایت کا ایک لفظ بھی زبان پر نہ لاتے۔ اگرچہ سر سے پاؤں تک جسم کا رنگ سیاہ تھا مگر انتہائی دانا اور عقل مند تھے۔ دانائی کی ایسی ایسی باتیں کہا کرتے جو سنتا دانتوں تلے انگلی دبالیتا۔

اس امیر کے پھلوں کے کئی باغ تھے۔ درختوں پر پھل پک جاتے تو لقمان بھی دوسرے غلاموں کے ساتھ پھل توڑنے جایا کرتے۔ بعض اوقات غلام جتنے پھل جمع کرتے' ان میں سے اکثر خود ہڑپ کر جاتے۔ ایک مرتبہ امیر نے پھلوں کا شمار کیا تو قیاس سے بہت کم نکلے۔ غلاموں سے پوچھا کہ پھل اتنے کم کیوں ہیں؟ انہوں نے لقمان کا نام لیا کہ یہ غلام ہمیشہ چوری چھپے پھل کھاتا ہے۔ امیر نے یہ بات سنی تو لقمان کو طلب کر کے خوب ڈانٹا اور بے حد سختی کی۔ آخر لقمان نے کہا:

''اے آقا' یہ جھوٹ بولتے ہیں۔ میں نے آج تک امانت میں خیانت نہیں کی۔ خدا کے ہاں بے ایمان شخص کی بخشش ہی نہیں۔ اب مناسب یہ ہے کہ تو ہم سب کا امتحان لے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ سب غلاموں کو گرم پانی پلا

اور خود گھوڑے پر سوار ہو کر جنگل کی طرف چل۔ غلاموں کو حکم دے کہ گھوڑے کے ساتھ ساتھ دوڑیں۔ خدا نے چاہا تو سب بھید کھل جائے گا کہ میں سچ کہتا ہوں یا جھوٹ۔"

اور چور پکڑے گئے

امیر کو لقمان کی یہ بات پسند آئی۔ اس نے سب غلاموں کو زبردستی گرم پانی پلایا۔ لقمان نے بھی پیا۔ پھر امیر نے اپنا گھوڑا جنگلوں اور سبزہ زاروں میں دوڑایا۔ اس دوڑ دھوپ کا نتیجہ یہ نکلا کہ غلام تھک ہار کر بیٹھ گئے اور ان کا جی متلایا اور سب نے قے کر کر کے جو کھایا پیا تھا سب باہر اگل دیا۔ لقمان نے جو قے کی وہ بالکل صاف تھی۔ ان کے معدے سے پھلوں کے ٹکڑے برآمد نہیں ہوئے۔ یہ دیکھ کر امیر کو لقمان کی سچائی اور حکمت پر یقین آیا۔ اس نے غلاموں کو سرزنش کی اور لقمان کو ان کا سردار بنا دیا۔

سچ ہے جب ایک شخص لقمان کی حکمت یہ حیرت انگیز کرشمہ دکھا سکتی ہے تو وہ فاعل حقیقی، جس کا ہر فعل حکمت ہے، کھرے اور کھوٹے کو الگ الگ کرنے میں کب کسی کا محتاج ہو سکتا ہے۔ (حکایات مثنوی)

(7)

حضور ﷺ کے ہر قدم پر ایک غلام آزاد

ایک روز حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج آپ کی میرے گھر دعوت ہے۔ حضور ﷺ نے قبول فرمالی اور اپنے اصحاب سمیت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلنے لگے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک قدم مبارک جو ان کے گھر کی طرف چلتے ہوئے زمین پر پڑتا رہا تھا گننے لگے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے عثمان رضی اللہ عنہ! یہ میرے قدم کیوں گن رہے ہو؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک قدم کے عوض میں آپ کی تعظیم وتوقیر کی خاطر ایک ایک غلام آزاد کروں چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جس قدر قدم پڑے اسی قدر غلام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آزاد کئے۔

بے مثال دعوت

جب یہ دعوت ہو چکی تو حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اپنے گھر تشریف لائے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ آپ بڑے مغموم تھے۔ پوچھا تو مولیٰ علی نے کہا: آج حضرت عثمان نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی شاندار دعوت کی ہے

Scanned with CamScanner

اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک قدم کے عوض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غلام آزاد کیے ہیں۔ اے کاش! ہم بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قسم کی کوئی دعوت کر سکتے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ پریشان نہ ہو جائیے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ بھی دعوت دے آئیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مگر اس قدر بڑا انتظام اور ایک ایک قدم کے بدلے ایک ایک غلام آزاد کرنا یہ کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا: انشاء اللہ سارا انتظام ہو جائے گا چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم گئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دعوت عرض کر دی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمائی اور اپنے اصحاب سمیت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اصحاب سمیت بٹھایا اور خود خلوت میں تشریف لے جا کر سجدہ میں گر گئیں اور اللہ سے عرض کی کہ اے اللہ! تیری بندی فاطمہ نے تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی دعوت کی ہے اور تیری بندی کا تجھی پر بھروسہ ہے۔ الٰہی میری لاج رکھ اور اس دعوت کے کھانے کا تو انتظام فرما۔

ہر قدم کے بدلے ایک ہزار امتی جہنم سے آزاد

یہ دعا مانگ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ہنڈیا کو چولہے پر رکھا اور رو رو کر اپنے اللہ سے دعا کی کہ مولا! اپنی بندی فاطمہ کو شرمندہ نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا دریائے کرم جوش میں آیا اور اس نے اس ہنڈیا کو جنت کے کھانے سے بھر دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس ہنڈیا میں سب کو کھانا بھیجنا شروع فرمایا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے سارے اصحاب نے کھانا تناول فرما لیا لیکن ہنڈیا میں سے کچھ بھی کم نہ ہوا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا جانتے ہو یہ کھانا کہاں سے آیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرمایا: کھانا اللہ نے ہمارے لئے جنت سے بھیجا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ سن

کر بہت خوش ہوئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر خلوت میں گئیں اور سجدہ میں گر کر دعا کی کہ اے اللہ! عثمان رضی اللہ عنہ نے تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک قدم کے عوض ایک ایک غلام کو آزاد کیا ہے اور تیری بندی میں اتنی استطاعت نہیں۔ مولا! جہاں تو نے میری خاطر جنت سے کھانا بھیج کر میری لاج رکھ لی ہے وہاں تو میری خاطر اپنے محبوب کے ان قدموں کے برابر جتنے قدم چل کر وہ میرے گھر تشریف لائے ہیں محبوب کی امت کے گنہگاروں کو جہنم سے آزاد کر دے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس دعا سے فارغ ہوئیں تو جبرائیل امین علیہ السلام نے حاضر ہو کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے آپ کے ہر قدم کے عوض ایک ہزار گنہگاروں کو جہنم سے آزاد کر دیا۔ یہ بشارت سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت خوش ہوئے۔ (نورانی حکایات ترجمہ قلیوبی)

(8)

موت سے بھاگنا ممکن نہیں

حضرت زہیر بن ابی سلمیٰ رضی اللہ عنہ صاحب معلقہ کا ایک شعر ہے

وَمَنْ هَابَ اَسْبَابَ الْمَنَايَا يَنَلْنَهُ
وَلَوْ رَامَ اَسْبَابَ السَّمَآءِ بِسُلَّمِ

جو موت کے اسباب سے ڈر کر بزدلی کرے گا اس کو موت کے اسباب ہی پا لیں گے اگر چہ سیڑھی لگا کر آسمانوں کے راستوں کا قصد کرے۔

یہاں پر حافظ ابن کثیر نے امام جریر اور ابن ابی حاتم سے ایک حکایت نقل کی ہے کہ مجاہد نے کہا: پہلی امتوں میں ایک عورت تھی جس کو درد زہ ہوا اور لڑکی پیدا ہوئی اور اس عورت کا ایک نوکر تھا اس نے کہا: کہیں سے آگ لے آ۔ جب وہ گھر سے نکلا تو دروازہ پر ایک شخص (ہاتف) کھڑا تھا۔ اس نے دریافت کیا کہ اس عورت کے کیا پیدا ہوا ہے؟ کہا: لڑکی (ہاتف نے) کہا میں تجھے بتلائے دیتا ہوں کہ یہ لڑکی سو مردوں سے زنا کرے گی پھر اس کا نوکر اس کو بیاہ لے گا اور اس کی موت عنکبوت (مکڑی) کے زہر سے ہوگی' تو خادم غصہ کھا کر لوٹا اور اپنے دل میں کہا سو مردوں سے زنا کرنے کے بعد میں اس کی خواہش کروں گا (میں ابھی اس کا کام تمام کرتا ہوں) تو ایک چھری لے کر اندر گیا اور اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ پھر ڈر کے مارے بھاگ گیا' تو اس کی ماں نے اس کا پیٹ سی دیا اور اچھی ہوگئی اور جوان ہو کر بہت خوبصورت نکلی یہاں تک کہ تمام شہر میں اس کے برابر کوئی خوبصورت عورت نہ تھی اور زنا کا پیشہ اختیار کیا اور سمندر کے ساحل پر ایک جگہ جا

ٹھہری اور وہ شخص بھاگا بھاگا سمندروں اور جزیروں پر سفر کرتا پھرا اور بہت مال کما لیا پھر اپنے وطن لوٹ کر آیا اور ساحل کی اسی جگہ آ گیا اور شادی کرنے کا ارادہ کیا اور ایک بڑھیا عورت سے کہا کہ میں ایک ایسی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہوں جو شہر میں سب سے خوبصورت ہو۔ بڑھیا نے کہا: یہاں فلانی عورت سے بڑھ کر کوئی خوب شکل عورت نہیں لیکن وہ زنا کا پیشہ کرتی ہے۔ اس نے کہا: اس کے پاس میرا پیغام لے جا تو بڑھیا اس کے پاس گئی اور پیغام دیا اور کہا ایک بڑا مالدار شخص یہاں آیا ہے اور اس نے مجھ سے یہ خواہش ظاہر کی ہے اور میں نے یہ جواب دیا اور تیری تعریف کی۔ اب وہ تجھے اپنے پاس بلاتا ہے' تو اس نے کہا: اب میں نے زنا کا پیشہ تو ترک کر دیا لیکن اگر اس کا نکاح کا ارادہ ہو تو نکاح کر لیتی ہوں۔ اس نے قبول کر لیا'

ہاتف غیبی کی بات پوری ہوئی

پس وہ اس کو گھر لے آیا اور حد سے زیادہ اس سے محبت ہوگئی۔ ایک دن عورت نے اپنے شوہر سے وطن وغیرہ کا حال دریافت کیا اور پوچھا کس طرف سے آپ آئے ہیں' تو اس نے اپنا قصہ سنایا اور لڑکی کو جو ماجرا ہوا تھا بتلایا تو عورت بولی وہ لڑکی تو میں ہی ہوں اور اپنے پیٹ میں سے اس کو چھری کا نشان دکھلایا تو اس کو یہ تو ثابت ہو گیا کہ اس ہاتف کی ایک بات تو پوری ہوئی لیکن اس سے کہا کہ اب دو باتیں رہ گئی ہیں۔ وہ بھی ضرور رہی ہوں گی۔ ایک تو یہ کہ تو نے سو مردوں سے زنا کیا ہے؟ عورت نے کہا: یہ بات ہوئی تو ہے مگر گنتی مجھے یاد نہیں۔ مرد نے کہا: یقیناً وہ سو ہیں۔ دوسری یہ کہ تو عنکبوت (مکڑی) سے مرے گی۔ پس مرد نے اس کے بچاؤ کے لئے اس کے واسطے ایک بہت مضبوط پختہ اونچا برج (محل) بنایا تاکہ اس سے اس کا بچاؤ کرے۔ آخر اسی اثناء میں ایک دن چھت میں کیا دیکھتا ہے کہ عنکبوت ہے' تو عورت کو وہ دکھایا۔ بولی کیا یہی چیز ہے جس سے تو مجھ پر ڈراتا ہے بخدا اس کو میرے سوا اور کوئی قتل نہ کرے گا' تو اس کو ہلا کر چھت سے گرایا اور اس پر پاؤں کا انگوٹھا رکھ کر اس کو کچل دیا' تو اس کی زہر ناخنوں اور گوشت کے درمیان

Scanned with CamScanner

چڑھ گئی اور اس کا پاؤں سیاہ ہو گیا اور اسی میں اس کی موت تھی۔ چنانچہ وہ مرگئی (سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمانا سچ ہے۔ جہاں تم ہو گے موت تمہیں پالے گی خواہ مضبوط برجوں میں جا رہو)

سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی ایک بات نقل کی چنانچہ فرمایا اگر ان کو کوئی بھلائی پہنچے (یعنی رزق وافر ملے، پھل کھیتیاں مال مویشی زیادہ ہوں بیٹے پیدا ہوں) تو کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ہے۔ (ہمارا مقدر غالب ہے جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا تھا) اور اگر ان کو کوئی برائی پہنچے (یعنی قحط اور خشک سالی ہو۔ پھل میوے کھیتیاں کم ہوں یا بچے مال مویشی مرجائیں) تو کہتے ہیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ تیری طرف سے ہے (یعنی ہم نے جو تیری پیروی کی تیرا دین اختیار کیا۔ اپنے بزرگوں کی رسم و روایت چھوڑی اس وجہ سے یہ مصیبت آئی) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کے جواب میں کہو یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے (یعنی سب نیکی بدی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اسی نے مقدر کی ہے۔ نہ میری طرف سے ہے اور نہ کسی کی طرف سے) پس ان لوگوں کو کیا ہو گیا کہ اس امر کے قریب بھی نہیں آتے کہ کسی بات کو سمجھیں (یعنی اصل بات تو یہ ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے مقدر ہے۔ کال آئے یا سوکال۔ مصیبت آئے یا نعمت اور یہ لوگ ایسے بے سمجھ ہیں کہ اتنی سی بات کو بھی نہیں سمجھتے۔ اپنی شامت اعمال کو دوسروں کے سر لگاتے ہیں۔ مصیبت یا قحط آئے تو تیری طرف منسوب کرتے ہیں)

پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا اور مراد انسان کی جنس ہے۔ یعنی جو انسان خطاب کے لائق ہے۔ وہ اپنے آپ کو اس کلام کا مخاطب تصور کرے، جو بھلائی (یعنی فراخ سالی، نعمت، مال اولاد کی زیادتی) تجھے پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے (جو اس نے محض اپنے فضل اور احسان اور اپنی مہربانی اور رحمت سے عنایت کی ہے) اور جو برائی (یعنی قحط سالی اور بلا مصیبت) تجھے پہنچتی ہے وہ تیرے اپنے

نفس سے ہے (یعنی اپنے گناہوں کی شامت سے ہے۔ اے ابن آدم جو گناہ تو نے کئے ہیں کہ صدق دل سے اخلاص کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہیں کی۔ اس کی سزا میں تجھ پر آفت آئی ہے) اور ہم نے تجھے لوگوں کے لئے پیغام پہنچانے والا رسول بنا کر بھیجا ہے اور کافی ہے اللہ گواہ (یعنی اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھ رہا ہے کہ آپ نے پیغام پہنچا دیا اور آپ کا ذمہ اتنا ہی تھا۔ اب اگر مانیں گے تو ان کا اپنا فائدہ۔ نہ مانیں گے تو آپ اپنے عہدہ سے بری ہو گئے) جو رسول کی اطاعت کرے تو بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی (کیونکہ رسول وہی کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے) اور جو پھر گیا تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔ (پھر اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی ایک اور خصلت بیان فرمائی کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا کام اطاعت ہے (یعنی آپ کے رو برو تو کہتے ہیں: ہم فرمانبردار ہیں) اور جب آپ کے پاس سے نکل جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو بیٹھ کر مشورہ کرتا ہے۔ سوائے اس بات کے جو آپ نے کہا: (یعنی آپ کے حکم کے خلاف مشورہ کرتے ہیں اور مخالفت کی تجویزیں سوچتے ہیں) اور اللہ لکھ رہا ہے جو کچھ وہ مشورہ کرتے ہیں (یعنی اللہ کے حکم سے نگہبان فرشتے ان سب کے سب مشورے اور تجویزیں لکھ لیتے ہیں) تو ان سے اعراض کرو (یعنی ان سے درگزر کرو مواخذہ نہ کرو اور نہ ان کو جتلاؤ اور ان کی پرواہ تک نہ کرو) اور اللہ پر بھروسہ کرو اور کافی ہے اللہ کارساز۔

سورۂ نساء کی چند آیات کا خلاصہ

کیا وہ لوگ قرآن میں تدبر اور غور نہیں کرتے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتا، تو اس میں بہت اختلاف پاتے (یعنی وہ منافق جو ظاہر میں اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ کرتے ہیں اور علیحدہ ہو کر اس کے مخالف تجویزیں کرتے ہیں۔ قرآن میں تدبر کیوں نہیں کرتے۔ اگر تدبر کرتے تو انہیں ثابت ہو جاتا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور قرآن کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس میں

اختلاف نہیں۔ اس کی بعض آیتیں بعض کی تائید کرتی ہیں اور سارا حق اور واقع کے مطابق ہے' اور اگر غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہتیری باتیں غلط اور خلاف واقع ہوتیں جیسے بشر کے ہر کلام کو لازم ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کے برخلاف ہوتا ہے۔ ان کی آپس میں مطابقت نہیں ہو سکتی اور جب قرآن میں اس قسم کا اختلاف نہیں تو ثابت ہو گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور جب یہ اللہ کا کلام ہے تو اس میں ظاہر و باطن سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے احکام ہیں تو ان کو جائز نہیں کہ علیحدہ ہو کر برخلاف مشورے کریں (پھر منافقوں کی ایک اور حرکت بیان فرمائی چنانچہ فرمایا) اور جب ان کے پاس کوئی امر امن یا خوف سے آتا ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں (یعنی جب مسلمانوں کی جنگ سے ان کو کوئی خبر امن اور فتح کی پہنچتی ہے یا خوف اور شکست کی کوئی خبر آتی ہے تو تحقیق سے پہلے ہی اسے اڑا دیتے ہیں اور مشہور کر دیتے ہیں حالانکہ اس کا مشہور کرنا خلاف مصلحت ہوتا ہے' اور مصلحت کو ہر شخص نہیں جانتا۔ اسی لئے فرمایا) اور اگر اس کو لوٹاتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور ان لوگوں کی طرف جو ان میں اولوالامر (صاحب اختیار) ہیں تو البتہ جان لیتے ان کو ان میں سے وہ لوگ جو استنباط کرتے ہیں اس کا (اگر اس خبر کو جو انہوں نے سنی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آتے یا اور اپنے حاکموں کے پاس لے آتے ہیں' جو ان میں سے صاحب اختیار ہیں تو وہ اس بات کی تحقیق کرتے۔ اگر صحیح ہوتی اور اس کے ظاہر کرنے میں مصلحت ہوتی تو ظاہر کرتے۔ ورنہ جو مصلحت ہوتی وہ کرتے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ادب سکھایا کہ یہ منافقوں کی خصلت ہے کہ ہر اڑتی افواہ جو سنی اس کو مشہور کر دیا۔ مسلمانوں کو ایسا نہیں کرنا چاہئے بلکہ جو خبر سنیں پہلے رسول کو پہنچانی چاہئے یا اور سمجھدار حاکموں کو کہ وہ اس میں غور کر کے حق باطل سمجھ کر جو کہنے کی ہو گی وہ کہیں گے' جو کہنے کی نہیں ہو گی وہ نہ کہیں گے اور اگر رسول نہ ہو تو اولوالامر کو پہنچانی چاہئے کہ وہ مصلحت کے مطابق عمل کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے افواہیں اڑانے سے منع کرنے کے بعد فرمایا)

جہاد کی ترغیب

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم شیطان کے تابع ہو جاتے مگر تھوڑے (اتباع شیطان سے بچتے۔ جنہوں نے افواہیں اڑانے میں حصہ نہیں لیا)۔ (پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا) پس تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال و جہاد کر' تو نہیں مکلف مگر اپنی جان کا (یعنی اپنی جان سے تو لڑائی میں حاضر ہو۔ اگر کوئی اور ساتھ نہ دے تو تمہارا ذمہ نہیں۔ تم سے ان کے بارے میں کچھ باز پرس نہ ہو گی' اور اللہ تعالیٰ تمہیں فتح دے گا) (اور مومنوں کو لڑائی کی) رغبت دلا (یعنی دوسرے مسلمانوں کے بارے میں تمہارا ذمہ یہ ہے کہ ان کو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کی ترغیب دو۔ ان کو جہاد کے فضائل اور اس کا اجر بتاؤ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کی تعمیل کر دی۔ پھر فرمایا) قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی لڑائی روک دے۔ (یعنی جب تم مومنوں کو جہاد کی ترغیب و تحریض کرو گے تو اللہ تمہیں امید دلاتا ہے کہ دشمنان دین کی شرارتوں کو روک دے گا اور مومنین کی ہمتیں بڑھ جائیں گی اور کافروں کے حوصلے پست ہو جائیں گے' اور جس کام کی اللہ تعالیٰ امید دلائے اس کا حاصل ہونا یقینی ہے۔ شرط یہی ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے اطاعت احکام میں کوتاہی نہ ہو اور اللہ سخت ہے لڑائی میں اور سخت طاقتور ہے عذاب دینے میں (یعنی اگر احکام کی تعمیل کرو گے تو اللہ تعالیٰ کافروں کی لڑائی کو کمزور کر دے گا اور ان کا داؤ ہرا دے گا۔ پھر فرمایا)

اچھی بری سفارش کا اجر و گناہ

جو شخص اچھی شفاعت کرے گا اس کو اس میں سے حصہ ملے گا (یعنی جو شخص دوسرے کو ترغیب دے کر نیک کام کرائے گا اور جہاد کی ترغیب دے کر اس میں شامل کرے گا اس کو بھی نیک کام اور جہاد کرنے کے ثواب سے حصہ ملے گا جتنا جہاد کرنے والے کو ملے گا' اور عمل کرنے والے کے اجر سے بھی کچھ کم نہ ہو گا) اور جو بری سفارش کرے گا اس کو اس میں سے حصہ ملے گا (یعنی جو برے کام کی ترغیب دے گا یا مسلمانوں

کے برخلاف لڑنے کے لئے دوسروں کو اکسائے گا اس کو بھی برا عمل کرنے والے کے برابر گناہ کا حصہ ملے گا اور کرنے والے کے وبال میں بھی کمی نہ ہوگی) اور ہے اللہ ہر چیز پر نگہبان' اور یہاں جب اللہ تعالیٰ نے نیک شفاعت کی فضیلت فرمائی تھی اور سلام بھی ایک قسم کی شفاعت ہے کیونکہ سلام سلامتی کی دعا ہے لہٰذا اسلام کا حکم بھی ساتھ ہی فرمایا۔ چنانچہ فرمایا) اور جب تم کو زندہ رہنے کی دعا دی جائے تو اس کی دعا سے بہتر دعا دو یا اسی کے مطابق لوٹا دو۔ بے شک اللہ ہر چیز پر حساب کرنے والا ہے۔ (اصل میں تحیہ زندہ رہنے کی دعا کا نام ہے۔ چنانچہ اسلام سے پہلے جاہلیت میں یہی دستور تھا کہ ملاقات کے وقت حیاک اللہ کہتے تھے یعنی اللہ تجھ کو زندہ رکھے یا اور اس قسم کے الفاظ۔ پھر اسلام نے اس دستور کو متروک کر دیا اور اس کی جگہ سلام مقرر کیا' اور حکم دیا کہ جب کوئی مسلمان بھائی تم کو سلام کرے تو اس کے سلام سے بہتر جواب دو یا اس کے مطابق جواب دو۔ پھر ان سب احکام کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حساب کرنے والا ہے نیک عمل کی نیک جزا اور بدعمل کی سخت سزا دے گا۔ پھر اسی مضمون کی تائید کے لئے فرمایا) اللہ ہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ضرور تم کو قیامت کے دن میں جمع کرے گا اور اللہ سے زیادہ سچا بات میں کون ہے (یعنی قیامت یقیناً ضرور آئے گی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے آنے کی خبر دی اور اللہ تعالیٰ سب سے سچا ہے اور قیامت کے آنے کا منشا یہی ہے کہ نیک اور بدعمل کی جزا و سزا ملے گی)۔

(خطبات دین محمدی بمطابق مذہب حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ)

(9)

امام حارث محاسبی علیہ الرحمۃ

امام حارث محاسبی علیہ الرحمۃ نے بدمذہبوں کے رد میں ایک کتاب تصنیف کی اور وہ بدمذہبوں کے رد میں پہلی تصنیف تھی۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کلام کرنا چھوڑ دیا۔ تو انہوں نے کہا: مجھ سے خطا کیا ہوئی' میں نے ان کا رد ہی تو کیا ہے۔ فرمایا: ''کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم نے جو کلام بدمذہبوں کا نقل کیا ہے کسی کے دل میں جم جائے اور وہ گمراہ ہو جائے۔'' (الملفوظ)

فائدہ: پہلے تلوار تھی وہ ان بدمذہبوں کا فیصلہ کرتی تھی جس سے دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جاتا اور حق روز روشن کی طرح عیاں رہتا۔ تلوار کے ذریعہ سے سارا انتظام ہو سکتا تھا۔ اب کہ ہمارے پاس سوائے رد کے کوئی علاج نہیں رد کرنا فرض ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوا ''جب فتنے یا بدمذہبیاں ظاہر ہوں اور عالم (باوجود قدرت) اپنا علم ظاہر نہ کرے تو اس پر اللہ اور اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت۔ اللہ نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔'' ایک اور حدیث میں ہے کہ ''حق گوئی سے (بلا وجہ شرعی) خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے۔'' یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دور سے لے کر آج تک علمائے اہل سنت کثرہم اللہ اپنی مجالس وعظ اور محافل درس میں' بھی اپنے اپنے زمانہ کے بدمذہبوں کا رد کرتے رہے اور ہزاروں کتابیں ان کے رد میں تالیف ہوئیں۔ ان کی انہیں مقبول کوششوں کے باعث ہی ان کی دواتوں کی روشنائی' خون شہیداں پر غالب آئے گی اور کل بروز حشر معلوم ہو جائے گا کہ رد بدمذہباں کی بارگاہِ الٰہی میں کتنی قدر و قیمت ہے۔ (حکایات رضویہ)

(10)

خاتونِ اول سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی زوجہ مطہرہ کا نام خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا تھا۔ ان کا تعلق قریش کے ایک ممتاز خاندان بنو اسد بن عبد العزیٰ بن قصی سے تھا۔ اس طرح نسب اور شرف کے لحاظ سے یہ نہایت ہی بلند پایہ خاتون تھیں۔ نہ صرف دورِ اسلام میں بلکہ جاہلیت میں بھی ان کا لقب ''طاہرہ'' تھا۔

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اہل مکہ نے ان کے شرف اور اعلیٰ مقام کی بدولت سیدۃ نساء قریش کا لقب دیا ہوا تھا۔ پھر جب ان کی شادی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تو قرآن مجید نے ان کو اُمّ المومنین کا خطاب دیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ارشاد میں انہیں افضل نساء اھل الجنۃ کا لقب دیا ہے۔

(تاریخ دمشق' 14/66 والروض الانف' 327/1' الاحزاب' 6:33' مسند احمد' 293/1)

قصی پر جا کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیّدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کا نسب آپس میں مل جاتا ہے۔ قصی بن کلاب وہ پہلے قریشی ہیں جنہوں نے مکہ مکرمہ میں قریش کی حکومت قائم کی۔ اس سے پہلے مکہ کی حکمرانی اور بیت اللہ کی تولیت میں ان کا کوئی حصہ نہ تھا۔

قصی کا اصل نام زید تھا' ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت سعد تھا۔ یہ ابھی دودھ پیتے بچے ہی تھے کہ ان کے والد کلاب کا انتقال ہوگیا۔ ان کی والدہ نے بنو عذرہ کے ایک شخص ربیعہ بن حرام سے شادی کر لی۔ یہ قبیلہ شام کے اطراف میں رہائش پذیر تھا' اس لئے

قصی کی والدہ اپنے بیٹے کے ہمراہ وہیں چلی گئیں۔ قصی جب جوان ہوئے تو ان کا بنو عذرہ کے ایک شخص سے جھگڑا ہوگیا۔ اس نے قصی کو عار دلائی اور کہا تمہارا ہمارے خاندان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ قصی اپنی والدہ کے پاس آئے اور ان سے اپنی حقیقت پوچھی تو انہوں نے بتایا: یہ شخص ٹھیک کہتا ہے۔ بلاشبہ تمہارا اس خاندان سے کوئی تعلق نہیں ہے مگر تمہارا خاندان عزت وشرف کے اعتبار سے بنو عذرہ سے کہیں بہتر ہے۔ تم قریشی ہو' تمہارا بڑا بھائی (زہرہ بن کلاب) اور دیگر کنبہ قبیلہ مکہ میں آباد ہے اور یہ لوگ بیت اللہ شریف کی ہمسائیگی میں رہتے ہیں۔ یہ سب جاننے کے بعد قصی موقع کی تلاش میں رہے اور پھر کچھ عرصے کے بعد ایک قافلہ انہیں مکہ مکرمہ جاتا ہوا مل گیا۔ وہ اس میں شامل ہو کر مکہ پہنچے اور اپنے بھائی زہرہ بن کلاب اور قبیلے سے آملے۔ یہاں وہ اپنی ذہانت اور محنت کے بل بوتے پر جلد ہی اپنی قوم میں مقبول ترین شخص بن گئے۔

جدِ اعلیٰ کی اولاد کا سلسلہ

اس وقت مکہ کا والی حلیل بن حبشیہ خزاعی تھا۔ قصی نے اس کی بیٹی حبّی کا رشتہ طلب کیا۔ حلیل قصی کی شجاعت اور ذہانت سے بہت متاثر تھا لہٰذا اس نے آمادگی ظاہر کر دی۔ حبّی سے قصی کے چار بیٹے ہوئے۔ عبد الدار جن کے خاندان کے پاس آج تک بیت اللہ شریف کی چابی ہے۔ سردار عبد مناف جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد تھے اور عبد العزی جو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے جد امجد تھے اور عبد قصی ان کے چوتھے صاحبزادے تھے۔ حلیل کی وفات کے بعد بیت اللہ کی تولیت قصی کے پاس چلی گئی اور انہوں نے ہی مکہ میں دار الندوہ تعمیر کرایا جو اس دور میں پارلیمنٹ کا کام کرتا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد' 1/66-70) خاندان بنو اسد قریش کے ان نو معزز خاندانوں میں سے تھا جن میں ملکی اور قومی اعزازات منقسم تھے۔ ایک اعزاز ''مشورے'' کا تھا جو اس خاندان کو حاصل تھا۔ دار الندوہ کا انتظام انہی کے سپرد تھا۔ مشورے سے مراد یہ تھی کہ جب قریش کو قومی اور ملکی مسائل درپیش ہوتے اور وہ اتفاق رائے سے کوئی کام کرنا

چاہتے تو صلاح مشورے کے لئے اس خاندان کے پاس آتے۔ (تاریخ الطبری' 18/2' السیرۃ لابن ہشام' 125/1) اس منصب پر آخری عہدے دار یزید بن زمعہ ابن اسود بن مطلب بن اسد تھے۔ (اسد الغابۃ' 339/4' السیرۃ لابن ہشام' 376/1) بنو ہاشم کے سوشل بائیکاٹ کے سلسلے میں جو صحیفہ لکھا گیا تھا اسے چاک کرنے میں زمعہ بن اسود نے بڑا نمایاں کردار ادا کیا تھا اور یہ زمعہ ہی تھے جنہوں نے ابوجہل سے کہا تھا ''واللہ! تم غلط کہتے ہو' جب یہ صحیفہ لکھا گیا تھا تب بھی ہم اس سے راضی نہیں تھے۔''

دونوں خاندانوں کی باہمی رشتہ داریاں:

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی جاننے سے پہلے ہم ان کے شجرۂ نسب پر نظر ڈالتے ہیں۔ اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ یہ خاندان کتنا معزز اور محترم تھا اور اس کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ کتنا گہرا تعلق تھا۔

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دادا اسد بن عبدالعزیٰ کی بہت سی اولاد تھی۔ سب سے بڑے بیٹے مطلب تھے پھر خویلد جو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد تھے۔ پھر نوفل جن کے صاحبزادے ورقہ تھے جو عیسائی ہو گئے تھے۔ وہ عربی زبان لکھنا جانتے تھے' چنانچہ انجیل کو عربی میں لکھا کرتے تھے۔ آخری عمر میں ان کی بینائی جاتی رہی۔ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی تو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خدمت میں لے کر گئیں۔ انہوں نے نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی بلکہ اپنی مکمل حمایت کی یقین دہانی بھی کرائی۔ (صحیح بخاری' حدیث 3)۔ (تفصیل آگے آئے گی ان شاء اللہ) ام حبیب: یہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پھوپھی تھیں۔ ان کی رشتہ داری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیال بنو زہرہ میں اس طرح تھی کہ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ سیّدہ آمنہ بنت وہب کی نانی تھیں۔

(الطبقات لابن سعد' 59/1)

خویلد بن اسد: سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد خویلد بن اسد صاحب اولاد تھے

اور اپنے قبیلے کے سرکردہ افراد میں سے تھے۔ ان کے سب سے بڑے بیٹے حزام تھے جن کے بیٹے حکیم کو دار الندوہ کا منتظم بنایا گیا تھا۔ سردار خویلد کے ایک بیٹے کا نام عوام تھا جن کی شادی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی سیّدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا سے ہوئی تھی۔ عوام کے ایک بیٹے کا نام سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ تھا جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ خویلد بن اسد کی بیٹیوں میں ایک بیٹی تو خود سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں جو سیدۃ نساء العالمین تھیں۔ ایک بیٹی کا نام سیّدہ ہالہ رضی اللہ عنہا تھا جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ساس تھیں۔ یاد رہے کہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی شادی ہالہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہا سے ہوئی تھی۔ (اسد الغابۃ' 44/2)

اگر نسب نامے پر غور کیا جائے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بھاوج تھیں۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے درمیان شادی سے پہلے بھی قریبی رشتے داری کا تعلق تھا۔

ولادت باسعادت:

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ولادت عام الفیل سے پندرہ سال پہلے مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ (الطبقات لابن سعد' 17/8) عام گھرانوں کے مقابلے میں یہ گھرانہ ہر اعتبار سے معزز اور پاکیزہ تھا۔ سیّدہ کے والد گرامی خویلد مکہ مکرمہ کے معروف اور امیر تاجروں میں سے تھے۔ ان کا کاروبار بڑا وسیع تھا اور نہایت اچھی شہرت کے مالک تھے۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ سیف بن ذی یزن نے عام الفیل کے دو سال بعد احباش کو یمن میں شکست دے کر یمن کی حکومت پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ عربی النسل تھے۔ فطری طور پر عربوں کو اس کے بادشاہ بننے سے بڑی خوشی ہوئی چنانچہ قریش نے سیف بن ذی یزن کو مبارکباد دینے کے لئے ایک وفد روانہ کیا۔ اس وفد میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

Scanned with CamScanner

کے دادا سردار عبدالمطلب بن ہاشم، امیہ بن عبدشمس، سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد خویلد بن اسد اور قریش کی دیگر اہم شخصیات شامل تھیں۔ یہ تمام شخصیات صنعاء (یمن) تشریف لے گئیں اور غمدان نامی قصر میں سیف ذی یزن کو مبارکباد پیش کی۔

(الوفاء بتعریف فضائل المصطفیٰ، 77/1)

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد کی وفات حرب فجار سے پہلے ہوئی تھی۔ (تاریخ طبری:۳۶/۲) حرب فجار میں قریش اور ان کے حلیف کنانہ ایک طرف تھے جبکہ ان کے مقابل قیس بن عیلان تھے۔ اس جنگ کو حرب فجار اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں حرم اور حرمت والے مہینے دونوں کی حرمت پامال کی گئی تھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس جنگ میں تشریف لے گئے اور اپنے چچاؤں کو تیر تھماتے تھے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چودہ یا پندرہ سال تھی۔ (السیرۃ لابن ہشام 186/1)

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا۔ یہ بھی قریشی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ عربوں میں نسب کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ قریش کا صحیح ترین نسب نامہ اکیسویں پشت میں نزار بن معد بن عدنان تک ہے۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نسب نامے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اتنی پشتوں تک سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دادیوں کے نام بھی محفوظ ہیں اور اسی طرح چھ پشتوں تک ننھیالی سلسلے کی نانیوں کے نام بھی کتابوں میں درج ہیں۔

ازدواجی زندگی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں آنے سے پہلے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دو مرتبہ شادی ہو چکی تھی۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی عتیق بن عابد بن عبداللہ مخزومی سے ہوئی۔ (اسد الغابہ ۲۶۰/۵) ان کی وفات کے بعد ابوہالہ بن زرارہ تمیمی سے ہوئی۔ بعض سیرت نگاروں کے مطابق پہلا نکاح ابوہالہ بن زرارہ تمیمی سے ہوا اور اس سے ہند بن ابی ہالہ پیدا ہوئے۔ اسی وجہ سے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی کنیت اُمّ ہند

تھی۔ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب تھے۔ ان کی تربیت کاشانۂ نبوت میں ہوئی۔ یہ مسلمان ہوئے۔ انہوں نے معرکہ بدر میں شجاعت کے جوہر دکھائے اور جنگ احد میں بھی شریک ہوئے۔ 36ھ میں جنگ جمل میں شہید ہوئے۔ (جامع المسانید والسنن لابن کثیر:۳۰۳/۱۲) ان کے علاوہ ابوہالہ کے تین بیٹے ہالہ، حارث اور طاہر تھے۔ یہ سب بھی شرف صحابیت سے مشرف ہوئے۔ حارث بن ابی ہالہ ابتدائے اسلام ہی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار و مشرکین کے حملے سے بچاتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ وہ اسلام کے لئے جان دینے والے والے اولین سپوت تھے۔ (الاصابۃ 696/1)

عتیق بن عابد مخزومی سے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئے جو اُمّ محمد کی کنیت سے مشہور ہوئی۔ (الطبقات لابن سعد 15/8)

جب ان کے دوسرے خاوند کی وفات ہوئی اس دور میں بیوہ یا مطلقہ کی شادی عدت گزرنے کے فوراً بعد کر دی جاتی تھی۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو قریش کے بڑے بڑے سرداروں اور معروف شخصیات نے پیغام نکاح بھیجا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

(الطبقات لابن سعد 131/1)

(11)

حضرت کعب کا غم اور حضرت خباب کا کفن رضی اللہ عنہما

حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن مالک فرماتے ہیں کہ جب میں اور میرے دو ساتھی غزوۂ تبوک سے بلا عذر پیچھے رہ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کروا دیا کہ ہم سے کوئی بات نہ کرے اور ہماری بیویوں سے ہمیں علیحدہ کروا دیا تو خدا کی قسم! زمین باوجود اپنی وسعت کے ہم پر تنگ ہوگئی۔ ہر شخص اجنبی بن گیا حتیٰ کہ سلام تک کا جواب بھی کوئی نہ دیتا تھا۔ ایک دن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا۔ وہ میرے چچا کے بیٹے تھے اور مجھے سب سے زیادہ محبوب تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا تو خدا کی قسم! انہوں نے مجھے سلام کا جواب بھی نہ دیا۔ پھر میں نے قسم دے کر سوال کیا کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں کرتا؟ وہ خاموش رہے۔ میں نے پھر دوبارہ یہی سوال کیا۔ وہ پھر بھی خاموش رہے۔ میں نے پھر سہ بار قسم دے کر سوال کیا تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ میں واپس آ گیا۔ (اخرج الطبرانی وکذا قال الہیثمی' ج5' ص276)

☆......ایک مرتبہ عیادت کرنے والوں سے حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ایک زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور میں ایک روپیہ کا بھی مالک نہ تھا۔ اب میری کوٹھڑی کے ایک کونے میں چالیس ہزار درہم پڑے رہتے ہیں۔ اس کے بعد ان کا کفن لایا گیا۔ جب اسے دیکھا تو روئے اور فرمایا: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو تو کفن بھی پورا میسر نہیں تھا' صرف ایک چادر تھی۔ (اخرج ابونعیم' ج1' ص145)

(13)

انسانی عقل کی کمزوری

اللہ تعالیٰ کی عظمت کا جو بھی تصور کرتا ہے اس کی عقل ہوا ہو جاتی ہے اس لئے کہ اسے ایسی موجود ذات کو ثابت ماننا پڑتا ہے جس کی ابتداء نہیں اور اس بات سے حس واقف نہیں ہے اور عقل کو مجبوراً اس کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اور وہ اس اقرار و اعتراف کے باوجود حیران ہے کیونکہ وہ ایسے افعال دیکھتی ہے جو اس کے وجود پر دلالت کرتے ہیں پھر اس کی تقدیر میں ایسے امور چلتے ہیں کہ اگر دلائل وجود کا ثبوت نہ ہوتا تو انکار تک نوبت آتی چنانچہ اس نے بنی اسرائیل کے لئے دریا کو ٹکڑے کر دیا اور اس پر خالق کے سوا کوئی قادر نہیں اور وہ عصا کو سانپ بناتا ہے اور پھر اس طرح عصا بنا دیتا ہے اور اس میں سے کسی شے کی کمی بیشی نہیں کی جاتی۔ کیا اس کے بعد مزید وضاحت چاہئے؟ بڑے جادوگر ایمان لے آئے تو ان کو فرعون کے ہاتھوں چھوڑ دیا جو انہیں سولی دینے کی دھمکی دیتا تھا اور وہ اسے روکتا نہیں۔ انبیاء علیہم السلام بھوک اور قتل میں مبتلا ہوئے۔ زکریا علیہ السلام کو چیرا گیا۔ یحییٰ علیہ السلام کو ایک زانیہ قتل کر رہی ہے اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال اعلان فرماتے ہیں من یشووینی؟ من ینصرنی؟ کون مجھے ٹھکانہ دے گا' کون میرا تعاون کرے گا؟ ان حالات کو دیکھ کر وجود خالق سے جاہل انسان یہ کہنے کو تیار ہو جاتا ہے کہ وہ اگر موجود ہوتا تو اپنے اولیاء کی مدد کرتا...... مگر وہ عاقل جس کے نزدیک اس کا وجود ظاہر و باہر دلائل سے ثابت ہے اسے لائق ہے کہ اپنی عقل کو اس کے افعال میں اعتراض سے روکے اور نہ ہی ان افعال کی کوئی علت طلب کرے جبکہ یہ بھی ثابت شدہ

Scanned with CamScanner

ہے کہ وہ مالک ہے، حکیم ہے۔

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں

لہٰذا اس کے فعل کی حکمت جب ہم پر مخفی رہ جائے تو اس عجز کی نسبت ہم اپنے فہم کی طرف کریں گے کیوں نہ کریں جبکہ موسیٰ علیہ السلام کشتی توڑنے اور غلام کو قتل کرنے کی حکمت جاننے سے عاجز آ گئے تھے پھر جب اس ظاہری فساد کی حکمت انہیں معلوم ہوگئی تو مان گئے اور اگر افعال خالق میں بھی حکمت ظاہر ہو جاتی تو عقل بھی انکار نہ کرتی جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے واقعہ خضر میں کیا۔ لہٰذا جب تو عقل کو سبب پوچھتے ہوئے سنے تو یہ سنا کر چپ کرا دے کہ اے عاجز تو خود اپنی حقیقت سے واقف نہیں ہے پھر تجھے مالک پر اعتراض کی کیا پڑی؟ اور کبھی عقل یوں کہتی ہے بھلا ابتلاء وآزمائش میں کیا فائدہ وہ بدون ابتلاء کے ثواب دے سکتا ہے اور اہل نار کو عذاب دینے سے کیا فائدہ جبکہ اس میں کسی کی تشفی نہیں تو اسے یہ کہو کہ اس کی حکمت تیرے مرتبہ سے بالا ہے۔ بس جو معلوم نہیں اسے تسلیم کرلے کیونکہ اپنی عقل سے اعتراض سب سے پہلے ابلیس نے کیا تھا کہ نار کو مٹی سے افضل سمجھا اور سجود سے انکار کر دیا ہم نے بہت سے لوگ دیکھے اور ان کے متعلق سنا کہ وہ حکمت میں عیب لگاتے ہیں کیونکہ وہ عقل کو اس کے تقاضوں پر حاکم مانتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ خالق کی حکمت عقول سے بالاتر ہے لہٰذا اپنی عقل کو علت وغیرہ میں یا اعتراض کا جواب طلب کرنے میں وسعت مت دے اور اسے کہہ کر مان لے اسی میں سلامتی ہے کیونکہ تو سمندر کی گہرائی کو نہیں جان سکتا حتی کہ اس سے پہلے تو خود ہی غرق ہو جائے گا۔ یہ اصل عظیم ہے اور آدمی جب فوت ہو جاتا ہے تو اعتراض اسے کفر کی طرف لے چلتا ہے۔ (صید الخاطر لابن جوزی)

علامہ اقبال نے خوب کہا ہے:

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

(14)

کرامات اولیاء پر
ابن جوزی کے اعتراضات کے جوابات

علامہ ابن جوزی نے انسانی عقل کی کمزوری تو تسلیم کر لی ہے جبکہ کرامت و معجزہ عقل سے وراء ہوتے ہیں۔ حیرت ہے کہ اس کے باوجود ابن جوزی بعض کرامات اور اولیاء کرام کے احوال پر اعتراضات کرتے ہوئے نظر آتے ہیں چنانچہ ذیل میں ہم چند حقائق بیان کرتے ہیں:

1- علامہ ابن جوزی نے حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے اس واقعہ پر بھی اعتراض کیا ہے جس میں آیا ہے کہ آپ کے دل میں ایک بار یہ بات آئی کہ ''تو بخیل ہے'' پھر انہوں نے ارادہ کیا کہ مجھے اب جو ملے گا راہ خدا میں دوں گا چنانچہ پچاس دینار ملے اور انہوں نے ایک فقیر کو دینا چاہے مگر اس نے نہیں لئے۔ بالآخر انہوں نے یہ دینار دریا میں پھینک دیئے اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے مال ضائع کیا جو شرعاً ناجائز ہے؟

جواب: علامہ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب تین طرح سے دیتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ فعل ''مقام حال'' میں سرزد ہوا اور صاحب حال چونکہ احساس ظاہری سے عاری ہوتا ہے اس لئے وہ احکام شرع کا مکلف نہیں ہوتا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مال میں کوئی سمیّت

Scanned with CamScanner

اور گندگی دیکھی ہو کہ وہ جس کے پاس جاتا اسے ہلاک کر دیتا' اس لئے انہیں اس مال کو ہی ضائع کرنے کا اذن ملا ہو جس پر انہیں ناچار عمل کرنا پڑا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہ خودکشی نہیں ہے

حضرت شیخ ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول تھے اس وقت آپ کے مرید شیخ احمد بن ابوالحواری نے حضرت کو سو بار پکارا حضور والا تنور گرم ہو گیا ہے۔ آپ نے جواب میں کہا: ''جا اس میں گھس جا۔'' شیخ احمد نے اپنے مرشد سے یہ عہد کیا تھا کہ کسی معاملہ میں ان کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ اس لئے تنور میں داخل ہو گئے کچھ دیر اس میں رہے اس کے بعد حضرت شیخ ابوسلیمان نے اپنے خدام کو انہیں تنور سے نکالنے کا حکم دیا وہ بالکل جلے نہیں تھے۔ ابن جوزی کہتے ہیں: شیخ احمد بن ابوالحواری نے خود کو جان بوجھ کر ہلاکت میں ڈالا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ احمد کو اپنی قوت یقینیہ سے یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ وفائے عہد اور وعدہ کی پابندی انہیں ہر مہلک اور اذیت رساں شے سے بچائے گی اور ممکن ہے ان پر اس وقت ایسا حال طاری ہو گیا ہو جس کے استغراق سے آگ کی سوزش کا احساس بھی نہ ہوا ہو۔ چنانچہ ایک عارف فرماتے ہیں ''الصادق تحت خفارة صدقه'' سچا انسان اپنی صداقت کی پناہ میں ہوتا ہے یعنی وہ اپنی صداقت کی حفاظت کے لئے اگر مہلک چیزوں میں بھی پڑ جائے تو اس کی سچائی ہلاک ہونے سے بچا لیتی ہے اور خدا کے حکم سے ایسی ہلاکت اس کے لئے نجات کا سبب بن جائے گی۔ اسی قبیل میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰى إِبْرَاهِيمَ ۔

صاحب تجرید بزرگ کے واقعہ پر اعتراض:

واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بزرگ بے سروسامان متوکل علی اللہ ہو کر حج کو چلے اور عہد کیا کہ کسی سے کوئی مدد نہیں مانگوں گا۔ راستہ میں جان پر آ بنی' قافلہ چلا گیا موت کا

انتظار کر رہے تھے کہ کچھ ہو جائے عہد نہیں توڑوں گا۔ اتنے میں ایک غیبی سوار نے صراحی پیش کی اور قافلہ تک پہنچا دیا۔ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ جواب میں فرماتے ہیں بنیادی بات یہ ہے کہ یا تو واقعہ کا غلط ہونا روایت کی رو سے ثابت کیا جائے لیکن جب واقعہ کا ثبوت صحت کو پہنچ جائے تو ہونا یہ چاہئے کہ شرع شریف کے موافق اس کی تاویل کی جائے (نہ کہ انکار)۔

اگر واقعہ کی تاویل علم ظاہر کے مطابق نہ ملے تو کہنا چاہئے کہ ممکن ہے اس کی باطنی تاویل ہو جسے علماء باطن عرفاء جانتے ہیں اور اس منزل پر حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کا قصہ یاد کیا جائے۔ تیسرا محمل یہ ہے' ہو سکتا ہے ان سے یہ واقعہ عالم سکر میں سرزد ہوا ہو اور ان تمام تاویلات کے باوجود ان اولیاء اللہ سے بدظنی رکھنا بے توفیقی ہے۔ نعوذ باللہ تعالیٰ من الخذلان وسوء القضاء ومن جمیع انواع البلاء ۔

یاد رکھو! جس کا دل فقراء وصالحین اور صدیقین کے حالات کا یقین رکھتا ہے ان کی محبت سے لبریز اور ان کے اخلاق سے باخبر ہے وہ ان کے مبارک حالات کے مطابق واقعات کی تاویل کر لیتا ہے۔ جیسا کہ میں نے تاویل کے تین طریقے ذکر کئے اور جو ان کے حالات سے واقف نہیں' جس نے ان جیسی شراب معرفت نہیں پی یا اس بادۂ وحدت کو نہیں چکھا اور ان حضرات کے علوم اور طریقہ سے آگاہ نہیں ہوا اور ان سے کامل حسن ظن نہیں رکھتا تو ہو سکتا ہے ایسا شخص ان کے اقوال' افعال اور احوال کا منکر ہو۔

حضرت قطب احمد بن عبداللہ کے واقعہ کا انکار:

حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مکہ مکرمہ میں فضاء کے اندر ایک قطب وقت بزرگ کی طلائی سواری کا جو واقعہ میں نے بیان کیا ہے کچھ لوگوں نے اس واقعہ کے انکار میں بڑی جلد بازی سے کام لیا ہے۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ واقعہ قابل انکار نہیں ہے کیونکہ یہ کام ازخود نہیں کیا تھا بلکہ عالم ملکوت میں رب تعالیٰ نے ان کے لئے یہ اعزاز عطا فرمایا تھا یہ اس

Scanned with CamScanner

عالم کی بات نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے کچھ خاص بندوں کو اجازت دے کہ وہ ریشم کا لباس پہنیں اور وہ حضرات اس اذن پر عمل کر لیں تو اس میں شرع کی بے حرمتی نہیں ہے۔

ہوسکتا ہے یہ اعتراض کیا جائے کہ ان لوگوں کو ایسا ''علم یقین'' کس طرح حاصل ہوسکتا ہے تو میں عرض کروں گا کہ جس طرح (قرآن مجید سورۂ کہف میں مذکورہ واقعہ کے اندر) حضرت خضر علیہ السلام کو حاصل ہوا کہ انہوں نے لڑکے کو جان سے مار ڈالا حالانکہ حضرت خضر علیہ السلام ولی ہیں، نبی اور رسول نہیں۔ اہل علم اس قول کو معتبر فرماتے ہیں اسی طرح اہل علم کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام ابھی زندہ ہیں، یہ بات اولیاء اللہ کے نزدیک یقینی ہے۔ فقہاء بھی اس کو ترجیح دیتے ہیں اور اہل اصول اور اکثر محدثین بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ حضرت امام شیخ ابوعمر بن صلاح نے حضرت خضر علیہ السلام کی حیات پر اجماع نقل فرمایا ہے۔ ان سے امام محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا اور اسی مذہب کی تقریر و تائید کی ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں

فقہاء کی ایک جماعت نے شیخ امام عزالدین بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: آپ حضرت خضر علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: ''اگر آپ حضرات کے امام تقی الدین دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ یہ بتائیں کہ انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو بچشم خود دیکھا ہے تو آپ حضرات ان کی بات مانیں گے؟ یا انکار کر دیں گے؟'' فقہاء نے کہا: ہم ان کی تصدیق کریں گے۔ فرمایا: ''قد و الله اخبر عنه سبعون صدیقاً انهم راوه باعینهم کل واحد منهم افضل من ابن دقیق العید'' بخدا ستر صدیقوں نے خبر دی ہے کہ انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا ہے، اور ان میں سے ہر ایک شیخ ابن دقیق العید سے افضل ہے۔

میں کہتا ہوں اہل تحقیق اور علماء موفقین کا یہی مذہب صحیح ہے کہ ان العارفين بالله تعالیٰ افضل من العلماء باحکام الله رضی الله عنهم خدا کی معرفت رکھنے

والے اولیاء و عرفاء صرف احکام کا علم رکھنے والے محض علماء سے افضل ہیں۔ حضرت شیخ تقی الدین ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ خضر علیہ السلام کی زیارت کرنے والے بعض اولیاء اللہ کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں یہ حضرات میرے نزدیک اتنے اتنے فقہاء سے بہتر ہیں۔ اسی طرح بزرگ عالم ربانی قاضی نجم الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا: مکہ میں خبر آئی کہ امام عارف باللہ اسماعیل بن محمد حضرمی رحمۃ اللہ علیہ وفات پا گئے۔ اس وقت حضرت امام عارف باللہ احمد بن موسیٰ بن عجیل مکہ مکرمہ میں تھے انہوں نے سنا تو فرمایا ارجوا ان یفدیه الله بمائة فقیه امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بدلے ایک سو فقہاء کو فدیہ کر دے۔ اس کے بعد یہ خبر آئی کہ آپ کا انتقال نہیں ہوا ہے بلکہ زندہ ہیں اور پھر ایک زمانہ کے بعد آپ کی وفات ہوئی۔

ہم اپنا مقصود پھر ذکر کرتے ہیں: جو شخص اولیاء اللہ کا معتقد، ان کی کرامات کو ماننے والا اور یقین کرنے والا ہے وہ ضرور یقین کرے گا کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں کیونکہ علماء صدیقین ہر دور میں فرماتے آئے ہیں کہ انہوں نے خضر علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اور ان سے یہ روایات ثقہ علماء نے مشہور کتابوں میں نقل کی ہیں، میں نے بھی متعدد حکایات ایسی ہی کتب سے نقل کی ہیں مگر میں نے اسناد چھوڑ دی ہیں۔

بعض مشائخ کا مشاہدہ و بیان

مشائخ میں سے بعض کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت عارف باللہ سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کی جانب مخاطب ہوئے اور ان سے عمدہ عمدہ باتیں کیں۔ لوگوں نے عرض کیا: حضرت اگر اسی طرح روز ہمیں اپنے بیان سے نوازتے تو بڑا فائدہ ہوتا۔ آپ نے فرمایا: میں نے آج ایسا اس لئے کیا کہ حضرت خضر علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے تھے اور انہوں نے مجھے فرمایا: لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر ان سے کلام کیجئے۔ آج آپ کے بھائی ذوالنون کا انتقال ہو گیا ہے اور میں نے آپ کو ان کی جگہ مقرر کیا۔ اگر مجھے ان کا حکم نہ ہوتا تو میں تم لوگوں سے گفتگو نہ کرتا۔

شیخ جلیل حضرت ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے عیذاب کے ویرانے میں حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا' انہوں نے فرمایا: ''اے ابوالحسن! اللہ تمہارے ساتھ اپنا لطف جمیل فرمائے اور سفر وحضر میں تمہارا رفیق ہو''۔ اور مجھ سے یمن کے بعض مشائخ نے بیان کیا' ان کے پاس مشائخ کی روایات بے حد ہیں۔ انہی مشائخ میں شیخ کبیر عارف حق حضرت ابوعبداللہ قرشی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ میں نے شیخ جلیل حضرت نجم الدین اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کو مقام ابراہیم کے پیچھے یہ فرماتے سنا کہ حضرت خضر علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے رہتے ہیں کہ جس زمانے میں قرآن مجید اٹھالیا جائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اپنے پاس بلائے۔

اہل جذب وتجرید کے بارے میں شبہات کا ازالہ:

امام یافعی فرماتے ہیں: میں نے حضرت شیخ علی کردی کی حکایت میں یہ جو بیان کیا ہے کہ ان بزرگوں میں سے اکثر خود کو پوشیدہ رکھنے کے لئے' جذب' دیوانگی اور تجرید سے کام لیتے ہیں اور لوگ اس توہم میں پڑ جاتے ہیں کہ وہ حضرات نہ نماز پڑھتے ہیں اور نہ روزہ رکھتے ہیں اور کچھ لوگوں کے سامنے برہنہ بھی ہو جاتے ہیں تاکہ ان کے ساتھ بدگمانی کی جائے اور انہیں بزرگ نہ سمجھا جائے حالانکہ درحقیقت وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روزہ بھی رکھتے ہیں مگر اس طریقے سے کہ اللہ تعالیٰ جانے اور کسی کو خبر نہ ہو۔ ایسے لوگوں کو لوگوں نے نماز پڑھتے دیکھا بھی ہے وہ خلوت میں نماز ادا کرتے ہیں لوگوں کے سامنے نہیں۔ ان حضرات کا طریقہ ظاہر ہے کہ وہ حضرات اپنی برائیوں کو اچھالتے ہیں اور اپنی نیکیوں کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔ وہ تو اللہ کے حضور صدیق ہیں۔ وہ حضرات نمائش و نمود کو نہایت شدت سے دفع کرتے ہیں اور خود کو مخلوق کی نظر سے گراتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان کا اخلاص کامل ہوتا ہے' اور ان کے دل شرک خفی سے بالکل پاک ہوتے ہیں اور یہ ایک ایسی علت ہے جس سے بندگان خاص کے سوا کوئی بچ نہیں سکتا۔ یہی سبب ہے وہ حضرات نہ کسی کی مدح سرائی سے خوش ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی کی مذمت سے ناراض

اور ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ لوگوں کے سامنے ہی نماز پڑھتے ہیں لیکن کسی کو معلوم نہیں کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں اور اپنے مخصوص حال کی وجہ سے لوگوں سے مخفی رہتے ہیں۔ ان کے حالات عقل کی گرفت سے بہت بلند ہیں جس کا ادراک صرف نور سے ہوتا ہے۔

ایک فقیہ اور ایک فقیر کا حال

ایک بزرگ کا یہ حال تھا کہ وہ نماز پڑھتے ہوئے کسی کو نظر نہیں آتے تھے۔ ایک روز نماز کے لئے اقامت کہی گئی ایک فقیہ جو ان کے بارے میں بدظن تھے بولے' اٹھو اور نماز پڑھو۔ بزرگ جماعت میں فقیہ صاحب کے پہلو میں کھڑے ہوگئے۔ فقیہ صاحب نے نماز کی چار رکعتوں میں انہیں مختلف انسانوں کی شکل میں دیکھا' تکبیر تحریمہ کہی تو وہ ہی تھے۔ دوسری رکعت میں ان کی جگہ کوئی دوسرا آدمی نظر آیا۔ اسی طرح تیسری میں تیسرا اور چوتھی میں چوتھا اور جب سلام پھیرنے کا وقت ہوا تو پھر وہی بزرگ اپنی جگہ تھے۔ فقیہ کو حیرت ہوئی بزرگ نے فرمایا: ''جن چار آدمیوں کو تو نے دوران نماز اپنی بغل میں دیکھا ان میں سے کس نے نماز ادا کی ہے۔'' فقیہ کوئی جواب نہ دے سکے۔

ایک ہی وقت میں کئی جگہ موجود ہونا

اسی طرح حضرت الشیخ مفرج کا واقعہ بیان کرتے ہیں: انہیں کچھ مریدوں نے عرفہ کے روز میدان عرفات میں دیکھا اور ایک مرید نے انہیں ان کے مسکن پر دیکھا کہ آپ وہاں سے کہیں تشریف نہیں لے گئے۔ دونوں نے یہ بات ایک دوسرے سے بیان کی اور اپنی بات کی تصدیق کے لئے اپنی اپنی بیوی کو طلاق کی قسم کھائی۔ معاملہ جب حضرت شیخ مفرج کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے دونوں کی تصدیق فرمائی اور بتایا: دونوں میں سے کسی کی بیوی کو طلاق نہیں ہوئی۔

حضرت شیخ کے حکم پر علماء اعلام اور فقہائے کرام کے سامنے' شیخ صفی الدین بن

Scanned with CamScanner

ابوالمنصو ررحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کی توضیح اس طرح فرمائی۔ الولی اذا تحقق فی ولایتہ وتمکن من التصرف فی روحانیتہ بعطی من القدرۃ فی التصور فی سور عدیدۃ فی وقت احد فی جہات متعددۃ علی حکم اراتہ ولی جس وقت اپنی ولایت کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے اور اپنی روحانیات میں تصرف کی اہلیت پالیتا ہے تو اسے قوت دی جاتی ہے کہ ایک وقت میں اپنی خواہش کے مطابق مختلف صورتوں میں متعدد مقامات پر اپنے کو ظاہر کرسکتا ہے۔

اور حضرت شیخ کا ایک ہی وقت میں میدان عرفات میں اور دوسری جانب اپنے دولت کدہ کے اندر ہونا بیان کیا اور شیخ مفرج نے خود بھی اس کی توثیق فرمائی۔ میں کہتا ہوں کہ یہی جواب اس قسم کے تمام اشکالات کے لئے کافی ہے مثلاً ایک بزرگ کا چار آدمیوں کی شکل میں نماز ادا کرنے کا واقعہ، فقیہ کا ایک ہی شخص کو بیک وقت ہوا میں اور اسی کو زمین پر بھی دیکھنا۔ حضرت سہل بن عبداللہ کا بیک وقت لوگوں کو نصیحت کرنا اور دوسری طرف اپنے حجرہ میں موجود رہنا ان تمام واقعات کی تاویل کے لئے شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ کی توضیح کافی ہے۔

(نوٹ) واضح رہے کہ حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد اولیاء الشیطن کی متعدد اقسام کر کے اپنے انداز میں انہیں بیان کیا ہے اور خاتمہ کی دوسری فصل میں مشائخ عارفین کے عقائد اور تین بسیط عربی قصائد تحریر فرمائے ہیں جنہیں ہم قلم انداز کرتے ہیں۔ آخر 521 پر تحریر فرماتے ہیں:

وکان الفراغ من تعلیقہ یوم الجمعۃ المبارکۃ، قبل صلوٰۃ الجمعۃ بالمسجد الحرام، تجاہ الکعبۃ المشرفۃ بیت الحرام، زادہ اللہ تعالیٰ شرفاً وتعظیماً، سلخ رجب المرجب سنۃ ثلاث وخمسین وثمان مائۃ، والحمد للہ رب العالمین اولاً واخراً وابا طناً وظاہراً، وسلام اللہ علیٰ عبادہ الذین

اصطفیٰ وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ الہ صحبہ وسلم ۔ (بزم اولیاء، ترجمہ روض الریاحین امام عبداللہ بن اسعد المعروف امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ، 678ھ، 768ھ)

یعنی اس کتاب سے جمعۃ المبارک کے بابرکت دن، جمعہ کی نماز سے پہلے مسجد حرام میں بیت اللہ شریف کے سامنے رجب المرجب کے بابرکت مہینے کے گزرتے ہیں۔ 853ھ میں فارغ ہوا۔ (خلاصہ)

(15)

ایک دنیا پرست کا انجام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سفر میں نکلے تو آپ کے ہمراہ ایک یہودی ہولیا۔ اس یہودی کے پاس دو روٹیاں تھیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک روٹی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا آؤ دونوں مل کر روٹی کھالیں۔ یہودی نے مان لیا مگر جب اس نے دیکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک روٹی ہے اور میرے پاس دو تو پچھتایا کہ میں نے شرکت کا وعدہ کیوں کرلیا؟ چنانچہ جب کھانے کا ٹائم ہوا تو یہودی نے ایک ہی روٹی رکھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے پاس دو روٹیاں تھیں۔ ایک کہاں گئی؟ یہودی بولا میرے پاس تو ایک ہی روٹی تھی دو کب تھیں؟ کھانا کھا کر آگے بڑھے تو ایک اندھا ملا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے لئے دعا کی تو وہ اچھا ہوگیا۔ یہ معجزہ دکھا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہودی سے کہا تجھے اس اللہ کی قسم جس نے میری دعا سے اس اندھے کو اچھا کردیا' بتا! دوسری روٹی کہاں گئی؟ وہ بولا مجھے اسی خدا کی قسم! میرے پاس ایک ہی روٹی تھی دوسری تھی ہی نہیں۔ اتنے میں آگے بڑھے تو ایک ہرن دکھائی دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے بلایا وہ آگیا۔ آپ نے اسے ذبح کیا۔ بھونا اور کھایا اور پھر اس کی ہڈیوں سے فرمایا: قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ ! وہ ہرن پھر زندہ ہوگیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تجھے اسی خدا کی قسم! جس نے ہمیں یہ ہرن کھلایا اور پھر اسے زندہ کردیا۔ بتا وہ دوسری روٹی کہاں گئی؟ وہ بولا مجھے اسی خدا کی قسم! میرے پاس تو ایک ہی روٹی تھی۔ آگے بڑھے تو ایک قصبہ آگیا۔

عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وہاں قیام کیا۔ یہودی نے موقع پا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عصا مبارک چرالیا اور خوش ہوا کہ میں اس سونٹے سے مردے زندہ کیا کروں گا چنانچہ اس نے قصبہ میں اعلان کردیا کہ مردہ کو مجھ سے زندہ کرالو۔ لوگ اسے حاکم شہر کے پاس لے گئے جو بیمار تھا۔ یہ گیا اور جاتے ہی پہلے وہ ڈنڈا اس حاکم کے سر پر دے مارا۔ وہ فوت ہوگیا اور پھر کہنے لگا: دیکھو اب میں اسے زندہ کرتا ہوں چنانچہ پھر اسے ڈنڈا مارا اور کہا: قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ ۔ مگر وہ زندہ نہ ہوسکا۔ اب تو یہ گھبرایا۔ لوگوں نے پکڑ لیا اور اسے پھانسی پر لٹکانے لگے کہ اتنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہنچ گئے۔ فرمایا: تمہارا حاکم میں زندہ کردیتا ہوں۔ اسے چھوڑ دو۔ چنانچہ آپ نے قم باذن اللہ کہا تو حاکم فوراً زندہ ہوگیا اور انہوں نے یہودی کو چھوڑ دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا تجھے اسی اللہ کی قسم! جس نے تمہاری جان بچائی' بتا وہ دوسری روٹی کہاں گئی؟ وہ بولا مجھے اسی خدا کی قسم! میرے پاس دوسری روٹی تھی ہی نہیں۔ آگے بڑھے تو سونے کی تین اینٹیں ملیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ان میں ایک اینٹ میری' دوسری تمہاری اور تیسری اس کی جس نے تیسری روٹی کھائی۔ وہ بولا خدا کی قسم! تیسری روٹی میں نے ہی کھائی تھی۔ آپ نے وہ تینوں اینٹیں اسی کو دے دیں اور فرمایا اب تم میرا ساتھ چھوڑ دو۔ چنانچہ وہ اینٹیں لے کر چلا گیا مگر اللہ تعالیٰ نے اسے اینٹوں سمیت زمین میں دھنسا دیا۔

دنیا کی لالچ بربادی اور ہلاکت کا موجب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر کے سامنے جھوٹ بولنا بڑا خطرناک ہے اس لئے کہ پیغمبر کو سب علم ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو بات پیغمبر کے منہ سے نکلے وہی بات دوسرا بھی کہے تو جو اثر پیغمبر کے منہ سے نکلنے پر ہوتا ہے دوسروں کے منہ سے وہ اثر نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ پیغمبر کی مثل بننے والا انجام کار تباہ و برباد ہی ہوتا ہے۔ (نورانی حکایات' ترجمہ قلیوبی)

(16)

حضرت امام داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

امام داؤد طائی، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے تھے۔ امام نے جب دیکھا کہ ان کی دنیا کی طرف توجہ نہیں۔ ان کو سب سے الگ پڑھانا شروع کیا۔ ایک دن تنہائی میں فرمایا: ”اے داؤد آلہ تیار کرلیا مقصود کس دن حاصل کرو گے۔“ ایک سال درس میں حاضر رہے۔ یہ ریاضت کی کہ طلبہ آپس میں مذاکرہ کرتے۔ ان کو آفتاب سے زیادہ وجہیں روشن معلوم ہوتیں نفس بولنا چاہتا مگر یہ خاموش رہتے۔ غرض ایک سال کامل سکوت فرمایا۔

جب ان کے والد ماجد کا انتقال ہوا اسی درہم اور ایک مکان ورثہ میں ملا۔ وہ درہم عمر بھر کے لئے کافی ہوئے اور مکان کے ایک درجے میں بیٹھا کرتے۔ جب وہ گر گیا دوسرے میں بیٹھنا شروع کیا۔ جب وہ اس قابل نہ رہا تو اور درجے میں۔ ادھر ان کی روح نے پرواز کی ادھر بعض صالحین نے خواب میں دیکھا کہ داؤد طائی نہایت خوشی کے ساتھ ہشاش بشاش دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ انہوں نے کبھی آپ کو اس حالت میں نہیں دیکھا تھا۔ پوچھا کیا ہے کیوں دوڑتے جاتے ہو؟ فرمایا: ابھی جیل خانہ سے چھوٹا ہوں۔ خبر پائی کہ وہی وقت ان کے انتقال کا تھا۔ (الملفوظ 4)

یاد رہے! حدیث شریف میں ہے کہ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ۔ دنیا، صاحب ایمان کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت۔ مسلمان عمر بھر کتنی ہی تنگی ومصائب میں رہے ایک ہوا جنت کی دیں گے اور پوچھیں گے تم نے دنیا میں کیا تکلیف

اٹھائی۔ کہے گا ”واللہ کوئی تکلیف نہ اٹھائی۔“ اور کافر کو ہزار برس تک ناز ونعم میں رکھا جائے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائی جائے گرم ہوا بھی نہ لگنے پائے۔ قبر میں ایک جھونکا اسے جہنم کا دیں گے اور پوچھیں گے تم نے دینا میں کتنا عیش اڑایا۔ کہے گا ”واللہ مجھے دنیا میں کوئی آرام نہ ملا۔“

قرآن کریم فرماتا ہے: وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّمُلْکًا کَبِیْرًا ۔ یعنی اے دیکھنے والے جب تو ادھر (اہل جنت کی طرف) نظر اٹھائے ایک چین دیکھے (جس کا وصف بیان میں نہیں آسکتا) اور ایک بڑی سلطنت جس کی حد ونہایت نہیں نہ اس کو وہاں سے انتقال۔ وسعت کا یہ عالم کہ ادنیٰ مرتبہ کا جنتی جب اپنے ملک میں نظر کرے گا تو ہزار برس کی راہ تک ایسے ہی دیکھے گا جیسے اپنے قریب کی جگہ کو دیکھتا ہو۔ شوکت وشکوہ یہ ہوگا کہ ملائکہ بے اجازت نہ آئیں گے، تو دنیا کی ایک ذرا سی تکلیف پر صبر کے عوض اہل ایمان کو نعیم اور ملک کبیر دیتے ہیں۔ عقل تو گوارا نہیں کرتی کہ ملک کبیر اور یہ آرام آخرت، دنیا کی متاع قلیل کے بدلے چھوڑ دیا جائے مگر نفس اس کے برعکس کو گوارا نہیں کرتا۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ وَّکَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۔ ”آدمی جلد بازی سے بنایا گیا اور وہ بڑا جلد باز ہے۔“ انسان اپنے قدموں کے نیچے دیکھتا ہے آگے نظر نہیں کرتا۔ یہاں کے آرام کو آرام سمجھتا ہے اور یہاں کی تکلیف کو تکلیف۔ حالانکہ بہت سے آرام یہاں کے، وہاں کی تکلیف ہیں اور بہت سی یہاں کی تکلیف وہاں کے آرام ہیں۔ فرمان نبوی ہے: حفت الجنة بالمكاره ۔ جنت ایسی چیزوں سے گھری ہوئی ہے جو نفس پر شاق ہوتے ہیں، تو جنت کے لئے ان مشقتوں اور صعوبتوں کو جھیلنا ہی پڑے گا۔

(حکایات رضویہ)

Scanned with CamScanner

(17)

خوش رنگ خربوزہ اور حضرت لقمان

حضرت لقمان کی قدر و منزلت ان کے آقا کے دل میں بڑھ گئی۔ اس پر لقمان کی خوبیاں واضح ہو گئی تھیں۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ یہ غلام حرص و ہوا سے پاک صاف ہے۔ اس کے دل میں کھوٹ نہیں اور اس کی زبان سچ کے سوا اور کچھ کہتی ہی نہیں۔ بظاہر وہ امیر حضرت لقمان کا آقا تھا لیکن حقیقت میں وہ ان کا غلام ہو چکا تھا۔ اسے حضرت لقمان سے یہاں تک انس ہوا کہ جب نوکر چاکر اس کے لئے کھانا لے کر آتے تو وہ سب سے پہلے حضرت لقمان کی خدمت میں بھیجا کرتا تھا تاکہ وہ کھائیں اور جو کھانا ان کے آگے سے بچ رہے وہ خوش ہو ہو کر کھائے۔ اگر کبھی حضرت لقمان کھانا نہ کھاتے تو امیر بھی نہ کھاتا۔

ایک دن امیر کے کسی دوست نے اپنے کھیت میں سے ایک بڑا خوش رنگ خربوزہ اس کو تحفے میں بھیجا۔ امیر نے ایک غلام سے کہا کہ جاؤ اور میرے بیٹے لقمان کو بلا لاؤ۔ امیر کا حکم پاتے ہی حضرت لقمان آئے اور ادب سے اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ آقا نے ہاتھ میں چھری سنبھالی اور خربوزہ کاٹ کر ایک قاش حضرت لقمان کو دی۔ انہوں نے مزے لے لے کر وہ قاش کھائی۔ امیر نے دوسری قاش کاٹ کر انہیں دی۔ وہ بھی لقمان نے نہایت ذوق و شوق سے کھائی پھر اس نے تیسری قاش دی، پھر چوتھی، یہاں تک کہ آقا نے سترہ قاشیں حضرت لقمان کو کھلا دیں اور انہوں نے ہر قاش بڑی رغبت سے کھائی۔ آخر میں ایک قاش باقی رہ گئی۔ آقا نے کہا: ”جی چاہتا ہے یہ قاش میں خود کھاؤں۔ معلوم ہوتا ہے خربوزہ بے حد شیریں ہے، جبھی تو سترہ قاشیں اتنے مزے لے لے کر کھائی

ہیں۔“

یہ حوصلۂ اہل وفا تو بھی دیکھ لے

حضرت لقمان نے وہ آخری قاش بھی کھانے کی خواہش ظاہر کی لیکن آقا نے نہ دی اور اپنے منہ میں رکھ لی۔ قاش منہ میں رکھنا تھا کہ سارا منہ حلق تک کڑوا ہو گیا۔ اس نے جلدی سے تھوک دی اور پانی منگوا کر خوب کلیاں کیں لیکن دیر تک اس کی کڑواہٹ نہ گئی اور منہ کا مزا خراب رہا۔ اس نے نہایت تعجب سے حضرت لقمان کی طرف دیکھا اور کہا:

”اے عزیز فرزند، تو نے کمال کیا کہ یہ زہریلا خربوزہ اتنے شوق و رغبت سے کھایا اور اپنے چہرے سے ذرا خبر نہ ہونے دی کہ اس کی خوش رنگی اور خوش نمائی محض دھوکا ہے۔ کیا یہ بھی صبر کی کوئی نرالی قسم ہے؟ حیرت ہے کہ تو نے کوئی حیلہ اس کڑوے خربوزے سے محفوظ رہنے کا نہ کیا۔ اتنا ہی اشارہ کر دیا ہوتا کہ یہ ناپسندیدہ ہے اور مجھے اس کے کھانے میں عذر ہے۔“

حضرت لقمان نے ادب سے جواب دیا ”اے آقا، کیا عرض کروں، کچھ کہتے ہوئے حیاء آتی ہے۔ میں نے ہمیشہ تیرے نعمت بخشنے والے ہاتھ سے اتنا کھایا ہے کہ مارے شرم کے گردن نہیں اٹھا سکتا۔ یہ سوچ کر تلخ قاشیں کھائیں کہ جب تمام عمر اس ہاتھ سے انواع و اقسام کی لذیذ لذیذ نعمتیں کھاتا رہا ہوں تو صد حیف ہے مجھ پر کہ صرف ایک کڑوا خربوزہ کھا کر اودھم مچانے لگوں اور ناشکری کا اظہار کروں۔ حقیقت یہ ہے کہ تیرے شیریں ہاتھ نے اس خربوزے میں تلخی چھوڑی ہی کہاں تھی کہ میں شکایت سے اپنی زبان کو آلودہ کرتا۔“ (حکایات مثنوی)

(18)

غم عاشقی تیرا شکریہ میں کہاں کہاں سے گزر گیا

عظیم المرتبت اور رفیع الشان صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں ہدایت کی تلاش میں شہر در شہر ملک در ملک پھرا۔ یہود و نصاریٰ کے احبار اور رہبان کے پاس گیا لیکن مقصود حاصل نہ ہوا۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ ایک کھجور والی زمین ہے اس جگہ خدا کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئیں گے آپ وہاں چلے جائیں۔

کہتے ہیں: ایک قافلہ والوں کے ساتھ چلا۔ انہوں نے مجھے غلام بنا کر بیچ دیا۔ میں اپنے آقا کے باغ میں کام کر رہا تھا اور کھجور پر چڑھا ہوا تھا۔ میرے آقا کے چچا کا بیٹا آیا اور اس نے کہا: اللہ تعالیٰ فلاں قبیلہ کو ہلاک کرے میں ابھی ان سے گزر کر آ رہا ہوں۔ وہ ایک شخص کے ارد گرد جمع ہیں جو مکہ سے آیا ہے اور گمان کرتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ فرماتے ہیں خدا کی قسم! جب میں نے یہ بات سنی تو مجھ پر خوشی چھا گئی اور میں کھجور سمیت حرکت میں آ گیا۔ قریب تھا کہ میں گر پڑتا اور میں تیزی سے اترا اور میں نے آتے ہی کہا کیا بات ہے؟ اس نے میرے ایک تھپڑ مارا اور کہا جا تو اپنا کام کر۔

فرماتے ہیں: میں اپنے کام پر چلا گیا۔ جب شام ہوئی تو میں نے کھجوریں جمع کیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا (کیونکہ میں نے سن رکھا تھا کہ وہ نبی اللہ ہدیہ قبول کرتے ہیں صدقہ نہیں کھاتے اور ان کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے) اور عرض کیا: میں نے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیک سیرت انسان ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں جو حاجت مند ہیں

اس لئے یہ صدقہ ہے۔ یہ کہہ کر میں نے پیش کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کھاؤ انہوں نے کھایا۔ میں نے اپنے دل میں یہ بات کہی کہ ایک نشانی تو پوری ہو گئی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت میں

پھر میں لوٹ آیا اور کچھ جمع کر کے چند روز بعد حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا: میں آپ لوگوں سے محبت کرتا ہوں اور ہدیہ لے کر حاضر ہوا ہوں یہ صدقہ نہیں ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے تناول فرمایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی کھایا۔ میں نے کہا: یہ دو نشانیاں ہو گئیں۔ پھر میں لوٹ آیا اور ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ کے ساتھ قبرستان تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی بھی تھے۔ میں نے سلام کیا اور دائیں بائیں گھومنے لگا تاکہ مہر نبوت کو دیکھوں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ارادے کو جان لیا اور اپنی چادر مبارک کو کندھے سے اتار دیا۔ میں نے مہر نبوت کو دیکھا اور بوسہ دیا اور خوشی سے رویا یہاں تک کہ آنسو بہنے لگے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سامنے بٹھایا اور میں نے طلب ہدایت کا سارا قصہ سنایا جیسے اے ابن عباس! تجھے سنا رہا ہوں۔

(اسد الغابۃ ج 2 ص 330)

Scanned with CamScanner

(19)

خوفناک وادی

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک بنو تمیمی شخص نے اپنے اسلام لانے کا یہ قصہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ مجھے ایک سفر کے دوران ایک بہت بڑے ریگستان میں رات گزارنا پڑی۔ اس خوفناک ریگستان میں میری اونٹنی میرے ساتھ تھی اور میں بالکل تنہا تھا۔ رات کا وقت تھا میں نے اونٹنی کو ایک جگہ بٹھایا اور خود لیٹ گیا اور سو جانے سے پہلے میں نے یہ پڑھا:

اَعُوْذُ بِعَظِیْمِ هٰذَا الْوَادِیْ۔

''اس وادی کے بڑے (جن) کے ساتھ میں پناہ مانگتا ہوں۔''

یہ پڑھ کر میں سو گیا۔ سونے کے بعد خواب میں میں نے دیکھا کہ ایک قوی ہیکل جوان جس کے ہاتھ میں ایک خنجر ہے آیا اور آتے ہی وہ خنجر اس نے میری اونٹنی کے حلق پر رکھ دیا۔ یہ دیکھتے ہی میں گھبرا کر جاگ اٹھا اور ارد گرد دیکھنے لگا مگر کوئی چیز نظر نہ آئی۔ میں اسے یوں ہی وہم و خیال سمجھ کر پھر سو گیا۔ دوبارہ پھر وہی جوان ہاتھ میں خنجر لئے نظر آیا' اس نے خنجر پھر میری اونٹنی کے گلے پر رکھ دیا۔ میں پھر چونک پڑا اور دیکھا کہ میری اونٹنی بھی کانپ رہی ہے۔ میں پھر سو گیا اور تیسری مرتبہ بھی یہی قصہ دیکھا اور اب تو میں ڈر کر اور گھبرا کر جاگ اٹھا۔ میں نے دیکھا کہ اونٹنی بھی ڈر کے مارے بہت کانپ رہی ہے۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہی جوان ہاتھ میں خنجر لئے کھڑا نظر آیا اور اس کے ساتھ ایک بوڑھا شخص بھی دیکھا جس نے اس جوان کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا اور اونٹنی کے قریب آنے سے

روک رکھا تھا اور وہ دونوں آپس میں لڑ جھگڑ رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں تین بڑے بڑے بیل وہاں آ گئے اور اس بوڑھے نے اس جوان سے کہا کہ ان بیلوں میں سے جو بیل چاہو اس میرے پڑوسی آدمی کی اونٹنی کے بدلے میں لے لو مگر میرے پڑوسی آدمی کو ہاتھ نہ لگاؤ چنانچہ وہ جوان آگے بڑھا اور ان بیلوں میں سے ایک بیل اس نے پکڑ لیا اور اسے لے کر وہاں سے چلا گیا۔

اب ہمارے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دور ہے

پھر وہ بوڑھا شخص مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ دیکھو بھائی! اب تم لوگ اس قسم کی ڈراؤنی جگہوں میں کسی جن کے ساتھ پناہ نہ مانگا کرو۔ اس لئے کہ اب ان کا زور اور ان کا طلسم ٹوٹ چکا ہے اب تم یوں کہا کرو:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ رَبِّ مُحَمَّدٍ مِنْ هَوْلِ هٰذَا الْوَادِیْ۔

''میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اس وادی کی وحشت سے۔''

میں نے کہا: یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں؟ اس نے بتایا: یہ نبی عربی ہیں۔ میں نے پوچھا کہاں رہتے ہیں؟ اس نے کہا: مدینہ منورہ میں۔ میں یہ سن کر انتہائی شوق میں اپنی اونٹنی پر سوار ہوا اور سیدھا مدینہ منورہ آ پہنچا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھتے ہی میرا یہ سارا قصہ خود ہی لفظ بہ لفظ سنا دیا اور پھر مجھے مسلمان ہو جانے کے لئے ارشاد فرمایا تو میں فوراً کلمہ پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین)

ہمارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کیا ہوئی کہ ہر باطل کا زور و طلسم ٹوٹ گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عالمگیر رسالت ہے اور جن بھی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خادم ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات پوشیدہ و پنہاں نہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

Scanned with CamScanner

(20)

عبرت و عقل

تعجب ہے اس شخص پر جو کہتا ہے میں قبرستان میں جاتا ہوں اور بوسیدہ ہو جانے والوں کے ذریعہ عبرت پکڑتا ہوں اور اگر وہ سمجھ رکھتا تو جان لیتا کہ وہ خود مقبرہ ہے جس سے عبرت پکڑنے کے بعد اوروں سے عبرت پکڑنے کی اسے حاجت نہ رہتی خصوصاً اس شخص کو جو عمر میں آگے جا چکا ہے کہ اس کی شہوت ضعیف ہو گئی ہے اس کی قوت کمزور پڑ گئی ہے اور حواس تھک چکے ہیں نشاط میں فتور آ چکا ہے اور بال سفید ہو گئے اسے چاہئے کہ اپنی ان مفقود چیزوں سے عبرت پکڑے اور مفقود ہو جانے والے لوگوں کا تذکرہ چھوڑے کہ خود اس کے اپنے ایسے احوال ہیں جو دوسروں کی طرف التفات کے بجائے کافی ہیں۔

☆......جب عقل کمال پاتی ہے تو لذت دنیا ناپید ہو جاتی ہے، جسم لاغر ہو جاتا ہے، بیماری قوت پکڑ لیتی ہے، غم شدید ہو جاتا ہے اس لئے کہ عقل جب بھی نتائج پر غور کرتی ہے تو دنیا سے اعراض کر لیتی ہے اور جن نتائج پر غور کرتی ہے، انہیں کو ہی دیکھتی ہے۔ دنیا کی کسی شے میں اسے لذت محسوس نہیں ہوتی یہاں کی لذت تو آخرت سے غافل لوگ ہی پاتے ہیں اور کامل عقل والا غافل نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسے لوگوں سے میل ملاقات کی ہمت ہی نہیں ہوتی جیسے وہ کسی اور جنس کے لوگوں میں سے ہو جیسا کہ شاعر کہتا ہے آبادیوں میں اپنا کوئی غم خوار نہیں جس کے ساتھ باہم نجد کی باتیں کر سکیں اور نہ کوئی دوست رہا ہے جسے رفیق سفر بنا سکیں۔

خیالاتِ فاسدہ

اہل طبیعات کا خیال ہے کہ موجودات کا مادہ پانی، مٹی، آگ اور ہوا ہے اور قیامت میں یہ مادی عناصر اربعہ جب فنا ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ حیات روحیہ کا اعادہ فرمائے گا تو پتہ چل جائے گا کہ موجودات قدرت کی بنیاد پر تھیں عناصر کی تاثیر کی بناء پر نہ تھیں۔ میں کہتا ہوں جسے بعث کے مسئلہ میں اعتراض ہے اس نے حکمت کو عیب لگانے کی انتہا کر دی ہے اور جو شخص روح کو عرض (کیفیت) مانتا ہے وہ بعث (دوبارہ اٹھنے) کا منکر ہے اس لئے کہ عرض تنہا باقی نہیں رہتی اور جسم مٹی ہو جائیں گے اب اگر کوئی چیز موجود ہوئی تو وہ ابتدائی پیدائش ہی سے ہو سکتی ہے، ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ نفوس کو بعینہ ان کے جسم اور روح کے ساتھ دوبارہ لوٹائے گا۔ دلیل یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی سابقہ گفتگو اور ہم کلامیاں دہرائیں گے "قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ قَرِیْنٌ" ان میں سے ایک کہے گا میرا ایک ساتھی ہوا کرتا تھا الخ۔ اس کی عزت کی قسم ابتداء خلق میں اس کا لطف و کرم ہی انتہا پر دلالت کرتا ہے۔ والدین کے دلوں میں رافت و محبت پیدا فرمائی، پستانوں سے دودھ کے چشمے پھوٹے، غذائیں پیدا فرمائیں اور عقل کو نتائج و انجام پر مطلع فرمایا۔ اس تدبیر کے بعد کیا بھلا یہ بات اچھی لگتی ہے کہ وہ جہاں کو یوں ہی بے معنی چھوڑ دے گا اور موت کے بعد کسی کو نہ اٹھائے گا۔ کیا تجھے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ جس نے اپنی معرفت کو عام کرنا پسند فرمایا اور مخلوق بنائی وہ اس بات کو ترجیح دے گا کہ وہ ان سب کو معدوم کر دے اور اس کے عرفان و معرفت اور قدر و منزلت کے چراغ جہالت کے تاریک پردوں میں پھر سے گم ہو کر رہ جائیں۔ بس وہ ذات پاک ہے جس نے اکثر قلوب کو اپنی معرفت سے اندھا اور بے بہرہ کر دیا ہے۔ (صید الخاطر)

Scanned with CamScanner

(21)

حضرت سیدی ابن مسعود رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سیدی ابن مسعود میں اکابر اولیاء سے ہیں۔ نفعنا اللہ تعالیٰ ببرکاتہم فی الدنیا والآخرہ۔ آپ جنگل میں رہتے تھے۔ ایک شخص نے بیل نذر مانا۔ جب وہ خوب موٹا تازہ ہوگیا تو اس کو لے کر حضرت کی خدمت میں چلا۔ طاقتور بہت تھا۔ راستے میں چھوٹ گیا۔ ہر چند تلاش کیا نہ ملا۔ خیر مایوس ہو کر لوٹ آیا۔ ایک اور شخص کہ اس کے پاس ایک ہی بیل تھا تمام کھیتی وغیرہ کا کام اسی سے لیتا۔ نہایت لاغر و نحیف ہوگیا تھا۔ لے کر حاضر ہوا۔ عرض کیا: حضرت! میرے رزق کا ذریعہ یہی بیل ہے۔ دعا فرمایئے۔ یہ دبلا بہت ہے اس میں طاقت آجائے۔ آپ کے پاس چند شیر بیٹھے تھے۔ ایک کو اشارہ فرمایا وہ گیا اور اس بیل کا شکار کیا اور کچھ کھایا پھر دوسرے کو اشارہ کیا وہ گیا اور کچھ کھایا۔ اسی طرح سب نے کھایا اور وہ بیل ختم ہوگیا۔ یہ شخص اپنے دل میں کہنے لگا میں اچھی دعا کرانے آیا تھا کہ میرا بیل بھی ہاتھ سے گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک اچھا موٹا تازہ بیل آیا جو اس آدمی سے چھوٹ گیا تھا اور سامنے آکر مودب کھڑا ہوگیا۔ فرمایا: اسے اس کے بدلے میں لے لے۔ اس نے لے تو لیا لیکن دل میں یہ خطرہ گزرا کہ یہ شیر حضرت کی خدمت میں بیٹھے ہیں۔ حضرت کے سامنے تو کچھ نہیں بولتے یہاں سے جانے پر مجھے اور اس بیل کو کھالیں گے۔ آپ کو فوراً اس کے خطرۂ دلی پر اطلاع ہوگئی۔ فرمایا: ''شیروں سے ڈرتے ہو۔'' اس کے دل میں یہ خطرہ آیا کہ معلوم نہیں کس کا بیل ہے۔ کوئی پوچھے تو کیا کہوں گا۔ خود ہی فرمایا: ''تم سے کوئی نہ بولے گا۔'' ایک شیر کو اشارہ فرمایا وہ ان کے ساتھ کتے کی طرح ہو

لیا اور اس کی اور اس کے بیل کی حفاظت کی۔ آبادی کے قریب آکر وہ شیر واپس چلا گیا۔

(الملفوظ 4)

ملفوظات اعلیٰ حضرت

سچ ہے: من کان للہ کان اللہ لہ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اس کے سب ہو جاتے ہیں کیونکہ خدا اس کا ہو جاتا ہے۔ یہ شان ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی کہ جنگل کے شیر بھی ان کے غلام اور ان کے لئے رام ہو جاتے ہیں۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

''تو اپنی گردن حکم الٰہی سے نہ پھیر۔ تیرے حکم سے کوئی اور گردن نہ پھیرے گا۔''

تم نے زبانیں سیدھی کی ہیں اور ہم نے دلوں کی

ایک صاحب اولیائے کرام میں سے تھے۔ ان کی خدمت میں دو عالم حاضر ہوئے۔ آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ تجوید کے بعض قواعد مستحبہ ادا نہ ہوئے۔ ان کے دل میں خطرہ گزرا کہ اچھے ولی ہیں جن کو تجوید بھی نہیں آتی۔ اس وقت تو حضرت نے کچھ نہ فرمایا۔ مکان کے سامنے ایک نہر جاری تھی۔ یہ دونوں صاحب نہانے کے واسطے وہاں گئے۔ کپڑے اتار کر کنارے پر رکھ دیئے اور نہانے لگے۔ اتنے میں ایک نہایت مہیب (ہیبت ناک) شیر آیا اور سب کپڑے جمع کر کے ان پر بیٹھ گیا۔ یہ صاحب ذرا ذرا سی لنگوٹیاں باندھے ہوئے تھے۔ اب نکلیں تو کیسے؟ علماء کی شان کے بالکل خلاف۔ جب بہت دیر ہوگئی حضرت نے فرمایا: ''بھائیو ہمارے دو مہمان سویرے آئے تھے وہ کہاں گئے؟'' کسی نے کہا: ''حضور وہ تو اس مشکل میں ہیں۔'' تشریف لے گئے اور شیر کا کان پکڑ کر ایک طمانچہ مارا۔ اس نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ آپ نے اس طرف مارا اس نے اس طرف منہ پھیر لیا۔ فرمایا: ''ہم نے نہیں کہا تھا کہ ہمارے مہمانوں کو نہ ستانا۔ جا چلا

Scanned with CamScanner

جا۔ شیر اٹھ کر چلا گیا پھر ان صاحبوں سے فرمایا: ''تم نے زبانیں سیدھی کی ہیں اور ہم نے قلب سیدھا کیا۔'' یہ ان کے دل میں پیدا ہونے والے خطرے کا جواب تھا۔ (الملفوظ 3)

فائدہ: احکام شرعیہ کی پابندی سے کوئی ولی' کیسا ہی عظیم کیوں نہ ہو' سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ بعض جہال جو یہ بک دیتے ہیں کہ شریعت تو راستہ ہے خدا تک پہنچنے کا اور راستہ کی حاجت ان کو ہے' جو مقصود تک نہ پہنچے ہوں ہم تو پہنچ گئے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: ''وہ سچ کہتے ہیں بے شک پہنچے مگر کہاں؟ جہنم کو۔''

البتہ اگر مجذوبیت سے عقل تکلیفی زائل ہوگئی ہو جیسے غشی والا' تو اس سے قلم شریعت اٹھ جائے گا۔ مگر یہ بھی سمجھ لو جو اس قسم کا ہوگا اس کی ایسی باتیں کبھی نہ ہوں گی۔ شریعت کا مقابلہ کبھی نہ کرے گا۔ (حکایات رضویہ)

(22)

کامل و اکمل خاتون

سیّدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا وہ عظیم خاتون ہیں جن کے بارے میں مورخین نے لکھا ہے کہ وہ ہر لحاظ سے کامل اور اکمل خاتون تھیں یعنی نسب کے اعتبار سے' شرافت کے اعتبار سے' اخلاق کے لحاظ سے' کردار کے اعتبار سے' مال و دولت' نجابت و سیادت اور لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی میں وہ اپنے دور کی یکتا شخصیت تھیں۔ بلاشبہ جس نے بھی ان کو پہلی مرتبہ ''طاہرہ'' کے لقب سے ملقب کیا اس نے سو فیصد درست لقب سے پکارا اور یاد کیا۔

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جس ماحول میں پیدا ہوئیں' ہوش سنبھالا' پلیں بڑھیں اور جوان ہوئیں اور جس معاشرے میں رہیں' وہ معاشرہ کفر و شرک سے بھرا پڑا تھا' لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے' شعر و شاعری کا دور دورہ تھا' گلوکارائیں گاتیں اور لوگوں کا دل لبھاتی تھیں مگر اس ماحول میں بھی کچھ گھرانے ایسے ضرور تھے جو شرک اور کفر سے متنفر تھے۔ وہ ایسے ماحول سے دور تھے جس میں بچیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا اور اپنے خاندان کے کارناموں پر فخر کیا جاتا تھا۔

ابن اسحاق نے ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ بیت اللہ شریف میں ایک مرتبہ قریش کی عورتیں اپنے کسی تہوار کی مناسبت سے جمع تھیں۔ ''ہبل'' کا بت صحن کعبہ میں نصب تھا۔ اس کے اردگرد بہت سارے چھوٹے چھوٹے بت رکھے ہوئے تھے' جو لوگ عمرہ یا حج کے لئے آتے وہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ان بتوں کے سامنے بھی جبین نیاز جھکایا

Scanned with CamScanner

کرتے‘ ان سے مدد طلب کرتے اور فریادیں کیا کرتے۔ قریشی خواتین کے مذکورہ مجمع میں سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں کہ ایک یہودی ان کے پاس سے گزرا۔

ایک یہودی کی گفتگو

خواتین کے اس گروہ میں ہر عمر کی خواتین شامل تھیں۔ بچیاں‘ نوعمر‘ جوان‘ ادھیڑ عمر کی‘ بڑی بوڑھیاں‘ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ سب بتوں کے پاس سے گزر رہی تھیں۔ یہ انہیں اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتی تھیں۔ یہودی کچھ دیر تک ان کی طرف غور سے دیکھتا رہا...... پھر گویاں ہوا:

”معزز و مکرم خواتین! عنقریب آپ لوگوں میں ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔ تم میں سے جو بھی اس نبی کی زوجہ بن سکے تو ایسا ضرور کرے۔“

عورتوں کی گفتگو اس یہودی کے اعلان میں دب گئی تھی۔ انہوں نے بڑے تعجب سے اس کی بات سنی اور پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگیں۔ یہ کون آدمی ہے جو اس قسم کی گفتگو کر رہا ہے‘ اس کا یہ بات کرنے سے مطلب اور مقصد کیا ہے؟

پھر ان میں سے بعض عورتوں نے خود ہی جواب دیا۔ یہ شخص مکہ کا رہنے والا نہیں ہے کیونکہ ہم مکہ کے ہر شخص کو جانتی اور پہچانتی ہیں۔ یہ یہودی ہے اور باہر سے یہاں آیا ہے۔ ایک کہنے لگی یہ شخص تو ہمارے ساتھ اور ہمارے معبودوں کے ساتھ مذاق کر رہا ہے‘ ہمارے خداؤں کی توہین کر رہا ہے‘ چنانچہ بعض عورتوں نے اسے برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ کچھ نے تو صحن سے کنکریاں اٹھا کر اسے مارنی شروع کر دیں۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا ہر عورت نے اس یہودی کو ذلیل اور بے عزت کرنے میں کچھ نہ کچھ ضرور حصہ لیا مگر سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ انہوں نے بتوں کے دفاع میں یہودی کے خلاف کچھ بھی کہنے سے گریز کیا اور اس موقع پر خاموشی سے کام لیا۔ (سبل الہدیٰ‘ 164/2) اس واقعے سے پتہ چلتا ہے کہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا قبل از اسلام بھی نیک فطرت تھیں اور مشرکین اور ان کے خداؤں سے کوئی ہمدردی نہ رکھتی تھیں۔

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے قوم قریش میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کا تذکرہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ انہوں نے پہلے بھی سن رکھا تھا کہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک سچا نبی آنے والا ہے‘ ایسی بات وہ اپنے چچازاد ورقہ بن نوفل سے بھی سن چکی تھیں۔ یہودی سے یہ تذکرہ سننے کے بعد یقیناً وہ اس پر غور و فکر کرنے لگ گئی تھیں اور یہ بات یقیناً عقل و منطق کے عین مطابق بنتی تھی۔ جہاں تک ان کے چچازاد ورقہ بن نوفل کا تعلق تھا تو وہ کھلے عام قریش کو ملامت کیا کرتے اور ان کو روکا ٹوکا کرتے تھے۔ وہ ان سے کہا کرتے تھے کہ تم لوگوں نے دین ابراہیمی کو چھوڑ کر شرک و بت پرستی اختیار کر لی ہے۔ وہ انہیں ایک رب کی عبادت کی دعوت دیتے اور انہیں عار دلاتے کہ تمہارے جد امجد ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کو خالص اللہ کی عبادت کے لئے بنایا تھا مگر تم نے اس میں ہبل کا بت سجا رکھا ہے۔

نیکی کی قدردان سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ورقہ بن نوفل کے ان خیالات کی نہ صرف قدردان تھیں بلکہ ان کے دل میں ورقہ کا بے حد احترام بھی تھا۔ اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ورقہ نے اس آزاد ماحول میں نہ صرف یہ کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے دین کو اپنایا ہوا تھا بلکہ انہوں نے شراب کو بھی اپنے اوپر حرام کیا ہوا تھا۔ وہ جوئے سے مکمل اجتناب کرتے تھے۔ وہاں ایک بزرگ شخصیت زید بن عمرو بن نفیل بھی تھے جو بیت اللہ کے سائے میں کھڑے ہو کر قریش سے کہا کرتے تھے۔ قریشیو! اللہ کی قسم! میرے سوا تم میں سے کوئی بھی دین ابراہیمی پر قائم نہیں رہا اور یہ زندہ درگور کی جانے والی بچیوں کو بچا لیتے تھے یعنی ایسی بچیاں جن کے والد انہیں زندہ درگور کرنا چاہتے ان کو مال دے کر چھڑوا لیا کرتے۔ انہیں جب معلوم ہوتا کہ کوئی شخص اپنی بیٹی کو زندہ درگور کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کے پاس جاتے۔ اسے یا تو قائل کرتے کہ وہ اپنی بیٹی کو زندہ دفن نہ کرے یا اس سے یہ بیٹی لے لیتے اور خود اس کی پرورش شروع کر دیتے۔ (صحیح البخاری‘ حدیث 3828) اس کار خیر میں

Scanned with CamScanner

ورقہ بن نوفل بھی ان کے ساتھ شامل رہتے تھے۔ واضح رہے کہ زید بن عمرو بن نفیل مشہور صحابی اور عشرہ مبشرہ میں سے ایک سیّدنا سعید رضی اللہ عنہ کے والد تھے۔ ان کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: یہ زید بن عمرو روز قیامت تنہا ایک امت کے طور پر اٹھائے جائیں گے۔ (المستدرک للحاکم' 440/3) یہ ساری گزارشات کرنے کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ مکہ مکرمہ کے اچھے اور اعلیٰ گھرانوں میں بنو اسماعیل میں سے ایک رسول کی تشریف آوری کوئی انوکھی بات نہ تھی۔

(23)

نوح علیہ السلام کا بیٹا

کہتے ہیں جب حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کی نافرمانی سے عاجز آ گئے تو انہوں نے پروردگار سے دعا کی کہ یا الٰہی اس نافرمان قوم پر اپنا عذاب بھیج۔ خدا نے حضرت نوح علیہ السلام کی یہ دعا قبول کی اور کہا کہ میں عنقریب زمین پر ایک زبردست سیلاب نازل کرنے والا ہوں' تو اپنے اور اہل وعیال کے لئے ایک کشتی بنا لے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس حکم کے مطابق کشتی بنالی۔ وقت مقررہ پر پانی کا طوفان آیا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے نافرمان اور ضدی بیٹے کنعان سے کہا اے بیٹے اگر سلامتی چاہتا ہے تو اس کشتی میں آ جا ورنہ ڈوب جائے گا۔

کنعان تیراکی کے فن میں ماہر تھا اور اس کے دماغ میں تیراک ہونے کا غرور سمایا ہوا تھا۔ اس نے بڑی حقارت سے جواب دیا ''اے نوح' تو ہمارا دشمن ہے۔ ہمیں تیری اس کشتی کی ضرورت نہیں۔ میں پانی میں تیرنا اچھی طرح جانتا ہوں۔ میری شمع اندھیرے میں راہ دکھانے کے لئے میرے پاس موجود ہے۔ پھر مجھے تیری شمع کی کیا پروا ہے؟''

حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: ''بیٹا' ایسا کلمہ زبان سے نہ نکال۔ یہ طوفان ایک مہیب بلا ہے۔ تیری ساری تیراکی دھری کی دھری رہ جائے گی۔ کہاں تک تیرے گا؟ ہاتھ پاؤں شل ہو کر جواب دے جائیں گے۔ اس طوفان بلا خیز کے ہولناک جھکڑ ساری شمعوں کو گل کر دیں گے۔ ہاں ایک حق کی شمع جلتی رہے گی۔ آ! میری بات مان لے اور کشتی میں سوار ہو جا۔''

Scanned with CamScanner

بیٹے کی حماقت

کنعان نے قہقہہ لگا کر کہا: ''اے نوح! تو میری فکر مت کر میں سب سے اونچے پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا اور پہاڑ کی چوٹی پر پانی ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔''

یہ سن کر حضرت نوح علیہ السلام پکار اٹھے ''اے بے خبر! خبردار! ایسا نہ کر۔ اس طوفان میں بڑے سے بڑا پہاڑ بھی گھاس کے ایک حقیر تنکے کے برابر ہے اور خدا اپنے دوستوں کے سوا کسی کو اس بلائے عظیم سے نجات نہ دے گا۔ میری نصیحت مان ضد اور غرور چھوڑ دے اس کشتی میں آ جا تا کہ سلامت رہے۔''

کنعان نے کہا: ''اے نوح! میں نے پہلے تیری نصیحت کب مانی تھی کہ اب مانوں گا تو ایسی بات کی توقع ہی مجھ سے کیوں کرتا ہے کہ میں تجھے سچا جان لوں گا۔ یاد رکھ میں دونوں جہانوں میں تجھ سے الگ ہوں۔''

غرض حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو سمجھانے بجھانے اور خدا کے عذاب سے ڈرانے کی بہتیری کوشش کی لیکن اس بدبخت نے ایک نہ سنی۔ ابھی یہ بحث و تکرار جاری تھی کہ ایک سر بفلک اور تیز و تند موج آئی اور کنعان کے پرخچے اڑاتی ہوئی نکل گئی۔ بیٹے کا یہ عبرت خیز حشر دیکھ کر حضرت نوح علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور بارگاہ ایزدی میں کہنے لگے ''اے رحیم و کریم اور تمام جہانوں کے مالک! تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے لوگ طوفان سے محفوظ رہیں گے۔ پھر یہ کیا ہوا؟''

حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے نوح علیہ السلام جسے ہم نے عرق کیا وہ تیرے لوگوں میں سے نہ تھا۔ تجھے خود نیلے اور سفید کی پہچان نہ رہی۔ دیکھ! جب تیرے دانت میں کیڑا لگ جائے تب اس دانت کو اکھڑوا دے۔ بے شک وہ دانت تیرے ہی جسم کا حصہ ہے لیکن جب وہ تکلیف دیتا ہے تو اس سے بیزار ہو جاتا ہے اور سوچتا کہ اس کا نکال ڈالنا ہی بہتر ہے ورنہ باقی دانت بھی بے کار ہو جائیں گے۔''

حضرت نوح علیہ السلام کا اظہارِ عجز

یہ سن کر نوح علیہ السلام نے بارگاہِ ایزدی میں سجدہ کیا اور کہنے لگے ''اے پروردگار میں پناہ مانگتا ہوں اور تیری ذات کے سوا غیر سے بیزار ہوں۔ پس مجھے معاف کر دے۔''

ارشاد ہوا ''اے نوح علیہ السلام وہ سب نافرمان جو اس طوفان میں غرق ہوئے اگر تو چاہے تو ان سب کو ایک آن میں دوبارہ پیدا کر دوں۔ ایک کنعان کے لئے میں تجھے آزردہ نہ کروں گا لیکن پھر کہتا ہوں کہ وہ تیری ذریت سے نہیں۔''

یہ کلام سنتے ہی نوح علیہ السلام نے عرض کیا: ''اے میرے رب میں ایسا نہیں چاہتا۔ میں تو تیرے ہر کام میں راضی ہوں۔ اگر تجھے منظور ہو تو مجھے بھی غرق کر دے۔ میں راضی برضا رہوں گا۔ اگر تو مجھے ہلاک کرے گا تو وہ موت ہی میری زندگی بن جائے گی۔ میں تیری ذات کے سوا کسی پر نظر نہ رکھوں گا۔''

سچ ہے جو خدا کی طرف نظر رکھے وہی صاحب عز و جاہ ہے اور جو خدا کے سوا غیر پر نگاہ کرے وہ ذلیل و خوار اور کفر میں مبتلا ہوا۔ (حکایات مثنوی)

Scanned with CamScanner

(24)

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی حضور ﷺ سے محبت

عظیم الشان صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:
جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روئے اور کہا خدا کی قسم! ہمیں یہ بات زیادہ پسند تھی کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مرتے۔ اس لئے ہمیں ڈر ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کہیں خوف میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ (اخرج مالک)

☆......جلیل القدر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آخری گفتگو شروع فرمائی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے غسل وغیرہ کی کیفیت معلوم کی۔ پھر عرض کیا: حضور! ہم میں سے جنازہ کون پڑھائے گا' یہ کہہ کر ہم رو دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھہرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری ترتیب بیان فرمائی۔ (اخرج البزار کذانی المجمع' ج 9' ص 25)

☆......خلیفہ دوم سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم رو دیئے۔ جب لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے دیکھا تو سب رو پڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میت کو دل کے غم اور آنسوؤں کے جاری ہونے سے عذاب نہیں دیتا' بلکہ زبان سے آہ و فریاد کرنے سے عذاب دیتا ہے۔ (کتاب الکبائر للذہبی' ص 140)
یہ ہے حوصلہ میرے نبی کا (صلی اللہ علیہ وسلم)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ
جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: لوگوں کو جمع کرو۔ جب سب مہاجر و انصار جمع ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی اور پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد ایسا فصیح اور بلیغ خطبہ پڑھا جس سے لوگوں کے دل ڈر گئے اور آنسو جاری ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! میں تمہارا نبی اور نصیحت کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا تھا اور میں تمہارے لئے شفیق بھائی اور مہربان باپ کی طرح تھا۔ اگر کسی شخص پر میں نے ظلم کیا ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ اٹھے اور مجھ سے بدلہ لے لے۔ قیامت کے دن سے پہلے۔ پس کوئی نہ اٹھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو تین مرتبہ فرمایا۔ اس کے بعد عکاشہ بن محصن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوئے اور پھر عرض کیا: میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں' اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار ارشاد نہ فرماتے تو میں کھڑا ہی نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ میں سفر جہاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا' میری سواری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے برابر ہوگئی' تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چھڑی اٹھائی جس سے اونٹنی کو ہانکتے تھے اور میری کمر پر ماری' نہ معلوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصداً مارا یا اونٹنی کو مارنے کے لئے چھڑی اٹھائی اور مجھے لگ گئی' تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عکاشہ! تعجب ہے' کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے مارنے کا قصد کرے گا؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جاؤ فاطمہ کے گھر سے میری چھڑی لاؤ۔ پس بلال رضی اللہ عنہ مسجد سے اس حال میں نکلے کہ ان کا ہاتھ سر پر

Scanned with CamScanner

تھا (غم اور پریشانی کی وجہ سے) اور کہہ رہے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج اپنی طرف سے بدلہ دے رہے ہیں۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میرے والد آج چھڑی کو کیا کریں گے؟ عرض کیا: اپنی طرف سے بدلہ دیں گے‘ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ کون ہے جس کے دل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ لینے کو گوارا کر لیا ہے؟

اے میرے آقا! میں بھلا آپ سے بدلہ لوں گا؟

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے وہ چھڑی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھڑی عکاشہ رضی اللہ عنہ کو دے دی۔ جب یہ حالات حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم نے دیکھے تو کھڑے ہو گئے اور کہا اے عکاشہ! ہم تیرے سامنے ہیں‘ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ ہم سے بدلہ لے لے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں بیٹھ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارا مرتبہ پہچانا ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا میں زندہ ہوں‘ آ تو اپنے ہاتھ سے مجھ سے بدلہ لے لے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! پہچانا اللہ تعالیٰ نے تیرا مرتبہ اور تیری نیت۔ پھر کھڑے ہوئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ اور فرمایا: اے عکاشہ رضی اللہ عنہ ہم نواسہ ہائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں‘ ہم سے بدلہ لینا گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ لینا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے نور العین تم بیٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا: اسے اگر بدلہ لینا ہے تو لے لے‘ تو حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مارا تھا تو میرا بدن ننگا تھا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدن سے کپڑا ہٹا دیا۔ یہ دیکھ کر سب مسلمان رونے لگے۔ جب حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خوبصورت جسم کو دیکھا تو اس پر سر جھکا کر پیٹھ مبارک کا بوسہ لیا اور عرض کیا: میری جان آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کون شخص آپ سے بدلہ لے کر خوش ہو گا۔ میں نے

یہ سارا کام اس لئے کیا کہ میرا جسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے مَس ہو جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت وحرمت سے اللہ تعالیٰ مجھ کو نارِ جہنم سے بچا لے۔ یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے جنتی شخص کو دیکھنا ہو‘ اس کو دیکھ لے۔ یہ سن کر سب لوگ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی چومنے لگے اور مبارکباد دینے لگے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی)

(25)

جبریل امین علیہ السلام کی رفتار

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: اے جبرائیل! کبھی تمہیں آسمان سے مشقت کے ساتھ بڑی جلدی اور فوراً زمین پر اترنا پڑا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ مجھے فی الفور بڑی سرعت کے ساتھ زمین پر اترنا پڑا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ چار مرتبہ کس موقع پر؟

(۱) جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: ایک تو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو اس وقت میں عرش الٰہی کے نیچے تھا۔ مجھے حکم ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام! خلیل کے آگ میں پہنچنے سے پہلے پہلے فوراً میرے خلیل کے پاس پہنچو چنانچہ میں بڑی سرعت کے ساتھ فوراً خلیل علیہ السلام کے پاس پہنچا۔

(۲) دوسری بار جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن اطہر پر چھری رکھ دی گئی تو مجھے حکم ہوا کہ چھری چلنے سے پہلے ہی زمین پر پہنچوں اور چھری کو الٹا دوں چنانچہ میں چھری چلنے سے پہلے ہی زمین پر پہنچ گیا اور چھری کو چلنے نہ دیا۔

(۳) تیسری مرتبہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کنویں میں گرایا تو مجھے حکم الٰہی ہوا کہ میں یوسف صلی اللہ علیہ وسلم کے کنویں کی تہہ تک پہنچنے سے پہلے زمین پر پہنچوں اور کنویں سے ایک پتھر نکال کر حضرت یوسف علیہ السلام کو اس پتھر پر بآرام بٹھا دوں چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔

اگر میرے نبی کا خون زمین پر گر گیا تو......

(۴) اور چوتھی مرتبہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ کافروں نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دندان مبارک شہید کیا تو مجھے حکم الٰہی ہوا کہ فوراً زمین پر پہنچوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کا خون زمین پر نہ گرنے دوں اور زمین پر گرنے سے پہلے ہی میں وہ خون اپنے مبارک ہاتھوں میں لے لوں۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! خدا نے مجھے فرمایا تھا۔ جبرائیل! اگر میرے محبوب ((صلی اللہ علیہ وسلم)) کا یہ خون زمین پر گر گیا تو قیامت تک زمین میں سے نہ کوئی سبزی اگے گی اور نہ کوئی درخت چنانچہ میں بڑی سرعت کے ساتھ زمین پر پہنچا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک کو اپنے ہاتھ پر لے لیا۔ (روح البیان)

یاد رکھو: انبیاء کرام علیہم السلام کی بہت بڑی بلند شان ہے کہ جبرائیل امین علیہ السلام بھی ان کا خادم ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کروڑوں پدموں میل کا طویل سفر اللہ والے پل بھر میں طے کر لیتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

(26)

ماں کے پیٹ میں پندرہ پارے یاد کر لئے

حضرت خواجہ قطب الحق والدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ کی عمر جس دن چار برس چار مہینے چار دن کی ہوئی تو تقریب بسم اللہ مقرر ہوئی۔ لوگ بلائے گئے۔ حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما ہوئے۔ بسم اللہ پڑھانا چاہی مگر الہام ہوا کہ ٹھہرو حمید الدین ناگوری آتا ہے وہ پڑھائے گا۔ ادھر ناگور میں قاضی حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو الہام ہوا کہ ”جلد جا کر میرے ایک بندے کو بسم اللہ پڑھا۔“ قاضی صاحب فوراً تشریف لائے اور آپ سے فرمایا: ”صاحبزادے پڑھئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔“ آپ نے پڑھا اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اور شروع سے لے کر پندرہ پارے حفظ سنائے۔ حضرت قاضی صاحب نے اور خواجہ صاحب نے فرمایا: ”صاحبزادے آگے پڑھئے“ فرمایا: ”میں نے اپنی ماں کے شکم میں اتنے ہی سنے تھے اور اسی قدر ان کو یاد تھے وہ مجھے بھی یاد ہو گئے۔“ (الملفوظ)

یاد رہے! (1) بسم اللہ کرانے کی کوئی عمر شرعاً مقرر نہیں۔ ہاں مشائخ کرام کے یہاں چار برس چار مہینے چار دن مقرر ہیں۔

(2) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کو ”کاکی“ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت کو ایک مرتبہ چند فاقہ ہوئے تھے اور گھر بھر میں کسی کے پاس کچھ کھانے کو نہ تھا۔ اس وقت آسمان سے آپ کے واسطے کاکیں آئی تھیں یوں کاکی مشہور ہو گئے۔ کاک کلچے کو کہتے ہیں اور کلچہ روغنی روٹی کو۔ (حکایات رضویہ)

(27)

اعتراض کرنے والا ہلاک ہو گیا

وہ ذات پاک ہے جو اپنی خلق کے ذریعہ اتنا ظاہر ہوا کہ کچھ خفا باقی نہ رہا اور خفی اتنا کہ گویا کچھ بھی ظہور نہیں۔ بھلا ان مصنوعات سے بڑھ کر ظہور کی کیا صورت ہو سکتی ہے کہ ان میں سے ہر ایک پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ میرا بنانے والا یقیناً موجود ہے جس نے مجھے بنایا اور قانون حکمت کے مطابق ترتیب دیا خصوصاً یہ آدمی جسے اس نے ایک قطرہ سے پیدا کیا اور عجیب ترین قطرہ پر اس کی تعمیر فرمائی اسے فہم، ذہن، بیدار مغز اور علم عطا فرمایا اس کے لئے زمین کا فرش بچھایا، پانی اور ہوا چلائی، کھیتیاں اگائیں اور پھر آسمان کا بلند سائبان لگایا اور دن میں اس کے لئے سورج کا چراغ روشن کیا اور سکون لینے کو تاریکی بھی بنائی، اسی قسم کی اور بھی بہت سی چیزیں بنائیں کہ سب کی سب اپنی فصیح زبان میں اپنے خالق کے وجود کے دلائل سناتی ہیں۔ غرض ان افعال کے ذریعہ خالق سبحانہ وتعالیٰ اتنا واضح اور ظاہر ہے کہ خفا کی گنجائش نہیں...... پھر اس نے اپنے رسول بھیجے جو دنیا کے لحاظ سے نادار، بدن کے نحیف و نزار اور ان کے ذریعہ بڑے بڑے جباروں اور سرکشوں کا غرور توڑا۔ ان کے ہاتھوں میں وہ معجزات ظاہر فرمائے جو انسانی قدرت میں نہ آسکتے۔ یہ سب بھی حق کی آواز لگاتے ہیں اور ان کے ذریعہ بھی بندوں کے سامنے اس کا ظہور ہو رہا ہے......

خدا کی شانیں نبیوں کے ذریعے دیکھو

پھر موسیٰ علیہ السلام دریا پر آتے ہیں وہ پھٹ جاتا ہے اور کوئی شک باقی نہیں رہتا

Scanned with CamScanner

کہ خالق سبحانہ نے یہ فعل کیا ہے۔عیسیٰ علیہ السلام مردہ کو بلاتے ہیں وہ اٹھ بیٹھتا ہے۔وہ پرندوں کے غول بھیجتا ہے جو بیت اللہ کی حفاظت کرتے ہیں اور حملہ آور ہلاک ہو جاتے ہیں۔غرضیکہ یہ طویل سلسلہ ہے جو خالق سبحانہ وتعالیٰ کی تجلی پر دلالت کرتا ہے جس میں ذرہ بھر خطاء نہیں ہے پس جب عقلاء کے نزدیک یہ بلا ریب وشک ظہور ہو گیا اور پھر ایسی چیزیں دیکھنے میں آتی ہیں جو گویا اس ظہور پر پردہ ڈال رہی ہیں مثلاً اولیاء پر اعداء کا تسلط ہوتا ہے وغیرہ تاہم جب تجلی اور ظہور ایسے دلائل سے ثابت ہے جن میں تاویل کی گنجائش نہیں تو معلوم ہوا کہ اس خفا میں بھی کوئی راز ہے جو ہمارے علم میں نہیں ہے اور ایسے وقت عقل پر ذات حکیم کے لئے تسلیم فرض ہوتی ہے پھر جو مان گیا بچ گیا اور جس نے اعتراض کیا وہ ہلاک ہوا۔(صید الخاطر لابن جوزی)

(27)

دو دوستوں کی آپس میں ملاقات

ایک مرتبہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ایک پرانا دوست دور دراز کے کسی ملک سے آپ علیہ السلام کی ملاقات کو آیا۔حضرت یوسف علیہ السلام اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور چونکہ دونوں گہرے دوست تھے اس لئے بے تکلفی اور محبت کے گاؤ تکیے پر ٹیک لگا کر بیٹھے۔دوست نے یوسف علیہ السلام سے ان کے بھائیوں کے ظلم اور حسد کا حال پوچھا تو آپ نے جواب دیا:''وہ قصہ اصل میں زنجیر آہنی (آزمائش) تھا اور میں شیر نر۔ظاہر ہے کہ زنجیر آہنی میں جکڑے جانے کے باوجود شیر' شیر ہی رہتا ہے' گیدڑ نہیں بن جاتا اور اس کی کوئی بے عزتی نہیں ہوتی۔اگر شیر نر کی گردن میں طوق آہنی پڑا ہوا ہو تب بھی وہ بادشاہ ہی ہوتا ہے۔''

حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان سے یہ بات سن کر دوست نے آفرین کہی' پھر پوچھا:''اچھا' یہ بتاؤ کہ تم پر کنعان کے کنویں اور مصر کے قید خانے میں کیا گزری؟''

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:''وہی گزری جو چاند گرہن اور زوال کی راتوں میں چاند پر گزرتی ہے۔''خیر یہ باتیں تو ہوتی رہیں گی یہ بتا تو میرے لئے کیا تحفہ لایا؟ کیا تو نے سنا نہیں کہ دوستوں کے گھر خالی ہاتھ آنا ایسا ہی ہے جیسے پن چکی پر بے گیہوں کے چلے جانا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے آئینے کا تحفہ

حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان سے یہ بات سنی تو دوست ندامت سے گردن

جھکا کر سوچنے لگا اور کوئی جواب نہ دیا۔ جب انہوں نے دوبارہ پوچھا تو وہ رونکھا سا ہو کر کہنے لگا: ''ارے بھائی کیا کہوں بہت شرمندہ ہوں۔ تمہارے لائق کوئی تحفہ نہ لا سکا۔ بہت سوچا' بہت سوچا مگر کوئی چیز نظر میں ایسی نہ جچی جو تمہارے قابل ہو۔ بھلا میری کیا مجال کہ گوہر کے ایک چھوٹے سے دانے کو جواہر کی اتنی بڑی کان میں لاتا' یا ایک حقیر قطرے کو بحرِ بے کراں تک پہنچاتا۔ اگر اپنا دل و جگر بھی تیرے لئے بطور تحفہ لاتا تو اس حق سے عہدہ برانہ ہوسکتا تھا۔ تیرا حسن وہ حسن بے مثال ہے جس نے مجھے عاجز کر دیا' اس لئے یہی سوجھی کہ نورِ قلب کی مانند ایک آئینہ تیرے لئے لاؤں تاکہ تو اپنی پیاری صورت اس میں دیکھے اور پھر مجھے یاد کرے۔''

یہ کہہ کر اس نے آئینہ نکال کر حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا' کیوں کہ کہتے ہیں: حسینوں کے آگے جب آئینہ آتا ہے تو پھر وہ اسی میں محو ہو جاتے ہیں اور اپنا تماشا آپ کرتے ہیں۔ (مولائے روم علیہ الرحمۃ)

(28)

تجارت کا مقدّس پیشہ اور سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا

سیرت نگاروں کے مطابق سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اپنے والد اور خاندان والوں سے خاصی دولت وراثت میں ملی جس کو انہوں نے کاروبار میں لگا رکھا تھا۔

اس دور میں یمن اور شام دو بڑی تجارتی منڈیاں تھیں۔ گرمیوں کے موسم میں شام کے علاقے میں موسم بڑا معتدل ہوتا تھا۔ اس علاقے میں زیادہ گرمی نہ ہوتی تھی' اس لئے عربوں کے تجارتی قافلے گرمیوں کے موسم میں بصری شام کا رخ کرتے۔ بصری شامی دارالحکومت دمشق سے 140 کلومیٹر کی مسافت پر اردن جانے والی سڑک کے کنارے واقع ہے۔ عمان سے قریب ہی ہے۔ یہ اس زمانے میں بہت بڑی تجارت منڈی ہوتی تھی۔ یہاں سے بیت المقدس بھی زیادہ دور نہیں ہے۔ غرضیکہ اس دور میں یہ بہت بڑا تجارتی شہر تھا۔ گرمیوں کے موسم میں دور دور سے تجارتی قافلے آتے اور یہاں خوب جم کر کاروبار کرتے تھے۔ قریش اپنے علاقے کی اشیاء فروخت کرتے اور دوسرے ملکوں کی قیمتی اشیاء خریدتے اور انہیں مکہ لاتے اس طرح دوہرا منافع کماتے۔

سردی کے موسم میں شام کے علاقے میں موسم بہت سرد ہوتا اور برف باری بھی ہوتی۔ اس لئے قریش کے قافلے یمن کا رخ کرتے جہاں سردیوں میں موسم زیادہ ٹھنڈا نہ ہوتا تھا بلکہ یہاں کا موسم سردیوں میں خوشگوار رہتا تھا۔ سورۂ قریش میں اللہ رب العزت نے لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ۙ اٖلٰفِهِمۡ رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيۡفِ ۚ کا جو ذکر فرمایا ہے اس کا اشارہ انہیں تجارتی قافلوں کی طرف ہے جو سردیوں اور گرمیوں میں یمن و شام

کا سفر کیا کرتے تھے۔

اہلِ عرب اور تجارت

تجارت عربوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی' جو امیر تھے وہ عام لوگوں کو مضاربت کی بنیادوں پر سرمایہ دے دیتے اور وہ اس سے تجارت کرتے' جو منافع ہوتا وہ طے شدہ معاہدے کی بنیاد پر آپس میں تقسیم کر لیا جاتا۔ اس دور میں عورتیں بھی کاروبار کیا کرتی تھیں۔ چنانچہ سیرت نگاروں کے مطابق سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا کاروبار خاصا پھیلا ہوا تھا۔ خاتون ہونے کے ناطے وہ خود تو قافلوں میں شامل نہ ہو سکتی تھیں مگر وہ بڑے بڑے تاجروں کو مضاربت کے اصولوں کے مطابق اپنا مال دے دیتیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے مال میں خوب برکت دے رکھی تھی۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نہایت سمجھدار خاتون تھیں اور ایک اچھے سمجھدار تاجر کی طرح وہ بھی اس تلاش میں رہتیں کہ انہیں کوئی ایماندار اور سمجھدار شریک کار مل جائے جو ان کے لئے کاروبار کرے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی کا آغاز اس طرح کیا کہ کچھ عرصہ بکریاں چرائیں اور پھر اپنے رشتہ داروں اور چچاؤں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تجارت شروع کر دی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تقریباً بیس بائیس سال کی ہو گی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان ایک ایماندار اور با اصول تاجر کے طور پر ہونے لگی۔ وہ شخصیت جس نے بعد میں تمام کائنات کی رہنمائی کرنی تھی شروع دن سے ہی نہایت با اصول تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی نبوت سے پہلے بھی انتہائی پاکیزہ تھی۔ کاروبار میں تاجر اگر سچا اور امین ہو تو اسے ہر کوئی پسند کرتا ہے اور اس کے ساتھ کاروبار کرنا اپنے لئے باعث شرف سمجھتا ہے۔ مکہ مکرمہ میں صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت تھی جو صادق اور امین کے نام سے معروف تھی۔ طبقات ابن سعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کی جھلک ان خوبصورت الفاظ میں پیش کی گئی ہے:

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عالم شباب میں قدم رکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت اور مروت کے اعتبار سے اپنی قوم میں سب سے زیادہ ممتاز' اخلاق میں سب سے اعلیٰ' میل جول میں سب سے زیادہ فرحت بخش' ہمسائیگی میں سب سے زیادہ کریم اور خوشگوار' حلم و تحمل کا پیکر مجسم' گفتگو میں صادق اور راست گو' فحش گوئی اور ایذا رسانی سے کوسوں دور بھاگنے والے' بردباری میں بے مثال' تواضع اور منکسر المزاجی میں باکمال' ہر ایک کے ہمدرد و خیر خواہ' وعدے کے پکے اور انتہا درجے کے امانت دار تھے' گویا کہ اللہ رب العزت نے ان کی ذات میں تمام امور صالحہ اور اخلاق فاضلہ مرتکز کر دیئے تھے۔ اس بناء پر قوم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو الامین کے معزز' بلند اور اعلیٰ لقب سے نوازا۔

(طبقات لابن سعد' 121/1)

علامہ ابن سعد اور قیس بن سائب مخزومی کی گواہی:

علامہ ابن سعد نے گویا الامین کی تعریف بتا دی ہے کہ الامین اسے کہتے ہیں جس میں مذکورہ بالا ساری صفات موجود ہوں نہ کہ وہ جو صرف امانت دار ہو۔

کاروباری معاملات میں نرمی اختیار کرنا اور جھگڑا نہ کرنا بہت اعلیٰ صفت ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر یہ وصف بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔ عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ کا واقعہ بڑا مشہور ہے کہ جب وہ مدینہ طیبہ آئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے پہچانتے ہو؟'' انہوں نے عرض کی ''کیوں نہیں آپ تو میرے شریک تجارت تھے' آپ کسی بات کو ٹالتے تھے نہ جھگڑا کیا کرتے تھے۔'' (الاحادیث المختارۃ' 379/9)

☆ اسی طرح قیس بن سائب مخزومی نے ان الفاظ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گواہی دی ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ جاہلیت میں میرے شریک تجارت تھے' آپ بہترین شریک تاجر تھے' کبھی جھگڑتے نہ کسی قسم کی بحث و تکرار کرتے۔''

قول کا پکا اور وعدے کا سچا ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

Scanned with CamScanner

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معاملات میں نہایت کھرے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وعدے کے پابند تھے۔ جب کسی سے وعدہ کر لیتے تو اسے ہر حال میں پورا فرماتے۔ اس کی بہترین مثال عبداللہ بن ابی الحمساء کا واقعہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کوئی کاروباری معاملہ طے فرما رہے تھے کہ دوران گفتگو اسے کوئی کام یاد آ گیا۔ اس نے کہا: ''آپ میرے آنے تک یہاں ٹھہریں، میں واپس آتا ہوں۔'' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اچھا میں تمہارا انتظار کرتا ہوں۔'' وہ وہاں سے گیا تو واپس آنا بھول گیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسی مقام پر تین روز تک اس کا انتظار فرماتے رہے۔ تیرے دن بعد اسے یاد آیا تو وہاں سے گزرا۔ اس نے دیکھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو صرف اتنا فرمایا: ''عبداللہ! تم نے مجھے مشقت میں ڈال دیا، میں تین روز سے یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔'' (سنن ابی داؤد، حدیث 4996)

(29)

ہجر و فراقِ محبوبِ خدا

(جل وعلاء علیہ التحیۃ والثناء)

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم سب ازواج ایک جگہ جمع تھیں اور رو رہی تھیں۔ اس وقت نیند کا ہمارے پاس کام کیا تھا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھروں میں تھے، ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چارپائی پر دیکھ کر تسلی پکڑ رہے تھے۔ اچانک ہم نے کدالوں کی آواز صبح ہی صبح سنی۔ اس کے ساتھ ہی سب کی چیخ نکلی اور اہل مسجد بھی رونے چلانے لگے۔ اس کے بعد تمام مدینہ میں ایک ہی چیخ و پکار تھی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فجر کی اذان دی۔ جب اشھد ان محمدا رسول اللہ کہا تو رو پڑے اور بہت پھوٹ پھوٹ کر روئے اور ہم سب کے حزن و ملال میں اور زیادہ اضافہ کر دیا۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف داخلہ کا ارادہ کیا تو لوگوں کی آمد سے دروازہ بند کر لیا گیا۔ پس ہائے رے وہ مصیبت! اس مصیبت کے بعد جو مصیبت ہم کو پہنچتی ہے ہر مصیبت آسان ہو جاتی ہے جب کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کی مصیبت کو یاد کر لیتے ہیں۔

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

اہلِ مکہ کو جب خبر ملی

حضرت عبیداللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

Scanned with CamScanner

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو مکہ کے گورنر حضرت عتاب بن رسید رضی اللہ عنہ تھے۔ جب اہل مکہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچی تو مسجد حرام سے بے اختیار رونے کی آوازیں نکلیں۔ حضرت عتاب شہر چھوڑ کو پہاڑوں میں چلے گئے۔ حضرت سہیل رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے کہ تشریف لائیں اور لوگوں سے گفتگو فرمائیں تو انہوں نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اب بولنے کی طاقت نہیں رہی۔ (اخرج بن عساکر)

☆...... حضرت ابوذ وہیب کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ آیا اور تمام اہل مدینہ میں اس طرح رونے کی آواز تھی جیسا کہ احرام باندھنے والے حاجی ایک دم تلبیہ کے ساتھ آواز بلند کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ (البدایہ، ج 5، ص 271)

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنسو

حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے مدینہ طیبہ لوٹے تو مسجد میں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملنے چلے گئے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دروازہ پر استقبال کے لئے حاضر ہولائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اور پیشانی کو چوما اور رونے لگیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں روتی ہوں؟ عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ مشقت سے متغیر ہونے اور پھٹے پرانے کپڑے دیکھ کر رونا آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! رو نہیں، جس دین کو تیرا باپ لے کر آیا ہے، وہ ایک نہ ایک دن ہر کچے اور پکے اور ادنیٰ خیمہ میں پہنچ کر رہے گا۔ (طبرانی مستدرک کذانی الکنز، ج 1، ص 77)

☆...... جب سورہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر فرمایا کہ مجھے میری موت کی خبر دی گئی ہے۔ یہ

سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رو پڑیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رو نہیں، تم میرے اہل سے سب سے پہلے جنت میں مجھ سے ملو گی۔

(اخرج الطبرانی کذانی المجمع، ج 9، ص 22)

☆...... حضرت علی الہلالی کے والد کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الوفات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے پاس بیٹھی رو رہی تھیں اور ان کی آواز بلند ہوگئی۔ یہ آواز سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہوئے اور فرمایا، میری پیاری بیٹی! کیوں روتی ہو؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ضائع ہونے کے خوف سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میری پیاری بیٹی! کیا تجھے علم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اہل زمین میں سے تیرے باپ کو چنا ہے اور پھر اہل زمین سے تیرے خاوند کو منتخب فرمایا اور مجھے حکم دیا گیا کہ میں تیرا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دوں۔ (اسد الغابۃ، ج 4، ص 42)

ہمارے آقا علیہ السلام کی دوسری بیٹی

☆...... ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دورِ جاہلیت میں دیکھا کہ لوگوں سے کہہ رہے تھے اے لوگو! لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کہو فلاں پاؤ گے۔ حاضرین میں سے بعض لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک پر تھوکا، کوئی گالی دیتا اور کوئی مٹی ڈالتا اور بعض لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو رد کرتے، یہاں تک کہ سورج سر پر آ جاتا۔ لوگ چلے جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر لوٹے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک صاف کیا اور دھویا اور روئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹی رو نہیں اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کی حفاظت کرے گا۔

(اخرج البیہقی واخرج الہیثمی کذانی الکنز، ج 3، ص 134)

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مقام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب خنجر مارا گیا تو انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کو وصیت فرمائی۔ ان میں ایک وصیت یہ بھی تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سلام عرض کیا ہے (عمر امیر المومنین نہ کہنا کیونکہ اس روز میں لوگوں کا امیر نہ ہوں گا) اور وہ اپنے دونوں ساتھی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہونا چاہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ گئے اور سلام کیا اور داخل ہونے کی اجازت طلب کی تو دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی غم میں رو رہی ہیں۔ کہا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سلام عرض کیا ہے اور اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں خود اس جگہ دفن ہونا چاہتی تھی لیکن آج میں ایثار کرتی ہوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دفن کی اجازت دیتی ہوں۔ جب حضرت عبداللہ واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے بٹھا دو۔ پھر پوچھا کیا لائے؟ عرض کیا: جو آپ کو پسند تھا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الحمدللہ یہ بات مجھے سب چیزوں سے زیادہ پسند تھی اور فرمایا جب میں فوت ہو جاؤں تو ایک مرتبہ پھر میرے جنازے کو باہر روک کر اجازت طلب کر لینا۔ اگر اجازت مل جائے تو دفن کر دینا ورنہ عام قبرستان میں دفن کر دینا۔ (اسد الغابۃ' ج 4' ص 75)

محبوبِ خدا کی یادیں ہمیں رلاتی ہیں

حضرت اُمّ فضل فرماتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی بیماری میں حاضر ہوئی اور میں نے رونا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا تمہیں کس چیز نے رلایا ہے؟ انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کا خوف اور اس کا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں سے کیا سابقہ پڑے گا؟

(رواہ احمد کذا فی المجمع' ج 9' ص 34)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کی زیارت کے لئے گئے تو وہ رو پڑیں۔ انہوں نے پوچھا: آپ کیوں روتی ہیں؟ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے کہا: اس لئے روتی ہوں کہ اب آسمانوں سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ (رواہ البیہقی)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک فرماتے ہیں کہ

غزوۂ احد میں کسی پکارنے والے نے بآواز بلند کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیئے گئے۔ یہ سن کر تمام عورتیں مدینہ منورہ کی رو پڑیں۔ رونے والیوں کی آوازیں مدینہ منورہ کے گوشہ گوشہ میں سنی جاتی تھیں۔

(اخرج الطبرانی وکذا فی المجمع' ج 4' ص 115)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا غم

محمد بن ابراہیم روایت کرتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو حضرت بلال صلی اللہ علیہ وسلم پہلے طریقہ پر اذان دیتے رہے اور جب ''اشھد ان محمد رسول اللہ'' کہتے تو جو لوگ مسجد میں ہوتے' رو پڑتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر دیا گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی بھی اذان نہ دوں گا۔ پھر شام تشریف لے گئے۔ (حلیۃ' ج 1' ص 150)

☆......حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت شداد بن اوس مجھ پر گزرے اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے پھر بیٹھ کر رونا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ میں بھی رونے لگا۔ جب حضرت سے وہ کیفیت ختم ہوئی تو فرمایا تو کیوں رو رہا تھا؟ میں نے عرض کیا: آپ کو روتا دیکھ کر میں بھی رونے لگا۔ فرمایا: مجھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک وصیت یاد آ گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم پر خفیہ شرک اور شہوت کا خوف ہے۔ خفیہ شرک یہ ہے کہ لوگوں کے دکھلاوے کے لئے عمل کئے جائیں اور خفیہ شہوت یہ ہے کہ صبح نفلی روزہ رکھا' پھر کسی چیز کو دیکھا تو روزہ توڑ دیا۔ (اخرج ابونعیم فی الحلیۃ' ج 1' ص 268)

Scanned with CamScanner

(30)

نمونہ قدرت الٰہی

شیخ ابوعبداللہ قریشی بیان کرتے ہیں ابواسحاق ابراہیم بن ظریف کی خدمت میں ایک شخص نے آ کر سوال کیا کہ حضرت کیا کوئی انسان اگر خود سے یہ عہد کرے کہ میں فلاں کام فلاں مقصد کے بغیر نہیں کروں گا تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

شیخ نے فرمایا: حضرت ابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ جنہوں نے خود کو مسجد نبوی شریف کے ستون سے ہاتھ باندھ لیا تھا۔ ان کے واقعہ سے ثابت ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔ راوی (ابوعبداللہ قرشی رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: یہ مسئلہ سننے کے بعد میں نے اپنے دل میں یہ عہد کر لیا جب تک میں قدرت الٰہیہ کا نمونہ نہ دیکھ لوں گا اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔ تین دن گزر گئے میں اپنی دکان کی کرسی پر بیٹھا تھا۔ ایک شخص ظاہر ہوا اس کے پاس ایک پیالہ تھا اس نے مجھے عشاء تک صبر کی ہدایت کی اور غائب ہو گیا۔ میں مغرب وعشاء کے درمیان ذکر و شغل میں تھا اتنے میں دیوار پھٹی اور اس میں سے ایک حور برآمد ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں وہی پیالہ موجود تھا اس نے پیالہ میں سے مجھے شہد جیسی کوئی چیز تین بار چٹائی۔ میں بے ہوش ہو گیا اور جب ہوش میں آیا تو اس چیز کی حلاوت میں ایسا کھو گیا کہ اس کے بعد مجھے کسی بہترین غذا میں بھی کوئی لذت نہ ملتی تھی اور اس کی صورت و آواز ذہن میں اس طرح سمائی کہ کسی اور کی شکل مجھے یک لخت پسند نہیں آتی تھی۔ (نورانی حکایات ترجمہ قلیوبی)

(31)

گنج شکر اور محبوب الٰہی (رضی اللہ عنہما)

حضرت شیخ فرید الحق والدین گنج شکر رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ 8 فاقے ہو چکے تھے۔ نفس بھوکا تھا الجوع الجوع پکار رہا تھا۔ اس کے بہلانے کے لئے کچھ سنگریزے اٹھا کر منہ میں ڈالے۔ ڈالتے ہی شکر ہو گئے' جو کنکر منہ میں ڈالتے شکر ہو جاتا اسی وجہ سے آپ گنج شکر مشہور ہیں۔

یونہی حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ کا لقب زر بخش ہے۔ حضرت کی بخشش کی یہ حالت تھی کہ بادشاہ کے یہاں سے خوان بڑے بڑے قیمتی جواہرات کے لا کر رکھے گئے۔ ایک صاحب حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی الھدایا مشترکہ (کہ ہدیے حاضرین میں مشترک ہونے چاہئیں) مطلب یہ تھا کہ کچھ ہمیں بھی عنایت ہو۔ ارشاد فرمایا اما تنہا خوشتر (تنہا ایک کو مل جائیں تو اور بھی اچھا) یہ فرما کر سب انہیں دے دیئے۔ سچ ہے جنہیں غیر اللہ سے انقطاع ہوتا ہے ان کا مقام ہی اور ہوتا ہے۔

(الملفوظ' حکایات رضویہ)

آنانکہ خاک رابہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشئہ چشماں بما کنند

(32)

فاسد اجتہاد

ابن جوزی لکھتے ہیں ہر صاحب مذہب صحیح کی طلب میں اجتہاد کا مدعی ہے اور تجھے معلوم ہے کہ ان کی اکثریت حق ہی کی طالب ہے۔ راہب عبادت پر محنت کرتا ہے' فاقے کاٹتا ہے' یہودی ذلت اٹھاتا ہے' جزیہ ادا کرتا ہے اور ہر مذہب والا اس میں مشقت اٹھاتا ہے' ہدایت کے لئے ظلم و جور برداشت کرتا ہے اور اس پر اجر وثواب کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس کے باوجود عقل ان میں سے اکثر کے گمراہ ہونے کا یقین رکھتی ہے اور اس پر کبھی اشکال بھی پیدا ہو جاتا ہے جس کا حل یہ ہے کہ ہدایت کی طلب اس کے اسباب کے ذریعہ ہونی چاہئے اور محنت واجتہاد اس کے طریق سے کی جاتی ہے جس کو اسباب میسر نہ ہوں یا بعض ذرائع مفقود ہوں تو اسے مجتہد نہیں کہہ سکتے۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ میں یا تو عالم تھے جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو جانتے تھے مگر اپنی ریاست قائم رکھنے کے لئے مانتے نہ تھے۔ یہ لوگ ضدی تھے یا مقلد تھے جو اپنی عقل سے کچھ سمجھتے ہی نہ تھے' یہ مہمل تھے جو عبادت پر تو زور دیتے تھے مگر اصل سے ہٹے ہوئے تھے اور یہ حال فائدہ نہیں دیتا اور ان میں بعض لوگ فکر ونظر بھی رکھتے تھے مگر حق نظر ادا نہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تورات میں ہے کہ ہمارا دین منسوخ نہیں ہوگا حالانکہ زمانہ کے بدلنے کی وجہ سے شریعتوں کا منسوخ ہونا برحق تھا لیکن وہ کہتے تھے کہ نسخ ''بداء'' ہے۔ (یہ ایک فاسد نظریہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ بعض حقائق وواقعات کا علم بعد میں ہوتا ہے تو وہ حکم بدل دیتے ہیں)

بندے کی جہالت وبدبختی

مگر وہ ان دونوں میں فرق پر غور نہیں کرتے حالانکہ اس میں پوری طرح غور کرنا چاہئے تھا اور کچھ اسی قسم کی جنس سے خوارج کی عبادات وریاضات ہیں جو اپنے ناقص علم پر قناعت کئے ہوئے ہیں اور نعرہ لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے مگر انہوں نے اپنے ظن فاسد پر بنا کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قتل وقتال کو جائز قرار دیا اور مسلم بن عقبہ نے جب مدینہ طیبہ میں لوٹ مار مچائی بہت سی مخلوق کو قتل بھی کیا تو کہنے لگا کہ اس عمل پر اگر میں دوزخ میں گیا تو یہ میری بدبختی ہوگی۔ مقصد یہ کہ اہل مدینہ یزید کی بیعت کا خلاف کر کے اس کے گمان میں مباح الدم اور لائق قتل ہو گئے تھے۔ پس اس عامی آدمی کے لئے تباہی ہے جو قلیل العلم ہے۔ کسی واقعہ میں بھی اپنے نفس پر الزام نہیں آنے دیتا اور نہ کسی بڑے عالم سے مذاکرہ کرتا ہے بلکہ اپنے گمان پر یقین رکھتا ہے اور فیصلے کرتا ہے اور یہ ایک قابل غور وفکر اصول ہے جس سے منہ موڑ کر بہت سے لوگ ہلاک ہوئے ہیں اور عوام میں بہت سے لوگ ہم نے دیکھے ہیں جو واقعہ پیش آنے پر کسی کا فتویٰ تسلیم نہیں کرتے ''بہت سے چہرے اس دن جھکے ہوئے ہوں گے مشقت اٹھائے ہوئے اور تھکے ہوئے ہوں گے جو گرم آگ میں داخل ہوں گے۔''

(الغاشیۃ 4' صید الخاطر لابن جوزی)

(33)

حضور ﷺ کا سفرِ شام

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تجارت کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہرت سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا کہ اگر آپ میرا مالِ تجارت لے کر شام جائیں تو آپ کو میں دوسروں کی نسبت دگنا منافع دوں گی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس پیغام کو قبول فرمالیا۔ روایات کے مطابق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جنہیں ابھی تک (ظاہری' عند الناس تفصیلی اور بالفعل) نبوت نہیں ملی تھی' گھر آ کر چچا سردار ابو طالب سے بھی اس کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے اس پر خوشی کا اظہار کیا۔ (الطبقات لابن سعد' 130,129/1)

بعض سیرت نگاروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ خود ابو طالب نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اس وقت تمہاری قوم کا قافلہ شام جانے کے لئے تیار ہے اور خدیجہ (رضی اللہ عنہا) قریش کے آدمیوں کو اپنا سرمایہ دے کر تجارت کے لئے بھیج رہی ہے' اگر آپ بھی خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے شام جانے کی خواہش کا اظہار کریں تو مجھے یقین ہے کہ آپ کی طہارتِ نفس' معاملات کی صداقت اور دیانت کی وجہ سے وہ آپ کو دوسروں پر ترجیح دیں گی۔ گو میں آپ کو شام کے لئے سفر پر بھیجنا تو نہیں چاہتا مگر حالات کی مجبوری کے باعث ایسا کرنا ضروری ہو گیا ہے اور اس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال تجارت لے کر شام روانہ ہوئے۔

(الطبقات لابن سعد' 129/1' دلائل النبوۃ لابی نعیم' 172/1)

نبوت کی نشانیاں اور نسطورا راہب کا انکشاف:

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال لے کر شام کے شہر بصرہ روانہ ہوئے تو اس سفر میں سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ بھی' جو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تجارتی امور کی دیکھ بھال بھی کیا کرتا تھا اور ان کے ہاں قابل اعتماد بھی تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پر مامور تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روز و شب کا بڑی عمیق نگاہوں سے مشاہدہ بھی کر رہا تھا۔ صادق و مصدوق ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' اپنے قول و فعل میں یکتا تھے۔ اگر آپ کسی شخص کے بارے میں جاننا چاہیں کہ اس کا کردار و اخلاق کیسا ہے تو اس کے ساتھ سفر کریں۔ دورانِ سفر آپ خوب جان جائیں گے کہ وہ کس قسم کی شخصیت ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق تو سبحان اللہ! مقامِ نبوت پر فائز ہونے سے پہلے بھی کائنات میں سب سے اعلیٰ و ارفع تھا چنانچہ دوران سفر اس نے جن خرقِ عادت واقعات و کرامات (ارہاصات جن کو مجازاً معجزات بھی کہا جاتا ہے) کا مشاہدہ کیا ان میں ایک واقعہ یہ بھی تھا کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بصریٰ پہنچے تو ایک درخت کے سائے میں فروکش ہوئے۔ وہاں قریب ہی نسطورا نامی ایک راہب رہتا تھا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو کہا اس درخت کے نیچے آج تک نبی کے سوا کوئی شخص نہیں ٹھہرا' پھر اس نے میسرہ سے پوچھا: ''کیا ان کی آنکھوں میں سرخ ڈورے ہیں؟'' میسرہ نے کہا: جی ہاں' یہ تو ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں رہتے ہیں۔ وہ کہنے لگا ''یاد رکھو یہ نبی ہیں' آخری نبی!''

(الطبقات لابن سعد' 130/1' دلائل النبوۃ لابی نعیم' 173/1)

فرشتوں کی خدمت کا منظر

میسرہ دیکھتا تھا کہ سخت دھوپ میں دو فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سایہ کئے رہتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عین دوپہر کے وقت

Scanned with CamScanner

واپس مکہ پہنچے تو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ منظر خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

یہ قصہ بھی منقول ہے کہ قبل از بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک آدمی کے ساتھ کسی سودے میں اختلاف ہو گیا۔ اس نے کہا: آپ لات وعزیٰ کی قسم کھائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ماحلفت بهما قط، وانی لامر بهما فاعرض عنهما** ۔ ''میں نے کبھی ان کی قسم نہیں کھائی بلکہ میں ان کے پاس سے گزرتے وقت منہ پھیر لیا کرتا ہوں۔''

وہ آدمی میسرہ سے کہنے لگا ''اللہ کی قسم! یہ شخص نبی ہے۔ ہمارے علماء اس کے اوصاف اپنی کتابوں میں لکھے ہوئے پاتے ہیں۔'' یہ بھی منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تجارتی سفر میں دوسرے لوگوں کی نسبت دگنا نفع حاصل ہوا۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسروں کی نسبت چار گنا زیادہ حصہ دیا حالانکہ وعدہ عام تاجروں سے دگنے منافع کا تھا مگر انہوں نے اس دگنے کو مزید دگنا کر دیا۔

(الطبقات لابن سعد' 130/1)

ورقہ بن نوفل کی گواہی:

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چچا ورقہ بن نوفل سے نسطورا راہب کا انکشاف بیان کیا جو میسرہ نے اسے سنا تھا کہ اس درخت کے نیچے نبی کے علاوہ کبھی کوئی شخص نہیں ٹھہرا۔ مزید برآں ان سے فرشتوں کے سایہ کرنے کا بھی ذکر کیا تو ورقہ بن نوفل کہنے لگے ''خدیجہ! اگر یہ باتیں سچی ہیں تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس امت کے نبی ہوں گے۔ مجھے یہ بھی علم ہے کہ اس امت میں ایک نبی آنے والا ہے جس کا انتظار ہو رہا ہے۔ اب اس نبی کا زمانہ آ چکا ہے۔'' (السیرۃ لابن ہشام' 192/191/1)

مسند بزار اور طبرانی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ایک بہن نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دوسرے آدمی کو شامل کر کے تجارتی شراکت کی تھی۔ جب دونوں اس سفر سے واپس آئے اور حساب

کتاب کیا گیا تو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن کے ذمے ان کا کچھ مال نکلتا تھا۔ دوسرا تاجر تو اکثر ان کے گھر جاتا اور ان سے اپنی رقم کا مطالبہ کرتا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اسی طرح تقاضا کرنے کو کہتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ عذر پیش کرتے کہ مجھے شرم آتی ہے۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن نے یہ بات خدیجہ کو بتائی تو انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عالی ظرفی بھا گئی۔ (المعجم الکبیر للطبرانی' 209/2)

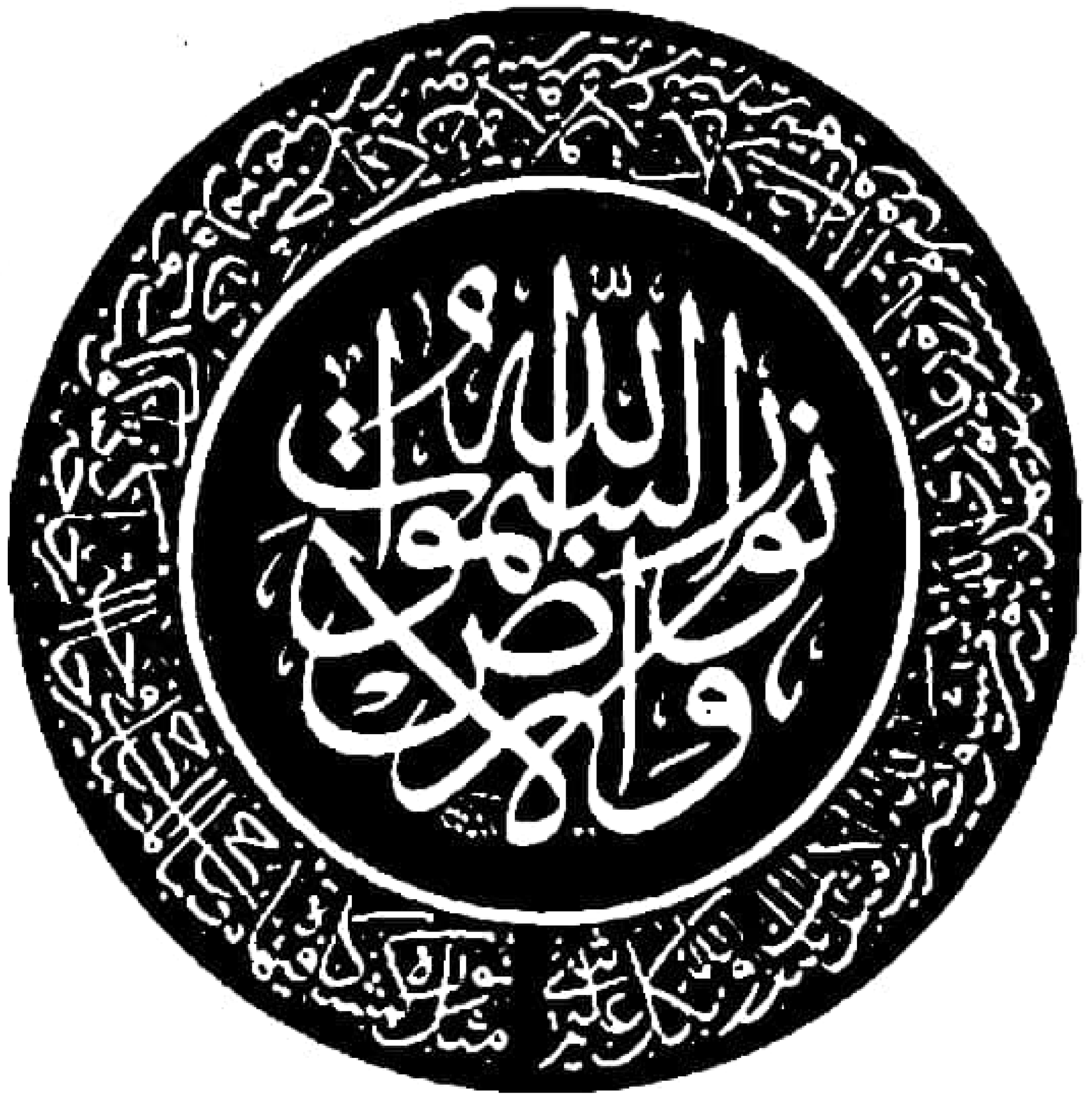

(34)

مچھر کی فریاد

گھاس پھوس کے ڈھیر میں رہنے والے ایک مچھر نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں آ کر فریاد کی ''اے خدا کے سچے پیغمبر سلیمان علیہ السلام ذرا میری بات بھی سن اور فیصلہ کر کیوں کہ میں نے سنا ہے کہ تو انس و جن سب کے جھگڑوں کا فیصلہ کرتا ہے۔ ہوا میں اڑنے والے پرندے اور دریا میں تیرنے والی مچھلیاں سب تیرے انصاف کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ اس کرہ ارض پر وہ کون بد بخت ہے جس نے اپنی مشکل میں تجھ سے فریاد نہ کی اور انصاف نہ مانگا' اب ہماری مشکل بھی آسان کر۔ ہم بہت تکلیف میں ہیں اور انصاف سے ہماری جنس محروم چلی آتی ہے۔''

مچھر کی یہ درد بھری فریاد سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: ''اے انصاف طلب کرنے والے جلد اپنی شکایت بیان کر۔ وہ کون ظالم ہے جس نے ازراہِ غرور تجھے ستایا اور تنگ کیا؟ بھلا ہماری حکومت میں یہ جرأت کس کی ہے کہ مخلوقِ خدا پر ظلم کرنے میں اسے کوئی باک نہ ہو؟'' مچھر نے عرض کیا: ''اے سلیمان علیہ السلام ہم ہوا کے ہاتھوں بڑی مصیبت میں ہیں۔ اب حد درجہ پریشان ہیں ہو کر تیری خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہمارے ساتھ عدل کر۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جواب دیا ''اے سریلی آواز والے مچھر' خدا کا فرمان میرے لئے یہ ہے کہ مدعی کی فریاد پر اس وقت تک کان نہ دھروں جب تک مدعا علیہ کی بات نہ سن لوں۔ مدعی خواہ ہزار غل غپاڑہ کرے لیکن مدعا علیہ کا جواب سنے بغیر کوئی

فیصلہ نہ کروں۔ بھلا میری کیا مجال کہ فرمانِ خدا سے سرتابی کا خیال بھی دل میں لاؤں لہٰذا ابھی جا اور ہوا کو میری خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دے۔''

جلوۂ حق ظاہر ہوا تو طالب غائب ہو گیا

مچھر نے خوف زدہ ہو کر کہا: ''حضور' میری کیا حیثیت کے ہوا کو حکم دوں اور اسے آپ کے دربار میں لاؤں۔ سنتا ہوں کہ وہ آپ کے حکم کے تابع ہے۔''

یہ سنتے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام نے آواز دی ''اے ہوا' مچھر نے تیرے خلاف ہماری عدالت میں دعویٰ دائر کیا ہے۔ تاریکی سے باہر نکل' اپنے مدعی کے برابر آ اور اپنی صفائی میں جو کہنا ہو کہہ۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام کا حکم ہوتے ہی ہوا فراٹے بھرتی ہوئی آئی۔ اس کا آنا تھا کہ مچھر کا دم ہوا ہوا۔ ٹھہرنے کی تاب ہی کہاں تھی' فوراً بھاگ نکلا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے للکار کر کہا: ''اے مچھر' کہاں جاتا ہے؟ ذرا رک تاکہ تیرے مخالف فریق کی بات بھی سن لوں۔''

مچھر نے جاتے جاتے پلٹ کر جواب دیا ''اے جلیل القدر بادشاہ' ہوا کا وجود میرے لئے موت ہے۔ جہاں یہ آ جائے وہاں میں کیونکر ٹھہر سکتا ہوں؟ اسے دیکھتے ہی میری آدھی جان نکل جاتی ہے۔'' یہ کہا اور وہاں سے غائب ہو گیا۔

اے عزیز' یہی کیفیت حق تعالیٰ کے ڈھونڈنے والے کی ہوتی ہے۔ جہاں حق نے جلوہ کیا' وہیں ڈھونڈنے والا غائب ہوا۔ بے شک یہ ہمیشہ باقی رہنے والا جمال ہے لیکن اس میں نکتہ یہ ہے کہ اس کی بقاء کا آغاز ہی اپنی فنا سے ہوتا ہے۔

(مثنوی مولانا روم علیہ الرحمۃ)

(35)

جہادِ عشقِ رسالت میں تیز گام ہوں میں

مدینہ منورہ میں قبیلہ بنوخطمہ میں عصماء نامی ایک عورت اسلامی فتوحات سے بہت زیادہ جلا کرتی تھی۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کون ہے جو اس کا کام تمام کر دے۔ جب سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر کے لئے تشریف لے گئے تو اس نے اسلام کے خلاف گندہ ذہنی کا بہت مظاہرہ کیا۔ اسی قبیلہ میں سے حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ نے یہ قسم کھائی کہ اگر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے کامران واپس تشریف لے آئے تو میں اس کو قتل کر دوں گا چنانچہ 25 رمضان المبارک کی رات کو حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے اس کے گھر جا کر اس کو قتل کر ڈالا اور نماز فجر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں پڑھنے کا شرف حاصل کر لیا اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سارا واقعہ عرض کر دیا۔ جس سے خوش ہو کر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> "جس نے ایسے سعادت مند کو دیکھنا ہو کہ جس نے بن دیکھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی ہو تو وہ عمیر کو دیکھ لے۔"

چونکہ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نور بصارت سے محروم تھے اس لئے آپ کو اندھا کہنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ اب اسے عمیر البصیر کہا کرو۔ (وہ عمیر جو نور بصارت والا ہے)

ہاں! میں نے اس ملعونہ کو قتل کیا ہے

آپ رضی اللہ عنہ جب دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے واپس لوٹے تو عصماء

ملعونہ کو اس کے خاندان کے لوگ دفن کر رہے تھے۔ انہوں نے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر للکارتے ہوئے یہ کہا کیا تو نے عصماء کو قتل کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ہی اسے قتل کیا ہے اور تم سے بھی کہتا ہوں کہ اگر تم وہی جرم کرو گے جو اس نے کیا ہے تو میں اکیلا تم سب کے ساتھ اس وقت تک لڑوں گا کہ یا تو تمہیں ختم کر ڈالوں اور یا خود شہید ہو جاؤں مگر ان کو جرأت نہ ہوئی کہ کوئی کارروائی کر سکیں، اس واقعہ کے بعد اس خاندان میں اسلام کی خوب اشاعت ہوئی۔ (الصارم، وفاء الوفاء)

Scanned with CamScanner

(36)

اعلیٰ کنیز اور اتنی سی قیمت؟

بصرہ کی گلیوں میں کسی امیر کبیر کی باندی خدمت گاروں کے جھرمٹ میں سوار بڑے ناز و فخر سے چلی جا رہی تھی۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی نظر پڑی۔ آپ سادہ حال میں رہتے تھے۔ اس سے دریافت کیا کیا تیرا مالک تجھے فروخت کرے گا۔ کنیز نے غرور سے سر جھٹک کر کہا اگر فروخت بھی کرے تو آپ جیسا مفلس مجھے کیا خرید سکے گا۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تو کیا شے ہے میں تجھ سے بھی بہتر کنیز خرید سکتا ہوں۔ آپ اس کے مکان تک تشریف لے گئے۔ باندی نے اپنے آقا سے سارا قصہ ذکر کیا۔ اس نے حضرت مالک بن دینار سے دریافت کیا' کیا چاہتے ہو؟

حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ: میں اس کنیز کو خریدنا چاہتا ہوں۔

امیر: کیا آپ اس کی قیمت دے سکیں گے؟

حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ: میرے نزدیک تو اس کی قیمت کھجور کی دو گٹھلیاں ہیں' ان سے زیادہ کچھ نہیں۔ امیر: (ہنستے ہوئے) آپ نے ایسا کیوں کہا؟

حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ: اس کنیز میں بہت سے عیوب ہیں اور عیب دار شے کی قیمت ایسی ہی ہوتی ہے۔ امیر: ذرا وہ عیب بھی تو سناؤ۔

حضرت مالک بن دینار کے وعظ اثر

حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ: عیب ہی سننا چاہتے ہو تو سنو! یہ اگر عطر و خوشبو نہ لگائے تو اس کے جسم میں بدبو پیدا ہونے لگے۔ منہ نہ دھوئے تو اس سے تعفن اٹھنے لگے۔ بالوں

کی صفائی نہ کرے تو جوئیں پڑ جائیں اور ذرا عمر پا جائے تو اس پر بڑھاپا طاری ہو جائے اور دیکھنے کے لائق بھی نہ رہے۔ حیض اسے ناپاک کرتا ہے۔ پیشاب پاخانہ اس کے عیوب میں سے ہیں۔ طرح طرح کی نجاستوں سے یہ آلودہ ہوتی ہے۔ رنج و غم اور تکلیفوں سے اسے سابقہ پڑتا ہے۔ یہ تو ظاہری عیوب ہیں۔ باطنی عیوب کا حال یہ ہے کہ اس میں خود غرضی ہے۔ آج تمہارے لئے وفادار ہے کل کسی اور کے لئے ہو سکتی ہے۔ اس کی دوستی سچی نہیں اور یہ قابل اعتبار نہیں...... اس سے کم قیمت کی ایک کنیز مجھے مل رہی ہے مگر ان تمام باتوں میں وہ اس سے بہتر ہے کافور' زعفران' مشک جوہر نور سے اس کی تخلیق ہوئی۔ کسی کھارے پانی میں آب دہن ڈال دے تو وہ آب شیریں میں تبدیل ہو جائے۔ مردے سے ہم کلام ہو تو وہ جی اٹھے۔ سورج کے آگے کلائی کھول دے تو اس کی روشنی ماند پڑ جائے۔ زیور و پوشاک سے آراستہ ہو کر دنیا میں آ جائے تو سارا جہاں معطر و مزین ہو جائے۔ مشک و زعفران کے باغوں یاقوت و مرجان کی شاخوں میں اس کی پرورش ہوئی ہے۔ آب تسنیم اور طرح طرح کی آرام و آسائش سے اسے پالا گیا۔ عہد کی پختہ دوستی میں یکتا ہے۔ تم ہی بتلاؤ ان دونوں میں خریدنے کے لائق کون سی ہے؟

امیر: نے حیران ہو کر پوچھا: اس کی قیمت کیا ہے؟

اور بادشاہ فقیر ہو گیا

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ: اس کی قیمت تو ہر وقت ہر شخص کے پاس ہے۔ رات میں چند لمحوں کے لئے ہر شے سے بے نیاز ہو کر اخلاص نیت کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کرو' تمہارے لئے انواع و اقسام کے کھانوں کا دسترخوان چنا جائے تو اس وقت کسی بھوکے کو رضائے حق کے لئے کھلاؤ۔ راستے سے گندگی اور روڑے ہٹاؤ۔ اس کی قیمت یہ ہے کہ اپنی زندگی تنگ دستی اور فقر میں گزارو۔ فکر دنیا سے الگ رہو۔ حرص سے دور رہ کر قناعت اختیار کرو پھر اس کا ثمرہ یہ ہوگا کہ تم آرام و سکون سے جنت کی راحتوں میں رہو گے اور بادشاہ کریم کے دائمی جوار سے سرفراز ہو گے۔

Scanned with CamScanner

شیخ کی نصیحتوں کو سن کر کنیز کے آقا نے کنیز اور غلاموں کو آزاد کر کے اپنی جائیداد ان میں تقسیم کر دی اور لباس فاخرہ پھینک کر فقر کا موٹا لباس پہن لیا۔ کنیز نے یہ دیکھا تو اس نے بھی اپنے آقا کی تقلید کی اور موٹا لباس پہن کر اس کے ساتھ ہو گئی۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ یہ دونوں دنیا سے بے نیاز ہو کر عبادت حق میں مشغول ہو گئے اور اسی حال میں خدا سے جا ملے۔

(نورانی حکایات ترجمہ قلیوبی)

(37)

ایک صالح شہزادے کی کہانی

شہر بصرہ کے ایک نواحی ویرانوں میں ایک نہایت حسین وجمیل، شکیل و رعنا سولہ سالہ نوجوان جس کے خدوخال سے شرافت ونجابت کا نور ٹپک رہا تھا۔ موت وحیات کی کشمکش میں پڑا ہوا ہے۔ نہ کوئی دوست ہے نہ یار، رفیق ہے نہ دم ساز، بستر ہے نہ تکیہ، گھر ہے نہ چوکھٹ، زمین کا فرش ہے اور اینٹ کا تکیہ۔

بصرہ کا ایک باشندہ ابو عامر ویرانے میں موت کی ہچکیاں لیتے ہوئے اس روشن پیشانی والے نوجوان کے قریب پہنچا تو احساس درد سے اس کے بھی آنسو نکل گئے۔ نوجوان بالکل بے سدھ پڑا ہوا تھا۔ ابو عامر کے سلام کی آواز سن کر اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ ابو عامر نے نوجوان کا سر اپنی آغوش میں رکھ لینا چاہا مگر نوجوان نے اشارے سے روکا اور ہلکی آواز میں چند اشعار پڑھے جن میں سے دو شعر یہ ہیں:

يَا صَاحِبِيْ لَا تَغْتَرِرْ بِتَنَعُّمٍ
فَالْعُمْرُ يَنْفَدُ وَالنَّعِيْمُ يَزُوْلُ
وَاِذَا حَمَلْتَ اِلَى الْقُبُوْرِ جَنَازَةً
فَاعْلَمْ بِاَنَّكَ بَعْدَهَا مَحْمُوْلُ
نعمت دہر پہ اے دوست نہ ہرگز اترا
عمر بھی ایک دیا ہے کہ جو بجھ جائے گا

لے کے میت جو چلا گور غریباں تو آج
بس اسی طرح تجھے کل کوئی لے جائے گا

شہزادے کی وصیتیں

نوجوان نے مزید کہا: اے ابو عامر! اب میرا آخری وقت قریب آ گیا ہے۔ میں تجھے چند وصیتیں کرنا چاہتا ہوں اور یہ وہ ہیں کہ میرا انتقال ہو جائے تو مجھے میرے انہیں کپڑوں میں دفنا دینا۔

ابو عامر: ایسا کیوں؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں تمہیں نیا کفن بھی نہیں دے سکتا۔

نوجوان: نئے کپڑوں کی ضرورت مردوں کے بلحاظ زندوں کو زیادہ ہوتی ہے۔ مجھے تو بس میرے انہی کپڑوں میں لپیٹ کر سپردخاک کرنا۔ جب پوری زندگی انہی کپڑوں میں گزار دی تو اب نئے کپڑوں کی حاجت بھی کیا؟

ابو عامر: اگر تم نے مجھے نئے کپڑوں کا کفن دے دیا تو آخر ان کپڑوں کو بھی خاک ہی ہونا ہے۔ ہاں باقی رہنے والی چیز عمل صالح ہے اور یہ لو میری زنبیل اور تہبند گورکن کو دے دینا اور یہ مصحف شریف اور انگشتری میں تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ یہ امیر المومنین ہارون الرشید کی خدمت میں پہنچا دینا۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ یہ امانتیں تمہیں خود اپنے ہاتھوں سے پہنچانی ہیں۔ امیر المومنین کی خدمت میں یہ امانتیں پہنچانے کے بعد مجھے مسکین و عاجز کی جانب سے عرض کر دینا کہ امیر المومنین! کہیں اسی عالم میں غفلت میں وقت اخیر نہ آ پہنچے۔

یہی سب باتیں کرتے کرتے نوجوان نے آنکھیں بند کر لیں اور کچھ دیر کے بعد نہایت سکون اور اطمینان سے جان شیریں جان آفریں کے سپرد کر دی۔

نوجوان کی وصیت کے مطابق ابو عامر نے اس کی تجہیز و تکفین کی...... روشن و تابناک پیشانی والے اس شکیل و صالح نوجوان کو سپرد لحد کرتے وقت ابو عامر کو اس نوجوان کی چند ملاقاتیں یاد آ رہی تھیں جن کو بار بار سوچ کر ابو عامر کی پلکیں آنسوؤں

سے بھیگ جاتیں۔ وہ اس طرح کہ ابو عامر بصرہ کے بازار میں اپنے مکان کی ٹوٹی ہوئی دیوار کی مرمت کرانے کے لئے مستری اور مزدور کو تلاش کرنے گیا تھا۔ مزدوروں میں سے ایک یہ جوان ملا تھا۔ ابو عامر کا دل خود بخود اس کی جانب کھنچتا چلا گیا اور اس نے پوچھا کیا تم کام کرو گے؟ نوجوان نے اثبات میں سر ہلایا اور کہا کام ہی کرنے کے لئے تو پیدا ہوا ہوں لیکن تم کیا کام لینا چاہتے ہو؟ ابو عامر نے کہا: مکان کی تعمیر کا کام۔

نوجوان: کام تو میں کروں گا مگر ایک شرط ہے۔ شرط یہ کہ مزدوری ایک درہم اور ایک دانگ لوں گا اور نماز کے وقت کام نہیں کروں گا بلکہ نماز ادا کروں گا۔ ابو عامر راضی ہو گیا اور چلنے کو کہا۔ نوجوان نے اپنی زنبیل اٹھائی۔ مصحف گلے سے لگایا اور چل پڑا۔ ابو عامر نے گھر آ کر نوجوان کو کام کی نوعیت سمجھائی۔ اینٹ گارے اور سامان دکھا دیئے اور خود اپنی ضرورت سے چلا گیا۔ مغرب کے وقت لوٹا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس اکیلے لڑکے نے دس آدمیوں کا کام کر ڈالا ہے۔ ابو عامر خوش ہو گیا اور اس نے اسے دو درہم مزدوری پیش کی مگر اس نے قبول نہیں کیے اور کہا میں نے ایک درہم اور ایک دانگ پر بات طے کی تھی اس سے زیادہ نہیں لوں گا اور بالآخر اتنا ہی لے کر چلا گیا۔

ابو عامر دوسرے روز پھر اس کی تلاش میں بازار پہنچا مگر اسے وہاں نوجوان نہیں ملا۔ دوسرے مزدوروں سے اس کی تفتیش کرنے پر پتہ چلا کہ وہ لڑکا صرف شنبہ کے دن کام کرتا ہے۔ ابو عامر نے نہ جانے کیا سوچ کر اپنا کام بند کر دیا اور شنبہ کے دن کا انتظار کرنے لگا۔ دوسرے شنبہ کو بازار پہنچا تو نوجوان کو اسی جگہ پایا اور وہ اسی روز کی طرح شرط کر کے پھر کام پر آیا۔ ابو عامر حیران تھا کہ اس نے گزشتہ ہفتہ ایک ہی دن میں اتنا زیادہ کام اکیلے کیسے کر لیا تھا چنانچہ لڑکے کو کام پر لگا کر ابو عامر ایک خفیہ جگہ بیٹھ گیا۔

ابو عامر نے دیکھا کہ نوجوان گارا اٹھا کر بچھاتا اس کے بعد اینٹ پتھر خود بخود اٹھ کر ایک دوسرے سے لگتے جا رہے تھے۔ ابو عامر سمجھ گیا کہ یہ خدا رسیدہ نوجوان ہے اور اس کے سر پر تائید غیبی کا سایہ ہے۔ شام ہوئی تو ابو عامر نے تین درہم مزدوری دینی چاہی مگر پھر نوجوان نے ایک درہم اور ایک دانگ قبول کئے اور چلا گیا' اور آج جبکہ ابو عامر تیسرے ہفتہ نوجوان کی تلاش میں بازار گیا تو مزدوروں نے نوجوان کی سخت علالت اور ویرانہ میں اس کی موجودگی کا حال بتایا جسے سن کر ابو عامر وہاں پہنچا جس کے بعد اس کے مرقد کی بالیں پر کھڑا تاسف سے آنسو بہا رہا ہے...... ابو عامر کو نوجوان کا چہرہ اس کے عادات واطوار بار بار یاد آرہے تھے۔

بادشاہ کی سواری آ گئی

بغداد عروس البلاد کی شاہراہوں پر قصر الرشید کے سامنے لشکر اسلامی کے ایک ہزار سواروں کا رسالہ گزر رہا ہے۔ عام لوگوں نے دو رویہ کھڑے ہو کر رسالہ کو گزرنے کا راستہ دے رکھا ہے۔ اس کے پیچھے بھی ایسے ہی فوج کا دوسرا دستہ آرہا ہے۔ اس میں بھی ہزار سوار ہیں۔ اسی طرح نو فوجی رسالوں کے بعد فوج کا دسواں دستہ رونما ہوا۔ لوگ جوش وخروش سے نعرے لگا رہے ہیں۔ سلام وتحیہ پیش کر رہے ہیں۔ دسویں رسالہ کی جلو میں امیر المومنین ہارون رشید کی سواری نظر آئی۔ دیکھنے والوں میں جوش وخروش اور بڑھ گیا اور لوگ سلام وتحیہ گزارنے لگے۔ زائرین وناظرین کی اسی بھیڑ میں بصرہ کا باشندہ ابو عامر بھی تھا جو امیر المومنین کے پاس اس نوجوان کی امانت پہنچانے آیا ہوا تھا۔ بھیڑ اور اژدحام اتنا تھا کہ ابو عامر کا امیر المومنین تک پہنچنا دشوار تھا۔ کھوئے سے کھوا چل رہا تھا۔ ابو عامر سخت اضطراب میں تھا کہ میں کسی طرح امیر المومنین تک رسائی حاصل کروں۔ انسانوں کے امنڈتے ہوئے سیلاب میں ابو عامر گویا ایک تنکے کی مانند بہہ رہا تھا۔ بغداد کی شاہراہوں پر امیر المومنین کا جلوس دیکھنے کے لئے لوگ امنڈ کر آ گئے تھے۔ امیر المومنین کی سواری جب ابو عامر کے قریب سے گزرنے لگی تو اس نے پوری

قوت سے چیخنا شروع کیا۔ اے امیر المومنین! آپ کو قرابت رسول کا واسطہ ذرا توقف تو فرمائیں۔

امیر المومنین ہارون رشید کے کانوں تک ابو عامر کی چیخ و پکار پہنچی تو انہوں نے سواری روک لی اور ابو عامر کو قریب آنے کا موقع دیا۔ ابو عامر نے امیر المومنین کو مصحف اور انگشتری سپرد کی اور کچھ کہنا چاہا مگر امیر المومنین نے ابو عامر کو اپنے دربان کی نگرانی میں دیتے ہوئے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اس وقت امیر المومنین کی آنکھیں نمناک ہو گئی تھیں۔ جلوس سے واپسی کے بعد دربان نے ابو عامر کو خلیفہ کی خدمت میں حاضر کیا۔ ہارون رشید ابو عامر کو لے کر خلوت میں گئے۔ دروازے بند کروا دیئے۔ دربان نے ابو عامر کو سمجھا دیا تھا کہ امیر المومنین غمگین اور اداس ہیں لہٰذا جہاں تک ممکن ہو کم باتیں کرنا۔

ہارون الرشید اور ابو عامر کا مکالمہ

امیر المومنین: ابو عامر! آؤ میرے قریب بیٹھو بتاؤ کیا تم میرے لڑکے کو جانتے تھے؟

ابو عامر: حضور! وہ آپ کے شہزادے تھے' یہ کسی کو کیا معلوم؟

امیر المومنین: بتاؤ وہ کیا کام کرتا تھا؟

ابو عامر: گارے مٹی کا۔

امیر المومنین: کیا تم نے بھی اس سے مزدوری کروائی؟

ابو عامر: جی حضور۔

امیر المومنین: اے ابو عامر! میرے جگر گوشے سے تمہیں ایسا کام اور ایسی خدمت لیتے ہوئے شرم نہیں آئی؟ کم از کم تم نے قرابت رسول کا تو کچھ پاس ولحاظ کیا ہوتا۔

ابو عامر: امیر المومنین! مجھے معاف فرمائیں میں بالکل واقف نہیں تھا البتہ وقت وصال مجھے اس بات کا پتہ چلا کہ وہ آپ کے نور چشم اور پارہ جگر ہیں۔

امیر المومنین: کیا تو نے میرے لال کو اپنے ہاتھوں سے غسل دیا۔

Scanned with CamScanner

ابو عامر: جی ہاں میں نے اپنے انہی ہاتھوں سے آپ کے نور نظر کو غسل وکفن دے کر سپرد لحد کیا ہے۔

امیر المومنین: لاؤ اپنا ہاتھ میرے ہاتھوں میں دو (یہ کہہ کر ہارون رشید نے ابو عامر کے ہاتھوں کو تھام لیا اور اپنے سینے پر رکھ کر زار وقطار رونے لگے اور کہا تو نے اس میرے فرزند دل بند کو کس طرح مٹی کے اندر دبایا۔ اس پر کس دل سے خاک ڈالی۔ اپنے فرزند صالح کے غم میں امیر المومنین نے رورو کر اپنے دامن عبا کو تر کرلیا)

شہزادہ ایسا کیوں تھا؟

حضرت شیخ یافعی یمنی فرماتے ہیں: امور خلافت میں مشغولیت سے پہلے ہارون رشید کے گھر اس فرزند کی ولادت ہوئی تھی۔ اسے زاہدوں' درویشوں کی صحبت بہت پسند تھی۔ قرآن مجید اور دیگر ضروری علوم کی تعلیم کے بعد اس کے دل سے دنیا کی محبت جاتی رہی۔ ماں کا نہایت خدمت گزار تھا۔ اس پر آخرت کا خوف طاری تھا۔ اس کا یہ حال تھا کہ قبرستان میں چلا جاتا اور مردوں سے مخاطب ہوتا اور کہتا تم ہم سے پہلے موجود تھے اور دنیا کے مالک تھے اور اب تم قبروں میں محصور ہو۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تم لوگوں سے کیا کہا کرتے تھے اور لوگ تمہیں کیا جواب دیا کرتے تھے اور حسرت ویاس کی باتیں کہہ کر پھوٹ کر رویا کرتا تھا۔

ہارون رشید جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو شہزادے ان سے کنارہ کشی اختیار کرلی دنیا کے مال ومتاع میں سے کچھ بھی اپنے ساتھ نہیں لیا۔ ہارون رشید نے ایک انگوٹھی اس کی ماں کے توسط سے اسے دی جسے محض ماں کی محبت اور اطاعت میں اس نے اپنے پاس رکھ لیا۔ اس کا یاقوت بڑا ہی قیمتی تھا مگر اسے فروخت کر کے اپنے مصرف میں نہیں لگایا اور دم نزع ہارون کو دینے کے لئے ابو عامر کے حوالے کیا۔

ایک دن کی بات ہے ہارون رشید اپنے دربار میں امراء مصاحبین کے ساتھ

تشریف فرما تھے یہ شہزادہ جسم پر پرانا کمبل اوڑھے ہوئے دربار میں آیا۔ حاضرین دربار نے دیکھا تو ان میں سے بعض کہنے لگے اس سے تو خلیفہ کی رسوائی ہوتی ہے۔ خلیفہ کو اس کے ساتھ سختی کرنی چاہئے تاکہ اپنی یہ حالت بدل دے اور خلیفہ کی رسوائی کا سبب نہ بنے۔ امیر المومنین نے مصاحبین کی ناگواری محسوس کر کے بیٹے سے کہا: بیٹا:

تو نے مجھے رسوا کر ڈالا۔

شہزادے کی کرامت

شہزادے نے خلیفہ کی طرف دیکھا اور جواب میں ایک لفظ نہیں بولا البتہ دریا کے عین سامنے قصر کے کنگورے پر ایک پرندا بیٹھا ہوا تھا اس کو اشارہ کر کے کہا:

"اے پرندے' تجھے تیرے خالق ومالک کی قسم آ اور میرے ہاتھ پر بیٹھ' وہ پرندہ یہ سن کر محل سے اتر کر شہزادے کے ہاتھ پر آبیٹھا۔ پھر کچھ دیر کے بعد شہزادے نے اسے اپنی جگہ پر چلے جانے کا حکم دیا تو وہ اڑ کر چلا گیا اور کہا تجھے تیرے پیدا کرنے والے کی قسم! امیر المومنین کے ہاتھ پر نہ آنا۔" ابا جان! اب میں جارہا ہوں' آپ کو رسوا کرنے نہیں آؤں گا۔

امیر المومنین ابو عامر کے ہمراہ بصرہ کے اس ویرانے میں آئے جہاں ان کا سولہ سالہ نوجوان شہزادہ آسودہ خاک تھا۔ قبر کو دیکھتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑے اور ہوش میں آئے تو حسرت وغم کے اشعار زبان پر جاری تھے۔ اسی شب کی بات ہے ابو عامر اپنے اوراد ووظائف سے فارغ ہو کر سوئے تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نور کا قبہ ہے جس کے اوپر نورانی ابر چھایا ہوا ہے۔ ناگاہ وہ چادر ابر شق ہوئی اور اس میں سے وہی شہزادہ یہ کہتا ہوا برآمد ہوا:

اے ابو عامر! رب تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ تم نے واقعی میری نصیحت کو نہایت خوبی سے پورا کیا۔ ابو عامر نے پوچھا صاحبزادے! آپ پر کیا گزری اور آپ کا مقام

Scanned with CamScanner

کہاں ہے؟ جواب دیا اپنے رحیم وکریم پروردگار کے قرب میں ہوں اور وہ مجھ سے راضی ہے، کچھ بھی ناراض نہیں اور اس نے مجھے ایسی ایسی نعمتیں عطا کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی وہم وگمان میں آئیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ قسم فرمایا ہے کہ جو بندہ دنیا کی نجاستوں سے تیری طرح نکل آئے گا تو اس کو ایسی ہی نعمتیں دوں گا جیسی تجھے دی ہیں۔ (ایضاً)

(38)

علامہ تاش کبریٰ زادہ

علامہ تاش کبریٰ زادہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث دیکھی کہ علمائے دین کے بدن کو مٹی نہیں کھاتی، بدن ان کا سلامت رہتا ہے۔ شیطان نے ان کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ ہمارے استاد بہت بڑے عالم تھے ان کی قبر کھول کر دیکھوں کہ ان کا بدن کس حال پر ہے۔ اس وسوسہ نے ان پر ایسا غلبہ کیا کہ ایک شب میں جا کر قبر کھولی دیکھا کہ حضرت کا کفن بھی میلا نہ تھا۔ جب دیکھ چکے قبر سے آواز آئی "دیکھ چکا اللہ تجھے اندھا کرے" اسی وقت دونوں آنکھیں بہ گئیں۔ (حیات المواتِ)

یاد رہے! میت کو دفن کرنے کے بعد جب مٹی دے دی گئی تو وہ میت امانت ہو جاتی ہے اللہ کی۔ اس کا کھولنا بغیر ضرورت شرعیہ کے جائز نہیں۔ وہ دو حال سے خالی نہیں وہ معذب ہے یعنی مبتلائے عذاب ہے یا منعم علیہ۔ آخرت کی نعمتوں سے بہرہ ور۔ اگر پہلی صورت ہے تو دیکھنے والا جب اسے اس حال عذاب میں دیکھے گا اسے رنج پہنچے گا اور کر کچھ نہیں سکتا، اور اگر وہ نعمتوں سے لطف اندوز ہے تو اس کا کھولنا، اس میت کے لئے ناگواری کا باعث ہوگا بلکہ اگر صورت معاذ اللہ پہلی ہے یعنی سختی وعذاب کی تو میت کو ناگواری اور زیادہ ہونی چاہئے اور بے وجہ، ناحق ایذائے مسلم حرام۔ خصوصاً میت کو ایذا پہنچانا۔ حدیث کے ارشاد سے ثابت ہے کہ مردے کو قبر سے تکیہ لگانے سے بھی اذیت ہوتی ہے تو معاذ اللہ محض اپنی خواہش کے لئے، نہ ضرورت واقعی وحاجت کے لئے، اس پر کدال چلانا اور قبر کھود ڈالنا، کس قدر ایذا کا باعث ہوگا اور اس ناحق ایذا رسانی کے وبال

سے یہ خود کب بچ سکے گا۔

قبرستانوں کی حالتِ زار

آہ مسلمانوں کے قبرستانوں کی آج جو ردی حالت ہے اس پر جس قدر رویا جائے کم ہے۔ قبر پر بیٹھ کر حقہ سگریٹ پیتے' خرافات کرتے' لغو باتیں بناتے' گالیاں بکتے اور قہقہے اڑاتے ہیں۔ غیر قوم کے لوگوں ہی پر بس نہیں خود مسلمان بھی یہ ناشائستہ اور بے ہودہ حرکتیں کرتے ہیں۔ بچے قبروں پر کھیلتے کودتے پھرتے ہیں اور ان کو کوئی روکنے والا نہیں ہوتا بلکہ گدھے ان پر لوٹتے ہیں' لید کرتے ہیں' بکریاں مینگنیاں کرتی ہیں اور کسی کو ہوش نہیں آتا۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔

مسلمانو! خدا کے لئے آنکھیں کھولو۔ ایک دن تمہیں بھی اس دار فانی سے جانا اور خدا کو منہ دکھانا ہے۔ ان مردوں کی خاطر کچھ انتظام نہیں کرتے تو اپنے ہی لئے کرلو کہ کل تمہیں بھی یہی پیش آئے گا۔ (حکایات رضویہ)

(39)

اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے

ابن جوزی لکھتے ہیں بدن میں بعض اشیاء مثلاً خون' منی وغیرہ کے ذخیرے ہوتے ہیں جن سے نفس قوت پاتا ہے اور جب ذخائر ختم ہو جائیں تو یہ بھی باقی نہیں رہتا اور انہی ذخائر میں سے مال' جاہ اور دیگر فرحت بخش چیزیں ہیں جن سے قوت حاصل ہوتی ہے اور یہ جب ناپید ہو جاتی ہیں جبکہ یہ قابل قدر و افتخار تھیں تو نفس تنگی محسوس کرتا ہے اور کبھی اس پر خوف کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ رجاء کے ذخیرہ میں اس کے مقابلہ کے لئے کچھ نہیں ملتا تو ختم ہو جاتا ہے اور ایسے ہی کبھی فرحت اتنی غالب آتی ہے کہ حزن اس کے مقابلہ میں نہیں آسکتا تب بھی ہلاکت ہو جاتی ہے لہٰذا ان ذخائر کی حفاظت میں محنت کرنی چاہئے خصوصاً بوڑھے لوگوں کو۔ چنانچہ ان کو خون اور منی کے اخراج کے ذریعہ کوئی مسرت و فرحت نہ لینی چاہئے گو اس کا تقاضا بھی ہے ہاں اگر تقاضا شدید ہو جائے حد سے بڑھ جائے ایسے وقت میں تو موذی چیز کا اخراج ہونا ہی چاہئے اور اس کے موذی ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کے خروج کے وقت راحت محسوس ہوتی ہے اور اگر ضعف محسوس ہو تو خروج مضر ہوگا اور خوددار لوگوں کو اپنی عزت نفس کی حفاظت ضروری ہے کہ عیب لگنے کے موقع محل سے بچتا رہے کیونکہ وہ عزت و خودداری کے ذریعہ نفع لیتا ہے اور اس کے مخالف چیزیں نفس کے خلاف ہوتی ہیں اسی طرح بہتر ہے کہ آخر عمر کے لئے کچھ مال جمع رکھے ممکن ہے کل ضرورت پڑ جائے پھر ذلت اٹھائے گا یا محنت کرنی پڑے گی جبکہ اعضاء جواب دے رہے ہوں گے او مال کی مذمت کرنے والوں کو مت دیکھو کہ وہ احمق و جاہل

Scanned with CamScanner

ہیں جو راحت کی روٹی پر آس لگائے ہوئے ہیں راحت اور مال و آرام اور سستی پر خوش رہتے ہیں صدقہ وصول کرنے یا سائلانہ انداز اپنانے میں انہیں کوئی عار نہیں اور پھر ہر نبی کا کچھ نہ کچھ ذریعہ معاش تھا اور صحابہ کرام کا بھی اور یہ حضرات بہت سے اموال میراث میں بھی چھوڑ کر گئے ہیں اس اصل کو سمجھو اور جاہلوں کی بات کو خاطر میں مت لاؤ۔

(صید الخاطر)

(40)

نکاح میری سُنت ہے

حدیث شریف میں ہے: اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ ۔ نکاح کرنا میری سنت ہے۔ یہاں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے نکاح کا حال بیان کر رہے ہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے غلام میسرہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیاں سنیں اور پھر ورقہ بن نوفل کی تصدیق و تائید سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق اور عظمت و جلالت کا یقین پختہ ہو گیا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کا قطعی فیصلہ کر لیا چنانچہ سفر شام سے واپسی کے تین ماہ بعد انہوں نے اپنی سہیلی نفیسہ بنت امیہ رضی اللہ عنہا کو اس پیش کش کا پیام دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بھیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی راضی ہو گئے۔ اس طرح یہ مبارک شادی انجام پائی۔

اس سلسلے میں بہت سی ایسی روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خود ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شادی کا پیغام اپنی گہری دوست نفیسہ بنت امیہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے بھجوایا تھا۔ اس دور کے عرب معاشرے میں عورتوں کا اپنی شادی کا پیغام خود بھجوانا کوئی معیوب یا تعجب والی بات نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں اپنے چچا سردار ابو طالب ہی کے گھر میں مقیم تھے کہ ایک روز نفیسہ گھر میں داخل ہوئی اور سردار ابو طالب کی اہلیہ کو سلام پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ کر کچھ تعریفی جملے ادا کئے اور کہنے لگی ''آپ شادی کیوں نہیں کر لیتے؟'' آپ نے نفیسہ کو وہی جواب

Scanned with CamScanner

دیا جو اکثر لوگوں کو دیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابھی میرے پاس شادی کے لئے مناسب مال و دولت نہیں۔ جب مال میسر ہوگا تو ضرور شادی کر لوں گا۔'' نفیسہ کو غالبًا اسی جواب کی توقع تھی۔ اس نے کہا: ''کسی دولت مند خاتون سے شادی کیوں نہیں کر لیتے جو شرف و منزلت اور خاندانی اعتبار سے بھی نہایت اونچے گھرانے سے تعلق رکھتی ہو؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''ایسی عورت کون ہے جو ایک کم مال والے شخص سے شادی کرنے کے لئے تیار ہو؟'' نفیسہ نے فوراً کہا: ''خدیجہ بنت خویلد۔'' (یاد رہے انہیں نفیسہ بنت منیہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان کی والدہ کا نام منیہ بنت جابر بن وہب تھا۔ دیکھئے الاصابۃ 336/8)

حضور علیہ السلام کی نکاح کر نکاح کرنے پر آمادگی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قدرے غور کیا اور سوچا کہ خدیجہ سے رشتے داری کا تعلق تو پہلے سے موجود ہے۔ قریش کا گھرانہ تو اصل میں ایک ہی تھا۔ سردار قصی پر جا کر بنو ہاشم اور بنو اسد آپس میں مل جاتے تھے۔ یوں بھی آپ کی حقیقی پھوپھی سیّدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کی شادی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عوام بن خویلد سے ہو چکی تھی۔ جہاں تک سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ذہانت اور نیک نامی کا تعلق ہے تو وہ نہایت مدبر اور زیرک خاتون تھیں۔ ان کی ظاہری خوبصورتی اور خوب سیرتی کی بھی پورے مکہ میں دھوم تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آمادگی کا اظہار فرما دیا۔

(الطبقات لابن سعد 131/1)

سیرت نگاروں نے اس شادی کے حوالے سے جو تفاصیل لکھی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو شادی کا پیغام بھیجا۔ اس وقت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد خویلد وفات پا چکے تھے البتہ چچا عمرو بن اسد زندہ تھے۔ بعد میں جب شادی کی بات طے ہو گئی تو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ولی وہی بنے تھے۔ ان کو جب اس رشتے کے بارے میں بتایا گیا تو انہوں نے بہت

خوشی کا اظہار کیا۔ (الطبقات لابن سعد 132/1)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے چچاؤں کو اس فیصلے سے مطلع کیا تو انہوں نے بھی اس پر اپنی موافقت اور خوشی کا اظہار کیا۔ بنو ہاشم کے لوگ خوشی خوشی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر روانہ ہوئے۔ نمایاں شخصیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سیّدنا حمزہ، سیّدنا عباس رضی اللہ عنہما اور سردار ابو طالب شامل تھے۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے خاندان کے جو نمایاں افراد اس تقریب میں موجود تھے ان میں ورقہ بن نوفل، سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا عمرو بن اسد، بھائی عمرو بن خویلد، بھتیجا حکیم بن حزام اور خاندان کی بعض خواتین شامل تھیں۔ (السیرۃ الحلبیۃ 227/1) کہا جاتا ہے کہ سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس مبارک موقع پر موجود تھے۔

خطبۂ نکاح:

نکاح کی اس مجلس میں سردار ابو طالب نے بڑا خوبصورت خطبہ پڑھا۔ انہوں نے اس میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے انہیں ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے پیدا کیا اور بیت اللہ کی تولیت کا شرف بخشا پھر انہوں نے اپنے بھتیجے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعریف کرتے ہوئے ان کے فضل، حلم، امانت، دیانت، شرافت اور عقل و فراست کا ذکر کیا۔ ان کا کہنا تھا ''اگرچہ میرے اس بھتیجے کے پاس مال و دولت زیادہ نہیں مگر دولت کا کیا ہے وہ تو ڈھلتا ہوا سایہ ہوتی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے حق مہر کا اعلان کیا۔'' اس طرح کے تعریفی جملے کہنے کے بعد جب وہ بیٹھے تو ورقہ بن نوفل اٹھے۔ ایک روایت کے مطابق یہ نکاح انہوں نے پڑھایا۔ انہوں نے بنو ہاشم کے فضل و شرف اور کرم و سخاوت کا اعتراف کیا اور مقررہ مہر پر اس مبارک جوڑے کو رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیا۔ (تاریخ الیعقوبی 14/2) مہر کی یہ مقدار بیس اونٹ تھی۔ (السیرۃ لابن ہشام 191/1) بعض روایات کے مطابق یہ مقدار پانچ سو درہم تھی۔ (سبل الہدیٰ 165/2)

شادی کے وقت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس برس تھی اور آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی عمر پچیس برس تھی۔ یہ تقریب بعثت نبوی سے پندرہ برس پیشتر منعقد ہوئی تھی۔ واقعہ فیل کو اس وقت پچیس برس بیت چکے تھے۔ نکاح کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور وہیں قیام پذیر رہے۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت چوبیس برس تک قائم رہی اور اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔ سیرت نگاروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ نکاح کے بعد اونٹ ذبح کیے گئے اور ان کا گوشت فقراء میں تقسیم کیا گیا۔ شرکائے مجلس کی ضیافت بھی کی گئی۔ (اخبار مکہ للازرقی' 199/2' السیرۃ الحلبیۃ' 227/1) سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے یہ مہمان نوازی کوئی تعجب یا اچنبھے کی بات نہیں۔ وہ نہایت مالدار خاتون تھیں اور مہمان نوازی عربوں کی گھٹی میں تھی۔

''نساء حول الرسول'' نامی کتاب کے مؤلف لکھتے ہیں شادی کی اس تقریب میں دیگر مہمانوں کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بھی شریک تھیں اور جب وہ واپس جانے لگیں تو اس مبارک جوڑے نے انہیں چالیس بکریوں کا تحفہ بھی دیا تھا۔ (نساء حول الرسول' 165/1)

مکہ میں ایک نئے گھر کا اضافہ

مکی معاشرے میں ایک نئے گھر کا اضافہ ہو چکا تھا۔ کائنات کا سب سے افضل و اعلیٰ گھرانہ جس میں امن وسکون اور چین واطمینان کا دور دورہ تھا۔ اللہ نے انہیں مال و دولت سے تو نوازا ہی تھا مگر انہیں ہر وقت ایسے لوگوں کی فکر دامن گیر رہتی تھی جو معاشرے میں سب سے زیادہ کمزور اور لاچار تھے۔ ایسے لوگوں کی مدد کی جاتی۔ یتیموں' بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کیا جاتا اور ان کی خفیہ اور علانیہ مدد کی جاتی۔ رشتہ داروں کے حقوق کا بطور خاص خیال رکھا جاتا تھا۔

اس گھر میں دو بچے بھی پرورش پا رہے تھے۔ ان میں سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند سے ایک بیٹی ہند بنت عتیق اور دوسرے خاوند سے ایک بیٹا ہند ابی ہالہ رضی اللہ

عنہ تھے۔ انہی کے نام سے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی کنیت اُمّ ہند تھی۔ (الاصابۃ' 100/8) یہ بچے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب تھے۔

شادی کے بعد جلد ہی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی آنگن میں ایک پھول کھلا۔ سید ولد آدم کے ہاں بیٹے کی پیدائش ہوئی۔ ان کا نام قاسم رکھا گیا۔ انہی کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوالقاسم کی کنیت سے پکارا جانے لگا۔ ابھی قاسم چھوٹے ہی تھے کہ یہ پھول مرجھا گیا۔ سیرت نگاروں کے مطابق انہوں نے چلنا شروع کر دیا تھا۔ عمر کے اس حصے میں والدین کو بچوں کے ساتھ جو الفت ومحبت ہوتی ہے اس کے پیش نظر یقیناً باغ جنت کے اس پھول کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بے حد پیار تھا مگر اللہ تعالیٰ کی یہی مشیت تھی۔

تاریخ کے اوراق ہمیں قاسم کے حالات زندگی سے آگاہ نہیں کرتے مگر یہ بات یقینی ہے کہ اس دنیا میں تشریف آوری سے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے پناہ مسرت ہوئی ہوگی۔

اولاد کی بہاریں

قاسم کی ذات کے بعد چند برسوں ہی میں وقفے وقفے سے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں چار بیٹیاں سیّدہ زینب' سیّدہ رقیہ' سیّدہ اُمّ کلثوم' سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن اور ایک بیٹا عبداللہ رضی اللہ عنہ جن کا لقب طیب اور طاہر تھا پیدا ہوئے۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تمام اولاد کی دایہ کا نام سلمیٰ تھا۔ کتب سیرت میں مذکور ہے:

وَكَانَتْ تَسْتَرْضِعُ لِوَلَدِهَا تُعِدُّ ذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ تَلِدَ .

''سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا معمول تھا کہ وہ دایہ سے اپنے بچوں کو دودھ پلواتی تھیں اور بچے کی ولادت سے قبل ہی دایہ کو تیار کر لیتی تھیں۔''

(الاصابۃ' 602/7' حرف الخاء المعجمۃ)

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا گھرانہ ایک سعادت مند گھرانہ تھا۔ سیّدہ زینب رضی

Scanned with CamScanner

اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا میں آنے کے بعد گھر کی رونقیں ایک مرتبہ پھر بحال ہو گئی تھیں۔ گھر میں پہلے سے زیادہ خوشحالی آ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا نوازا کہ اس سے باقی ماندہ لوگوں کی ضروریات بھی پوری ہونے لگیں۔ فقراء، مساکین اور محتاج بھی آتے اور ان کی ضروریات پوری کی جاتیں۔ وہ خالی ہاتھ آتے اور واپسی پر ان کے دامن بھرے ہوئے ہوتے۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ساری دولت اپنے حبیب، صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقف کر دی تھی۔

ایک منفرد تحفہ:

حکیم بن حزام سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے۔ ایک مرتبہ طائف میں تھے وہاں غلاموں کی منڈی لگی ہوئی تھی۔ یہ بھی وہاں پہنچ گئے۔ ایک نوعمر لڑکا ''زید'' انہیں بھا گیا۔ زید کی شکل وصورت، عادت اور اخلاق واطوار کسی طور بھی غلاموں جیسے نہ تھے۔ سودا کیا، زید کو لے کر مکہ آئے اور اسے اپنی پھوپھی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کر دیا۔ یہ نوعمر لڑکا اس عظیم گھرانے میں پلتا رہا۔ شادی کے بعد سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے زید رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔

(تاریخ دمشق، 243/21)

اس نوجوان میں کچھ صفات ایسی تھیں کہ جن کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے غیر معمولی محبت وانس پیدا ہو گیا۔ ادھر زید رضی اللہ عنہ کا والد حارثہ اپنے بھائی کے ساتھ اپنے بیٹے کو تلاش کرتا ہوا مکہ مکرمہ آ پہنچا۔ وہ اپنے ساتھ مال ودولت لے کر آیا۔ اس نے ایک دن سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو اس نے اپنی آمد کا مدعا بیان کرتے ہوئے عرض کیا: میں زید کا والد ہوں۔ آپ جتنا مال چاہیں لے لیں مگر میرا بیٹا واپس کر دیں۔ ادھر مکارم اخلاق کی انتہا تھی۔ ارشاد فرمایا مال ودولت کی بات نہیں، تم اپنے بیٹے سے پوچھ لو اگر وہ مجھے چھوڑ کر جانا چاہتا ہے تو لے جاؤ مجھے کوئی مال نہیں چاہیے لیکن اگر وہ میرے پاس رہنا چاہے تو

میں زبردستی اسے اپنے سے دور نہیں کروں گا۔

تیری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

حارثہ کہنے لگا آپ نے تو انصاف سے بھی بڑھ کر بات کر دی چنانچہ جب زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنا چاہتا ہے یا اپنے والد کے ساتھ جانا چاہتا ہے تو اس نے کہا: جس شخصیت کے پاس میں رہ رہا ہوں اس میں ایسی غیر معمولی خوبیاں ہیں کہ ان کی شفقت اور محبت والدین سے بھی بڑھ کر ہے لہٰذا میں مکہ ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنا پسند کروں گا۔ والد اور چچا یہ غیر متوقع جواب سن کر ہکا بکا رہ گئے۔ انہوں نے کہا: زید! تمہیں کیا ہو گیا کہ تم غلامی کو آزادی پر فوقیت دے رہے ہو؟ مگر زید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے خوب سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے اور اپنے فیصلے کو برقرار رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دیئے ہوئے اس انمول تحفے پر اس قدر پیار آیا کہ زید رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لیا اور حرم پاک میں کعبۃ اللہ کے سائے میں جا کر اعلان فرمایا آج سے زید (رضی اللہ عنہ) میرا غلام نہیں، میرا بیٹا ہے۔ یہ مجھ سے وراثت پائے گا اور میں اس کا وارث بنوں گا۔ (تاریخ دمشق الکبیر 244/21) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید رضی اللہ عنہ کی شادی ان کی خواہش پر اپنے گھر کی سب سے معتمد لونڈی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود کھلانے والی اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا سے کر دی۔ زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا تھا کہ جو شخص کسی جنتی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہو وہ اُمّ ایمن سے شادی کر لے۔ اس سعادت مند جوڑے سے اسلامی تاریخ کے سب سے کم عمر کمانڈر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے آغاز میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔

Scanned with CamScanner

(41)

قومِ شعیب علیہ السلام کا ایک شخص

حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانے کا ذکر ہے کہ ایک شخص علانیہ کہا کرتا تھا کہ اللہ نے میرے بے شمار عیوب دیکھے ہیں لیکن اپنے رحم وکرم کے باعث وہ مجھ پر گرفت نہیں کرتا۔ اس شخص کا یہ قول بظاہر تواضع پر مبنی تھا لیکن اصل میں تھا کبر سے بھرپور۔ خدا نے حضرت شعیب علیہ السلام کے ذریعے اس کو انتباہ کیا کہ ''اے بے وقوف! تو صراطِ مستقیم سے بھٹک کر کہیں کا کہیں جا نکلا ہے اور خوشی سے کہتا ہے کہ میں تیرے گناہوں کی پکڑ نہیں کرتا حالانکہ تو اس حقیقت سے بے خبر ہے کہ میں ہر آن تیری اس قدر گرفت کرتا رہتا ہوں کہ گویا تو سر سے پیر تک آگ کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ تیری مثال اس سیاہ دیگ کی سی ہے جس پر اسی کا رنگ چڑھا رہتا ہے اور اس رنگ نے تیری روح کی پیشانی بے نور کر دی ہے۔ تیرے قلب پر زنگ کی اتنی تہیں چڑھ گئی ہیں کہ خدا کے بھید دکھائی نہیں دیتے۔ دیکھا اگر کوئی لوہار زنگی (حبشی) ہو تو دھواں ویسا ہی ہوتا ہے جیسا لوہار کا چہرہ اور اگر کوئی رومی اس پیشے میں داخل ہو تو دھوئیں سے اس کا چہرہ چتکبرا ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص گناہ کے گھناؤنے اثر سے واقف ہو جاتا ہے اور گڑگڑا کر توبہ کرنے لگتا ہے۔ لیکن جو بدنصیب گناہ میں آلودہ ہو اور اس پر اصرار کرے تو اس کی عقل پر خاک پڑ جاتی ہے۔ اسے کبھی توبہ کی توفیق نہیں ہوتی، یہاں تک کہ اسے گناہ کے کاموں میں ہی لذت ملنے لگتی ہے۔ پس وہ شخص گمراہ اور بے دین ہوا۔ پھر اس میں حیاء اور ندامت کا احساس ہی باقی نہیں رہتا۔''

جب حضرت شعیب علیہ السلام نے یہ باتیں حق تعالیٰ کی جانب سے حکم پا کر اس شخص سے کہیں تو وہ حوح پر اتر آیا اور کہنے لگا ''اگر خدا میری گرفت کرتا تو پھر اب تک میرا نام ونشان کیوں باقی ہے؟ اس نے مجھے فنا کیوں نہ کر دیا؟''

دلدل کا گدھا

حضرت شعیب علیہ السلام نے خدا کی بارگاہ میں عرض کیا: یاالٰہی یہ شخص مجھے جھٹلا رہا ہے اور تیری گرفت کا کھلا ثبوت چاہتا ہے۔ خدا نے جواب دیا:

> ''اے شعیب، میں ستار العیوب ہوں۔ لوگوں کے عیب ظاہر نہیں کرتا اس شخص کے سب گناہ بیان نہ کروں گا البتہ اس کی گرفت کی ایک واضح علامت بتاتا ہوں۔ وہ علامت یہ ہے کہ یہ بدنصیب روزے بھی رکھتا ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے، زکوٰۃ بھی نکالتا ہے اور دعائیں بھی کرتا ہے۔ اس طرح کی بہت سی عبادتیں اور نیک عمل بھی دکھاوے کے لئے کرتا ہے لیکن اس کی روح کو ان عبادتوں اور نیکیوں سے ذرہ برابر بھی لذت نہیں ملتی۔ ظاہر میں اس کی عبادت اور نیکیاں خشوع وخضوع سے لبریز ہیں لیکن باطن میں پاک نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے درخت میں اخروٹ تو ان گنت لگے ہوں مگر ان میں مغز نہ ہو۔ عبادت اور نیکیوں کا پھل پانے کے لئے ذوق درکار ہے اور پھل میں مغز تاکہ اس سے درخت پیدا ہو جس طرح بغیر گودے کا بیج درخت نہیں بن سکتا، اسی طرح بے جان صورت محض خیال ہوتی ہے۔''

جب حضرت شعیب علیہ السلام نے یہ نکتے اس شخص پر واضح کئے تو وہ ہکا بکا رہ گیا اور کچھ جواب نہ دے سکا۔ اس کا حال اس گدھے کا سا تھا جو دلدل میں بری طرح پھنس گیا ہو اور ہاتھ پاؤں مارنے کے باوجود اس سے نکلنے کا راستہ نہ پاتا ہو۔ (حکایات مثنوی)

Scanned with CamScanner

(42)

از خدا خواہم توفیق ادب

امام بخاری علیہ الرحمۃ کی صحیح بخاری میں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں صلح کرانے کے واسطے تشریف لے گئے۔ جب نماز کا وقت ہوا تو مؤذن نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھ کر اقامت کہی اور انہوں نے امامت کی۔ اس عرصہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تشریف فرما ہو گئے اور صف میں قیام فرمایا۔ جب نمازیوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو دستک دینے لگے۔ اس غرض سے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خبردار ہو جائیں کیونکہ ان کی عادت تھی کہ نماز میں کسی طرف نہ دیکھتے تھے۔ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دستک کی آواز سنی تو گوشہ چشم سے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں لہٰذا پیچھے ہٹنے کا قصد کیا۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشارہ فرمایا: اپنی ہی جگہ پر قائم رہو۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اس نوازش پر کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے امامت کا حکم فرمایا' اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اے ابوبکر! جب میں خود تمہیں حکم کر چکا تھا تو تم کو اپنی جگہ پر کھڑے رہنے سے کون سی چیز مانع ہوئی تھی۔ عرض کیا' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابی قحافہ کا بیٹا اس لائق نہیں کہ **ان یصلی بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے بڑھ کر نماز پڑھائے۔

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں سے

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آغازِ خلافت میں منبر پر بیٹھ کر خطبہ دینے لگے تو منبر کے جس درجے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر خطبہ القا فرمایا کرتے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس سے نیچے کے درجے پر بیٹھے کہ

بجائے بزرگاں نشستن خطا است

پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایامِ خلافت میں اسی منبر پر بیٹھ کر خطبہ دینا چاہا تو اس درجہ سے بھی نیچے کے درجے پر بیٹھے کیونکہ ان کے نزدیک مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کے ساتھ خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کا ادب بھی واجب تھا۔

از خدا خواہم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش کی طرف جنگ حدیبیہ میں صلح کے واسطے بھیجا تو قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو طواف کرنے کی اجازت دی لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے طواف کرنے سے انکار کیا اور اپنے پروردگار کے حکم:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۔

اپنے آقائے نامدار کا ادب تعظیم مدنظر رکھ کر فرمایا:

ما کنت لافعل حتی یطوف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

یعنی میں طواف نہ کروں گا جب تک میرے مولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ کریں گے۔

کنز العمال میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: میں اسلام میں چوتھا شخص ہوں اور میرے نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

Scanned with CamScanner

اپنی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے دی ہیں اور میں نے جب سے اپنا داہنا ہاتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک سے ملایا ہے اس دن سے میں نے اپنی شرمگاہ کو کبھی نہیں چھوا۔

ہم تو اس نام کی تکریم کیا کرتے ہیں

صحیح مسلم میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب وہ صلح نامہ لکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کفار کے درمیان حدیبیہ کے دن ٹھہرا تھا جس میں یہ عبارت تھی:

هٰذا ما کاتب علیه محمد رسول الله ۔

تو مشرکوں نے کہا: لفظ "رسول اللہ" نہ لکھو کیونکہ اگر رسالت مسلم ہوتی تو پھر لڑائی کیا تھی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا: اس لفظ کو مٹا دو۔ انہوں نے عرض کیا: میں وہ شخص نہیں ہوں جو اس لفظ کو مٹا سکوں لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اس کو اپنے ہاتھ سے مٹایا۔

☆ ......شفا قاضی عیاض میں مروی ہے کہ جنگ خیبر سے واپسی میں منزل صہبا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عصر ادا فرمائی اور حضرتِ علی رضی اللہ عنہ جماعت میں شامل نہ ہو سکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زانوئے مبارک پر سر رکھ کر آرام فرمایا۔ چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نمازِ عصر نہیں پڑھی تھی اس لئے اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے کہ نماز عصر کا وقت گزر رہا ہے جو سب نمازوں سے افضل ہے اور جس کی تاکید قرآن مجید میں بتکرار عطف فرمائی:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۔ (سورۃ بقرہ 238)

"یعنی حفاظت کرو اور نگاہ رکھو تمام نمازوں کو اور نمازِ وسطیٰ یعنی نماز عصر کو۔"

نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

خندق کے دن خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عصر کے فوت ہو جانے پر کفار کے خلاف یہ دعا فرمائی:

حسبونا عن صلٰوۃ الوسطیٰ صلٰوۃ العصر ملأ الله بیوتهم وقبورهم نارا ۔

"یعنی ان کفار نے ہم کو نمازِ وسطیٰ سے یعنی نمازِ عصر سے روکا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے۔"

باوجود اتنی تاکید کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عمداً نمازِ عصر کو ترک کر دیا محض اس خیال سے کہ اگر میں اپنا زانو ہلاؤں گا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیدار ہو جائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند میں خلل آ جائے گا۔ لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ نے محض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے باعث زانو کو نہ ہلایا حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا اور نمازِ عصر کا وقت جاتا رہا مگر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیدار ہوئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز کے فوت ہو جانے کا حال عرض کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا فرمائی کہ یا الٰہ العالمین! اگر علی تیری اطاعت میں تھا تو پھر آفتاب کو طلوع کر دے۔ پس اسی وقت ڈوبا ہوا آفتاب پلٹ آیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نہایت تسکین کے ساتھ نمازِ عصر ادا کی پھر آفتاب حسب معمول غروب ہو گیا۔

نمازیں گر قضا ہوں پھر ادا ہوں
نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بڑے ہیں:

بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں ابی الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ

عبدالملک بن مروان نے قباث بن اشیم رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم بڑے ہو یا

Scanned with CamScanner

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے تھے۔ مطلب یہ تھا کہ عمر کس کی زیادہ ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکبر منی وانا اسن منه .

انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بڑے تھے اور میں عمر میں ان سے زیادہ ہوں۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف عام فیل میں ہے اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ میری والدہ صاحبہ اسی ہاتھی کی لید کے پاس مجھے لے کر کھڑی تھیں۔ (بیہقی)

دنیا میں احترام کے قابل ہیں جتنے لوگ
میں سب کو مانتا ہوں مگر مصطفیٰ کے بعد
(صلی اللہ علیہ وسلم)

(43)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا خوف خدا میں رونا

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام خوف خدا میں اس قدر گریہ کرتے کہ آنسوؤں کے بہنے سے آپ کے رخسار مبارک پھٹ گئے اور گوشت پوست اتر گئے یہاں تک کہ دانت اور چہرہ کی ہڈیاں نظر آنے لگیں۔

ایک دن والدہ نے دیکھ کر فرمایا بیٹا! اپنے دانت چھپالو پھر آپ کی والدہ نے آپ کے رخساروں پر کپڑا ڈال دیا پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام خوف خدا میں روتے تو کپڑا گیلا ہو جاتا تو آپ کی والدہ محترمہ اسے بدل دیتیں، اسی طرح بار بار کپڑا تبدیل کرنا پڑتا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے باپ حضرت زکریا علیہ السلام جب اہل ایمان کو وعظ فرماتے اور ان کو دوزخ سے ڈراتے تو پہلے دیکھتے اور پوچھتے کہ مجمع میں یحییٰ تو موجود نہیں تو اگر وہ موجود ہوتے تو ان کے سامنے دوزخ وقیامت کا ذکر نہ کرتے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی رقلت قلبی کے پیش نظر ایک روز ایسا ہوا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اپنا سر ڈھانپ کر مجمع میں ایک طرف بیٹھ گئے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے ان کے متعلق پوچھا مگر کسی نے نہ دیکھا لہٰذا خاموش رہے تو حضرت زکریا علیہ السلام نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم میں گڑھا پیدا کیا جس کا نام ''سکران'' ہے اور اس میں ایک پہاڑ پیدا کیا جس کا نام ''غضبان'' ہے اس پر سے کوئی نہیں گزر پائے گا مگر وہی جو اللہ کے خوف سے بہت روتا ہو جب حضرت یحییٰ علیہ السلام نے یہ بیان سنا تو ایک زوردار چیخ ماری اور غشی سے گر پڑے پھر جب افاقہ ہوا تو کپڑے پھاڑ کر سر پر مٹی ڈال کر روتے

ہوئے جنگل کی طرف نکل گئے اور سب لوگ بھی روتے ہوئے آپ کے پیچھے نکل پڑے۔ جب انہوں نے تلاش کرنے پر نہ پایا تو حضرت زکریا علیہ السلام زور زور سے رونے لگے حتیٰ کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی تو لوگوں نے نہایت ادب سے تختے پر لٹا دیا پھر اٹھا کر آپ کے گھر پہنچا دیا جب آپ کی زوجہ محترمہ نے آپ کا یہ حال دیکھا تو لوگوں سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے انہیں حضرت یحییٰ کا حال بتایا' حال سنتے ہی مادر شفیقہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور عصا ہاتھ میں لے کر کھڑی ہو گئیں اور پریشان دل کے ساتھ لوگوں سے پتہ پوچھتی ہوئی جنگل کو نکل پڑیں۔

والدین کا حال

تین دن بیٹے کی تلاش میں پہاڑ و غاریں چھان ماریں آخر بکریوں کے چرواہوں کو دیکھا تو ان سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا پوچھا تو انہوں نے بتایا: گزشتہ رات ہم نے اس پہاڑ میں کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہائے مصیبت سکران کے عذاب سے' ہائے خرابی غضبان پہاڑ پر گزرنے سے' ہائے بربادی دوزخ کے جلانے سے۔ آپ یہ سنتے ہی جلدی سے وہاں پہنچیں تو اپنے بیٹے کو بہت مغموم و پریشان پایا اور اسی طرح سخت عذاب سے واویلا پکارتے اور روتے ہوئے پایا۔ والدہ محترمہ نے آپ کو گلے لگایا اور واپس گھر لائیں پھر آپ کے لئے جو کی روٹی اور بھنا ہوا لائیں اور فرمایا اللہ کے لئے اور بحق مادر اس میں سے کچھ کھالو اور ذرا سا تولو تا کہ مجھے سکون ہو اور اس میلے موٹے لباس کو اتار دو۔ یہ سن کر حضرت یحییٰ علیہ السلام بہت روئے لیکن ماں کا کہنا ٹال نہ سکے۔

آخر کچھ کھالیا اور سو گئے جب صبح ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام امین آئے اور آپ کو بیدار کر کے کہا اے یحییٰ! بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ شاید تو نے اپنا گھر میرے گھر سے بہتر پایا کہ اس میں آرام سے سوئے' مجھے اپنی عزت و جلال وقدرت کی قسم! اگر تو ایک نظر میری جنت فردوس کو دیکھ لے تو اس کے شوق میں اتنا روئے کہ روح تیرے بدن سے جدا ہو جاتی اور اگر تو ایک نظر میری دوزخ کو دیکھ لیتے تو

اس وقت تیری ہڈیاں پگھل جاتیں۔

یہ سنتے ہی حضرت یحییٰ علیہ السلام اچھل کر اٹھے اور چیخ مارتے ہوئے گھر سے نکلے پھر آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو کبھی نہ دیکھا یہاں تک کہ آپ ظلماً شہید کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ کا آپ پر سلام ہو۔ (نورانی حکایات ترجمہ قلیوبی)

جو اللہ کا ہو جائے

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں ایک بکری چرانے والے کے پاس سے گزرا اور پوچھا تمہارے پاس کچھ پانی یا دودھ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ کو دونوں میں سے کیا پسند ہے؟ میں نے کہا: پانی۔ اس نے فوراً پتھر کی سخت چٹان پر اپنا ڈنڈا مارا اور اس سے پانی جاری ہوگیا۔ میں نے جب اس پانی کو پیا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا' میں تعجب میں پڑ گیا۔ اس نے کہا:

''حیرت نہ کرو' جب بندہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے تو ہر شے اس کی اطاعت کرتی ہے۔'' (ایضاً)

سچ فرمایا: من كان لله كان الله له۔

''جو اللہ تعالیٰ کا ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے''۔

Scanned with CamScanner

(44)

مدعیان زہد اور ابن جوزی

اپنے وقت کے زاہدوں میں میں نے تکبر دیکھا اپنی وجاہت اور لوگوں کے قلوب میں مقام و مرتبہ کا تحفظ دیکھا جبکہ ان کے بارے میں یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ اہل ریا ہیں یا منافق ہیں۔ ان کے کسی ایک کو دیکھے گا وہ ایسا لباس پہنتا ہے جو زہد کی آنکھ سے دیکھا جاتا ہے۔ عمدہ کھانے کھاتا ہے' اپنے ہم جنسوں پر تکبر کرتا ہے' اغنیاء سے دوستی رکھتا ہے' فقراء سے دور رہتا ہے ''مولانا'' کا لقب یا خطاب پسند رکھتا ہے' محافظ کو ساتھ لے کر چلتا ہے' فضول گوئی میں وقت ضائع کرتا ہے' اپنی مجلس میں لوگوں کی حاضری اور ان کے سلام کہنے سے پھولتا ہے' اگر یہ شخص فقہاء جیسا لباس پہنتا تو اس کا یہ مرتبہ ختم ہو جاتا اور کوئی اس سے تعلق نہ رکھتا اور اس کے افعال اگر اس کے لباس سے کچھ نسبت رکھتے تو بات تھی مگر ان لوگوں نے ایسی مخلوق کے سامنے بہروپ بنایا ہے جو ان کے احوال سے واقف نہیں ہیں تو خالق سبحانہ وتعالیٰ کے پاس کیا حاصل کریں گے؟

☆...... یہ بات مختلف عنوانات سے میں بکثرت دہراتا ہوں۔ مومن کو مناسب ہے کہ اپنی معاش کے لئے کچھ مشغلہ رکھے اور اپنے خرچ میں لگائے۔ پہلے علماء حضرات کے لئے کچھ بیت المال سے آ جاتا تھا۔ کچھ اقربا کے عطیے اور کچھ عوام کا تعاون ہوتا تھا اب یہ صورت حال ختم ہو گئی ہے اور علم کا شغل رکھنے والے یا عبادت وریاضت میں لگنے والے مسکین ہو کے رہ گئے ہیں خصوصاً اہل وعیال والے حضرات' اور اس قبیح زمانے کی مثال ہم نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ کوئی ایسا شخص دکھائی نہیں دیتا جس کا نام حصول تعاون یا

طلب قرض کے لئے بتایا جا سکے چنانچہ ایک مومن انسان نامناسب جگہوں میں گھسنے اور غیر صالح حالات کے لئے مجبور ہو جاتا ہے لہٰذا لائق ہے کہ عیالداری میں کمی رکھے' روزی مہیا کرنے میں اور اخلاق کی اصلاح میں لگے اور اگر معاش کی کوئی صورت ممکن ہو تو نوافل اور زائد علوم میں لگنے سے بہتر ہے ورنہ دین غلط راہوں میں ضائع ہو جائے گا یا کمینوں کے ہدیوں کے لئے ذلیل ہونا پڑے گا۔

احتیاط لازم ہے

عاقل کو لائق ہے کہ احتیاط کی انتہائی تدابیر جہاں تک ممکن ہے اختیار کرتا رہے۔ اس کے باوجود اگر تقدیر کا کوئی فیصلہ سامنے آ گیا ہے تو یہ قابل ملامت نہیں اور احتیاط و تحفظ اس چیز سے ہونا چاہئے جس کا وقوع ممکن ہے اور اس کے لئے تیاری کروانا واجب ہے اور یہ ہر حال کی بات ہے۔ ایک آدمی نے ناخن کاٹے اور ذرا سی غلطی ہونے سے ہاتھ خراب ہو گیا اور مر بھی گیا۔ ہمارے شیخ احمد الحربی سواری پر جا رہے تھے ایک تنگ جگہ سے گزرنے کے لئے زین پر جھکے' دل پر دباؤ پڑ گیا۔ بیمار ہوئے اور فوت ہو گئے۔ یحییٰ بن نزار شیخ تھے میری مجلس میں بھی آتے تھے' کان میں ثقل محسوس ہوا۔ معالج کو بلایا۔ اس نے منہ لگا کر چوسنا شروع کیا۔ اندر سے مغز جیسا مواد نکلا اور فوت ہو گئے۔

ذرا نظر کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ٹیڑھی دیوار کے پاس سے گزرتے ہوئے احتیاط فرمائی اور تیزی سے گزرے اور یہ بھی مناسب ہے کہ ایام شباب میں کسب مال کے ذریعہ احتیاط کی جائے تاکہ بڑھاپے کے ایام کے لئے کچھ بچ رہے۔ نیز کسی کے ساتھ معاملہ میں تحریری وثیقہ کے بغیر اعتماد مناسب نہیں اور وصیت میں بھی جلدی کرنی چاہئے۔ مبادا اچانک موت آ جائے اور دشمنوں کا تو کیا کہنا اپنے دوستوں سے بھی احتیاط رکھے اور ایسے شخص کی دوستی پر بھی اعتماد نہ کرے جسے خود کبھی ایذا دے چکا ہے کیونکہ دلوں کا کینہ ہی زائل نہیں ہوتا۔ اپنی بیوی سے بھی محتاط رہے۔ کبھی اسے اپنے راز پر مطلع کر بیٹھتا ہے پھر طلاق دے دے تو اس سے تکلیف اٹھاتا ہے۔ ابن افلح شاعر

Scanned with CamScanner

مسترشد کے زمانے میں کسی رئیس سے خط وکتابت رکھتا تھا اس کے دربان کو علم ہو گیا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اس نے دربان بدل لیا۔ اس نے چغلی کھائی اور اس کا گھر گرا دیا گیا۔ یہ مذکورہ مثالیں غیر مذکورہ حالات پر متنبہ کرنے والی ہیں اور احتیاط کی ان سب سے بڑھ کر اہم بات یہ ہے کہ خوب توبہ اور تیاری کی جائے اس سے قبل کہ موت اچانک آ جائے' جس کے اچانک آنے کا ہر دم کھٹکا لگا رہتا ہے اور سستی کے چور سے چوکنا رہنا چاہئے کہ وہ ہر دم وقت چرانے کے حیلہ میں مشغول ہے۔

امور میں اعتدال

میں نے بادشاہوں کے جھگڑوں میں' تاجروں کی حرص میں' نام نہاد صوفیوں کے نفاق میں غور کیا تو دیکھا کہ ان کی اکثریت جسمانی لذت میں مبتلا ہے اور کوئی صاحب عقل غور کرے تو جان لے گا کہ حیات کا معاملہ بالکل سہل ہے۔ معمولی چیز سے ختم ہو جاتا ہے اور ان لذات کی کوئی انتہا نہیں جن کو پایا جا سکے اور اگر کوئی اس میں زور بھی لگائے تو نتیجتاً وہ اپنے نفس کو ایذا ہی دے رہا ہے اور جتنی لذتیں پہنچا رہا ہے اس سے کئی گنا زیادہ وہ اپنے نفس کو مضرتیں پہنچا رہا ہے جیسے بہت زیادہ کھانے والا اور بکثرت جماع کرنے والا۔ بس سعادت مند وہ ہے جو اپنے دین کے تحفظ کی فکر رکھتا ہے اور بقدر حاجت ان چیزوں کو لیتا ہے۔ کیا تعجب ہے کہ یہی لباس متوسط قسم کا ہو تو خادم ہوتا ہے' اعلیٰ ہو تو مخدوم ہو جاتا ہے اور صاحب لباس ذرا اس کی وجہ سے خود پسندی آئے تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنی نظر پھیر لیتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک شخص چادر اوڑھ کر تفاخرانہ چال چل رہا تھا کہ زمین میں دھنسا دیا گیا اور شراب اگر حرام ہے تو اس کا عذاب اس کی لذتوں سے کئی گنا زیادہ ہے اور لوگوں کے سامنے رسوائی ایک الگ عذاب ہے اور اگر مباح ہو تب بھی اس کی تیزی بدن میں فساد لاتی ہے اور منکوحات میں حسینہ کی ناز برداری سب سے بڑی تکلیف ہے اور بدشکل ہو تو اسے برداشت کرنا انتہائی تکلیف دہ ہے لہٰذا متوسط کو اختیار کرو اور سلاطین کے احوال میں غور کرو کہ وہ کس طرح ظلماً قتل ہوئے' کس

قدر حرام امور کا ارتکاب کرتے رہے اور ان حسی (جسمانی) لذات کا بہت کم حصہ انہیں نصیب ہوا۔ بس عمر کا بادل چھٹ چکا ہے اور فضائل سے محرومی کی حسرتیں اور عذاب کا حصول سامنے ہے اور دنیا میں بہترین زندگی والا وہ عالم ہے جو اپنے علم میں منہمک ہے۔ علم ہی اس کا غمخوار و ہم نشین ہے۔ دین کی سلامتی کے ساتھ ساتھ جو مباحات اسے حاصل ہیں ان پر قناعت کئے ہوئے ہے' جن میں کوئی تکلف ہے نہ دین کا فساد۔ دنیا اور اہل دنیا کی ذلت سے عزت کا پردہ کئے ہوئے ہے۔ قدر قلیل پر قناعت کی چادر اوڑھ رکھی ہے جبکہ قدر کثیر پر قادر نہیں اور اس تحفظ کے ذریعہ اس کا دین و دنیا محفوظ ہیں اس کے علمی مشاغل اسے فضائل کی رہنمائی کرتے ہیں' باغات کی سیر کراتے ہیں اور وہ اس تنہائی کی بدولت شیطان سے سلطان سے اور عوام سے بچا ہوا ہے مگر یہ تنہائی صرف عالم ہی کو زیبا ہے جاہل ایسا کرے تو علم سے محروم رہے گا اور گمراہ ہو جائے گا۔

مطلوب کا حصول:

میں نے اس حالت میں غور کیا جو طالب علموں کو پیش آتی ہے اور انہیں مقصود سے غافل کر دیتی ہے اور وہ تحریر کی حرص ہے خصوصاً محدثین کے لئے کہ ان کا تمام وقت سمجھنے اور یاد کرنے کے بجائے لکھائی میں صرف ہوتا ہے۔ ان کی عمر گزر جاتی ہے اور بجز قدر قلیل کے وہ علم سے کورے رہ جاتے ہیں اور جنہیں توفیق ملتی ہے وہ زیادہ وقت حفظ میں اور دہرانے میں لگاتے ہیں اور تکرار سے تھک جانے کا وقت تحریر پر لگا لیتے ہیں جس سے ان کی مراد حاصل ہو جاتی ہے اور باتوفیق وہ ہے جو اہم کی طلب کرتا ہے کیونکہ عمر تمام علوم کے لئے ناکافی ہے اور رئیس العلوم فقہ ہے اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو علم حاصل کرتے ہیں اور اس کے مقتضاء پر عمل کرنے سے غافل رہتے ہیں گویا وہ کچھ بھی حاصل نہیں کر پائے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں ایسی محرومی سے۔ (صید الخاطر)

(45)

تین مجاہد بھائی

ملک شام میں تین بھائی اپنے وقت کے بڑے بہادر اور پہلوان تھے۔ کافروں کے ساتھ ہمیشہ جہاد میں مصروف رہتے۔ اتفاقاً شاہِ روم کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ شاہِ روم نے ان پر زور دیا کہ اسلام چھوڑ کر نصرانیت اختیار کر لیں اور عیسائی بن جائیں اور کہا کہ اس صورت میں میں تمہیں اپنا ملک سونپ دوں گا اور اپنی لڑکیاں بھی تمہیں بیاہ دوں گا لیکن ان سواران دلاور اور شہ سواران اسلام نے اس کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا اور فریاد کی یا محمداہ۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری دستگیری کیجئے۔

یہ سن کر شاہ روم نے حکم دیا کہ تین دیگوں میں تیل بھر کر آگ پر چڑھائی جائیں۔ (حکم حاکم مرگِ مفاجات) تین دن متواتر ان دیگوں کے نیچے آگ جلائی گئی۔ ہر روز ان کو دیگوں کے پاس لے جاتا اور کہتا ”نصرانیت قبول کرلو ورنہ میں ان دیگوں میں تمہیں ڈال دوں گا۔“ یہ ہمیشہ انکار کرتے رہے۔ چوتھے روز بڑے بھائی کو دیگ میں ڈال دیا پھر دوسرے بھائی کو دیگ کے قریب لے جا کر ہر طرح سمجھایا اور پوری کوشش کی کہ کسی طرح یہ اسلام چھوڑ کر نصرانی ہو جائیں۔ اس بندۂ خدا نے بھی انکار کیا۔ تو اسے بھی دیگ میں ڈال دیا گیا۔

اب تیسرے بھائی کی باری تھی کہ ایک مجوسی آیا اور کہا اے بادشاہ میں اسے دین اسلام سے پھیر دوں گا۔ بادشاہ نے پوچھا کس طرح، جواب دیا عرب کے باشندے عورتوں کے بڑے دلدادہ ہوتے ہیں اور میری ایک نہایت حسین وجمیل لڑکی ہے کہ ملک

روم میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ اسے اس کے حوالے کر دوں گا اور وہ اسے اسلام سے پھیر لے گی۔

استقامت ہو تو ایسی ہو

غرض چالیس دن کی مہلت پر انہیں اپنے گھر لایا اور لڑکی کے حوالے کر کے تاکید کی کہ جیسے بھی بن پڑے اسے اس کے دین سے پھیر دے۔ لڑکی نے کہا: آپ اطمینان رکھیں میں اسے رام کر لوں گی۔ اب یہ اس لڑکی کے ساتھ رہنے لگے مگر یوں کہ دن میں روزہ رکھتے اور رات بھر عبادت میں مصروف رہتے۔ لڑکی کی طرف کبھی نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ یہاں تک کہ ایک مہینہ گزر گیا۔ ایک دن اس کے باپ نے اس سے پوچھا: اس نوجوان کا کیا حال ہے؟ لڑکی نے جواب دیا اس کے دو بھائی اس شہر میں مارے گئے ہیں شاید انہیں کے خیال میں مستغرق رہتا ہے اور میری طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ آپ اس کے ساتھ مجھے بھی کسی اور شہر میں بھیج دیں اور بادشاہ سے کچھ اور زیادہ مہلت طلب کریں۔ اس کے باپ نے اس کی خواہش کے مطابق بادشاہ سے اور وقت لے کر دونوں کو دوسرے شہر بھیج دیا یہاں بھی اس جوان مرد نے اپنا وقت روزے اور عبادت الٰہی میں گزارنا شروع کیا اور عورت کی جانب کوئی توجہ نہ دی۔ یہاں تک کہ اس کی مہلت کی آخری شب آ گئی تو اس لڑکی نے اس نوجوان سے کہا: ”اے نوجوان! تو اپنے رب کی عبادت اور احکام کی فرمانبرداری میں کامل ہے اور تیرا رب بھی سچا ہے میں بھی اس دین کو قبول کرتی ہوں اور اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑتی ہوں۔ اب تو ایسی تدبیر کر کہ ہم دونوں یہاں سے نکل چلیں۔ غرض وہ عورت ایک تیز رفتار اور طاقتور گھوڑا لائی اور دونوں اس پر سوار ہوئے اور اس شہر سے نکل پڑے۔ تمام رات سفر کرتے اور دن میں کہیں چھپ جاتے۔

شہید زندہ ہوتے ہیں

ایک رات یہ دونوں جا رہے تھے کہ چند سواروں کی آوازیں کان میں آئیں۔ یہ

Scanned with CamScanner

گھبرائے لیکن جب وہ سوار قریب ہوئے تو معلوم ہوا کہ یہ اس نوجوان کے دونوں بھائی ہیں اوران کے ساتھ کچھ فرشتے بھی ہیں جوان نے ان دونوں کو سلام کیا اور پوچھا: آپ دونوں تو انتقال کر گئے تھے۔اب زندہ کیوں کر ہو گئے؟ ان دونوں نے جواب دیا کہ ''جو کچھ تم نے دیکھا وہ اتنا ہی تھا کہ ہم نے تیل میں ایک غوطہ لگایا اس کے بعد ہم جنت الفردوس میں تھے۔اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہاری شادی میں شرکت کے لئے بھیجا ہے۔ ہم تمہارا اس نوجوان لڑکی سے نکاح پڑھائیں گے۔ پھر ان دونوں نے ان دونوں کے مابین نکاح کر دیا اور جہاں سے آئے تھے وہیں چلے گئے اور یہ جوان اپنی اس بیوی کو لے کر ملک شام پہنچا۔(انوار الانتباہ)

فائدہ: امام ابن جوزی نے کتاب ''عیون الحکایات'' میں ان تینوں اولیائے عظام کا واقعہ بسند مسلسل روایت کیا اور آخر میں لکھا کہ یہ حضرات زمانۂ سلف کے اندر شام میں مشہور تھے اور ان کا یہ واقعہ زباں زد خاص و عام تھا۔شعراء نے ان کی منقبت میں قصیدے لکھے۔ازاں جملہ یہ بیت ہے۔

سَیُعۡطِی الصّٰدِقِیۡنَ بِفَضۡلِ صِدۡقٍ
فَجَاۃً فِی الۡحَیٰوۃِ وَفِی الۡمَمَاتِ

یارسول اللہ کی کثرت کیجئے

قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ سچے ایمان والوں کو ان کی سچائی کی برکت سے حیات و موت میں نجات بخشے گا۔یہ واقعہ نہایت عجیب نفس اور روح پرور ہے اور اس سے آفتاب نصف النہار کی طرح یہ بات روشن ہے کہ مصیبت میں یارسول اللہ کہنا اگر شرک ہے جیسا کہ وہابیہ کا زعم باطل ہے اور اسی گمان فاسد کے ماتحت وہ مسلمانوں کو مشرک ٹھہراتے اور انہیں بدعتی۔جہنمی کہتے ہیں (والعیاذ باللہ) تو مشرک کی مغفرت و شہادت کیسی؟ اور جنت الفردوس میں ان کا داخل ہونا کیا معنی؟ اور ان کی شادی میں فرشتوں کو بھیجنا کیونکر معقول؟ اور ان ائمہ دین نے (جن میں علامہ سیوطی بھی شامل ہیں) یہ روایت کیونکر مقبول اور ان

کی شہادت وولایت کس وجہ سے مسلم رکھی۔

اور وہ مردانِ خدا خود بھی سلف صالحین میں سے تھے کہ یہ واقعہ شہر طرطوس سے آبادی سے پہلے کا ہے اور طرطوس دارالسلام کی سرحد کا ایک شہر ہے جسے خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ نے آباد کیا۔جیسا کہ امام سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں تحریر فرمایا ہے اور ہارون الرشید کا زمانہ' زمانۂ تابعین و تبع تابعین تھا تو یہ تینوں شہدائے کرام اگر تابعی نہ تھے تو کم از کم تبع تابعین میں ماننا پڑے گا اور ان کور باطنوں کے نزدیک وہ بھی شرک و بدعت میں مبتلا قرار پائیں گے۔

وَلَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سو گیا۔کسی نے کہا: اسے یاد کیجئے جو آپ کو سب سے پیارا ہو۔حضرت نے بآواز بلند کہا یا محمداہ۔فوراً پاؤں کھل گیا اور اہل مدینہ میں قدیم سے یا محمداہ کہنے کی عادت چلی آتی ہے۔جیسا کہ نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں ہے کہ

ھٰذا مما تعاھدہ اھل المدینۃ ۔

غرض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس وقت تک ائمہ اولیاء' علماء' فضلاء' صلحاء' عامۃ المسلمین میں شدت و مصیبت کے وقت یارسول اللہ یا محمداہ یا علی اوریا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ یا غوث یا غوثاہ وغیرہ کہنا سننا معمول رہا اور یہ خبط کسی کو نہ سمایا کہ اس توسل کو شرک و بدعت ٹھہرانا۔یہ نئی اپچ آج کے وہابیہ کے دماغ میں آئی کہ یہ کہنا شرک ہے بدعت ہے اور ایسا کہنے والا بدعتی ہے مشرک ہے۔

کیا یہ رویہ اسلامی ہے؟

اب ان مشرک کہنے والوں سے پوچھنا چاہئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر شاہ ولی اللہ صاحب' شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان کے اساتذہ و مشائخ تک سب کو کافر و مشرک کہتے ہو یا نہیں۔اگر انکار کریں تو الحمد للہ ہدایت پائی اور حق واضح ہو گیا'

Scanned with CamScanner

اوراس کے برخلاف بے دھڑک ان سب پر کفر وشرک کا فتویٰ جاری کریں تو ان سے اتنا کہیے کہ اللہ تعالیٰ ہدایت کرے۔ ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو کہ کسے کہا اور کیا کچھ کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡنَ ' اور دل میں جان لیجئے کہ جس مذہب کی بناء پر صحابہ سے لے کر اب تک کے اکابر سب معاذ اللہ مشرک وکافر ٹھہریں۔ وہ مذہب خدا اور رسول کا کس قدر دشمن ہوگا۔ صحیح حدیثوں میں آتا ہے کہ جو کسی مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہے۔ اسی لئے ایک گروہ ائمہ کے نزدیک یہ حضرات کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا غوث الثقلین وغیرہ کلمات کہنے والوں کو کافر ومشرک کہتے ہیں خود کافر ہیں' تو انہیں لازم ہے کہ نئے سرے سے کلمہ اسلام پڑھیں اور اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں۔

(کمافی الدرالمختار)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کرنے اور یانبی اللہ یارسول اللہ وغیرہ الفاظ ندا بہ لفظ یا کہنے کے عمدہ دلائل سے ایک نفیس دلیل التحیات ہے جسے ہر نمازی ہر نماز کی دو رکعت پر پڑھتا ہے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتا ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیۡكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ۔

سلام حضور پر اے نبی' اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

اگر ندا شرک ہے تو عجیب شرک ہے کہ عین نماز میں شرک داخل ہے۔ وَلَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ' اور یہ جاہلانہ خیال محض باطل ہے کہ التحیات زمانۂ اقدس سے ویسی ہی چلی آرہی ہے تو مقصود ان لفظوں کا ادا کرنا ہے۔ نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ندا۔

نماز کے اندر پکارو یارسول اللہ

حاشاء وکلا شریعت مطہرہ نے نماز میں کوئی ایسا ذکر نہیں رکھا ہے جس میں صرف زبان سے لفظ نکالے جائیں اور معنی مراد نہ ہوں۔ نہیں نہیں بلکہ قطعاً یہی درکار ہے کہ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ سے حمد الٰہی کا قصد رکھے اور اَلسَّلَامُ عَلَیۡكَ

اَیُّهَا النَّبِیُّ سے یہ ارادہ کرے کہ اس وقت میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتا اور حضور سے بالقصد عرض کر رہا ہوں کہ سلام حضور پر اے نبی' اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

احیاء العلوم شریف میں ہے کہ التحیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دل میں حاضر کر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت پاک کا تصور باندھ اور عرض کر اَلسَّلَامُ عَلَیۡكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ۔

ایسا ہی فتاویٰ عالمگیریہ شرح قدوری اور تنویر الابصار اور اس کی شرح درمختار وغیرہ میں ہے اور میزان میں امام شعرانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: ''میں نے اپنے سردار علی خواص رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ شارع نے نمازی کو تشہد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام عرض کرنے کا اس لئے حکم دیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دربار میں غفلت کے ساتھ بیٹھے ہیں انہیں آگاہ فرمادے کہ اس حاضری میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اللہ تعالیٰ کے دربار سے جدا نہیں ہوتے پس بالمشافہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کریں۔''

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَارَسُوۡلَ اللّٰهِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَا حَبِیۡبَ اللّٰهِ

اور جب کلمات تشہد سے ان کے معنی کا قصد اور انشاء ضروری ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کرنا جسے وہابیہ نجدیہ شرک کہتے ہیں ایسا جائز ثابت ہوا کہ نماز میں واجب ہے۔ مسلمانو! اب ان سے کہو کہ اپنے شریکوں کو جمع کریں اور قہر والے عرش کے مالک سے لڑائی لیں کہ تو نے کیوں ایسی شریعت بھیجی جس نے نماز کی ہر دو رکعت پر التحیات واجب کی اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنا واجب کیا۔

Scanned with CamScanner

الحمدللہ! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت تو رفیع الدرجات ذوالعرش جل وعلاء کی بنائی ہوئی ہے کسی کافر یا کافرمنش کے مٹائے نہ مٹے گی۔ چودھویں رات کے چاند کا نور کہیں کتوں کے بھونکنے سے کم ہوا ہے۔ (الانتباہ وغیرہ حکایات رضویہ)

پکارو یا رسول اللہ پکارو یا رسول اللہ
(صلی اللہ علیہ وسلم)

(46)

غارِ حرا اور محبوب خدا

(جل وعلا وعلیہ الوف التحیۃ والانبیاء)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے ستو اور پانی کا زاد لے کر مکہ مکرمہ سے کم وبیش 4,3 کلومیٹر کے فاصلے پر حرا نامی پہاڑ کی ایک غار میں تشریف لے جاتے۔ وہاں کئی کئی روز تک قیام پذیر رہتے۔ چھوٹا سا غار جس کا طول وعرض کوئی زیادہ نہ تھا۔

بعض اوقات سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتیں اور قریب ہی کسی جگہ بیٹھ جاتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پر عبادت کرتے۔ کائنات کے مشاہد اور اس کے پیچھے کارفرما قدرت نادرہ پر غور فرماتے' آنے جانے والے مسکینوں کو کھانا کھلاتے اور جب زاد ختم ہو جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس گھر تشریف لے جاتے۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور بچیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے ضروری کام سرانجام دیتے' مزید اشیاء ہمراہ لیتے اور پھر غار کا رخ فرما لیتے۔ (شرح الزرقانی' 392/1) اس دوران بچیوں کی دیکھ بھال' ان کی پرورش اور تربیت کی ذمہ داری سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے لے رکھی تھی۔ انہوں نے اس ذمہ داری کو نہایت احسن انداز میں سرانجام دیا۔ اس زمانے میں بچیوں کی شادی جلدی کر دی جاتی تھی۔ ذرا بڑی ہوتی تو اس کی نسبت یا نکاح ہو جاتا اور جیسے ہی بالغ ہوتی اس کی رخصتی کر دی جاتی۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ایک بہن کا نام سیّدہ ہالہ رضی اللہ عنہا تھا۔ جن کے

ایک بیٹے سیّدنا ابوالعاص رضی اللہ عنہ تھے۔ بہنوں کا آپس میں پیار ایک فطری چیز ہے اور ان کی خواہش بھی ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسری کے ساتھ اپنے رشتوں کو مزید پختہ اور گہرا کریں۔ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی تھی۔ ذرا بڑی ہوئیں تو ایک دن سیّدہ ہالہ رضی اللہ عنہا نے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے انہیں اپنے بیٹے ابوالعاص کے لئے مانگ لیا۔ ابوالعاص بن ربیع قریشی اور مکہ مکرمہ کے مشہور تاجروں میں سے تھے۔ یہ نہایت شریف النفس انسان تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کے رشتے

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بہن کی اس رغبت کا ذکر کیا کہ وہ زینب (رضی اللہ عنہا) کو اپنی بہو بنانا چاہتی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنی موافقت کا اظہار کر دیا۔ اس کے بارے میں سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ وہ بعثت نبوی سے دس سال پہلے پیدا ہوئیں۔ ایک ماں کے لئے اس سے بڑی اطمینان بخش کوئی چیز نہیں ہوتی کہ اس کا داماد خوبصورت اور خوب سیرت ہو۔ اعلیٰ گھرانے سے تعلق رکھتا ہو۔ بیٹی اور داماد میں مثالی محبت ہے۔ ہر چند کہ سردار ابوالعاص بن ربیع نے بہت بعد میں اسلام قبول کیا مگر دونوں میاں بیوی کی مثالی محبت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ابوالعاص نے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی۔ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا جب ہجرت کر کے مدینہ چلی گئیں تو ان سے کئی سال جدائی رہی مگر اس شریف النفس انسان نے دوسری شادی نہیں کی۔

ابولہب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا۔ اس نے اپنے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے لئے سیّدہ رقیہ اور اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا رشتہ مانگ لیا۔ چنانچہ ان دونوں صاحبزادیوں کا نکاح ان سے کر دیا گیا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی اور یہ دونوں ابھی تک والدین کے گھر ہی میں تھیں۔ جہاں تک سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تعلق ہے تو بعثت نبوی کے وقت ان کی عمر بہت کم تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند عبداللہ رضی اللہ عنہ

جن کا لقب طیب اور طاہر تھا' بعثت کے بعد پیدا ہوئے اور چھوٹی عمر ہی میں وفات پا گئے۔ ان کا ذکر بھی ہم آگے چل کر کریں گے۔

اور پیغام حق آ پہنچا

اوپر کے سارے حالات و واقعات پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک بڑی بھرپور زندگی گزار رہی تھیں۔ گھر کا ماحول بہت عمدہ اور مثالی تھا۔ اولاد کی تربیت نہایت اعلیٰ معیار پر انجام پا رہی تھی۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی دولت کی کبھی پروا نہ کی۔ یہ دولت پوری طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں تھی۔ ادھر اللہ رب العزت خیر البشر' سید ولد آدم کو ایک بہت بڑی ذمہ داری کے لئے تیار کر رہا تھا۔ تین سال کا عرصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلوت میں گزارا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غار حرا تشریف لے جانا' وہاں یکسو ہو کر عبادت کرنا اور آسمان و زمین کی خلقت پر غور کرنا اسی وقت ممکن تھا جب گھر کے معاملات بڑے عمدہ طریقے سے چل رہے ہوں اور گھریلو معاملات میں کسی قسم کی پریشانی لاحق نہ ہو۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں تھے کہ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ''پیغام حق'' آ پہنچا۔ (صحیح البخاری' حدیث 6982) حدیث پاک میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انی لاعرف حجرا بمكة كان يسلم علی قبل ان ابعث' انی لاعرفه الان .

''میں مکہ میں ایک پتھر کو جانتا ہوں' وہ بعثت سے قبل مجھے سلام کیا کرتا تھا' میں آج بھی اسے پہچانتا ہوں۔''

دو فرشتوں کی آمد

یہ بھی روایت ہے کہ دو فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کی ایک وادی میں تھے۔ ایک فرشتے نے دوسرے

Scanned with CamScanner

سے کہا انہیں ایک آدمی کے وزن سے تولو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تولا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بھاری رہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی امت کے ایک ہزار افراد کے مقابلے میں وزن کیا گیا تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے وزنی ہوئے۔ اس فرشتے نے کہا: ''اگر تم انہیں ساری امت کے مقابلے میں تولو گے تب بھی یہی وزنی رہیں گے۔'' پھر ایک فرشتے نے کہا: ''ان کا پیٹ چیر دو۔'' دوسرے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لٹا کر آپ کا سینہ مبارک چیرا اور آپ کا دل نکال کر اس میں سے شیطان کا حصہ نکال پھینکا جو خون کے ایک لوتھڑے کی شکل کا تھا' پھر ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا ان کا سینہ اچھی طرح دھو ڈالو جیسے برتن دھویا جاتا ہے۔ اس نے خوب دھویا۔ پھر ''سکینت'' منگوائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں بھر دی۔ پھر ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا: ''اب اسے سی دو۔'' اس نے سی دیا۔ پھر دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان مہر لگا دی۔ بعدازاں وہ دونوں چلے گئے۔ اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں محسوس ہوتا رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سارے عمل کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔ (صحیح مسلم' حدیث 2277' مجمع الزوائد' 255/8)

پہلا شقِ صدر

ایک روایت ایسی بھی ملتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رخصت ہوئے پھر واپس آئے اور انہیں بتایا: میرا سینہ چیرا گیا ہے۔ اسے بڑی صفائی سے دھویا گیا پھر سی کر حسب سابق بند کر دیا گیا ہے۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا (فرط مسرت سے) کہنے لگیں ''واللہ! یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ خوش ہو جایئے کہ آپ کو نبوت ملنے والی ہے۔'' نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''مجھے روشنی نظر آتی ہے اور میں ایک آواز بھی سنتا ہوں۔ کبھی کبھی مجھے خیال گزرتا ہے کہ کہیں مجھے جنون تو نہیں؟'' سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''ابن عبداللہ! ہرگز نہیں' اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا سلوک کبھی نہیں کرے گا۔'' پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ انہیں پوری تفصیل بتائی تو وہ کہنے لگے ''اگر یہ سچ ہے تو پھر یہ اسی فرشتے کی طرح ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔ اگر میری زندگی میں انہیں نبی بنا دیا گیا تو میں ان کی پوری تائید کروں گا' بھرپور مدد کروں گا اور ان پر ایمان لاؤں گا۔'' (دلائل النبوۃ للبیہقی' 142/2' الفتح الربانی' 207/20)

چالیس سال کی عمر مبارک:

جب آپ کی عمر مبارک چالیس برس ہوئی اور یہی پیغمبروں کی بعثت کی عمر ہے تو آثار نبوت جگمگانا شروع ہو گئے' یہ آثار سچے خواب تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی خواب دیکھتے سچا ہو جاتا اور جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے اسی طرح پورا ہو جاتا' اس حالت میں چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا۔ (صحیح بخاری' حدیث 6982)

ڈاکٹر مہدی رزق اللہ اپنی تالیف لطیف ''سیرت نبوی'' کے صفحہ 224 پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ذکر کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی خواب دیکھتے وہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہائی بہت عزیز رہنے لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں خلوت گزیں رہتے تھے۔ گھر واپس آنے سے پہلے کئی راتیں عبادت میں گزار دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مدت قیام کے لئے کھانے پینے کا سامان لے جاتے پھر سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس آ جاتے پھر اگلے ایام کے لئے کھانے پینے کا۔

سامان لیتے اور غارِ حرا چلے جاتے

غارِ حرا میں خلوت نشینی کا تیسرا سال آیا تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ روئے زمین کے باشندوں پر اس کی رحمت کا فیضان ہو' تب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام نبوت سے سرفراز فرمایا۔ جبرائیل علیہ السلام قرآن مجید کی چند آیات لے کر آپ صلی اللہ

Scanned with CamScanner

علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ یہ پیر کی رات 10 اگست 610 عیسوی اور رمضان المبارک کی 21 ویں تاریخ کی مبارک گھڑیاں تھیں جب حق تعالیٰ نے کائنات کے باسیوں پر اپنا فضل و کرم فرمایا اور پہلی وحی نازل ہوئی۔ وحی کے نزول کا واقعہ غیر معمولی تھا۔ (الرحیق المختوم' ص 97)

پہلی وحی کا نزول

جب جبرائیل امین علیہ السلام پہلی وحی لے کر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت غار حرا میں عبادت میں مشغول تھے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے پڑھیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔'' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: فرشتے نے مجھے پکڑ کر زور سے دبایا جس سے مجھے بڑی تکلیف ہوئی پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھیے۔ میں نے کہا: ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔'' اس نے دوسری بار مجھے زور سے پکڑ کر دبایا' حتیٰ کہ مجھے شدید تھکاوٹ محسوس ہوئی پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھیے۔ اُس نے کہا: ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔'' تیسری بار پھر ایسا ہی ہوا۔ میں نے کہا: ''اپنے رب کا نام لے کر پڑھیے جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو ایک جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھیے اور آپ کا رب ہی سب سے زیادہ کرم کرنے والا ہے۔ وہ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ اس نے انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔'' وحی کا آنا' فرشتے کا ایک بار نہیں بلکہ تین بار دبانا اور اس سے تکلیف ہونا' یہ واقعہ کوئی معمولی نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے خاصی گھبراہٹ ہوئی۔

یاد رہے! اس حدیث میں ما انا بقارئ اور حتی بلغ منی الجهد کے اور بھی معانی ہیں دیکھئے نزہۃ القاری شرح بخاری)

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کی آیات پڑھتے ہوئے گھر کو چلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانے لرز رہے تھے۔ گھر پہنچے تو دکھ

سکھ کی ساتھی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حسب سابق خندہ روئی سے استقبال کیا۔ ارشاد ہوا ''زملونی ...... زملونی'' مجھے چادر اوڑھا دو...... مجھے چادر اوڑھا دو۔ زملونی کے معنی لحاف اوڑھانا بھی کیا گیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کپکپی طاری تھی چنانچہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لحاف یا چادر اوڑھا دی اور جب خوف دور ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''خدیجہ! مجھے کیا ہو گیا ہے؟'' پھر انہیں پورا واقعہ سنایا اور فرمایا:

لقد خشیت علی نفسی ۔

''مجھے تو اپنی جان کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔''

اب سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دانائی اور سمجھداری ملاحظہ فرمایئے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے خوبصورت الفاظ میں تسلی دی۔ کہنے لگیں: کلا واللہ! ما یخزیك اللہ ابدا ۔ ''ہرگز نہیں اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ صفات کا تذکرہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمدہ اخلاق کی گواہی دی کہ آپ تو رشتے جوڑتے ہیں' ہمیشہ سچ بولتے ہیں' عاجز لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں' فقیروں اور ناداروں کو کما کر دیتے ہیں' مہمان نوازی کرتے ہیں اور ناگہانی آفات سے متاثرین کی مدد کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری' حدیث 3)

قارئین کرام! سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ان الفاظ پر غور فرمائیں۔ اُمّ المومنین نے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی وہاں موقع کی مناسبت سے سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارم اخلاق کا تذکرہ بھی کر دیا اور بتا دیا کہ نبوت ملنے سے پہلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس عمدہ کردار اور اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جو شخص اس قسم کے اخلاق کا مالک ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ رسوا نہیں کرتا بلکہ ایسی شخصیات کو عزت اور شرف عطا کرتا ہے۔

Scanned with CamScanner

ورقہ بن نوفل کا بیان

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مزید تسلی کے لئے ایک مرتبہ پھر اپنے چچازاد ورقہ بن نوفل کے گھر کا رخ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمراہ لیا اور وہاں جا کر ورقہ سے کہا بھائی! اپنے بھتیجے سے سنئے' یہ کیا کہتے ہیں؟ ورقہ جو اس وقت ضعیف ہو چکے تھے اور نابینا بھی تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں آپ کو کیا دکھائی دیتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ ورقہ پکار اٹھے یہ تو وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔ کاش! میں قوی ہوتا اور اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کو آپ کی قوم نکال دے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب سے پوچھا کیا یہ مجھے نکال دیں گے؟ انہوں نے جواب میں کہا ہاں' جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا پیغام لے کر آیا اس سے دشمنی کی گئی اور اسے تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ اگر مجھے آپ کی نبوت کے اعلان کا دن دیکھنا نصیب ہوا تو میں آپ کی بھرپور مدد کروں گا اور ساتھ دوں گا (صحیح البخاری' حدیث 3) اس ساری گفتگو کے دوران سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں۔ وہ اپنے آپ کو آنے والی آزمائشوں اور قربانیوں کے لئے تیار کر رہی تھیں جو راہ حق کے مسافروں اور توحید کے علم برداروں کو پیش آیا کرتی ہیں۔

محترم قارئین! آپ کو معلوم ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شب و روز سے واقف تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں سب سے پہلے انہی کو علم ہوا۔ انہی کے کانوں نے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سارا واقعہ سنا۔ انہی نے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور رسالت کی تصدیق کی' جیسے ہی انہوں نے اسلام قبول کیا ان کی چاروں بیٹیوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ (السیرۃ لابن اسحاق' 130/1)

(47)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور چرواہا

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک دن جنگل میں سے گزر رہے تھے کہ انہوں نے ایک چرواہے کی آواز سنی۔ وہ بلند آواز سے کہہ رہا تھا ''اے میرے جان سے پیارے خدا! تو کہاں ہے؟ میرے پاس آ۔ میں تیرے سر میں کنگھی کروں' جوئیں چنوں' تیرا لباس میلا ہو گیا ہے تو اسے دھوؤں' نئے نئے کپڑے سی کر تجھے پہناؤں' تیرے موزے پھٹ گئے ہوں تو وہ بھی سیوں' تجھے تازہ تازہ دودھ پلایا کروں اور اگر تو بیمار ہو جائے تو تیرے رشتے داروں سے بڑھ چڑھ کر تیری تیمارداری کروں' تجھے دوا پلاؤں' ہاتھ پیروں کی مالش کروں اور جب تیرے آرام کا وقت ہو تو تیرا بستر خوب جھاڑ پونچھ کر صاف کر دوں۔ اگر مجھے معلوم ہو کہ تیرا گھر کہاں ہے تو بلاناغہ صبح شام گھی اور دودھ تیرے واسطے لے کر آیا کروں۔ پنیر' روغنی روٹیاں اور خوشبودار دہی کی لسی' یہ سب چیزیں لاؤں غرض میرا کام ہر طرح تجھے خوش رکھنا اور تیری خدمت کرنا ہو۔ میری ساری بکریاں تجھ پر قربان ہوں۔ اب تو آ جا۔ تیرے فراق میں میری بے قراری حد سے بڑھ گئی ہے۔''

وہ چرواہا دنیا و مافیہا سے بے خبر ایسی ہی باتیں کر رہا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے قریب گئے اور کہنے لگے ''ارے احمق' تو یہ باتیں کس سے کر رہا ہے؟''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ناراضی

چرواہے نے جواب دیا ''اس سے کر رہا ہوں جس نے مجھے اور تجھے پیدا کیا اور یہ زمین آسمان بنائے۔'' یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غضب ناک ہو کر کہا: ''ارے

Scanned with CamScanner

بد بخت! تو اس بے ہودہ بکواس سے کہیں کا نہ رہا بجائے مومن ہونے کے کافر ہو گیا۔ خبردار! آئندہ ایسی لایعنی اور فضول بکواس منہ سے نہ نکالنا۔ اپنے حلق میں روئی ٹھونس لے۔ تیرے اس کفر کی بدبو ساری دنیا میں پھیل گئی۔ ارے بے وقوف! یہ دودھ لسی اور روغنی روٹیاں ہم مخلوق کے لئے ہیں' کپڑوں کے ہم محتاج ہیں' حق تعالیٰ ان حاجتوں سے بے نیاز ہے۔ اگر تو نے اپنی زبان بند نہ کی تو یاد رکھ غیرتِ حق آتش بن کر کائنات کو جلا ڈالے گی۔ خدا ایسی خدمتوں سے بے پرواہ ہے۔ وہ نہ بیمار پڑتا ہے نہ اسے تیمارداری کی ضرورت ہے۔ نہ اس کا کوئی رشتہ دار ہے۔ دودھ تو وہ پئے جس کا بدن اور عمر بڑھنے والی ہو اور جو ضعف محسوس کرتا ہو اور موزے وہ پہنے جو پاؤں کا محتاج ہو۔ حق تعالیٰ ان باتوں سے بری ہے۔ توبہ کر اور اس سے ڈر۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غیظ و غضب میں بھرے ہوئے یہ الفاظ سن کر چرواہے کے ارمان خطا ہو گئے۔ خوف سے تھرتھر کانپنے لگا' چہرہ زرد پڑ گیا۔ بولا:

''اے خدا کے جلیل القدر نبی' تو نے ایسی بات کہی کہ میرا منہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا اور مارے ندامت کے میری جان ہلاکت میں پڑ گئی۔'' یہ کہتے ہی چرواہے نے آہ سرد کھینچی' اپنا گریبان تار تار کیا اور دیوانوں کی طرح سر پر خاک اڑاتا غائب ہو گیا۔

خردمندوں اور دل جلوں کے آداب میں فرق ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام حق تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے لئے کوہِ طور پر گئے تو خدا نے ان سے فرمایا: ''اے موسیٰ' تو نے ہمارے بندے کو ہم سے جدا کیوں کیا؟ تو دنیا میں فصل (جدائی) کے لئے آیا ہے یا وصل (ملاپ) کے لئے؟ خبردار اس کام میں احتیاط رکھ اور جہاں تک تجھ سے ہو سکے' فراق کی حد میں قدم مت دھر۔ ہم نے اپنی مخلوق میں سے ہر شخص کی فطرت الگ بنائی ہے اور ہر فرد کو دوسروں سے جدا عقل بخشی ہے' جو بات ایک کے حق میں اچھی ہے' وہ دوسرے کے لئے بری ہے' اور جو ایک کے حق میں تریاق کا اثر رکھتی ہے وہی دوسرے کے لئے زہر کا حکم رکھتی ہے۔ ایک کے حق میں نور' دوسرے

کے حق میں نار۔ ایک کے لئے گلاب کا پھول' دوسرے کیلئے کانٹا۔ ہماری ذات پاکی و ناپاکی سے مبرا ہے' اور اے موسیٰ علیہ السلام' یہ مخلوق ہم نے اس لئے پیدا نہیں فرمائی کہ اس سے ہماری ذات کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ اسے پیدا کرنے کا مقصود صرف یہ ہے کہ اس پر ہم اپنے کمالات کی بارش برسائیں' جو شخص جس زبان میں ہماری حمد و ثنا کرتا ہے' اس سے ہماری ذات میں کچھ کمی بیشی واقع نہیں ہوتی بلکہ جو موتی اس کے منہ سے نکلتے ہیں ان سے مداح کرنے والا خود ہی پاک صاف ہوتا ہے۔ ہم کسی کے قول اور ظاہر پر نگاہ نہیں کرتے۔ ہم تو باطن اور حال کو دیکھتے ہیں۔ اے موسیٰ' خردمندوں کے آداب اور ہیں' دل جلوں اور جان ہاروں کے آداب اور۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب خدا کا یہ عتاب آمیز خطاب سنا تو سخت پشیمان ہوئے اور بارگاہِ الٰہی میں نہایت ندامت اور شرمساری سے عفو کی درخواست کی۔ پھر اسی اضطراب اور بے چینی کی حالت میں اس چرواہے کو ڈھونڈنے جنگل میں گئے۔ اس کے قدموں کے نشان دیکھتے دیکھتے اس قدر چلے کہ پیروں میں چھالے پڑ گئے۔ صحرا و بیابان کی خاک چھان ماری لیکن چرواہے کا کہیں پتا نہ پایا۔ کہتے ہیں دیوانوں کا نقش پا فرزانوں کے نقش پا سے الگ ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی تلاش جاری رکھی' یہاں تک کہ آپ اسے پالینے میں کامیاب ہو گئے۔

دوبارہ ملاقات

چرواہے نے انہیں دیکھ کر کہا: ''اے موسیٰ علیہ السلام! اب مجھ سے کیا خطا ہوئی کہ یہاں بھی آن پہنچے؟'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا ''اے چرواہے میں تجھے مبارکباد دینے آیا ہوں' تجھے حق تعالیٰ نے اپنا بندہ فرمایا اور اجازت عطا کی کہ جو تیرے جی میں آئے' بلا تکلف کہا کر' تجھے کسی ادب و آداب اور قاعدے و ضابطے کی ضرورت نہیں۔ تیرا کفر اصل دین ہے اور دین نور جاں۔ تجھے سب کچھ معاف ہے' بلکہ تیرے صدقے میں تمام دنیا کی حفاظت ہوتی ہے۔''

چرواہے نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا: ''اے پیغمبر خدا اب میں ان باتوں کے قابل ہی کہاں رہا ہوں جو کچھ کہوں؟ میرے دل کا تو خون ہو چکا اور اب میری منزل سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے ہے۔ جب سے اب تک ہزاروں' لاکھوں برس کی راہ طے کر چکا ہوں' تو نے میرے اسپ تازی کو ایسی مہمیز لگائی کہ ایک ہی جست میں ہفت آسمان سے بھی آگے نکل گیا۔ میرا حال بیان کے قابل نہیں' اور یہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے بھی میرا احوال مت جان۔''

اے شخص' تو جو حق تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتا ہے' کیا سمجھتا ہے کہ تیرا حال اس چرواہے سے کچھ مختلف ہے؟ نہیں' نہیں تو اس سے ہرگز بہتر نہیں ہے' تو ابتداء سے انتہا تک ناقص اور تیرا حال و قال بھی ناقص۔ یہ محض اس پروردگار رحمٰن و رحیم کا کرم ہے کہ وہ تیرے ناقص اور گندے تحفے کو قبول فرماتا ہے۔ (حکایات رومی علیہ الرحمۃ)

(48)

نتائج میں غور و فکر کرنا

ابن جوزی نے لکھا کہ ایک آدمی جب کسی شے کا عزم کر لیتا ہے تو اس کے لئے سب سے زیادہ قابل اعتماد چیز یہ ہے کہ اس کے انجام میں غور کرے کیونکہ جب کوئی بلا تامل کام کرتا ہے تو اکثر و بیشتر اسے ندامت اٹھانی پڑتی ہے اسی لئے انسان کو مشورہ کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ غور کرنے اور سوچنے سے اس کی فکر طویل ہو گی اور ہر طرح کے احوال اس کے سامنے آئیں گے گویا کہ وہ کسی سے مشورہ ہی کر رہا ہے۔ مثل مشہور ہے ''خمیر الرأی خیر من فطیرہ'' رائے کا خمیر عجلت سے بہتر ہے اور سب سے بڑا کوتاہی میں وہ شخص ہے جو کسی کام میں جلد بازی کرتا ہے' خود غور و فکر کرتا ہے اور نہ ہی کسی سے مشورہ کرتا ہے خصوصاً غضب کے مواقع میں کہ ایسے وقت نوبت ہلاکت تک پہنچتی ہے یا بہت بڑی ندامت کا سامنا ہوتا ہے' کتنے لوگ ہیں جو غضب میں آ کر قتل کر بیٹھتے ہیں یا ضرب لگاتے ہیں اور غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد تمام عمر حزن و ملال میں اور ندامت کی آہ و بکا میں گزارتے ہیں اور قاتل کا حال عموماً یہ ہوتا ہے کہ قتل سے اس کی دنیا و آخرت دونوں برباد ہو جاتے ہیں اسی طرح کا حال اس شخص کا ہے جو شہوت کے جوش میں جلد بازی کرتا ہے اور اس کے انجام کو بھول جاتا ہے اور پھر باقی عمر ندامت کے گھونٹ پیتا ہے اور موت کے عتاب کا سامنا اور پھر عذاب جس کے وقوع میں کلام نہیں اور یہ سب باتیں ایک لحظہ کی لذت کے عوض ہیں جو بجلی کی ایک چمک کی مثل تھی۔ بس اللہ کا خوف اور تقویٰ اختیار کرو تمام امور میں غور و فکر اور نتائج و انجام کو سوچو خصوصاً ایسے غضب کے معاملہ میں جس کا نتیجہ جھگڑا ہوتا ہے یا طلاق۔ (صید الخاطر)

(49)

چہ نسبت خاک را بعالم پاک

ابوداؤد میں عبد بن فیروز رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے میں نے پوچھا: کن جانوروں کی قربانی جائز نہیں؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: چار قسم کے جانور ہیں جن کی قربانی درست نہیں۔

1- ایک وہ جس کی آنکھ پھوٹی ہو۔

2- دوسرا وہ جو سخت بیمار ہو۔

3- تیسرا وہ جس کا لنگ ظاہر ہو۔

4- چوتھا وہ جو نہایت دبلا ہو۔

اس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کے اشارے سے تشریح فرمائی لیکن میری انگلیاں حضور کی انگلیوں سے چھوٹی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں پہلے دست مبارک کے اشارہ سے تعیین فرما دیا کہ چار جانور ہیں جن کی قربانی درست نہیں پھر ان کی تفصیل۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے جب اس واقعہ کو بیان کیا تو ادب نے اجازت نہ دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی حکایت اپنے ہاتھ سے کی جائے لہٰذا عذر ظاہر کیا کہ میری انگلیاں چھوٹی ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے ساتھ کچھ نسبت نہیں ہے۔

ادب ہی تو ایمان ہے

اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ چار کا اشارہ ہاتھ سے کرنے میں مقصود صرف تعیین عدد ہے۔ ظاہراً نہ اس میں کوئی مساوات کا شائبہ ہے نہ سوء ادب کا۔ باوجود اس کے ادب صحابیت نے دست مبارک کی حکایت کو بھی گوارا نہ کیا جس سے تشبیہ لازم آجاتی تھی' اب دوسرے آداب کو اس پر قیاس کر لینا چاہئے۔

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ کے کسی راستہ میں دیکھا چونکہ میں اجنبی تھا اسی لئے میں چھپ گیا پھر غسل کر کے حاضر خدمت اقدس ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! تم کہاں تھے؟ عرض کیا: مجھے نہانے کی ضرورت تھی' اس لئے میں نے آپ کے ساتھ بغیر طہارت کے بیٹھنے کو مکروہ سمجھا۔ فرمایا: سبحان اللہ ان المومن لاینجس۔ ''یعنی پاک ہے اللہ تعالیٰ مومن نجس نہیں ہوتا۔'' (صحیح بخاری)

بزرگ فرماتے ہیں: الایمان کلہ ادب۔ ایمان ادب ہی کا نام ہے۔

Scanned with CamScanner

(50)

حضرت شہاب الدین عمر سہروردی علیہ الرحمۃ

کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین عمر سہروردی رضی اللہ عنہ سردار سلسلہ سہروردیہ کا یہ واقعہ انہیں کی زبانی نقل فرمایا: فرمایا آں جناب نے کہ ''مجھے جوانی میں علم کلام کا بہت شوق تھا۔ میں نے اس کی کتابیں ازبر حفظ کر لی تھیں اور اس میں خوب ماہر ہو گیا تھا۔ میرے عم مکرم و پیر معظم حضرت سیدی نجیب الدین عبدالقاہر سہروردی رضی اللہ عنہ مجھ کو منع فرماتے تھے اور میں باز نہ آتا تھا۔ ایک روز مجھے ساتھ لے کر بارگاہ غوثیت پناہ میں حاضر ہوئے۔ راہ میں مجھ سے فرمایا: اے عمر! ہم اس وقت اس کے حضور حاضر ہونے کو ہیں جس کا دل اللہ کی طرف سے خبر دیتا ہے۔ دیکھو انکے سامنے باحتیاط حاضر ہونا کہ ان کے دیدار سے برکت پاؤ۔

جب ہم حاضر بارگاہ ہوئے میرے پیر نے حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے عرض کی اے میرے آقا یہ میرا بھتیجا علم کلام میں آلودہ ہے۔ میں منع کرتا ہوں' نہیں مانتا۔ حضور نے مجھ سے فرمایا: اے عمر! تم نے علم کلام میں کون سی کتاب حفظ کی ہے۔ میں نے عرض کیا: فلاں فلاں کتابیں۔ پھر حضور نے دست مبارک میرے سینے پر پھیرا۔ خدائے تعالیٰ کی قسم! ہاتھ ہٹانے نہ پائے تھے کہ مجھے ان کتابوں سے ایک لفظ بھی یاد نہ رہا اور ان کے تمام مطالب اللہ تعالیٰ نے مجھے بھلا دیئے۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں علم لدنی بھر دیا' تو میں نے حضور کے پاس حکمت الٰہی کا گویا ہو کر اٹھا اور حضور نے مجھ سے فرمایا: ملک عراق میں سب سے پچھلے نامور تم ہو گے یعنی تمہارے بعد عراق بھر میں کوئی

اس درجہ شہرت کو نہ پہنچے گا۔

اس کے بعد امام شیخ الشیوخ سہروردی فرماتے ہیں حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ بادشاہ طریق ہیں اور تمام عالم میں یقیناً تصرف فرمانے والے۔''

(حکایات رضویہ)

(51)

جنات صحابہ رضی اللہ عنہم کا مسکن

شاخوں سے ٹوٹے ہوئے پھول چند روز کے بعد مرجھا جاتے ہیں مگر حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پھولوں کی چند ایسی پنکھڑیاں تھیں جو سال بھر تک تر وتازہ، ہری بھری اور عطر بار رہیں۔ وہ انہیں کہاں سے ملیں؟ خود فرماتے ہیں:

میں سفر حج میں قافلہ کے ہمراہ تھا۔ یکا یک دل میں خیال آیا کہ سب سے جدا شاہراہ عام سے ہٹ کر چل، میں نے ایسا ہی کیا۔ تین دن اور تین راتیں اسی طرح چلتا رہا۔ اس دوران نہ مجھے بھوک پیاس لگی اور نہ کوئی دوسری حاجت محسوس ہوئی۔ بالآخر ایک سرسبز وشاداب باغ کے قریب سے گزر ہوا جو ثمر دار پیڑوں اور رنگ برنگے خوشبودار پھولوں سے مرصع تھا۔ وہاں ایک خوبصورت تالاب بھی تھا۔ میں نے سوچا یہ تو جنت کا کوئی ٹکڑا ہے۔ (باغ کی نفاست اور تزئین نے مجھے متعجب کر رکھا تھا) وہاں مجھے لوگوں کی ایک جماعت ملی جن کے چہرے انسانوں جیسے تھے، سب عمدہ لباس اور خوبصورت پٹکوں سے مرصع تھے، ان لوگوں نے مجھے اپنے حلقہ میں لے لیا۔ سلام کیا۔ میں نے جواباً وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہا۔ میں نے دل میں سوچا شاید یہ جن حضرات ہیں۔

ان میں سے ایک نے کہا: ہم لوگ ایک مسئلہ کے سلسلہ میں الجھے ہوئے ہیں۔ ہمارا تعلق قوم جنات سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے لیلۃ القصبہ میں سنا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک باتوں نے ہمیں ایسا وارفتہ بنایا کہ دنیا کے سارے کاموں سے الگ کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے

ہمارے لئے یہاں یہ مقام متعین فرمایا ہے۔

پُراسرار مقام

میں نے پوچھا میرے اہل قافلہ ساتھی یہاں سے کتنے فاصلے پر ہیں؟ ان میں سے ایک نے تبسم کرتے ہوئے جواب دیا ابواسحاق! یہ مقام جہاں آپ اس وقت ہیں اللہ تعالیٰ کے اسرار وعجائب میں سے ایک ہے۔ یہاں انسانوں میں سے ایک شخص کے سوا کوئی نہیں آیا۔ اس کا یہیں انتقال ہوا اور وہ ہے اس کی قبر۔ یہ کہہ کر اس نے ایک قبر کی جانب اشارہ کیا۔ وہ قبر لب تالاب تھی۔ قبر کے چاروں طرف پھولوں کی کیاریاں تھیں جن میں نہایت حسین وجمیل رنگ برنگے پھول مسکرا رہے تھے۔ اس جن نے مزید کہ کہ آپ کے ساتھیوں اور آپ کے درمیان مہینوں کا فاصلہ ہے۔ میں نے پھر ان جنوں سے صاحب قبر کے بارے میں دریافت کیا، جواب ملا ایک روز ہم تالاب کے کنارے بیٹھے محبت کا ذکر کر رہے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا اور اس نے سلام کیا۔ ہم نے جواب دے کر پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے کہا: نیشاپور سے آرہا ہوں۔ ہم نے پوچھا کب چلے تھے؟ کہا سات (7) روز ہوئے۔ ہم نے پوچھا گھر سے نکلنے کا سبب؟ اس نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی:

وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوْا لَہٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝

’’اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے حضور گردن جھکاؤ، اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ ہو۔‘‘

ہم نے پوچھا انابت کیا ہے؟ جواب ملا انابت یہ ہے کہ اپنے رب کی طرف رجوع کر کے اسی کا ہو رہے۔ پوچھا: تسلیم کیا ہے؟ اس نے کہا: اپنی جان اس کے سپرد کر دے اور جانے کہ خدا میری بہ نسبت اس کا زیادہ مستحق ہے۔ ہم نے پوچھا اور عذاب؟ عذاب کا مفہوم بتانے کے بجائے اس نے ایک چیخ ماری اور جان بحق ہوا۔ مجھے سن کر تعجب ہوا۔

میں قبر کی بالیں پر گیا تو وہاں نرگس پھولوں کا گلدستہ رکھا ہوا تھا اور قبر پر یہ عبارت تحریر تھی:

ایک قبر کا حال

هٰذا قبر حبيب الله قتيل الغيرة .

''یہ اللہ تعالیٰ کے دوست کی قبر ہے جسے غیرت عشق نے مارا۔''

وہاں مجھے ایک ورق ملا جس پر انابت کا مفہوم لکھا ہوا تھا جسے میں نے پڑھا۔ ان لوگوں نے اس کی تفسیر چاہی' میں نے اس کی تفسیر کی جسے سن کر ان پر مسرت وطرب کی کیفیت چھا گئی اور کہا ہمیں اپنے مسئلہ کا جواب بھی مل گیا۔

شیخ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کے بعد مجھے نیند آئی اور میں سو گیا۔ آنکھ کھلی تو میں نے خود کو مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا کے قریب پایا۔ میرے نزدیک ہی پھولوں کی یہ پنکھڑیاں تھیں۔ حضرت شیخ کے پاس وہ پنکھڑیاں سال بھر تک تروتازہ اور خوشبودار رہیں۔ ایک سال بعد وہ پنکھڑیاں خود بخود غائب ہو گئیں۔

(نورانی حکایات' ترجمہ قلیوبی)

(52)

حقیقت سے عاجز آنا ہی ادراک ہے

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مجھ سے ایک سائل نے سوال کیا کہ ایک حکیم کا قول ہے ''جو شخص اپنی عقل کے ذریعہ نہیں بچتا وہ اپنی عقل کے ہاتھوں ہلاک ہوتا ہے۔'' اس کی وضاحت کیجئے۔ مجھے ایک مدت تک اس کا معنی معلوم نہ ہو سکا پھر یہ وضاحت ہوئی کہ انسان ذات باری کی معرفت جب عقل کے ذریعہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ محسوسات کا سہارا لیتی ہے اور ''تشبیہ'' کا فساد آتا ہے لہٰذا عقل کے ذریعہ عقل سے بچنا یہ ہے کہ غور کرے اور یقین کرے کہ اس کا جسم ہونا' کسی کے مشابہہ ہونا جائز نہیں ہے...... اور ایک عاقل جب افعال باری تعالیٰ پر نظر کرتا ہے تو کئی چیزیں مقتضاء عقل کے خلاف دیکھتا ہے مثلاً حیوانات کو آلام دینا اور ذبح کرنا اپنے اولیاء پر ان کے اعداء کو حفاظت کی قدرت کے باوجود مسلط کرنا صلحاء کو بھوک میں مبتلا کرنا...... کسی لغزش کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے دور ہو جانے پر بھی گناہ کی سزا دینا اسی طرح کی اور بہت سی چیزیں جن کو عقل بوقت تدبیر عادات کے مقابل رکھتی ہے اور ان میں اسے کوئی حکمت دکھائی نہیں دیتی۔ پس عقل کے ذریعہ عقل سے بچنا یوں ہے کہ کہا جائے کیا تیرے نزدیک یہ بات مسلم نہیں کہ وہ مالک ہے حکیم ہے اس کا کوئی فعل عبث نہیں ہے تو عقل کہے گی: ہاں ہے۔ تو کہا جائے گا ہم تیری ثانی تدبیر سے تیری پہلی تسلیم شدہ بات کے ذریعہ تحفظ حاصل کرتے ہیں بس اتنی بات ہے کہ اس کے فعل کی حکمت تجھ پر مخفی رہی ہے مگر ہم پر تسلیم واجب ہے کیونکہ ہم اسے حکیم مانتے ہیں اب عقل کو یقین آ جائے گا اور وہ تسلیم کر لے گی

اور بہت سے لوگوں نے عقل کے سامنے پہلے پہل آنے والی بات اور اس کے تقاضے کو دیکھ کر اعتراض کر دیا حتیٰ کہ ایک عام آدمی بھی کہتا ہے کہ میرے انجام بد کا فیصلہ کیونکر کر دیا گیا میرا رزق تنگ کیوں رکھا گیا طرح طرح کی آفتوں میں مجھے مبتلا کرنے کی بھلا کیا حکمت ہے اور اگر یہ غور کر لیتا کہ وہ مالک ہے حکیم ہے تو خفی حکمت کو تسلیم کرنے کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں

بڑے بڑے لوگ ظاہر عقل کو دیکھ کر اعتراض کر بیٹھتے ہیں جن میں اول تو ابلیس ہی ہے جس نے آگ کو مٹی پر افضل جان کر اعتراض کیا اور بھی بہت سے علم سے نسبت رکھنے والے اس راہ میں پھسل گئے اور اعتراض کرنے لگے۔ ان کا یقین ہے کہ بہت سے افعال حکمتوں سے خالی ہیں اور سبب اس کا ہم نے ذکر کر دیا ہے اور وہ عقل کا بظاہر کسی چیز کو دکھانا یا عادات سے مانوس ہونا اور مخلوق کے افعال پر قیاس کرنا وغیرہ اور اگر وہ عقل باطن سے علم حاصل کرتے یہ کہ خالق کے لئے کمالات ثابت ہیں اور نقائص کی نفی مسلم ہے اور یہ کہ وہ حکیم ہے عبث کام نہیں کرتا تو عقل میں نہ آنے والی چیزوں میں بھی تسلیم کے سوا چارا نہ ہوتا اور وہ اس حال کو موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے واقعہ پر قیاس کر لیتا جبکہ خضر علیہ السلام نے عادات کے خلاف کئی کام کئے اور موسیٰ علیہ السلام نے ان پر نکیر فرمائی اور ان کی اس بات کو بھول گئے کہ میں ان انجامات کو دیکھ رہا ہوں جو آپ کے علم میں نہیں ہیں۔ پس جب موسیٰ علیہ السلام پر انجام کی مصلحت ایک مخلوق کے سلسلہ میں پوشیدہ رہی ہے تو ہم پر حکیم کی کثیر حکمتوں کا مخفی رہنا کیا بعید ہے اور یہ ایک ایسا اصول ہے کہ کسی انسان کے نزدیک اگر یہ ثابت نہیں تو اسے انکار یا کفر کی طرف لے جاتا ہے اور اگر ثابت ہے تو ہر آفت کے نزول کے وقت انسان کو راحت میسر آتی ہے۔ (صید الخاطر)

(53)

دعوتِ توحید و رسالت کا آغاز کیسے ہوا؟

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رب کی پرستش اور توحید کی جو دعوت لوگوں کے سامنے رکھی وہ اہل مکہ کے لئے نئی تھی۔ گزشتہ چالیس بیالیس سالہ زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بتوں کے خلاف بات نہیں کی تھی۔ یہ درست ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ان کی عزت یا احترام کیا اور نہ ان کے ناموں کی قسم کھائی لیکن جب چالیس بیالیس سال گزرنے کے بعد کھلے عام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بت کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں تو مکہ والوں کو یہ بات ہضم نہ ہو سکی حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین پر عمل کرنے کی دعوت ہی دے رہے تھے۔ اہل مکہ نے کچھ دیر تو صبر کیا لیکن پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رکیک حملے شروع کر دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ کہنے لگے اس کی بات کیا سنو گے' یہ تو جادوگر ہے۔ کسی نے کہا: یہ تو (معاذ اللہ) دیوانہ ہے۔ کوئی پاگل کہہ رہا ہے۔ کوئی شاعر ہونے کا الزام دے رہا ہے۔ گھر کے راستے میں کانٹے بچھانا' بازاروں' گلیوں اور گزرگاہوں میں بے ہودگی کا مظاہرہ کرنا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو مارنا پیٹنا اور ان پر ظلم و تشدد کرنا ان کا روزمرہ کا معمول بن کر رہ گیا۔

قارئین کرام! ذرا غور فرمائیں اگر کسی معزز خاتون کے شوہر کو پاگل یا دیوانہ کہا جائے تو اس پر کیا گزرے گی لیکن ہوا یہ کہ جب سارے مکہ والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر رہے تھے تب اکیلی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق

Scanned with CamScanner

کررہی تھیں۔

غم گسار زوجۂ محترمہ

جب آقا زخم کھا کر اس حال میں گھر تشریف لاتے کہ جسم پتھروں سے لہولہان ہو چکا ہوتا اور پاؤں زخمی ہو چکے ہوتے تو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں پر مرہم رکھتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں بیٹھ جاتیں اور اپنے آقا کے چہرے سے گرد و غبار صاف کرتیں۔ آپ کا کرتہ اٹھاتیں اور زخموں پر اپنا دوپٹا پھاڑ کر رکھتیں۔ مبارک زخمی قدموں کو پانی سے دھوتیں اور کہتیں: کلا و اللہ! لایخزیك اللہ ابدا ۔

”میرے آقا‘ میرے سرتاج! میرا رب آپ کے ساتھ ہے‘ جس کے ساتھ اللہ ہوتا ہے دنیا کی کوئی طاقت اسے پسپا نہیں کرسکتی۔“

جب گھر میں اہلیہ اتنا ساتھ دیتی‘ اتنے اچھے انداز میں دلاسا دیتی تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے اور اس آیت کریمہ پر عمل شروع کر دیتے:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۔

”آپ کو جو حکم ملا ہے اس کو کھول کر بیان کر دیجئے اور مشرکین سے رخ پھیر لیجئے۔“ (الحجر 15: 94)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے بازاروں میں جا کر توحید کا پرچم بلند کرتے‘ آپ پر تشدد ہوتا تو گھر تشریف لاتے اور ایک مرتبہ تو نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے حد و حساب بے ادبی اور بے مروتی کی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ الحرام میں نوافل ادا کر رہے تھے‘ ابوجہل اور اس کے کچھ رفقاء بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ابوجہل نے کہا: کون ہے جو بنو فلاں کے اونٹ کی اوجھڑی لائے اور جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سجدے میں جائیں تو ان کی پیٹھ پر ڈال دے۔ یہ سن کر اس قوم کا بدبخت ترین شخص عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور اوجھڑی لا کر انتظار کرنے لگا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں

گئے تو اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر دونوں کندھوں کے درمیان ڈال دیا۔ کسی نے جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اطلاع کر دی تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دوڑتی ہوئی آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ سے اوجھڑی ہٹائی۔ اس وقت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت چھوٹی تھیں۔ ان کی عمر محض چار پانچ برس تھی۔

کیا ہمسائے ایسے ہوتے ہیں؟

دعوت توحید جیسے جیسے پھیلتی چلی گئی‘ قریش کی جھنجھلاہٹ میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ابولہب کا گھر سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے ساتھ ہی تھا۔ وہ اور اس کی بیوی اُمّ جمیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت اور دشمنی میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ ایک بڑے اور مشہور باپ کی بیٹی ہونے کے باوجود وہ جنگل میں جاتی‘ وہاں سے کانٹے چنتی اور انہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں بچھا دیتی۔ ابولہب بھی کسی سے کم نہ تھا‘ وہ دروازے پر گندگی ڈال دیتا۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا‘ ان کی بیٹیاں اور گھر کے خادم اس گندگی کو اٹھاتے اور سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم صرف اتنا کہتے اے بنو عبدالمطلب! یہ کیسی ہمسائیگی ہے؟ ایک روایت میں ہے اے بنو عبد مناف کیا ہمسائے ایسے ہوتے ہیں؟ (السیرۃ لابن ہشام 2/416)

(54)

جان کا صدقہ، مال

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک نوجوان آیا اور درخواست کی کہ اے اللہ کے نبی میں نے سنا ہے کہ آپ تمام وحوش وطیور کی بولیاں جانتے ہیں اور جب یہ جانور آپس میں باتیں کرتے ہیں تو آپ ان کی باتوں کا مطلب خوب سمجھتے ہیں۔ آپ یہ فن مجھے بھی سکھا دیجئے تاکہ میں جانوروں کی بولیاں سن کر خدا کی معرفت حاصل کرسکوں کیونکہ بنی آدم کی زبانیں تو کھانے پینے اور فریب ودغا کے دھندے ہی میں لگی رہتی ہیں۔ ممکن ہے حیوانات اپنے پیٹ بھرنے کے لئے کچھ اور تدبیروں پر عمل کرتے ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نور بصارت سے اس نوجوان کے ذہن میں چھپی ہوئی اصل بات دیکھ لی اور اس سے کہا: ''اس خیال خام سے باز رہ۔ اس میں بے شمار خطرے پنہاں ہیں۔ جانوروں کی بولیاں سیکھ کر خدا کی معرفت حاصل نہیں ہوتی، اس کے لئے خدا ہی سے رجوع کر۔''

موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے اس نوجوان کو بہت سمجھایا بجھایا لیکن جس قدر آپ اسے روکتے اور سمجھاتے، اسی قدر وہ ضد کرتا جاتا۔ انسان کی فطرت ہے کہ اسے جس بات سے منع کیا جائے آخر آ جا کر وہی بات کرتا ہے۔ اس نے بے حد خوشامد سے کہا:

''اے پیغمبر خدا! مجھے اس بات سے محروم کرنا، آپ کے لطف وکرم اور مہر ومحبت سے بعید ہے۔ آپ کو حق تعالیٰ نے بڑی صفات سے نوازا اور نور بصیرت بخشا ہے۔ کسی شے کی حقیقت آپ سے پوشیدہ نہیں۔ اگر آپ نے مجھے جانوروں کی بولیوں کے فن سے

آگاہ نہ کیا تو میرا دل ہمیشہ کے لئے ٹوٹ جائے گا اور میری مایوسی کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔''

موسیٰ علیہ السلام اور جانوروں کی بولیاں سیکھنے والا جوان

تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: ''یاالٰہی! تو بے نیاز ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نوجوان کی عقل وخرد کو شیطان مردود نے اپنا کھلونا بنالیا ہے، تو ہی بتا میں کیا کروں؟ اگر اسے جانوروں کی بولیاں سکھا دوں تو یہ بات اس کے حق میں نیک نہ ہوگی اور اگر نہ سکھاؤں تو اس کا دل صدمے سے چور ہوتا ہے۔''

حق تعالیٰ نے حکم دیا ''اے موسیٰ علیہ السلام تم اس نوجوان کی خواہش پوری کرو، کیونکہ ہماری سنت ہے کہ ہم کسی کی دعا رد نہیں کرتے۔''

یہ حکم پانے کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوچا ایک بار پھر اس نوجوان کو اس خیال سے باز رکھنے کی کوشش کروں۔ چنانچہ آپ نے اسے نہایت شیریں اور نرم لہجے میں سمجھایا کہ خدا تعالیٰ دانے اجازت تو عطا فرما دی ہے اور اب تیری مراد خود بخود پوری ہو جائے گی لیکن تیرے حق میں بہتر یہی ہے کہ یہ خیال ذہن سے نکال دے اور خدا سے ڈر کیونکہ یہ پٹی شیطان نے تجھے پڑھائی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تو سیکڑوں آفتوں میں پھنس جائے گا اور آخر میں سوائے ندامت وپشیمانی کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔''

اس بات نے اس نوجوان پر صرف اتنا اثر کیا کہ وہ کہنے لگا ''بہت بہتر میں تمام جانوروں کی بولی سیکھنے کے خیال سے درگزر کرتا ہوں لیکن کم از کم دو جانوروں کی بولیاں تو ضرور سکھا دیجئے۔ ایک اس کتے کی بولی جو میرے مکان کے دروازے پر پہرا دیتا ہے اور دوسری اس مرغ کی بولی جو میرے گھر میں پلا ہوا ہے۔ پس میرے لئے ان دو جانوروں کی بولی سمجھ لینا ہی بہت ہے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''اچھا جا آج سے ان دونوں حیوانوں کی بولی کا فن میں نے خدا کے حکم سے تجھے عطا کیا۔''

وہ نوجوان خوش خوش گھر واپس گیا اور اگلے روز اپنے پالتو جانوروں کی باتیں سننے

Scanned with CamScanner

کے لئے دروازے کے قریب کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد گھر میں کام کرنے والی خادمہ ہاتھ میں ایک کپڑا لئے دروازے پر آئی۔ اس میں رات کا بچا کھچا روٹی کا ایک ٹکڑا تھا وہ خادمہ نے باہر پھینک دیا۔ اسی وقت مرغ پھڑ پھڑاتا ہوا آیا اور وہ ٹکڑا اٹھا کر اپنی چونچ میں دبا لیا۔ پہرا دینے والے کتے نے یہ دیکھ کر مرغ سے کہا: ''یار تو بڑا لالچی ہے' دانہ دنکا بھی چگ کر اپنا پیٹ بھر سکتا ہے' باسی روٹی کا ٹکڑا ہمارے حصے کا تھا' وہ بھی تو نے اچک لیا۔''

مرغ اور کتے کی گفتگو

مرغ نے کتے کا شکوہ سنا تو جواب میں کہا: ''بھائی' اس باسی روٹی کا رنج نہ کر' ذرا صبر سے کام لے۔ خدا نے تیرے لئے بہترین نعمت مقرر کی ہے۔ کل ہمارے مالک کا چہیتا گھوڑا مرنے والا ہے اس کا گوشت خوب پیٹ بھر کر کھائیو۔ یوں خدا تجھے بے کوشش اور بے مشقت زرق عطا کرے گا۔''

اس نوجوان نے مرغ کی یہ بات سنتے ہی تھان پر سے گھوڑا کھولا' بازار میں لے جا کر اس کے دام کھرے کئے اور خوشی خوشی گھر واپس آیا۔ اگلے روز صبح پھر خادمہ نے دسترخوان جھاڑا تو روٹی کا ٹکڑا زمین پر گرا۔ مرغ پھر اچک کر لے گیا اور کتا منہ دیکھتا رہ گیا۔ آخر اس نے مرغ سے کہا: ''ابے تو بڑا چالاک اور فریبی ہے' تو نے کل کہا تھا کہ آقا کا گھوڑا مر جائے گا اور مجھے خوب پیٹ بھر کر گوشت کھانے کو ملے گا۔ اب بتا' گھوڑا کہاں مرا؟ آقا نے تو اسے لے جا کر بازار میں بیچ ڈالا۔ معلوم ہوتا ہے تو ازلی جھوٹا ہے۔ سچائی تیرے مقدر میں نہیں۔''

مرغ جھوٹا نہیں' بڑا باخبر تھا۔ اس نے جواب دیا ''یار تو خوامخواہ تاؤ کھاتا ہے۔ گھوڑا تو مرنے ہی والا تھا۔ یہاں نہ مرا' دوسری جگہ جا کر مر گیا۔ ہمارا آقا گھوڑا بیچ کر نقصان سے تو بچ گیا اور بظاہر اپنا نقصان دوسرے کی گردن پر ڈال دیا لیکن فکر نہ کر کل انشاء اللہ اس کا اونٹ مر جائے گ پھر تیری پانچوں گھی میں اور سر کڑاہی میں ہو گا۔''

نوجوان لپکا ہوا گیا اور اونٹ کے بھی بازار میں لے جا کر دام وصول کر لئے۔ جانور کے مرنے کے صدمے اور رقم کے نقصان سے چھٹکارا پایا۔ دل میں خوش تھا کہ ان جانوروں کی بولیاں سیکھ کر فائدے ہی میں رہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خوامخواہ ڈرا دیا تھا کہ ہزاروں آفتوں میں پھنس جائے گا۔ ابھی تک تو کوئی آفت آئی نہیں۔

تیسرے دن کتے نے غرا کر مرغ سے کہا: ''ابے اور زمانے بھر کے کذاب' کب تک کاٹھ کی ہانڈی آگ پر چڑھائے جائے گا' تو تو بڑا ہی فریبی نکلا۔ آخر تجھے جھوٹ بولنے میں مزا کیا آتا ہے؟''

مرغ نے کتے کی یہ جھاڑ سن کر کہا: ''یارِ جانی' میں جھوٹ نہیں بولتا۔ مالک نے اونٹ کو بھی لے جا کر بیچ ڈالا اور پیسے جیب میں رکھے۔ اب وہ اونٹ جس بدنصیب نے خریدا تھا' اس کے گھر جا کر مر گیا ہے۔ بہر حال تو غم نہ کر' کل ہمارے آقا کا غلام مرے گا۔ موت نے اسے تاکا ہے۔ غلام کے مرنے کے بعد آقا فقیروں کو روٹیاں اور گوشت بانٹنے کا اہتمام کرے گا۔ پھر تیرے مزے ہی مزے ہیں۔ لے اب خوش ہو جا۔''

مرغ کی بات سنتے ہی نوجوان نے غلام کو بھی ایک شخص کے ہاتھ اچھی قیمت پر بیچ دیا اور نقصان سے بچ کر جی میں بہت خوش ہوا۔ اس نے دل میں کہا' خدا کا لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے تین حادثوں سے بال بال بچا لیا ہے۔ اگر کتے اور مرغ کی بولیاں مجھے نہ آتیں تو بڑا بھاری نقصان اٹھانا پڑتا۔

چوتھے دن کی کارروائی

چوتھے دن کتے نے لال پیلی آنکھیں نکال کر مرغ سے کہا: ''ابے او جھوٹوں کے بادشاہ' تو نے یہ بھی سوچا کہ تیری یہ دروغ گوئی کب تک چلے گی؟ تو تو کہتا تھا کہ غلام مرے گا اور اس کے مرنے پر ہمارا آقا فقیروں میں گوشت اور روٹیاں بانٹے گا۔ غلام کہاں مرا؟''

مرغ نے جواب دیا ''بخدا میں نے سچ کہا تھا۔ آقا اگر اس غلام کو نہ بیچتا تو وہ اس

مکان میں مرتا۔ بہرحال' جس نے اسے خریدا وہ اب اپنے نصیبے کو رو رہا ہوگا کیونکہ غلام اس کے گھر جاتے ہی اگلے روز صبح مر گیا اور بے چارے خریدار کی رقم برباد ہوئی لیکن اب تو خوش ہو جا کہ خود ہمارے آقا کی باری آ گئی ہے۔ کل یہ یقیناً مر جائے گا۔ اب دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے آپ کو موت کے فرشتے سے کیونکر بچائے گا۔ کاش! وہ بے وقوف اتنا سمجھتا کہ ایک نقصان' سیکڑوں نقصانوں کا صدقہ ہوتا ہے۔ یاد رکھ! جسم و مال کا زیاں' جان کا صدقہ ہے۔ دنیاوی معاملات میں انسان بعض اوقات زر و مال خرچ کر کے اپنی جان بچا لیتا ہے لیکن افسوس کہ قدرتِ الٰہی کے رازوں سے جاہل ہے کہ یہاں اپنا مال بچانے کی کوشش کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ وہی مال اگر اپنی ذات پر سے صدقہ کرے تو نقصان' فائدے بن جائے۔ خیر' اب تو قصہ ہی تمام ہوا چاہتا ہے۔ آج ہمارا آقا سوئے عدم روانہ ہو جائے گا۔ پھر اس کے والی وارث گائے ذبح کریں گے اور دیگیں چڑھیں گی۔ فقیروں اور محتاجوں کا ہجوم ہوگا۔ روٹیوں کے ٹکڑے اور ہڈیاں' بوٹیاں اس کثرت سے تجھے کھانے کو ملیں گی کہ جی بھر جائے گا۔ ہا! گھوڑا' اونٹ اور غلام کی موت ہمارے بے وقوف اور معزز آقا کی جان کا بدلہ تھا۔ مال کے نقصان اور اس کے رنج والم سے تو محفوظ رہا لیکن اپنی جان گنوائی۔''

اب نوجوان کی باری آ گئی

آقا نے مرغ کی زبانی اپنے مرنے کی خبر وحشت اثر سنی تو پیروں تلے کی زمین نکل گئی۔ ہاتھ پیروں میں دم نہ رہا۔ گرتا پڑتا' بدحواس' بدحال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری داستان سنا کر فریاد کی کہ اے خدا کے سچے نبی' مجھے ملک الموت کے پنجے سے بچائیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا:

''ارے احمق' اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے۔ فوراً بازار میں جا اور اپنے آپ کو بھی بیچ ڈال' تو تو اس کام میں بڑا ہوشیار ہے۔ اس مرتبہ بھی اپنا نقصان کسی اور کے سر منڈھ دے اور خود کو بیچ کر جو مال ملے وہ اپنے خزانے

میں بھر لے۔ سچ ہے' آنے والی مصیبت کو عقل مند پہلے دیکھ لیتا ہے اور بے وقوف آخر میں۔''

اس نوجوان نے پھر منت سماجت شروع کی اور اس قدر رویا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس پر رحم آیا۔ ارشاد ہوا ''اے نوجوان! اب تو تیر کمان سے نکل چکا اور چھوٹا ہوا تیر کبھی واپس نہیں آتا۔ قضا نے تیرا گھر تاک لیا ہے اور اسے ٹالنا میرے بس میں نہیں۔ ہاں' بارگاہِ الٰہی میں تیرے لئے یہ درخواست پیش کرتا ہوں کہ جب تیری روح بدن کا ساتھ چھوڑے تو ایمان کی دولت تجھے نصیب ہو۔ وہی زندہ ہے جو ایمان سلامت لے جائے۔''

اور موسیٰ علیہ السلام کی دعا مستجاب ہوگئی

ابھی پیغمبر خدا کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ نوجوان کا متلایا' دل گھبرایا' ہاتھ پاؤں سنسنانے لگے۔ یکا یک خون کی ایک قے ہوئی۔ وہ قے ہیضے کی نہ تھی' موت کی تھی۔ اسی وقت چار آدمی اسے کندھوں پر لاد کر گھر لے گئے۔ مکان پر پہنچتے پہنچتے اس پر تشنج طاری ہو گیا' زبان بند ہو گئی' آنکھوں کی پتلیاں پھر گئیں' کانوں کی لویں مڑ گئیں۔ آخر کار اس نے ایک ہچکی لی اور اپنی جان جان آفرین کو سونپ دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خبر سنی تو درگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ اے باری تعالیٰ! اسے ایمان کی دولت نصیب فرما۔ اپنی شانِ الوہیت کے صدقے میں اسے بخش دے۔ ہرچند اس نے گستاخی اور ضد کی' لیکن وہ نادان تھا۔ اس پر رحم فرما۔ خدائے بزرگ و برتر نے اپنے پیغمبر کی دعا قبول فرمائی اور اس نوجوان کو بخش دیا۔ (مثنوی شریف)

(55)

نماز گناہ سے بچاتی ہے

حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نماز پنجوقتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتا تھا۔ پھر ہر برا کام چھوڑنے کی بجائے اس کا مرتکب ہوتا تھا۔ لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا۔ آپ نے فرمایا: بے شک اس کی نماز اس کو (ان کاموں سے) روک دے گی۔ چند دن بعد وہ تائب ہو گیا اور اپنے حال کو سنوار دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو نہیں کہتا تھا کہ اس کی نماز ایک دن اسے روک دے گی۔

اس حدیث شریف سے جو کہ نزہۃ المجالس کی پہلی جلد کے ص 87 پر ہے پتہ چلتا ہے کہ نماز کی کتنی فضیلت ہے کہ اس کے قائم کرنے والا برے کاموں سے تائب ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث مجالس سنیہ ص 67 پر بھی مرقوم ہے۔

نزہۃ المجالس کی پہلی جلد کے صفحہ 87 پر اس حدیث کے بعد آگے چل کر ایک حکایت بیان کی گئی ہے جس سے یہ پروف ملتا ہے کہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ حکایت یوں ہے:

ایک شخص ایک عورت کے عشق میں مبتلا ہو گیا۔ جب کوئی شخص کسی کے عشق میں مبتلا ہو جاتے تو پھر اس کی سب سے بڑی خواہش اور تمنا یہی ہوتی ہے کہ اسے مطلوب معشوق کا وصل حاصل رہے۔ اس طرح وہ شخص بھی کچھ عرصہ بعد اپنی معشوقہ کے پاس وصال کی عرضی لے کر پہنچا۔ عورت متقی اور پرہیزگار تھی۔ آج کل کی عورتوں کی طرح

آوارہ اور بے ہودہ نہیں تھی۔ آج کل کی عورتوں کی طرح بازاروں میں کھلے سر نہیں پھرتی تھی۔ آج کل کی عورتوں کی طرح آزادیٔ نسواں کے نام پر عورت کی نسوانیت پامال نہیں کرتی تھی بلکہ خدا کے حضور سر بسجود ہوا کرتی۔ نیک تھی۔ اپنی زندگی اور اپنا جسم اپنے خاوند کے لئے وقف کرنا چاہتی تھی لہٰذا اس نے عرضیٔ وصال کو اپنے شوہر نامدار کے حضور باادب اور نہایت خوبصورت طریقہ سے پیش کر دیا۔ وہ خاوند بھی نیک تھا۔ آج کل کے مردوں کی طرح نہیں کہ اسے عورت کی چال سمجھتا اور اس کو شکوک وشبہات کی صلیب پر لٹکا دیتا بلکہ وہ اللہ کا برگزیدہ بندہ تھا۔ پانچ وقت خدا کے حضور اپنی جبیں جھکاتا تھا۔

چالیس دن باجماعت نماز کی برکت

اس نے عرضی وصال پر فیصلہ سنایا کہ عارضی سے کہا جائے کہ وہ روزانہ اس عورت کے خاوند کے پیچھے چالیس روز تک نماز بلاناغہ ادا کرے تو میں تمہاری ہر خواہش پر سرنیاز خم کروں گی۔ وہ عاشق بھی سچا عاشق تھا۔ آج کل کے نام نہاد عاشقوں کی طرح نہیں تھا کہ جو چلتے ہوئے لڑکیوں پر آوازے کستے ہیں بلکہ وہ خلوص دل سے اس کا وصال چاہتا تھا لہٰذا اس نے اپنی معشوقہ کے قول پر لبیک کیا اور اس کے خاوند کے پیچھے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ روزانہ چالیس روز تک نماز پڑھتا رہا۔ چالیس روز بعد پھر جب بحکم خاوند عورت نے اس شخص کو اپنے نفس کی طرف بلایا مگر چالیس روز تک بلاناغہ پانچ مرتبہ ایک دن میں ہی وہ شخص وصال کرتا رہا تھا۔ اس عورت کا نہیں بلکہ محبوب حقیقی کا وصال۔ اس کو اصل محبوب کا وصال ہو چکا تھا۔ لہٰذا اس نے جواب دیا مجھے اب تیری ضرورت نہیں رہی کیونکہ میں ان جھوٹے وصالوں سے تائب ہو چکا ہوں۔ اس عورت نے یہ بات اپنے خاوند کے گوش گزار کی تو اس نے بے اختیار کہا: صدق اللہ العظیم فی قولہ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ○ ''رب کریم نے سچ فرمایا: نماز بے حیائی اور برے کاموں سے منع فرماتی ہے۔''

ملتا ہے کیا نماز میں سجدے میں آ کے دیکھ

یاد رکھو! نماز کی بے شمار برکتیں ہیں۔ ایک عظیم برکت یہ بھی ہے کہ اس کی ادائیگی کرنے سے گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے۔ حضرت اعمش رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ایک نماز دوسری نماز تک کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ یعنی جب انسان صبح کی نماز ادا کرتا ہے تو عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر اس وقت تک کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد انسان اپنے اپنے کاروبار کے لئے روانہ ہو جاتے ہیں' اور کاروبار میں ہزار ہا طریق سے ہیرا پھیری کرتے ہیں۔ نماز ظہر کا وقت ہونے پر نماز ظہر ادا کرے تو صبح سے لے کر ظہر تک کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ عصر کی نماز ادا کرنے سے ظہر سے بعد کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور نماز مغرب عصر کے بعد کے گناہ معاف کروانے کا سبب بن جاتی ہے اور مغرب سے عشاء تک سرزد ہونے والے گناہ نماز عشاء ادا کرنے سے معاف ہو جاتے ہیں۔ لقولہ تعالٰی: اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۔ ولقوله عليه السلام: يمحوا الله بهن الخطاها ۔ (مشکوٰۃ' 57' عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

(56)

عاشقانِ او ز خوباں خوب تر

زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ میں یہ حدیث پاک نقل کی ہے۔ اسلع بن شریک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر کجاوہ باندھا کرتا تھا۔ ایک رات مجھے نہانے کی حاجت ہوئی اور حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے کوچ کا ارادہ فرمایا۔ اس وقت مجھے نہایت تردد ہوا کہ اگر ٹھنڈے پانی سے نہاؤں تو مارے سردی کے مر جانے یا بیمار ہو جانے کا خوف ہے اور یہ بھی گوارا نہیں کہ ایسی حالت میں خاص سواری مبارک کا کجاوہ اونٹنی پر باندھوں۔ مجبوراً کسی شخص انصاری سے کہہ دیا کہ کجاوہ باندھے۔ پھر میں نے چند پتھر رکھ کے پانی گرم کیا اور نہا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جاملا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے اسلع! کیا سبب ہے کہ تمہارے کجاوہ کو میں متغیر پاتا ہوں؟ عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے نہیں باندھا تھا۔ فرمایا' کیوں؟ عرض کیا' اس وقت مجھے نہانے کی حاجت تھی اور ٹھنڈے پانی سے نہانے میں جان کا خوف تھا اس لئے کسی اور کو باندھنے کے لئے کہہ دیا۔ اسلع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ ۔ (سورۃ المائدہ' ر 2)

جس سے سفر میں تیمم کرنے کی اجازت ملی۔ (درمنثور طبرانی وغیرہ)

موئے مبارک اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

حدیث میں ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس چند موئے مبارک

Scanned with CamScanner

تبرکاً تھے۔ ایک جنگ میں آپ کی وہ ٹوپی گر پڑی۔ آپ نے اس کے حصول کے واسطے سخت جنگ کی۔ حتیٰ کہ چند مسلمان بھی اس جنگ میں شہید ہو گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو الزام دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے یہ فعل ٹوپی کے واسطے نہیں کیا بلکہ ان موئے مبارک کے واسطے کیا جو اس میں تھے تاکہ وہ ضائع نہ ہوں اور کفار کے ہاتھ میں نہ جانے پائیں اور مجھ سے اس کی برکت جاتی نہ رہے۔

میری زندگی کا حاصل

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حال میں لکھا ہے:

وكان عنده شيء من شعور رسول الله عليه وسلم وقلامة الاظفار فاوصىٰ ان تجعل فيه وعينيه وقال افعلوا ذلك وخلوبيني وبين ارحم الراحمين .

"یعنی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ موئے مبارک اور تراشئہ ناخن محفوظ تھے۔ جب وہ فوت ہونے لگے تو وصیت کی کہ یہ چیزیں میرے منہ اور آنکھوں میں رکھ دینا اور پھر میرا معاملہ ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا۔"

☆..... مستدرک میں ہے عبدالرحمٰن بن قرط رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک بار میں مسجد میں گیا۔ دیکھا کہ ایک حلقہ میں لوگ ایسے سر جھکائے بیٹھے ہیں کہ گویا ان کی گردنوں پر سر ہی نہیں۔ یعنی سب لوگ حدیث شریف سننے والے کچھ ایسے مؤدبانہ سر جھکائے بیٹھے تھے کہ گردنوں پر سر نہیں دکھائی دیتے تھے اور ایک صاحب حدیث شریف بیان کر رہے تھے۔ جب غور سے ان کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

رسول اللہ کی مسجد کا ادب

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اونچا بولنا ممنوع ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے مسجد نبوی میں بلند آواز کرنے والوں کو تنبیہ کی اور ڈانٹا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

عن السائب بن يزيد قال كنت قائما في المسجد فحصبني رجل فنظرت فاذا عمر بن الخطاب فقال اذهب فائتني بهذين فجيت بهما قال من انتما اومن اين انتما قال من اهل الطائف قال لو كنتما من اهل البلد لا وجعتكم ترفعان اصواتكما في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم . (رواه البخاري)

"یعنی صحیح بخاری میں سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں ایک بار مسجد نبوی میں کھڑا تھا کہ کسی نے مجھے کنکری ماری۔ دیکھا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہا جاؤ اور ان دو شخصوں کو لے آؤ۔ جب ان دونوں کو میں ان کے پاس لے گیا تو پوچھا تم کون ہو؟ کہاں سے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم طائف کے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم اس شہر سے ہوتے تو میں تم کو ضرور اذیت پہنچاتا اور مارتا' اس واسطے کہ تم مسجد نبوی میں بلند آواز کرتے ہو۔"

جس کے ساتھ حضور ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم)

ایک مرتبہ فضلہ بن عبید اسلمی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن ورع رضی اللہ عنہ تیراندازی میں باہم مقابلہ کر رہے تھے کہ کسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو تیراندازی میں مشغول دیکھ کر خوش ہوئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضیلہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"اے بنی اسماعیل! تم تیراندازی کرو چونکہ تمہارا باپ تیرانداز تھا۔ تم تیر پھینکتے جاؤ میں ابن ورع رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوں۔"

یہ الفاظ سنتے ہی حضرت فضیلہ رضی اللہ عنہ نے کمان رکھ دی اور عرض کیا: یارسول

Scanned with CamScanner

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابن ورع رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں تو ادب کی بناء پر میں مقابلے میں تیر نہیں پھینک سکتا یعنی مقابلے کا لفظ برابری کے زمرے میں آتا ہے، مجھے کہاں زیب دیتا ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برابری کروں گو کہ وہ تیر صرف پھینکنے ہی میں کیوں نہ ہو۔ (بخاری شریف)

☆......حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دستر خوان پر حاضر ہوتے تو اس وقت تک طعام کو ہاتھ نہ لگاتے جب تک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام شروع نہ فرماتے۔ چونکہ آقا کی موجودگی میں غلام کا کسی کام میں پہل کرنا بے ادبی سمجھی جاتی ہے، اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھانا کھانے میں بھی پہل نہ کرتے تھے۔

☆......حضرت زراع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ وفد عبدالقیس کے لوگ جب مدینہ منورہ آئے تو جلدی جلدی اپنے کجاوں سے نکل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں اور پاؤں کو (وفورِ محبت وادب سے) چومنے لگے۔ (احمد، ابوداؤد)

☆......حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے لئے لکڑی کا دروازہ بنوانا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کاریگر سے یہ شرط طے کی کہ وہ دور کسی جگہ دروازہ تیار کرے گا تاکہ تیاری کے دوران اوزار وغیرہ کی آواز سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ پہنچے۔ جب دروازہ تیار ہو جائے تو وہ اپنی جگہ پر نصب کر دیا جائے۔ (محبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

(57)

حضرت شیخ نجم الدین تفلیسی رحمۃ اللہ علیہ

بہجۃ الاسرار شریف میں حضرت شیخ نجم الدین تفلیسی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میرے شیخ حضرت شیخ الشیوخ (شہاب الحق والدین عمر سہروردی رضی اللہ عنہ) نے مجھے بغداد مقدس میں چلہ میں بٹھایا تھا۔ چالیسویں روز میں واقعہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت شیخ الشیوخ ایک بلند پہاڑ پر تشریف فرما ہیں اور ان کے پاس بہ کثرت جواہر ہیں اور پہاڑ کے نیچے انبوہ کثیر (مجمع عظیم) جمع ہے۔ حضرت شیخ پیمانے بھر بھر کر خود، جواہر خلق پر پھینکتے ہیں اور لوگ لوٹ رہے ہیں۔ جب جواہر کمی پر آتے ہیں خود بخود بڑھ جاتے ہیں۔ گویا چشمے سے ابل رہے ہیں۔ دن ختم کر کے میں خلوت سے باہر نکلا اور حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ جو دیکھا تھا عرض کروں۔ میں کہنے بھی نہ پایا تھا کہ حضرت شیخ نے فرمایا: ''جو تم نے دیکھا وہ حق ہے اور اس جیسے کتنے ہی (یعنی صرف اتنے ہی جواہر نہیں جو تم نے دیکھے بلکہ اتنے اتنے اور بہت سے ہیں) یہ وہ جواہر ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے علم کلام کے بدلے میرے سینہ میں بھر دیئے ہیں۔''

(حکایات رضویہ)

Scanned with CamScanner

(58)

ٹڈی کی شکل دس جانوروں جیسی ہے

عقل مندوں نے کہا ہے کہ ٹڈی کی شکل بڑے بڑے دس حیوانوں سے مشابہ ہے اور وہ یہ ہے کہ گھوڑے کا منہ' ہاتھی کی آنکھ' بیل کی گردن' بارہ سنگھا کا سینگ' شیر کا سینہ' گدھ کے بازو' اونٹ کی رانیں' شتر مرغ کے پاؤں اور بچھو کی دم چنانچہ اس بارہ میں کسی شاعر نے کہا ہے:

لهـا فـخـذ ابـل وسـاقـا نـعـامة

وقـاد مـتـا نسـرو جـوء جـوء ضيـغـم

حـكتهـا افـاعـى الارض بـطنا فانعمت

عـليهـا جيـاد الـخيـل بـالوجـه والفم

حـكـت عيـن فيـل عـنهـا ثـم قـرنهـا

يـحـاكـى قـرون الايـل يـاذا الـتـفـهـم

وعـنـق كـعـنـق الثـوريـد ولـنـاظـر

وذنـب كـلـب الـعـقـرب الـحى فافهم

ٹڈی کے لئے شتر کی دو رانیں' شتر مرغ کے دو پاؤں ہیں اور دو باز و گدھ کے اور سینہ شیر کا ہے۔ زمین کے سانپ پیٹ کے اعتبار سے اس کے مشابہ ہوئے تو باریک بال والے گھوڑوں نے چہرہ اور منہ سے اس پر بخشش کی اور ہاتھی کی آنکھ اس کی آنکھ سے مشابہ ہوئی پھر ٹڈی کا سینگھ بارہ سنگھا کے سینگوں سے مشابہ ہوا۔ اے صاحب فہم اور اس کی

گردن بیل کی گردن کی طرح ہے جو دیکھنے والے کے لئے ظاہر ہوتی ہے اور دم زندہ بچھو کے مثل ہے۔

عقل مندوں کی بات

سمجھو وقال بعضهم اور بعض شعراء نے کہا کہ

فسـد الـزمـان وقـد نشـافيـه الـريـا

بيـن الـخـلائـق فـالـجـمـيـع مـرائـى

مثـل الـجـرا ديـعف عـن اهـل الـعـفا

ويـلـف مـا يـلـقـاه لـلـفـقـراء

زمانہ خراب ہو گیا اور مخلوقات کے درمیان ریاکاری پیدا ہو گئی۔ سب ریاکار ہی ہیں جیسے ٹڈی کہ زیادہ مال والے سے تو پرہیز کرتی ہے اور فقیروں کی جو چیز ہے اس میں سے جو کچھ باقی ہے اس کو جمع کرتی ہے یعنی غریبوں کی زراعت کھا جاتی ہے۔

(نورانی حکایات' ترجمہ قلیوبی)

(59)

اللہ کے فضل سے اللہ کا وسیلہ حاصل کرنا

ایک بزرگ کے بارے میں سنا کہ ان سے کسی نے سوال کیا اور کہا کہ میں وہی ہوں جس پر آپ نے فلاں فلاں دن احسان فرمایا تھا۔ وہ فرمانے لگے اس شخص کو مرحبا ہو جو ہمارے پاس ہمارا ہی وسیلہ لے کر پہنچا پھر اس کی ضرورت پوری کر دی۔ میں نے اس سے اشارہ لیا اور اس انداز کی مناجات شروع کر دی کہ تو وہی تو ہے جس نے زمانہ طفولیت سے ہدایت نصیب فرمائی' گمراہی سے حفاظت فرمائی' بہت سے گناہوں سے بچایا اور طلب علم کا القاء فرمایا' شرافت علم کو نہ سمجھنے کی وجہ سے کہ میں اس وقت بچہ تھا والد کی محبت بھی نہیں تھی کیونکہ وہ میرے بچپن میں فوت ہو چکا تھا اور تو نے اس کو تفقہ اور تصنیف کے مقام تک پہنچایا جبکہ سلسلہ اسباب کچھ نہ تھا اور بغیر کسی محنت ومشقت کے رزق کا انتظام فرمایا اور مخلوق کے آگے سوال کی ذلت سے محفوظ رکھا' دشمنوں سے حفاظت فرمائی کہ کسی جبار وسرکش نے اس کا قصد نہ کیا اور تو نے علوم وفنون کے وہ خزائن عطا فرمائے جو کثیر مخلوق میں سے شخص واحد میں کم ہی جمع ہوتے ہیں۔ مزید برآں اپنی معرفت ومحبت کے ساتھ قلبی تعلق کی دولت عطا فرمائی۔ حسن تعبیر اور اپنی طرف دلالت ورہنمائی کی لطافت بخشی' لوگوں کے قلوب میں اس کی قبولیت رکھی حتیٰ کہ ایک مخلوق اس کی طرف مائل ہے اور اس کی بات کو قبول کرتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کرتے اس کے کلام کا اشتیاق رکھتے ہیں' ملول نہیں ہوتے۔

مانگنے کے واسطے انداز ہونا چاہیے

نامناسب لوگوں کی مجالس سے تنہائی کے ذریعہ اس کی حفاظت فرمائی اور پھر اپنی خلوت میں تو نے اسے علم کے ساتھ مانوس فرمایا اور کبھی اپنے ساتھ مناجات میں لگایا میں شمار کرنے لگوں تو ان انعامات واحسانات کا ایک فیصد بھی نہیں گن سکتا۔ وان تعدوا نعمة الله لاتحصوها ۔ پس اے میری طلب سے قبل ہی مجھ پر احسان فرمانے والے اپنے بارے میں میری امیدوں کو ناکام مت کرنا جبکہ میں طلب بھی کر رہا ہوں پس تیرے سابقہ انعامات کے توسل سے میں تیرے حضور حاضر ہوں۔

(صیدالخاطر لابن جوزی' مترجم ص 354)

Scanned with CamScanner

(60)

مثالی کردار کی مالک خاتون

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کا کردار بڑا مثالی تھا۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتیں اپنے ہاتھوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا پکاتیں اور لے جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتیں۔ (صحیح البخاری، حدیث 3820)

صحیح بخاری میں سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سالن یا کھانے کا برتن لے کر آرہی ہیں جب وہ آئیں تو انہیں ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہہ دیں اور انہیں جنت میں موتی کے ایک محل کی بشارت دیں جس میں نہ تو شور ہوگا اور نہ کوئی تکلیف ہوگی۔ (صحیح البخاری، حدیث 3820)

اس حدیث شریف کو پڑھنے کے بعد ہم بخوبی اندازہ کرسکتے ہیں کہ وہ عظیم خاتون خدمت کے اس اعلیٰ مقام پر فائز تھیں کہ اپنے ہاتھوں میں سالن یا کھانے کا برتن لے کر سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سرانجام دیتی تھیں۔

سوچنے کی بات ہے

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کی رغبت ان الفاظ

کے ساتھ ظاہر کی تھی:

يَا ابْنَ عَمِّ! اِنِّیْ قَدْ رَغِبْتُ فِيْكَ لِقَرَابَتِكَ مِنِّيْ وَشَرَفِكَ فِيْ قَوْمِكَ وَاَمَانَتِكَ عِنْدَهُمْ وَحُسْنِ خُلُقِكَ وَصِدْقِ حَدِيْثِكَ ۔

”میرے چچازاد! آپ کی مجھ سے قرابت، اپنی قوم میں آپ کے اعلیٰ مقام، ان کے نزدیک آپ کی امانت داری، آپ کے حسن اخلاق اور صدق کلام کے باعث میں آپ کے ساتھ نکاح کی رغبت رکھتی ہوں۔“

(اسد الغابۃ 261/5)

اب جو عورت اپنے خاوند کے اعلیٰ اخلاق و کردار سے شروع دن سے متاثر ہو وہ اپنے خاوند کی عزت و احترام کیسے نہ کرے گی، اس پر اپنی دولت اور جان کیسے نچھاور کرے گی؟

Scanned with CamScanner

(61)

عیسیٰ علیہ السلام نے اسم اعظم پڑھا تو مردہ شیر زندہ ہو گیا

ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنگل میں جا رہے تھے کہ ایک بے وقوف شخص ان کے ساتھ ہو لیا۔ جنگل میں ایک جگہ گہرے گڑھے میں ہڈیوں کا ڈھیر پڑا تھا۔ وہ بے وقوف ہڈیوں کا ڈھیر دیکھ کر رک گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگا:

''اے روح اللہ! وہ کیا اسم اعظم ہے جسے پڑھ کر آپ مردوں کو زندہ فرماتے ہیں؟ مجھے بھی اسم اعظم سکھا دیجئے تا کہ ان بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈال دوں؟''

اس احمق کی یہ بات سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''خاموش ہو جا' تیری زبان اس اسم اعظم کے لائق نہیں۔'' وہ بضد ہوا اور کہنے لگا ''بہت اچھا' اگر میری زبان اسم اعظم کے لائق نہیں تو پھر آپ ہی ان ہڈیوں پر پڑھ کر دم کریں۔''

اس نے یہاں تک اپنی بات پر اصرار کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سخت متعجب ہوئے اور دل میں کہا الٰہی' یہ کیا بھید ہے: اس احمق کو اتنی ضد آخر کس لئے ہے؟ اپنے مردے کو بھلا کر دوسرے کو زندہ کرنے کی فکر میں ہے۔ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ حماقت کو حماقت ہی کی تلاش ہوتی ہے اور بدنصیبی' بدنصیبی ہی کا گھر ڈھونڈتی ہے۔ کانٹوں کا اگنا ان کے بوئے جانے کا عوض ہے۔

اتنے میں اس بے وقوف نے پھر ان ہڈیوں پر اسم اعظم پڑھ کر دم کرنے کا تقاضا

کیا اور جب انہوں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تو ناراض ہو کر بولا ''اے روح اللہ' اب آپ بھی اپنا معجزہ دکھانے میں بخل سے کام لینے لگے۔ شاید آپ کی زبان مبارک میں پہلی سی تاثیر نہ رہی ہو گی۔''

موت تب آتی ہے جب بندے کا رزق ختم ہو جاتا ہے

یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان ہڈیوں پر اسم اعظم پڑھ کر دم کیا۔ آن کی آن میں ہڈیوں کے اندر حرکت ہوئی۔ کیا دیکھا کہ ایک ہیبت ناک شکل کا قوی الجثہ شیر ہے۔ اس نے گرج کی جست کی اور اس بے وقوف شخص کو لمحہ بھر میں چیر پھاڑ کر برابر کر دیا یہاں تک کہ کھوپڑی بھی پاش پاش کر ڈالی۔ اس کا خول ایسا خالی ہوا جیسے اس میں کبھی بھیجا تھا ہی نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ تماشا دیکھ کر حیران ہوئے اور شیر سے پوچھا: اے جنگل کے درندے' تو نے اس شخص کو اتنی تیزی سے کیوں پھاڑ ڈالا؟

شیر نے جواب دیا ''اس وجہ سے کہ اس احمق نے آپ کو خفا کر دیا اور آپ کی توہین پر اتر آیا تھا۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: ''تو نے اس کا گوشت کیوں نہ کھایا اور خون کیوں نہ پیا؟''

شیر نے کہا: ''اے پیغمبر خدا' میری قسمت میں اب رزق نہیں ہے۔ اگر اس جہان میں میرا رزق باقی ہوتا تو مجھے مردوں میں داخل ہی کیوں کیا جاتا؟''

(حکایات رومی علیہ الرحمۃ)

Scanned with CamScanner

(62)

نماز پڑھ اس سے پہلے کہ تیری نماز پڑھی جائے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بتاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر جاری ہو اور وہ ہر روز پانچ مرتبہ اس میں غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم کی میل سے کچھ باقی رہ جائے گا؟ انہوں نے عرض کیا: اس کے میل سے کچھ باقی نہ بچے گا۔ فرمایا: یہ ہی مثال نماز کی ہے اور اللہ اس کی برکت سے گناہ مٹاتا ہے۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، ص 57)

سُبْحَانَ اللہِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔

یاد رکھو! انسان دن میں محنت مزدوری کرتا ہے جس سے اس کے ہاتھ اور جسم پر گرد جم جاتی ہے جو کہ نہانے سے دور ہو جاتی ہے پھر دوبارہ محنت مزدوری کرنے سے جسم پر گرد و غبار جم جاتا ہے۔ اس کو دور کرنے کے لئے انسان کو پھر نہانے کی ضرورت ہوگی۔ اس طرح نماز پڑھنے سے انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور پھر پانچ مرتبہ نماز پڑھنے سے انسان کے سارے دن کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور رات کو انسان اپنے تمام گناہوں سے یوں پاک اور صاف ہو جاتا ہے جیسے اس نے کبھی گناہ کئے ہی نہ ہوں۔

مندرجہ بالا بات کو مزید واضح کرنے کے لئے ایک حکایت پیش خدمت ہے۔ یہ حکایت نزہۃ المجالس کی پہلی جلد کے صفحہ 90 پر مرقوم ہونے کے علاوہ مجالس سنیہ کے صفحہ 68 پر بھی اپنے حروف پھیلائے ہوئے ہے۔ اس حکایت سے مندرجہ بالا تحریر کی مکمل وضاحت ہو جاتی ہے۔ حکایت کا مفہوم یوں ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام اور ایک پرندہ

ایک مرتبہ خدا تعالیٰ کے پیارے پیغمبر روح اللہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سیر کے لئے نکلے۔ سیر کرتے ہوئے خداوند تعالیٰ کی قدرت کے نظارے ملاحظہ فرماتے ہوئے ایک سمندر کے کنارے جا نکلے۔ وہاں پر آپ نے ایک خوبصورت اور حسین طائر (پرندے) کا مشاہدہ فرمایا: وہ خود کو کیچڑ کی گندگی سے آلودہ کر لیتا ہے اور پھر آبِ بحر میں نہا کر صاف ستھرا کر لیتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ حیران کن منظر ملاحظہ فرماتے رہے جس سے آپ کو معلوم ہوا کہ اس خوبصورت طائر نے خود کو پانچ مرتبہ کیچڑ میں آلودہ کیا اور پانچ مرتبہ سمندر کے پانی سے غسل کرتا ہے اور پہلے کی طرح اس کے بدن کی چمک لوٹ آتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خداوند کی اس قدرت سے کوئی نتیجہ اخذ کرنے لگے۔ مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ خداوند تعالیٰ بھی اپنی شان کے مطابق برسر عرش بریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محویت اور حیرت کا ملاحظہ فرما رہا ہے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سمجھ خداوند تعالیٰ کی اس رمز سے آگاہ نہ ہو سکی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو خداوند قدوس نے نازل فرمایا۔ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں سلام عرض کیا: اور کہا یا نبی اللہ! اس پرندہ کے اس عمل کرنے میں یہ بات پوشیدہ ہے کہ آخر الزمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا بھی یہی حال ہوگا۔ وہ سرتا پا گناہوں میں لتھڑے ہوئے ہوں گے اور اس پرندہ کی طرح بحر صلوٰۃ میں پانچ مرتبہ غسل کر لیا کریں گے اور اس پرندہ کی طرح چمکیلے ہو جائیں گے، اور ان کے ابدان سے گناہوں کی سیاہی اسی طرح اتر جائے گی جیسے اس طائر کے جسم سے کیچڑ کی گندگی اترتی ہے۔

سجدہ رکوع میں گناہوں کی معافی

کشف الغمہ جلد اول صفحہ 69 میں منقول ہے کہ ابن حبان حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ صلوٰۃ ادا کرنے کے لئے بندہ جب آتا ہے تو اس کے سر پر گناہوں کا پلندہ ہوتا ہے جو کہ رکوع و سجود کرتے وقت گر جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

روی ابن حبان فی صحیحه من حدیث عبدالله بن عمر رضی الله عنهما مرفوعا انه اذا قام یصلی اتی بذنوبه فوضعت علی راسه اوعلیٰ عاتقه فلما رفع اوسجد تساقت حتی لایبقی منها شئی .

حضرت ابن حبان اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ بے شک جس وقت بندہ کھڑے ہو کر نماز شروع کرتا ہے تو گناہوں کو ساتھ لاتا ہے جو اس کے سر یا کندھوں پر رکھے ہوتے ہیں' جو رکوع وسجود کرتے وقت گر جاتے ہیں یہاں تک کہ ایک گناہ بھی باقی نہیں رہتا۔

(63)

انتظارِ مصطفیٰ ﷺ اور شاہ تُبّع

مدینہ باسکینہ کے گلی کوچوں میں یہ فرحت انگیز خبر گونج رہی تھی کہ فخر کون و مکاں سرور زمین وزماں رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ عاطفت وشفقت اس شہر پر جلوہ فگن ہونے کو ہے۔ شاہِ دوسرا کی سواری مکہ معظمہ سے سوئے بطحا رواں دواں ہے۔ مدینہ باسکینہ کے پیر و جواں' صغیر و کبیر' عورتیں اور بچے حتیٰ کہ اشجار واحجار بھی ہمہ تن چشم انتظار بنے ہوئے تھے۔ چھوٹے بچے سرور وانبساط اور فرحت ونشان میں نغمہ سرا تھے' رحمت کائنات کی آمد آمد ہے۔

انتظار کی بے تابی اور لقائے رخ زیبا کا شوق اہالیان مدینہ باسکینہ کو ہر روز علی الصبح شہر سے دور راستہ میں لا کھڑا کر دیتا۔ مضطرب دل اور بے تاب نگاہیں کوسوں دور تک اپنا گوہر مقصود تلاش کرتیں۔ جب سورج میں تمازت اور گرمی میں شدت کا غلبہ ہو جاتا تو حسرت و یاس کے ساتھ واپس لوٹ جاتے۔ یہ ان کا معمول بن گیا تھا۔ ادھر وہ قدسی صفات کا قافلہ سنگلاخ راستوں کی جان لیوا صعوبتوں سے دوچار ہوتا' پہاڑیوں اور وادیوں کے خاردار دامنوں سے گزرتا' مدینہ باسکینہ کی سرزمین پر جلوہ ریز ہوتا ہے۔ اہل مدینہ نے ایسا پرخلوص اور پرتپاک استقبال کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ بتوں کی پرستش سے منہ موڑ کر' باطل کی تیرہ وتار فضاؤں سے نکل کر اسلام کے سایہ رحمت میں پناہ لینے والے اپنے ہادی اور محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے آمڈ آئے۔

Scanned with CamScanner

محبوبِ خدا کی سواری آ گئی

ان عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کی گھڑیاں تڑپ تڑپ کر کاٹیں۔ ہجر کے دل گداز، جاں سوز اور پرشوق لمحات بالآخر گزر گئے۔ مطلع نورِ نظر نواز ہوا۔ وہ خورشید جہاں تاب، مہرِ رسالت، نورین، شمع صدق ویقین، جانِ حرم جلوہ نما ہوا۔ فخرِ موجودات، مقصودِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر اہلِ مدینہ ہی نہیں، شجر حجر، چرند پرند بلکہ موجودات کی ہر چیز نے خوشیاں منائیں۔

اہالیانِ مدینہ کی مسرتوں کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟ خوشی سے تمتماتے ہوئے چہروں، شادمانی سے لبریز سینوں اور خوشی سے چھلکتے ہوئے آنسوؤں کی منظر کشی الفاظ میں نہیں ہو سکتی۔ ہر دل مہمان ذی شان کے لئے بے تاب و بے قرار اور ہر آنکھ اس تجلی کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے مضطرب تھی۔

ایک دن حسبِ معمول جب انتظار بسیار کے بعد گھروں کو جا چکے تھے تو ایک یہودی کی نگاہ اچانک اس قدسی صفات قافلہ پر پڑی جس کے لئے سب بے تاب اور بے چین تھے۔ وہ ضبطِ سخن نہ کرسکا اور بے ساختہ پکار اٹھا۔ اہلِ عرب تمہیں جس مقصودِ کائنات کا انتظار تھا، وہ آ گئے۔ حبیبِ لبیب، مدنی تاجدار، یارِ غار صدیق باعتبار کی معیت میں سفید براق پوشاک زیبِ تن کئے مدینہ منورہ کے افق پر بدرِ منیر بن کر چمکے۔ ہر سمت اللہ اکبر یا محمد یا رسول اللہ کی ایمان افروز اور وجد آفرین صدا گونجنے لگی۔ انصار فرطِ سرور میں ہتھیار سجا سجا کر بے تابانہ گھروں سے نکل آئے اور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرنے لگے۔

یمن کا بادشاہ تبع الاوّل الحمیری

جس دن مدینہ کریمہ کے افق پر سراجاً منیراً اپنی عالمگیر درخشانی و تابانی کے ساتھ چمکا۔ مدینہ منورہ کی رنگینیوں اور نیرنگیوں میں عظیم انقلاب بپا ہو گیا۔ فضا معطر ہو گئی اور ہاتف نے رشد و ہدایت اور توحید و رسالت کے نشو و نما اور ارتقاء

کی تاریخ سنہری حروف میں رقم کی۔ اب اسی کے تناظر میں ایک روایت ملاحظہ ہو:

جب تبع الاوّل الحمیری شاہ یمن مدینہ منورہ سے گزرا تو چار سو علماء تورات اس کے ہمراہ تھے۔ علماء نے بادشاہ سے درخواست کی کہ انہیں اس سرزمین پاک میں رہ جانے کی اجازت دی جائے۔ بادشاہ نے اس کا سبب دریافت کیا جس پر علماء نے کہا: ہم نے انبیاء علیہم السلام کے صحیفوں میں پڑھا ہے کہ نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دار الہجرت یہ شہر ہوگا۔ بادشاہ نے نہ صرف انہیں وہاں قیام کی اجازت دے دی بلکہ ان سب کے لئے مکانات تعمیر کرائے، ان کے نکاح کرائے اور گزر اوقات کے لئے مال و دولت بھی عطا کیا اور مقصودِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے لئے بھی ایک عالی شان محل تعمیر کرایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام خط لکھا جس میں اپنے اسلام اور اشتیاق دیدار کا ان الفاظ میں اظہار کیا۔

شهدت علٰی احمد انه

رسول من الله باری النسم

"میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول برحق ہیں۔"

فلو مد عمری الیٰ عمره

لکنت وزیرًا له وابن عم

"اگر میری عمر نے وفا کی اور ان کی آمد تک خدا نے زندگی بخشی تو میں ان کا معین و مددگار بنوں گا۔"

وجاهدت بالسیف اعداءه

وفرجت عن صدره کل غم

"اور ان کے دشمنوں سے جہاد کروں گا اور ان کے دل سے ہر غم کو دور کر دوں گا۔"

Scanned with CamScanner

بادشاہ کا خط محبوب خدا کو مل گیا

بادشاہ نے اس خط کو سربمہر کر کے ایک عالم کو سپرد کیا اور وصیت کی کہ اگر تم نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو پاؤ تو میرا یہ عریضہ پیش کر دینا۔ بصورت دیگر یہ خط اپنی اولاد کے حوالے کر کے یہی وصیت کر دینا۔

چنانچہ وہ خط نسل در نسل چلتے چلتے سیّدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہنچ گیا اور شاہِ تبع کا تعمیر کردہ محل بھی زمانہ کے نشیب و فراز سے گزرتا ہوا اور تعمیر در تعمیر کے مراحل طے کرتا ہوا سیّدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ کے زیر تصرف آ گیا۔ چنانچہ جب خیر الخلائق سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو دونوں چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی گئیں۔ (کتب سیرت و تاریخ)

(64)

ابو محمد مفرج عارف رحمۃ اللہ علیہ

کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار میں ہے کہ حضرت شیخ عارف ابو محمد مفرج فرماتے ہیں کہ جب حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا شہرہ ہوا فقہائے بغداد میں سے سو فقیہہ جو فقاہت میں سب سے اعلیٰ اور ذہین تھے اس بات پر متفق ہوئے کہ انواع علوم میں سے سو مختلف مسئلے حضور سے پوچھیں۔ ہر فقیہہ اپنا جدا مسئلہ بیان کرے تاکہ انہیں جواب سے بند کر دیں اور ان سے جواب بن نہ پڑے۔ یہ مشورہ گانٹھ کر' سو مسئلے الگ الگ چھانٹ کر' حضور اقدس کی مجلس وعظ میں آئے۔ حضرت شیخ مفرج فرماتے ہیں میں اس وقت مجلس مبارک میں حاضر تھا۔ جب وہ فقہاء آ کر بیٹھ گئے حضور پرنور رضی اللہ عنہ نے سر مبارک جھکایا اور سینہ انور سے نور کی ایک بجلی چمکی جو کسی کو نظر نہ آئی مگر جسے خدائے تعالیٰ نے چاہا۔ اس بجلی نے ان سب فقیہوں کے سینوں پر دورہ کیا۔ جس جس کے سینہ پر گزرتی وہ حیرت زدہ ہو کر تڑپنے لگتا۔ پھر وہ سب فقہاء ایک ساتھ چلانے لگے اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور سر ننگے ہو کر منبر اقدس پر گئے اور اپنے سر حضور پرنور کے قدموں میں رکھے۔ تمام مجلس سے ایک شور اٹھا جس سے میں سمجھا کہ پورا بغداد ہل گیا۔ حضور پرنور ان فقیہوں کو ایک ایک کر کے اپنے سینہ مبارک سے لگاتے اور فرماتے تیرا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ یونہی ان سب کے سوال اور ان کے جوابات ارشاد فرما دیئے۔

Scanned with CamScanner

سو فقہاء کا بیان اور غوث پاک کی شان

جب مجلس مبارک ختم ہوئی تو میں ان فقیہوں کے پاس گیا اور ان سے پوچھا یہ تمہارا حال کیا ہوا تھا؟ وہ فقہاء بولے کہ جب ہم وہاں بیٹھے جتنا آتا تھا دفعتاً سب ہم سے گم ہو گیا اور ایسا مٹ گیا کہ کبھی وہ علم ہمارے پاس ہو کر نہ گزرا تھا۔ جب حضور نے ہمیں اپنے سینہ مبارک سے لگایا ہر ایک کے پاس اس کا چھنا ہوا علم پلٹ آیا۔ ہمیں اپنے وہ مسئلے بھی یاد نہ رہے تھے جو حضور کے لئے تیار کر لئے گئے تھے۔ حضور نے وہ مسائل بھی ہمیں یاد دلائے اور ان کے وہ جوابات ارشاد فرمائے جو ہمارے خواب و خیال میں بھی نہ تھے۔

فائدہ: الحق اللہ تعالیٰ ہی مقلب القلوب ہے۔ سب کے دلوں نہ صرف دل بلکہ عالم کے ذرے ذرے پر حقیقی قبضہ اسی کا ہے۔ مگر نہ اس کی قدرت محدود نہ اس کی عطا وبخشش کے کشادہ دروازے مسدود۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر ۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وَمَا کَانَ عَطَآءُ رَبِّکَ مَحْظُوْرًا ۔ تیرے رب کی عطا پر روک نہیں۔ وہ علی الاطلاق فرماتا ہے: وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُسَلِّطُ رُسُلَہٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے قبضہ وقابو دیتا ہے۔ اس کا اطلاق اجسام وابصار و اسماع وقلوب (جسموں آنکھوں کانوں اور دلوں) سب کو شامل ہے۔ وہ اپنے محبوبوں کو جس کے چاہے دست و پا پر قدرت دے۔ چاہے چشم و گوش پر چاہے دل و ہوش پر۔ نہ اس کی قدرت میں کمی نہ عطا و بخشش میں تنگی۔ کیا ملائکہ دلوں میں القائے خیر نہیں کرتے نیک ارادے نہیں ڈالتے۔ برے خطروں سے نہیں پھیرتے۔ ضرور یہ سب کچھ باذن اللہ تعالیٰ کرتے ہیں۔ پھر دلوں میں تصرف کے اور کیا معنی ہیں۔

دلوں کا تصرف

ملائکہ کی شان تو بلند ہے۔ شیاطین کو بھی قلوب عوام میں تصرف دیا گیا ہے کہ وہ

لوگوں کے دلوں میں وسوسے اور بناوٹ کی باتیں دھوکے کی ڈالتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ شیطان انسان کی رگ رگ میں خون کی طرح ساری (جاری) ہے۔

پھر اولیائے کرام کو قلوب میں تصرف کی قدرت عطا ہونی کیا محل انکار ہے اس سے بڑھ کر دلوں پر قابو اور کیا ہوگا کہ ایک ہاتھ مار کر تمام حفظ کی ہوئی کتابیں یکسر محو فرما دیں کہ نہ ان کا ایک لفظ یاد رہے نہ اس علم کا کوئی اور مسئلہ اور ساتھ ہی علم لدنی سے سینہ بھر دیں اور اس سے زیادہ قلوب پر اور کیا قبضہ درکار ہے کہ ایک آن میں اکابر علماء کو تمام عمر کا پڑھا لکھا سب بھلا دیں اور پھر ایک آن میں عطا فرما دیں۔ (حکایات رضویہ)

(65)

جنت کی ضمانت

ایک مردِ صالح روایت کرتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں نماز ادا کرنے گیا۔ وہاں ایک عابد اور ایک تاجر پہلے سے موجود تھے‘ عابد دعا کر رہا تھا بارالہا! آج میں ایسا ایسا کھانا اور اس قسم کا حلوہ کھانا چاہتا ہوں۔ تاجر نے سنا تو کہا اگر یہ مجھ سے کہتا تو میں اسے ضرور کھلاتا مگر یہ تو بہانہ سازی کر رہا ہے۔ مجھے سنا کر اللہ سے دعا کر رہا ہے تاکہ میں سن کر اسے کھلاؤں‘ بخدا میں تو اسے نہیں کھلاؤں گا...... عابد دعا سے فارغ ہو کر مسجد کے ایک گوشہ میں سو رہے۔ کچھ دیر بعد ایک شخص ہاتھ میں سرپوش سے ڈھکا ہوا ایک خوان لئے آیا۔ چاروں طرف نگاہ دوڑا کر عابد کے پاس گیا اور اسے جگایا اور دسترخوان عابد کے روبرو رکھ کر دور ہٹ گیا۔ تاجر نے دیکھا تو اس میں وہ تمام کھانے موجود تھے عابد جن کے لئے دعا کر چکے تھے...... عابد صاحب نے خواہش کے مطابق تناول فرمایا اور بقیہ واپس کر دیا۔ تاجر نے کھانا لانے والے شخص سے خدا کا واسطہ دے کر پوچھا کیا تم انہیں پہلے سے جانتے ہو؟

اس نے جواب دیا بخدا ہرگز نہیں‘ میں ایک مزدور ہوں‘ میری بیوی اور بیٹی سال بھر سے ان کھانوں کی خواہش رکھتی تھیں مگر مہیا نہیں ہو پاتے تھے۔ آج میں نے ایک شخص کی مزدوری کی تو اس نے مجھے ایک مثقال سونا دیا۔ میں نے اس سے گوشت وغیرہ خریدا اور میری بیوی کھانا پکانے لگی۔ اتنے میں میری آنکھ جو لگی تو میں نے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا: آج تمہارے علاقہ میں اللہ کا ایک ولی آیا ہوا ہے اس کا

قیام مسجد میں ہے جو کھانے تم نے اپنے بال بچوں کے لئے تیار کرائے ہیں۔ ان کھانوں کا اسے بھی شوق ہے۔ اس کے پاس لے جا۔ وہ اپنی اشتہا کے مطابق کھا کر واپس کر دے گا۔ بقیہ میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے گا اور میں تیرے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ خواب سے اٹھ کر میں نے حکم کی تعمیل کی۔

تاجر کی حسرت وندامت

تاجر: میں نے اس شخص کو اللہ تعالیٰ سے انہی کھانوں کے لئے دعا کرتے سنا تھا تو نے ان کھانوں پر کتنا پیسہ لگایا ہے؟ مزدور نے کہا: مثقال بھر سونا۔

تاجر: کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تو مجھ سے دس مثقال سونا قبول کر کے اپنے اس عمل خیر میں سے مجھے ایک قیراط کا حصہ دار بنا لے۔

مزدور: یہ ناممکن ہے۔

تاجر: اچھا میں اتنے کے لئے تجھے بیس مثقال سونا دیتا ہوں۔

مزدور نے پھر بھی انکار کر دیا۔ تاجر نے سونے کی مقدار بیس سے بڑھا کر پچاس اور سو مثقال تک پہنچائی تو مزدور نے اس سے کہا: ’’واللہ جس شے کی ضمانت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اگر تو اس کے بدلے ساری دنیا کی دولت بھی دے دے پھر بھی میں اسے فروخت نہیں کروں گا۔‘‘

تاجر اپنی اس غفلت پر نہایت نادم ہو کر حیران و پریشان مسجد سے نکل گیا گویا اس نے اپنی کوئی متاع گراں بہا گم کر دی ہو۔ (نورانی حکایات‘ ترجمہ قلیوبی)

(66)

تباہ ہو گئے سیم وزر کے غلام

وہ ذات پاک ہے جس نے مخلوق کو متضاد صفات پر بنایا ہے۔ متوسط قسم کے لوگ نادر ہی ہیں۔ بعض غضبناک ہیں مار دھاڑ کرنے والے اور بعض قوت حلم کی وجہ سے گویا بالکل غافل، سب وشتم کچھ اثر ہی نہیں رکھتی اور بعض چست وچالاک ہر مرغوب ومطلوب کو حاصل کر لیتے ہیں اور بعض مجسمہ زہد کہ نفس کو حقوق سے روک کر خشک ہو رہے ہیں یہی حال تمام اشیاء میں ہے اور قابل ستائش توسط واعتدال کا درجہ ہے...... جو شخص ہر ہاتھ لگنے والی چیز کو خرچ کر ڈالتا ہے مبذر (اسراف کرنے والا) ہے اور جو نفس کو اس کا حق نہیں دیتا مال کو چھپاتا ہے، بخیل ہے جبکہ یہ بات واضح ہے کہ مال خود مقصود نہیں مصالح اور مفادات کے لئے ہے اور جب ایک آدمی فضول خرچ کرتا ہے تو اپنی ذات اور دین کو ذلیل کرنے اور بخیلوں کے احسان اٹھانے تک محتاج ہو جاتا ہے جو مناسب و درست نہیں اور بعض لوگ بخیل ہوتے ہیں اور وہ بھی مختلف درجات کے حتیٰ کہ یہ ابتلاء ان کو عین مال کے عشق تک لے جاتا ہے اور وہ سوکھ سوکھ کے مر جاتا ہے مگر اسے خرچ نہیں کرتا پس دوسرے لے جاتے ہیں اور یہ چھوڑنے والا ندامت اٹھاتا ہے۔ مجھے اس سلسلے میں وہ باتیں پہنچی ہیں جن پر اضافہ ممکن نہیں۔ عبرت کے لئے کچھ ذکر کرتا ہوں۔

دولت کی ہوس

شیخ ابوالفضل نے اپنے شیخ عبدالمحسن صوری سے نقل کیا کہ ''صور'' میں ایک تاجر تھا جوان کے بالاخانے میں رہتا تھا روزانہ وہ باقلہ سے دو روٹیاں اور ناریل لیتا تھا اور

Scanned with CamScanner

مغرب کے وقت بالاخانہ میں آتا تھا۔ ناریل میں اتنی سی آگ لگا دیتا جتنے وقت میں وہ اپنے کپڑے اتارتا تھا اور چھلکا جلنے تک جس سے وہ اپنی روٹیاں گھسا رکھ لیتا تھا۔ ایک مدت تک یونہی کرتے کرتے مر گیا اور ملک صور نے اس کے تیس ہزار وصول کئے اور میں نے بڑے علماء میں سے ایک کو دیکھا جو بیمار ہو گیا اور اپنے کسی دوست کے پاس ٹھہر گیا اور کوئی خادم یا پرسان حال اس کا نہ تھا۔ فوت ہوا تو اس کی کتابوں میں سے پانسو دینار نکلے اور مجھے ابوالحسن راندی نے بتایا: ایک آدمی ہمارے پاس بیمار ہوا اس نے مجھے بلایا تو کہنے لگا کہ قاضی نے میرے مال پر بین لگوا دی ہے۔ میں نے کہا: تو چاہے تو میں بین کھول کر ایک تہائی تجھے دے دوں جسے تو مرض کے موافق خرچ کر لے یا تقسیم کر دے۔ کہنے لگا نہیں بخدا میں اسے تقسیم نہیں کرنا چاہتا بلکہ میں تو چاہتا ہوں کہ میرا مال میرے پاس ہو۔ میں نے کہا: وہ ایسا نہیں کریں گے اور میں تجھے ایک تہائی دلا سکتا ہوں جس میں تو آزاد ہوگا۔ کہنے لگا کہ یہ مجھے قبول نہیں۔ بس یونہی مر گیا اور مال کوئی اور لے گیا۔

ایک بوڑھی دولت مند خاتون کا واقعہ

نیز کہتے ہیں: ایک آدمی نے مجھے ایک عجیب بات بتائی کہنے لگا میری ساس بیمار ہو گئی اور کہنے لگی میرے لئے حلوہ خرید لاؤ۔ میں خرید لایا۔ وہ ایک چھپر میں پڑی ہوئی تھی اور ہم دوسرے چھپر میں تھے۔ اتنے میں میرا چھوٹا بچہ آ کر کہنے لگا ابا حضور! بڑی بی سونا نگل رہی ہے۔ میں اس کے پاس گیا اور دیکھا کہ وہ دینار کو حلوے میں لپیٹ کر نگل رہی ہے۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے منع کیا۔ وہ کہنے لگی مجھے خطرہ ہے کہ تو میری بیٹی پر اور بیوی لے آئے گا میں نے کہا: نہیں میں ایسا نہیں کرتا اس نے قسم کھانے کو کہا میں نے قسم کھائی تب جا کے باقی سونا اس نے مجھے دیا پھر فوت ہو گئی اور میں نے اسے دفن کر دیا چند ماہ بعد ہمارا ایک بچہ فوت ہو گیا جسے ہم اس بڑھیا کے پاس ہی لے گئے۔ میں نے اپنے ساتھ کپڑے کا ایک ٹکڑا لے رکھا تھا۔ میں نے گورکن سے کہا کہ اس بڑھیا کی ہڈیاں مجھے اس کپڑے میں جمع کر دے جنہیں میں گھر لے آیا اور کر ایک ٹب میں رکھ کر اوپر سے

پانی ڈال کر ہلایا اور میں نے اس سے اسی کے قریب دینار نکالے جو اس نے نگل لئے تھے اور میرے ایک دوست نے قصہ سنایا کہ ایک آدمی فوت ہوا اور گھر ہی میں دفن کر دیا گیا پھر ایک مدت بعد اسے نکالنے کے لئے قبر کھولی گئی تو اس کے سر کے نیچے سے ایک اینٹ ملی جس پر تارکول تیل لگایا ہوا تھا۔ اہل خانہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا: اس شخص نے خود یہ تیل اینٹ پر لگایا تھا اور وصیت کی تھی کہ قبر میں یہ اینٹ اس کے سر کے نیچے رکھ دی جائے اور کہا کہ اینٹ جلد بوسیدہ ہو کر ختم ہو جاتی ہے اور اس پر تیل لگایا ہے تاکہ جلد بوسیدہ نہ ہو۔ غرض اینٹ اٹھائی تو وہ بوجھل محسوس ہوئی۔ توڑی گئی تو 9 سو دینار اس میں سے نکلے جنہیں وارثوں نے بانٹ لیا۔

اینٹوں میں دینار

مجھے یہ حکایت بھی پہنچی ہے کہ ایک آدمی مساجد میں جھاڑو دیتا اور ان کی مٹی جمع کرتا رہتا تھا پھر اس کی اینٹ بنالیتا تھا۔ پوچھا گیا ایسا کیوں کرتے ہو؟ کہنے لگا یہ مبارک مٹی ہے میں چاہتا ہوں کہ میری لحد میں ان اینٹوں کو لگایا جائے۔ مر گیا تو وہ اینٹیں اس کی لحد پر لگا دی گئیں۔ کچھ بچ رہیں جو گھر ہی میں پڑی رہیں۔ اتفاقاً ایک مرتبہ بارش آئی اور اینٹیں بھیگ کر ٹوٹ گئیں تو اندر سے دینار نکلے۔ لوگ گئے اور لحد والی اینٹیں بھی نکال لائے جو سب کی سب دیناروں سے بھری ہوئی نکلیں اور ہمارے دوستوں میں سے ایک فوت ہو گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ اس کے پاس بہت سا مال ہے۔ اس کی بیماری طول پکڑ گئی مگر اس نے اپنے اہل خانہ کو کچھ بھی نہ بتایا اور مجھے اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ اپنے بخل، حرص حیات اور بقاء کی امید کی وجہ سے اس نے اپنا مدفون خزانہ کسی کو نہ بتایا: مبادا کوئی لے نہ جائے اور یہ اس کے بعد زندہ رہے گا تو کیا کرے گا اور رسوائی الگ۔

اور مال ضائع ہو گیا

اور ہمارے ایک ساتھی نے اسی قسم کا اپنا آنکھوں دیکھا حال ہمیں سنایا کہ فلاں شخص کے دو لڑکے اور ایک لڑکی تھی اور ہزار دینار تھے جو اس نے دفن کر رکھے تھے۔ وہ شدید

بیمار ہوا۔ اہل و عیال اس کے گرد جمع تھے۔ اس نے اپنے ایک بیٹے سے کہا تو میرے پاس بیٹھا رہ جب دوسرے سب اٹھ گئے تو یہ کہنے لگا کہ تیرا بھائی پرندوں کے کھیل میں مشغول رہتا ہے اور تیرا بہنوئی ترکی نسل کا ہے انہیں میرے مال میں سے جو بھی ملا یہ دونوں کھیل میں اڑا دیں گے اور تیری عادت و اخلاق مجھ سے ملتے جلتے ہیں اور فلاں جگہ میرے ہزار دینار دفن ہیں میں مر جاؤں تو انہیں اکیلے ہی سنبھال لینا اسی اثناء میں اس کی مرض شدت پکڑ گئی۔ لڑکا گیا اور مال نکال لایا اور ادھر باپ کو افاقہ ہو گیا اور اب وہ بیٹے سے مال کا مطالبہ کرتا ہے مگر وہ دیتا نہیں۔ اتفاقاً بیمار پڑ گیا اور باپ کی منت سماجت کرتا اور کہتا تھا تیرا ناس ہو میں نے سب کو چھوڑ کر ایک تجھے مال دیا تھا اب تو مر جائے گا اور مال یونہی ضائع ہو جائے گا۔ تیری خرابی ہو ایسا مت کر۔ غرض وہ یوں کہتا رہا تا آنکہ بیٹے نے باپ کو مال کی جگہ بتا دی اور اس نے نکال لیا۔ اب لڑکے کو صحت ہو گئی اور باپ بیمار ہو گیا۔ لڑکے نے زور لگایا کہ باپ مال کی جگہ اس کو بتا دے مگر اس نے نہ بتائی اور یونہی مر گیا۔ اور مال بے کار گیا۔ پاک ہے وہ ذات جس نے ایسے لوگوں کی عقل و فہم ماؤف کی ہے۔

(صید الخاطر)

(67)

جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون؟

جب قریش نے دیکھا کہ اسلام مسلسل پھیلتا جا رہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل دعوت کا کام کر رہے ہیں تو انہوں نے سوچا کیوں نہ انہیں گھریلو مسائل میں الجھا دیا جائے۔ بیٹیاں کسے پیاری نہیں ہوتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں میں سے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اور رخصتی ہو چکی تھی جبکہ سیّدہ رقیہ اور سیّدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا ابولہب کے دونوں بیٹوں کے ساتھ نکاح ہو چکا تھا تاہم ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ قریش نے ان سب کو لالچ دیا کہ اگر وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق دے دیں تو قریش کی جس لڑکی کے ساتھ وہ نکاح کرنا چاہیں کرا دیا جائے گا۔ ابوالعاص نے تو انہیں منہ توڑ جواب دیا (جس کا ذکر آگے آئے گا) البتہ ابولہب کے دونوں بیٹوں نے لالچ میں آ کر یہ کام کر دیا۔

سیّدہ رقیہ اور سیّدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کو ابولہب کے بیٹوں کا طلاق دینے سے مقصد یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے گھر والوں کو پریشان کیا جائے۔ وہ سعادت اور خوشیوں سے بھری ہوئی جو زندگی گزار رہے ہیں اس میں رخنہ اندازی کی جائے مگر قریش کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا کیونکہ طلاق کے فوراً بعد سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے لئے شادی کا پیغام ارسال کر دیا۔ ابولہب اور اس کے بیٹوں کے لئے رسوائی مقدر تھی اور سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے لئے ابدی سعادت لکھی ہوئی تھی۔ وہ بالکل ابتداء میں اسلام قبول کرنے والوں میں

سے تھے۔ انہیں اسلام کی دعوت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دی اور انہوں نے چون و چرا کئے بغیر دعوت حق پر لبیک کہا اور دین اسلام میں داخل ہو کر اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کی صف میں کھڑے ہو گئے۔ مسلمان ہونے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اخوت ایمانی اور محبت قلبی کی کڑیاں نہایت مضبوط ہو گئیں۔

نورِ حق کی شمع فروزاں کو بجھا سکتا ہے کون؟

اللہ تعالیٰ نے سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے اسباب پیدا فرما کر آپ رضی اللہ عنہ کو بہت بڑے اعزاز سے نوازا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رشتے کو قبول فرمایا۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ بڑے مال دار، خوبصورت اور اعلیٰ اخلاق و کردار کے مالک تھے اور سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بھی حسن سیرت اور حسن صورت میں بے مثل تھیں۔ یہ شادی فوراً طے پا گئی۔ رخصتی کے وقت اس مبارک جوڑے کو یہ خراج تحسین پیش کیا گیا کہ ”انسانی آنکھ نے جو خوبصورت ترین جوڑا دیکھا وہ سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا جوڑا ہے۔“ (تاریخ دمشق 41/20)

ابولہب اور ان کے گھرانے کی بدقسمتی کہ ان کی خواہش تھی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو طلاق دلوا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں رنج و حزن کی فضاء قائم کر دیں گے یا کم از کم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کمزور کر دیں گے مگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ پہلے سے طے شدہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کے لئے پہلے سے کہیں عمدہ اور احسن انتظام ہو گیا۔

Scanned with CamScanner

(68)

قرض کا حلوا

اگلے زمانے میں شیخ احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ نام کے ایک صاحب کمال بزرگ ہوئے ہیں لیکن وہ اپنے کمال کو کسی پر ظاہر نہیں کرتے تھے اور ہمیشہ اسے چھپانے کی کوشش کرتے۔ ان کی یہ عادت عجیب تھی کہ دولت مندوں سے سیکڑوں، ہزاروں کی رقمیں قرض لیتے اور دل کھول کر فقراء و مساکین پر صرف کرتے۔ اسی قرض کی رقم سے شیخ احمد خضرویہ نے ایک بڑی خانقاہ بنوائی جس میں اہل عشق آ کر ٹھہرتے اور شیخ ان کی خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے۔ یہ بات بھی حیرت خیز ہے کہ حق تعالیٰ انہیں ہر جگہ اور ہر شخص سے قرض دلوا دیتا تھا۔ جس دولت مند سے قرض مانگتے وہ کبھی انکار نہ کرتا اور نہ پوچھتا کہ اے شیخ، میری رقم کب واپس کرو گے؟

غرض حضرت شیخ نے ایک عرصہ دراز اسی طرح گزار دیا۔ ادھر قرض لیا، ادھر سب ضرورت مندوں میں بانٹ دیا۔ اپنے پاس ایک حبہ بھی نہ رکھا۔ نوبت بایں جا رسید کہ پیغام اجل آن پہنچا۔ مرض الموت کے آثار نمودار ہوئے۔ شیخ کے مریدوں نے رونا شروع کیا۔ خدا کی قدرت، ان تمام لوگوں کو بھی شیخ احمد خضرویہ کے بیمار ہونے کی خبر ملی جن سے انہوں نے بڑی بڑی رقمیں ادھار لی تھیں۔ ایک ایک کر کے وہ بھی بالیں پر آ گئے اور لگے تقاضا کرنے۔ ادھر شیخ خضرویہ موم کی شمع کی مانند آہستہ آہستہ پگھل رہے تھے۔ ادھر قرض خواہوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔

گھبراؤ نہیں خدا پر بھروسہ رکھو

آخر شیخ نے کہا:

"گھبراتے کیوں ہو۔ خدا پر بھروسا رکھا۔ وہ کوئی نہ کوئی انتظام ضرور فرما دے گا۔"

شیخ کا یہ ارشاد سن کر قرض خواہوں نے منہ بنا کر کہا، معلوم ہوتا ہے شیخ کے حواس رخصت ہوئے۔ بھلا ایسے موقع پر خدا قرض ادا کرنے کے لئے فرشتے کے ہاتھ چار سو اشرفیاں روانہ کرے گا؟ قرض خواہوں کی تمام رقم ملا جلا کر کوئی چار سو اشرفیاں ہی تھیں۔ وہ سب مایوس ہو چکے تھے کہ شیخ کے پاس تو ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔ بھلا چار سو اشرفیاں کہاں سے دیں گے! شیخ نے فرمایا:

"صد افسوس ہے ان دولت مندوں کے ذہنی افلاس پر۔ انہیں خدا کی ذات پر ذرا بھروسا نہیں۔ کہتے ہیں، بھلا خدا کہاں سے چار سو اشرفیاں فرشتے کے ہاتھ روانہ کرے گا۔ ارے بدبختو! خدا ہر فعل پر قادر ہے۔"

ابھی شیخ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ باہر گلی میں ایک حلوا فروش لڑکے نے آواز لگائی تازہ حلوا، شیریں حلوا، گرم گرم حلوا۔ شیخ خضرویہ نے یہ آواز سن کر اپنے خادم کو حکم دیا کہ جاؤ اور اس حلوا فروش لڑکے سے تمام حلوا خرید کر ان قرض خواہوں کو کھلاؤ۔ یہ بہر حال ہمارے مہمان ہیں اور ان کی ضیافت ہمارا فرض ہے۔

خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے؟

شیخ کا حکم پا کر خادم باہر گلی میں گیا اور لڑکے سے پوچھا: حلوے کا سارا تھال کتنے میں دو گے؟ لڑکے نے کہا: نصف دینار اور پانچ درہم میں۔ خادم کہنے لگا "ہم فقیروں اور درویشوں سے زیادہ قیمت نہ لو۔ نصف دینار قیمت میں سارا حلوا دے دو" حلوا فروش نے کہا: "بہت بہتر۔ لے لیجئے۔" خادم نے وہ تھال اس سے لیا اور شیخ کے سامنے دھر دیا۔ شیخ نے فرمایا: سارا حلوا اس فقیر کی طرف سے مہمانوں میں تقسیم کر دو۔ حلوا گرم اور تازہ تھا۔ سب کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اجازت ملتے ہی حلقہ بنا کر بیٹھ گئے، تھال درمیان

Scanned with CamScanner

میں رکھ لیا اور چند لمحوں کے اندر اندر چاٹ پونچھ کر صاف کر دیا۔ تھال خالی ہوتے ہی حلوا فروش لڑکے نے اٹھا لیا اور شیخ سے کہا' حضرت' لائیے۔ نصف دینار حلوے کی قیمت ادا کیجئے۔ شیخ نے کہا: اے فرزند' قیمت میرے پاس کہاں؟ ساری زندگی قرض لے لے کر گزر بسر کرتا رہا ہوں اب آخری وقت آیا ہے۔ یہ دیکھ کر تمام قرض خواہ تقاضے کے لئے ہی بیٹھے ہیں' تو بھی ان میں بیٹھ جا۔''

شیخ کا یہ ارشاد سن کر لڑکے نے مارے رنج اور غصے کے تھال زمین پر پٹخا اور بری طرح رونے لگا۔ رونے کے ساتھ ساتھ دہائی بھی دیتا جاتا کہ ہائے! مجھے ٹھگ لیا' لوٹ لیا' کیا منحوس وقت تھا جب میں اس خانقاہ کے دروازے پر آیا اور آواز لگائی۔ مجھے کیا خبر تھی کہ اس شیخ کے بھیس میں کوئی ڈاکو ہے۔ اب میں اپنے استاد کے پاس خالی ہاتھ کیسے جاؤں گا۔ وہ مار مار کر میری چمڑی ادھیڑ دے گا۔

لڑکے کے بین سن کر بہت سے لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ قرض خواہوں نے بھی شیخ خضرویہ پر بڑی لعنت ملامت کی کہ یہ کیا بے ہودہ حرکت مرتے مرتے کی ہے؟ ذرا شرم نہ آئی؟ خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے؟

شیخ یہ سب کڑوی کسیلی سنتے رہے اور بادل میں چھپے ہوئے چاند کی طرح اپنے کمبل میں منہ دیئے چپکے پڑے رہے۔ ظہر کے وقت تک حلوا فروش لڑکا آنسو بہاتا رہا لیکن شیخ نے ایک بار بھی اس کی طرف دیکھا نہ کوئی بات کی۔ آخر تماشائیوں نے آپس میں فیصلہ کیا کہ سب لوگ تھوڑے تھوڑے پیسے جمع کر کے اس لڑکے کو دے دیں۔ شیخ نے کمبل میں سے منہ نکال کر فرمایا: ''کوئی شخص اس لڑکے کو کچھ نہ دے۔ یہ میرا حکم ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے سارا انتظام فرما دیا

شیخ خضرویہ کا لب ولہجہ ایسا پر رعب تھا کہ کسی کو اس حکم کی خلاف ورزی کرنے کی مجال نہ ہوئی۔ ظہر کی نماز کے بعد کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص بڑا سا خوان سر پر دھرے چلا آتا ہے۔ اس نے آتے ہی یہ خوان شیخ خضرویہ کے سامنے رکھ دیا اور سلام کر کے عرض کیا:

میرے آقا نے یہ نذر آپ کی خدمت میں بھیجی ہے اور کہا ہے کہ اگر آپ اسے قبول فرمائیں تو بڑا احسان ہو۔ شیخ نے اپنے خادم کو اشارہ کیا۔ اس نے سرپوش ہٹایا اور حاضرین مجلس نے شیخ کی کرامت دیکھی۔ سب ایک دم روتے ہوئے شیخ کے قدموں میں گر گئے اور ہر شخص اپنی گستاخی کی معافی چاہنے لگا۔

خوان میں چار سو دینار ایک طرف اور نصف دینار دوسری طرف رکھا تھا۔

شیخ خضرویہ نے فرمایا: ''میں نے ہر شخص کی بدزبانی اور گستاخی کو صدق دل سے معاف کیا۔ تم لوگوں کو اتنی دیر تک روکے رکھنے کا مقصد یہ تھا کہ میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اس موقع پر تو ہی مدد فرمائے تو بیڑا پار ہو سکتا ہے چنانچہ خدا نے اس حلوا فروش بچے کو یہاں بھیج کر راستہ نکال دیا۔ اس لڑکے کا نصف دینار اگرچہ مالیت میں حقیر ہے لیکن اسی پر لڑکے کا اضطراب اور رونا تڑپنا موقوف تھا۔ حق تعالیٰ نے فرما دیا تھا کہ جب تک طفل حلوا فروش آنسو نہ بہائے گا' ہماری سخاوت کا دریا جوش میں نہ آئے گا۔''

اے عزیز! اس کہانی پر غور کر۔ وہ طفل حلوا فروش کون ہے؟ وہ تیری چشم گریاں ہے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا مقصد بر آئے' تب چشم گریاں سے کام لے۔ جب تک نہ روئے گا ذ کامیابی و کامرانی محال ہے۔ (حکایات مولائے روم علیہ الرحمۃ)

(69)

ایک نیک پرہیزگار خاتون

ایک عورت نیک بخت اور صالحہ تھی۔صوم وصلوٰۃ کی از حد پابند تھیں مگر شومئ قسمت کہ اس کا خاوند بڑا ظالم اور کافر شخص تھا۔خدا کی وحدانیت کا منکر تھا اور اپنی بیوی کو بھی نماز سے روکتا تھا اور زدوکوب کرتا تھا۔مگر وہ عورت نماز نہ چھوڑتی تھی۔خاوند تنگ آ گیا۔بڑا فروختہ ہوا اور تجویز سوچی کہ فلاں ترکیب سے اس عورت کو نماز سے روکا جا سکتا ہے۔اس نے تجویز پر عمل کیا۔اس نے کچھ مال اپنی عورت کو دے کر کہا کہ اس کو گھر میں کسی محفوظ جگہ پر رکھو۔بوقت ضرورت میں تم سے لے لوں گا۔عورت نے مال لے کر ایک محفوظ جگہ پر رکھ دیا۔کچھ دن بعد شوہر نے مال اٹھایا اور جا کر دریا میں پھینک دیا۔اب خدا تعالیٰ بھی اس کی نیت بد سے واقف ہے اور دیکھئے کہ کس طرح اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے۔وہ مال ایک مچھلی نے نگل لیا۔ایک ماہی گیر نے جال پھینکا۔مچھلی جال میں آ پھنسی اور بیچنے کے لئے بازار میں لے آیا۔اتفاقاً وہی مچھلی اس کے خاوند نے خریدی اور پکانے کے لئے گھر لے آیا۔عورت نے مچھلی پکانے کے لئے اس کا پیٹ چاک کیا تو وہی مال پیٹ سے برآمد ہوا۔عورت حیران ہوئی کچھ سمجھی کچھ نہ سمجھی۔بہرحال وہ مال محفوظ جگہ پر رکھ دیا۔

خدائی منصوبہ کامیاب ہو گیا

اب خاوند نے اپنی تجویز کے مطابق عورت سے مال طلب کیا کہ فلاں دن میں نے تمہیں جو مال دیا تھا وہ لاؤ۔عورت نے وہ مال نکال کر خاوند کے سپرد کر دیا۔مال پا کر خاوند بہت حیران ہوا کہ یہ مال تو میں نے دریا میں پھینک دیا تھا یہاں کیسے آیا؟ ظالم خاوند نے

سوچا کہ اس میں ضرور عورت کی کچھ چالاکی ہے۔اس نے واقعہ سے عبرت حاصل کرنے کی بجائے اپنی بیوی کو تنور میں ڈال دیا تا کہ اس میں جل کر راکھ ہو جائے۔تنور میں گرتے ہی عورت نے بارگاہ خداوند میں التجا کی اے اللہ! میں ہمیشہ نماز پڑھتی رہی ہوں' نماز کے صدقہ آج میری عزت رکھ لے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور تنور کی گرمی کو ٹھنڈک میں بدل دیا۔اس طرح اس نیک عورت کی جان بچ گئی۔(نزہۃ المجالس' ج1' ص97)

اگر ہم اصلی نمازی بن جائیں تو......

اس طرح نماز کی فضیلت کے سلسلہ میں ایک حکایت ہے جس کو بزرگ حضرات بیان فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے ایک امیر آدمی کے مکان میں ڈاکہ ڈالنے کی غرض سے نقب زنی کی۔اتفاقاً صاحب خانہ کی آنکھ کھل گئی۔اس نے شور مچا دیا۔اہل محلہ جاگ پڑے۔ڈاکوؤں نے راہ فرار اختیار کی۔اہل محلہ نے ان کا پیچھا کیا۔ڈاکو بھاگ رہے تھے اور پیچھے لوگ آ رہے تھے۔راستہ میں ڈاکوؤں کو ایک مسجد نظر آئی۔انہیں کچھ اور تو نہ سوجھا فوراً مسجد میں داخل ہو گئے اور نمازیوں کی سی صورت بنا کر بیٹھ گئے۔لوگ بھی ان کی تلاش کرتے ہوئے مسجد تک آئے۔دیکھا کہ چند آدمی نماز میں مصروف ہیں۔ان کے علاوہ مسجد میں کوئی نہیں۔کہنے لگے کہ چور کہیں نکل گئے ہیں چنانچہ وہ لوگ ناکام واپس لوٹ گئے۔چوروں کا سرغنہ بولا اے میرے ہم نشینو! اگر آج ہم نمازیوں کی صورت بنا کر نہ بیٹھتے تو ضرور دھر لئے جاتے اور ذلت و رسوائی ہمارا مقدر ہوتی۔صرف نمازیوں کی صورت اختیار کرنے کی یہ برکت ہے کہ ہم ذلت و رسوائی سے بچ گئے ہیں' اگر ہم فی الواقع نماز کو درست طور پر اپنا لیں تو دوزخ کی مصیبت سے بھی خدا ہم کو بچا لے گا اس لئے میرے ہم نشینو! میں آج سے تائب ہوتا ہوں۔حیات معاصی پر لعنت کرتا ہوں اور خاوند کا نیک بندہ بنتا ہوں۔اس کیساتھی کہنے لگے سردار جب آپ توبہ کر گئے ہیں تو پھر ہم بھی آپ کے قول پر لبیک کہتے ہیں چنانچہ انہوں نے دل سے توبہ کی اور ان کا شمار متقی اور پرہیزگاروں میں ہونے لگا۔(مواعظ رضویہ' ج1' ص91)

Scanned with CamScanner

(70)

استن حنانہ در ہجر رسول ﷺ

شفیع المذنبین رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جب منبر تیار ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول جمعہ کے دن خشک تنا کے پاس سے گزر کر منبر پر رونق افروز ہوئے ہی تھے کہ وہ خشک لکڑی فراق محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں زار و قطار رونے لگی کیونکہ وہ اس سعادتِ عظمٰی اور اس سرچشمہ راحت سے محروم ہوگئی تھی' وہ مقدس و معجز جسم اس سے مس نہ ہوا تھا' جو سعادت اور عظمت کی نعمت بے پایاں اسے حاصل تھی اس سے وہ یکسر محروم ہوگئی۔ اس دل فگار صدمہ کی شدت سے اس کا وجود شق ہوگیا اور رونے کی ایسی ہیبت ناک آواز آنے لگی جیسے گابھن اونٹنی آواز کرتی ہے۔ اس حیرت انگیز اور محیر العقول واقعہ سے تمام حاضرین پر بھی رقت طاری ہوگئی۔

سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جس خشک تنا سے تکیہ لگایا کرتے تھے' منبر آ جانے کے بعد ہم نے اس سے ایسی آواز سنی جیسے گابھن اونٹنی ولادت کے وقت آواز نکالتی ہے۔ چنانچہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر کر اس کے پاس آئے اور اپنا دست شفقت اس پر پھیرا اور وہ خاموش ہوگیا۔

سیّدنا جابر عبداللہ رضی اللہ عنہ اس رقت انگیز منظر کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

فصاحت النخلت صیاح الصبی ۔ ''وہ لکڑی بچے کی طرح چلا اٹھی۔''

رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے اتر کر اسے گلے لگایا اور وہ بچے کی طرح سسکیاں بھرتی ہوئی خاموش ہوگئی۔ وہ لکڑی محبوب خدا کی زبان حق ترجمان سے

ذکر خداوندی کے سننے سے محرومی پر گریہ زاری کر رہی تھی۔ (اور پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے دوری کوئی کم صدمہ تو نہ تھا)

مولائے روم کی زبان سے

امام ابن النجار المتوفی 643ھ' 1245ء سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت کا آخری حصہ اس طرح بیان کرتے ہیں: جب سرورِ کون و مکان' فخر زمین و زمان صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنا کے پاس سے گزر کر منبر پر تشریف فرما ہونے لگے تو اس لکڑی نے چلانا شروع کر دیا۔ اس کی آواز گائے کے بچھڑے کی طرح تھی اور تین مرتبہ یہ خوفناک آواز سنی گئی جس پر لوگ کھڑے ہوگئے۔ بعض آدمی ایڑھیاں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے کہ کیا ہوگیا ہے پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا دست شفقت پھیرا جس پر وہ خاموش ہوگئی۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کو اس طرح پیش فرماتے ہیں:

استن حنانہ از ہجر رسول
نالہ می زد ہمچوار باب عقول

''وہ تنا جسے استوانہ حنانہ کہا جاتا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی سے اس طرح رو رہا تھا جیسے ارباب عقول یعنی انسان روتا ہے۔''

در تحیر ماندہ اصحابِ رسول
کز چہ می نالد ستون باعرض و طول

''اس آوازِ گریہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تعجب میں پڑ گئے کہ یہ ستون اپنے پورے حجم طول و عرض سے کس طرح رو رہا ہے۔''

گفت پیغمبر چہ خواہی اے ستوں
گفت جانم از فراقت گشت خوں

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے ستون! تو کیا چاہتا ہے؟ وہ کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی

Scanned with CamScanner

کے صدمہ سے میری جان خون ہو رہی ہے۔"

از فراقِ تو مرا چوں سوخت جاں
چوں ننالم بے توای جانِ جہاں

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی سے میری جان اندر ہی اندر جل رہی ہے پھر اس آتش غم کے ہوتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق سے میں کیوں نہ آہ وفغاں کروں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تو جانِ کائنات ہیں۔"

مسندت من بودم از من تاختی
برسر منبر تو مسند ساختی

"میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سہارا لگانے کی جگہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے الگ ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری جگہ دوسرا منبر پسند فرمالیا۔"

نتیجہ حکایت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے مبارک ستون! اگر تو چاہتا ہے تو تیرے لئے دعا کروں کہ تو سرسبز وثمر باردرخت ہو جائے اور تیرے پھلوں سے ساری دنیا کے لوگ مستفید ہوں یا تو عالم آخرت میں سے کچھ چاہتا ہے اور تو ہمیشہ کے لئے تر وتازہ ہونا چاہتا ہے۔ اسطوانہ حنانہ نے جواب میں عرض کیا: میں تو دائمی اور ابدی نعمت چاہتا ہوں۔

گفت آں خواہم کہ دائم شد بقاش
بشنو اے غافل کم از چوب مباش

مولانا رومی نصیحت فرماتے ہیں: غافلو! سن لو تمہیں اس لکڑی سے سبق لینا چاہئے کہ انسان ہو کر بھی تم دنیائے فانی پر گرویدہ اور آخرت سے روگرداں ہو رہے ہو اور وہ

خشک لکڑی ابدی نعمت کو فانی نعمت پر ترجیح دے رہی ہے۔

آں ستوں را دفن کرد اندر زمیں
تاچو مردم حشر گردد یوم دیں

پھر اسطوانہ حنانہ کو زمین میں دفن کر دیا گیا تا کہ مثل انسانوں کے روزِ جزا اس کا حشر ہو۔ (مثنوی مولانا روم علیہ الرحمۃ)

نومبر 1989ء میں مدینہ شریف پہلی حاضری ہوئی تو حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدنی علیہ الرحمۃ بن مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ کی رہائش پہ محفل میلاد میں حضرت علی احمد قائد شرقپوری نے اس واقعہ پہ اپنی ایک پنجابی رباعی پیش کی جس کا ایک مصرعہ تب سے لے کر اب تک ذہن میں گونج پیدا کرتا رہتا ہے۔ آپ بھی سن لیں:

پچھ لکڑی دے اوس ستون کولوں
مار دیندی جدائی حضور دی اے

Scanned with CamScanner

(71)

حضور غوث اعظم حضرت سیدی عمر بزار رحمۃ اللہ علیہ

کتاب عالی نصاب بہجۃ الاسرار شریف میں ہے امام اجل عارف اکمل سیدی عمر بزار فرماتے ہیں کہ میں پندرہ جمادی الاخری 556ھ روز جمعہ کو حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسجد جامع کو جاتا تھا۔ راہ میں کسی شخص نے حضور کو سلام نہ کیا۔ میں نے اپنے جی میں کہا سخت تعجب ہے ہر جمعہ کو تو خلائق کا حضور پر وہ اژدحام ہوتا تھا کہ ہم مسجد تک بمشکل پہنچ پاتے تھے۔ آج کیا واقعہ ہے کہ کوئی سلام تک نہیں کرتا۔ یہ بات ابھی میرے دل میں پوری آنے بھی نہ پائی تھی کہ حضور پرنور رضی اللہ عنہ نے تبسم فرماتے ہوئے میری طرف دیکھا اور معاً لوگ تسلیم و مجرا کے لئے چاروں طرف سے دوڑ پڑے یہاں تک کہ میرے اور حضور کے بیچ میں حائل ہو گئے۔ میں اس ہجوم میں حضور سے دور رہ گیا۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ اس حالت سے تو وہی پہلا حال اچھا تھا یعنی دولت قرب نصیب تھی۔ یہ خطرہ میرے دل میں آتے ہی معاً حضور نے میری طرف پھر کر دیکھا اور تبسم فرمایا اور ارشاد کیا اے عمر تم ہی نے تو اس کی خواہش کی تھی۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ لوگوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں۔ چاہوں تو اپنی طرف سے پھیر دوں اور چاہوں تو اپنی طرف متوجہ کراؤں۔

فائدہ: کیسی صاف تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے قلوب اور ہمارے تمام احوال اور تمام اولیاء کے قلوب و احوال پر حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو تصرف بخشا ہے کہ چاہیں روک لیں چاہیں چھوڑ دیں۔ کیسے قلوب پر کیسا عظیم قبضہ ہے۔

جس کی ہر بات باذن اللہ

اس بہجۃ الاسرار شریف میں ہے کہ حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ جب کوئی عظیم بات فرماتے اس کے بعد ارشاد فرماتے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی مجھے ... آپ نے سچ کہا۔ میں اس یقین سے کلام فرماتا ہوں جس میں اصلاً شک نہیں۔ مجھ سے کہلوایا جاتا ہوں تو کہتا ہوں اور مجھے عطا کیا جاتا ہے تو میں تقسیم فرماتا ہوں اور مجھے حکم ہوتا ہے تو میں کام کرتا ہوں۔ تمہارا میری بات کو جھٹلانا تمہارے دین کے حق میں زہر ہلاہل ہے جو اسی ساعت ہلاک کر دے اور اس میں تمہاری دنیا و آخرت کی بربادی ہے۔ میں تیغ زن ہوں۔ میں سخت کش ہوں اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے۔ اگر شریعت کی روک میری زبان پر نہ ہوتی تو میں تمہیں بتا دیتا جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو۔ تم سب میرے سامنے شیشہ کی طرح ہو۔ تمہارے فقط ظاہر ہی نہیں بلکہ جو کچھ تمہارے دلوں کے اندر ہے وہ سب ہمارے پیش نظر ہے۔ اگر حکم الٰہی کی روک میری زبان پر نہ ہوتی تو یوسف کا پیمانہ خود بول اٹھتا کہ اس میں کیا ہے۔ مگر ہے یہ کہ علم عالم کے دامن سے لپٹا ہوا پناہ مانگ رہا ہے کہ راز کی باتیں فاش نہ فرمایئے۔ انتہیٰ

شیخ محقق اور کتاب بہجۃ الاسرار کے مصنف

اب بھی اگر کوئی اولیاء اللہ کے اختیار و تصرف میں شک کرتا ہے تو وہ خود اپنی جان کا دشمن ہے۔ حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے کتاب زبدۃ الاسرار میں اس کتاب بہجۃ الاسرار کے مصنف کے فضائل علیہ یوں بیان فرمائے ہیں کہ اس کتاب کے مصنف امام اجل فقیہ عالم مدرس قرأت یکتا عجب صاحب کمال نور الدین ابوالحسن علی بن یوسف شافعی لخمی ہیں۔ ان میں اور حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ میں صرف دو واسطے ہیں اور حضور پرنور سرکار غوثیت کی اس بشارت میں داخل ہیں کہ

Scanned with CamScanner

شادمانی ہے اسے جس نے مجھے دیکھا اور اسے جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا اور اسے جس نے میرے دیکھنے کے دیکھنے والے کو دیکھا۔ انتہی

اور حضرت شیخ محقق نے اپنی اسی کتاب زبدۃ الاسرار میں بہجۃ الاسرار کی روایت صحیح وثابت ہونے کی تصریح کی اور اپنی دوسری کتاب زبدۃ الآثار میں فرمایا ایں کتاب بہجۃ الاسرار کتابے عظیم وشریف ومشہور است۔

(70تا72 'ماخوذ از فقہ شہنشاہ: امام احمد رضا)

(72)

اولیاءاللہ کا مرکز مقام حج

بحری سفر درپیش تھا تاجروں کے ساتھ مال تجارت بھی تھا اور عزم حج بھی' اچانک کشتی ٹوٹ گئی بہت جتن کئے گئے مگر اموالِ تجارت بچانے کی کوئی سبیل پیدا نہیں ہوئی۔ ادھر حج کے ایام بالکل قریب آ گئے۔ فرصت اگر چند روز کی اور اجازت دیتی تو ممکن تھا مال تجارت بچانے کی راہ نکل آتی۔ ایک تاجر جس کا پچاس ہزار دینار کا سرمایہ ساتھ تھا اس نے سب چھوڑ کر حج کی حاضری کو مقدم کیا' اس کے چند ہمراہی تاجروں نے کہا: یہ تم کیا کر رہے ہو؟ اس نے جواب دیا بخدا اگر مجھے دنیا بھر کا مال مل جائے پھر بھی میں اسے ادائے حج اور اولیاء اللہ کی ملاقات پر ترجیح نہیں دے سکتا اس لئے کہ میری نگاہوں نے ان کی عظمت پہچان لی ہے۔ ہمراہیوں نے دریافت کیا آخر کچھ ہمیں بھی تو بتاؤ۔ اس نے کہا: ایک مرتبہ ہم خشکی کے راستے حج کو جا رہے تھے پانی ختم ہو گیا۔ سب پیاس سے پریشان تھے۔ میں نے پورے قافلے کا چکر لگایا مگر قیمت دینے پر بھی کہیں پانی میسر نہیں آیا۔ پیاس کے غلبہ نے بے حال کر دیا۔ اس وقت میں ایک طرف چل پڑا وہاں ایک درویش سے ملاقات ہوئی۔ اس کے پاس ایک برچھی تھی اور ایک چھاگل' اس نے میری پیاس دیکھی تو حوض جیسی ایک جگہ پر اپنی برچھی زمین میں ماری اور پانی نالی بنا کر برچھی کی جڑ سے جاری ہو گیا۔ دیکھتے دیکھتے حوض بھرنے لگا۔ میں نے پہلے تو خوب پی کر سیرابی حاصل کی اس کے بعد اپنا مشکیزہ بھرا اور تمام ساتھیوں کو جا کر پلایا اور سارا معاملہ بتایا اس طرح سب آسودہ ہوئے۔ اب آپ ہی لوگ بتائیں جہاں ایسے ایسے مردانِ حق جمع ہوتے ہیں ان مقدس مقامات کی حاضری کیسے ترک کی جا سکتی ہے۔ (نوانی حکایات)

(73)

سچا دوست

ہمارے احباب اور بھائی تھے جن پر میں اعتماد کرتا تھا میں نے ان کی کچھ بے رخی اور اخوت و مودّت کے ترک کی بعض عجیب باتیں دیکھیں جس پر مجھے غصہ آنے لگا پھر اپنے طور پر مجھے ہوا اور میں نے اپنے جی سے کہا کہ اس عتاب کا کیا فائدہ کیونکہ اس کے بعد اگر وہ درست ہو گئے تو اس عتاب کی وجہ سے ہوں گے۔ اخلاص کی بنیاد پر نہیں بس میں نے ان سے علیحدگی کا عزم کر لیا میں نے پھر غور کیا اور دیکھا کہ لوگ کچھ تو اہل تعارف اور بعض ظاہراً دوست ہوتے ہیں اور بعض مخلص بھائی ہوتے ہیں لہٰذا ان سے کلی طور پر مقاطعہ نہیں چاہتے۔ ہاں انہیں اخوت کے درجہ سے ظاہری دوستی کے درجہ میں لے آنا چاہیے۔ اگر اس کے قابل بھی نہ رہے تو ان کو عام اہل تعارف میں شامل کر لینا چاہیے اور انہیں جیسا معاملہ ان سے رکھنا چاہیے باقی ان کو عتاب کرنا غصہ دکھانا غلط ہے اور آج کل اکثریت اہل تعارف کی ہے اور ظاہری دوست اقل قلیل ہیں اور اخوت واخلاص کی جنس تو ناپید ہی ہو چکی ہے جس کی طمع اور توقع ہی ممکن نہیں اور میں نہیں دیکھتا کہ کسی انسان کو مخلص اخوت نسب کے لحاظ سے میسر ہو یا اولاد اور بیوی کی طرف سے اسے خلوص حاصل ہو لہٰذا خلوص کی تو طمع ہی چھوڑ اور ہر کسی سے کنارہ کر اور ان کے ساتھ ناواقفوں کا سا معاملہ کر اور خبردار محبت کا اظہار کرنے والے سے ہرگز دھوکہ نہ کھانا کہ چند دنوں میں اس کی محبت کا حال تجھے معلوم ہو جائے گا اور کبھی وہ اس کا اظہار تیری طرف سے کسی ملنے والے مفاد کی وجہ سے کرتا ہے اور آج کل یہ چیز ہر خطرہ سے لبریز ہے کیونکہ

ذرا کسی کو ناراض کیا تو وہ فوراً دشمن بن جاتا ہے۔ صفاء قلب کے ناپید ہونے کا سبب یہ ہے کہ اسلاف کے پیش نظر صرف آخرت تھی لہٰذا ان کی دوستی اور اخوت میں نیت صاف ہوتی تھی اور وہ دین ہی دین تھا دنیا نہ تھی اور آج دنیا کی محبت قلوب پر غالب آ چکی ہے دین کے بارے میں باتیں بنانے والے کو ذرا پرکھ کے دیکھیں پسند نہیں آئے گا۔

(صید الخاطر)

(74)

حق بحق دار رسید

حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں ایک شخص تھا۔ فطری طور پر نہایت کاہل اور ناکارہ۔ ہمیشہ کسی نہ کسی مرض میں مبتلا رہتا۔ روزانہ صبح آنکھ کھلتے ہی خدا سے دعا کرتا کہ یا اللہ! مجھے محنت اور مشقت کے بغیر روزی دے۔ جب تو نے مجھے کاہل اور بیمار ہی پیدا کیا تو پھر غیب سے روزی عطا کر اور محنت ومشقت کے عذاب میں مت ڈال تاکہ میں تیرے ہی در کا بھکاری بنا رہوں۔ بھلا یہ بھی کوئی انصاف ہے کہ زخمی پشت والے گدھوں پر گھوڑوں اور اونٹوں کا بوجھ لاد دیا جائے۔

ایک مدت تک روزانہ یہی دعا کرنا اس کا مشغلہ رہا۔ لوگ اس کی اس دعا پر ہنستے اور مذاق اڑاتے کہ ذرا اس لمبی داڑھی والے کو دیکھو معلوم ہوتا ہے بھنگ پی ہے یا گھاس کھا گیا ہے۔ خدا نے ہر شخص کی روزی محنت ومشقت کے راستے اتاری ہے۔ اس کے برعکس کبھی نہیں ہوتا لیکن یہ لالچی ہاتھ پیر ہلائے بغیر خدا سے اپنا رزق طلب کرتا ہے۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ کوئی اس سے کہتا' لے بھئی' خوش ہو جا' خدا نے ہمیں خبر دی ہے کہ بہت جلد تجھے ایک بڑا خزانہ ملنے والا ہے۔ ذرا یاروں کا حصہ بھی نکال رکھنا۔ کوئی کہتا سارا مال اکیلے ہی ہڑپ نہ کر جانا۔ لیکن وہ شخص کسی کے کہنے سننے کی کچھ پروا نہ کرتا اور برابر آہ وزاری میں لگا رہتا۔

یہ حقیقت ہے کہ خدا سب کی دعائیں سنتا اور مرادیں پوری کرتا ہے۔ اس نے خود اپنی کتاب پاک میں کہا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہیں جواب دوں گا اور تمہاری دعا قبول

کرنے والا بھی میں ہی ہوں۔ خواہ بندے کی دعا کیسی ہو؟ قصہ مختصر اس شخص نے جب دعاؤں اور رونے دھونے کی حد کر دی تو رحمت ربانی کو جوش آیا اور سننے والے نے مانگنے والے کی بات سنی۔

آوارہ گائے اور اس کا مالک

وہی شخص منہ اندھیرے اسی دعا میں آہ زاری کے ساتھ مشغول تھا کہ ایک آوارہ گائے نے ٹکر مار کر اس کے مکان کا دروازہ توڑ ڈالا اور گھر میں گھس آئی۔ اس نے فوراً گھیر گھار کر گائے کو پکڑ لیا' اس کے ہاتھ پاؤں باندھے اور بے تامل حلق پر چھری پھیر کر ذبح کر دیا۔ پھر قصاب کو بلایا کہ اس کی کھال اتار کر گوشت کے پارچے اور بوٹیاں بنا دے۔ اتنے میں گائے کے مالک کو بھی خبر مل گئی۔ وہ پہلے ہی اپنی گائے کی تلاش میں گلی کوچوں کی خاک چھان رہا تھا۔ وہ بھاگا بھاگا آیا۔ دیکھا کہ گائے ذبح بھی ہو چکی اور اب قصاب اس کی تکا بوٹی کرنے میں مصروف ہے۔ اس نے دہائی دی اور چلانا شروع کیا:

''ارے ظالم! یہ کیا غضب کیا یہ گائے تو میری تھی۔ بدک کر نکل گئی تھی۔ تجھے بھلا کیا حق تھا اسے پکڑ کر ذبح کرنے کا؟''

دعا مانگنے والے نے جواب دیا ''سنو برادر' زیادہ چیخنے چلانے کی ضرورت نہیں۔ میں برسوں سے اس دعا میں مصروف ہوں کہ یا الٰہی' تو مجھے محنت ومشقت کے بغیر روزی عطا فرما۔ آج خدا خدا کر کے خدا نے میری دعا کو شرف قبولیت بخشا اور یہ گائے میرے گھر بھیج دی۔ جب میں نے اسے گھر میں داخل ہوتے دیکھا تو سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے محنت و مشقت کے بغیر میرا رزق بھیجا ہے۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور ذبح کر دیا۔''

یہ جواب سن کر گائے کے مالک کے غیظ وغضب کی انتہا نہ رہی۔ اس نے پہلے تو اس شخص کی خوب ٹھکائی کی پھر گریبان پکڑا اور دھکے دیتا ہوا حضرت داؤد کی عدالت میں لے چلا کہ وہیں چل کر تجھے اس ظلم کی سزا دلواؤں گا۔ کیا خوب بہانہ ہے کہ میں تو خدا سے

Scanned with CamScanner

بے محنت کی روزی مانگتا تھا۔ اے احمق! اگر محض دعا مانگ کر دوسروں کا مال ہضم کرنے کی جازت ہو جاتی تو پھر کوئی کچھ نہ کرتا۔ صرف دعا کے بل بوتے پر لوگ ساری دولت کے مالک اور حق دار بن جاتے۔ پھر تو سب سے زیادہ مزے میں اندھے بھیک منگے رہتے کیونکہ ان کا کام دن رات اس کے سوا اور کیا ہے کہ یا الٰہی ہم اندھوں کو بے محنت و مشقت کے روزی عطا کر۔

لوگوں نے گائے کے مالک کی بات سنی تو اسی کو حق پر قرار دیا اور دعا مانگنے والے کو ظالم کہنے لگے۔ ایک مرد دانا نے اس سے کہا: ''اے او عقل کے دشمن! محض دعا کے بھروسے پر کوئی شخص کیسے مال دار ہو سکتا ہے؟ ایسا فعل شریعت نے کبھی جائز قرار نہیں دیا۔ کسی شے کی ملکیت حاصل کرنے کے مختلف طریقے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ شے خریدی جائے۔ دوسرا یہ کہ بھیک مانگ کر حاصل کرے۔ تیسرا یہ کہ کوئی اپنی خوشی سے دے۔ چوتھا یہ کہ کوئی مرتے وقت تیرے حق میں وصیت کر جائے۔ اب یا تو اس بے چارے کی گائے واپس کر یا سزا بھگتنے کے لئے تیار ہو جا۔''

رقت انگیز دُعا

مرد دانا کی یہ بات سنی تو دعا مانگنے والے نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا: ''اے خدائے رحمٰن و رحیم! تو اچھی طرح جانتا ہے کہ میں نے اپنی آرزو کی تکمیل کے لئے سیکڑوں روز و شب آہ و زاری کرنے اور دعا مانگنے میں مصروف کئے ہیں۔ وہ دعا تو نے میرے دل میں ڈالی تھی اور امیدوں کے ہزاروں چراغ روشن کئے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح میں نے کتنے ہی خواب دیکھے تھے۔ اب یہ مردود گائے کا مالک مجھے اندھے بھیک منگے کی گالی دیتا ہے۔ یا اللہ! اسے شیطان نے بہکایا ہے تو خوب جانتا ہے کہ میں اندھا بھیک منگا نہیں۔ میں نے کبھی کسی مخلوق کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ میں تو ہمیشہ تیرے ہی آگے دست سوال دراز کرتا رہا ہوں۔ اندھے بھیک منگے اور مجھ میں بڑا فرق ہے۔ وہ محض اپنی جہالت کے باعث مخلوق سے سوال کرتا ہے اور میں تجھ سے طلب کرتا

ہوں کہ ہر دشواری تیرے لئے آسان ہے۔ یہ لوگ میرے دلی راز کو نہیں جانتے اور میری دعا کو بے ہودہ گردانتے ہیں۔ یہ بھی سچے ہیں کہ عالم الغیب اور دلوں کے راز جاننے والا تیرے سوا اور ہے ہی کون۔''

وہ شخص منہ اوپر اٹھا کر اپنی دانست میں خدا سے یہ کلمے کہہ رہا تھا کہ گائے کے مالک نے جھلا کر ایک دو ھتڑ اس کی پشت پر رسید کیا اور کہا:

''ابے ادھر آسمان کی طرف تھوبڑا اٹھا کر کیا بکواس کر رہا ہے؟ ادھر میری طرف دیکھ اور حقیقت کا سامنا کر۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ خدا اور اس کے بندوں کو اس فریب میں مبتلا کر کے نکل جائے گا؟ ایسا ہرگز نہیں ہونے کا۔ جب تیرا دل ہی مر چکا تو کس منہ سے آسمان کی طرف دیکھتا ہے اور زبان کھولتا ہے؟''

دعا مانگنے والے نے اپنی پیشانی زمین پر رکھ دی اور رو کر بولا ''اے خدائے ذوالجلال اپنے اس بندے کو رسوا نہ کر۔ میں بے شک گناہ گار ہوں، خطا کار ہوں لیکن تو تو عیبوں کو ڈھانپنے والا ہے۔ میری برائی کو فاش نہ کر، تو واقف ہے کہ میں سردی کی لمبی اور تاریک راتوں میں کس عجز و انکسار سے تجھے پکارتا رہا ہوں۔ اگر اس آہ و زاری اور عبادت کی قدر تیری مخلوق کو نہیں تو مجھے کیا پروا۔ مگر تو تو جانتا ہے یا اللہ! یہ لوگ مجھ سے گائے واپس مانگتے ہیں۔ بھلا میں کہاں سے لا کر دوں؟ وہ تو ذبح ہو چکی۔ اس میں میرا قصور کیا ہے؟ گائے بھیجنے والا تو اے رب جلیل تو خود ہے۔''

مقدمہ داؤد علیہ السلام کی عدالت میں پیش ہو گیا

قصہ کوتاہ، حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں مقدمہ پیش ہوا۔ سب سے پہلے گائے کے مالک نے اپنا دعویٰ پیش کیا اور کہا: ''اے پیغمبر خدا! میری گائے بدک کر شہر کے گلی کوچوں میں آوارہ پھر رہی تھی۔ اتفاق سے اس شخص کے گھر میں جا گھسی۔ یہ خدا جانے کب سے تاک لگائے بیٹھا تھا۔ اس نے میری گائے کو پکڑ کر ذبح کر لیا۔ اب میں آپ

Scanned with CamScanner

کے سامنے فریاد کرتا ہوں۔ اس سے دریافت فرمائیں کہ اس نے یہ حرکت کیوں کی؟''

داؤد علیہ السلام نے دعا مانگنے والے سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''ہاں اے شخص، اب تیری باری ہے، سچ سچ بتا تو نے اس کی گائے پکڑ کر ذبح کیوں کی؟ ادھر ادھر کی مت ہانکیو، معقول بات کہیو تاکہ فیصلہ دوٹوک کیا جاسکے۔''

اس نے عرض کیا: ''اے داؤد علیہ السلام! اس شہر کے سبھی لوگ کیا مرد، کیا عورت مجھے جانتے پہچانتے ہیں۔ آج تک میں نے کسی کا مال مارا نہ چوری کی۔ نہ کسی کو ناجائز پریشان کیا۔ میرا طریق گزشتہ سات سال سے یہ ہے کہ شب روز حق تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں رو رو کر یہ دعا کرتا ہوں کہ مجھے محنت ومشقت کے بغیر حلال کی روزی عطا فرما۔ شہر کے تمام مرد و زن یہ دعا سنتے اور میرا مذاق اڑاتے تھے۔ آپ چاہیں تو کسی بھی جوان، بوڑھے یا بچے سے میری اس بات کی تصدیق فرما سکتے ہیں کہ یہ بوسیدہ لباس والا فقیر جھوٹ کہتا ہے یا سچ۔ آخر مسلسل دعاؤں کے بعد اللہ تعالیٰ نے میری سنی اور یہ گائے خود بخود میرے مکان کا دروازہ توڑ کر اندر گھس آئی۔ میری آنکھوں میں اسے دیکھتے ہی نور آ گیا اس لئے نہیں کہ رزق حلال بے محنت کے ملا، بلکہ اس لئے کہ حق تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی۔ میں نے گائے کو پکڑ کر اس نیت کے ساتھ ذبح کیا کہ شکرانے کے طور پر اس کا گوشت غریبوں اور فقیروں میں تقسیم کروں۔ ابھی اس مقصد کے لئے قصاب سے گوشت کے پارچے بنوا ہی رہا تھا کہ یہ شخص نہ جانے کہاں سے شور مچاتا ہوا آ گیا، اور کہنے لگا کہ میری گائے ہے۔ میں نے اسے بہت سمجھایا مگر یہ کچھ سنتا ہی نہیں اور تو اور سب لوگ بھی اس کی ہاں میں ہاں ملانے لگے۔''

داؤد علیہ السلام کا فیصلہ

حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ تقریر سن کر فرمایا: ''ان لمبی باتوں کو ترک کر اور کوئی ایسی معقول دلیل دے جس سے یہ ثابت ہو کہ کسی کی گائے پکڑ کر بغیر اجازت، بغیر ملکیت ذبح کر لینا کس حد تک جائز ہے؟ کیا تجھے وہ گائے مالک نے بخش دی تھی یا تو نے مول

خریدی تھی۔ بہر حال تیرے بیان سے اتنا ثابت ہو گیا کہ وہ گائے تجھے مالک نے دی نہ تو نے خریدی لہٰذا اب اس کی قیمت اس کے مالک کو ادا کر دے۔ اگر تیرے پاس قیمت نہیں تو پھر کسی سے قرض لے۔ بس یہی ایک صورت ہے۔''

دعا مانگنے والے نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا: ''اے داؤد علیہ السلام، آپ بھی وہی کہنے لگے جو دوسرے کہتے ہیں؟'' اس کے بعد ایک آہ دردناک اس کے دل سے نکلی اور اس نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر کہا: ''اے میرے دل کی تپش جاننے والے تو داؤد کو روشنی دکھا اور اسے صحیح راستے پر ڈال۔'' یہ کہہ کر وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ اس کا رونا ایسا نہ تھا جو سنگ کو موم کر دیتا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا دل بھی دہل گیا اور انہوں نے گائے کے مالک سے کہا:

''اے گائے والے، مجھے آج کے دن کی مہلت دے تاکہ میں خلوت میں جا کر اپنے رب سے ہدایت طلب کروں۔ وہی سب بھیدوں اور رازوں سے واقف ہے۔''

خدا کے نبی عالم تنہائی میں

خدا کے پیغمبر نے تنہائی میں جا کر عبادت شروع کی، اپنے مکان کا دروازہ بند کر دیا اور خدام کو حکم دیا کہ کسی شخص کو اس خلوت میں مخل ہونے کی اجازت نہ دیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اسرار کھول دیئے اور ایک ایک بات اپنے برگزیدہ پیغمبر کے قلب میں ڈال دی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے شکر کا سجدہ ادا کیا اور مکان کا دروازہ کھلوا دیا۔ اگلے روز مدعی اور مدعا علیہ دونوں کو طلب کیا۔ گائے والے نے آتے ہی ادھم مچانا شروع کیا اور مدعی کو بے لفظ سنانے لگا کہ ارے غضب خدا کا پیغمبر برحق کے عہد میں مجھ پر ایسا صریح ظلم توڑا جا رہا ہے۔ میری گائے کو دن دہاڑے پکڑ کر ذبح کر لیا اور ڈکار تک نہ لی۔ پھر اوپر سے روتا دھوتا اور خدارسی کا فریب دیتا ہے۔ اے داؤد، کیا یہ جائز ہے کہ میری گائے خدا مجھ سے پوچھے بغیر اسے دے دے؟''

Scanned with CamScanner

حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا:

''بس بس' چپ ہو جا جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب اس شخص کا پیچھا چھوڑ اور اسے معاف کر دے۔ جب حق تعالیٰ نے تیرے گناہوں کی پردہ پوشی فرمائی تو تو بھی اس کی ستاری کا حق ادا کر اور اپنی گائے کی طرف سے صبر کر۔''

حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ ارشاد سنتے ہی گائے والے نے غل غپاڑا مچا دیا کہ ہائے لوگو! یہ کیسا انصاف ہے' جو مجھ غریب کے ساتھ کیا جا رہا ہے؟ یہ انصاف نہیں' ظلم ہے' ستم ہے' میری گائے جاتی رہی اور مجھی سے صبر کرنے کو کہا جا رہا ہے' اور جس نے یہ ظلم ڈھایا ہے اسے کچھ نہیں کہا جاتا۔ کیا یہ نیا قانون تم نے اور تمہارے رب نے میرے لئے بنایا ہے؟ ارے ایسا ستم تو اس شہر میں اندھے کتوں پر بھی نہ توڑا گیا ہوگا۔ اے داؤد علیہ السلام' یاد رکھ کہ تیری اس زیادتی سے پہاڑ ہل جائیں گے اور آسمان شق ہو جائے گا۔

غرض دیر تک وہ اسی طرح لاف گزاف بکتا اور ظلم ظلم' اندھیر اندھیر پکارتا رہا یہاں تک کہ حضرت داؤد نے ڈانٹ کر فرمایا: ''زیادہ بک بک نہ کر' ابھی میں نے اس مقدمے کا فیصلہ ہی نہیں کیا ہے۔ بہتر ہے کہ اپنا سارا مال اور جائیداد اس دعا مانگنے والے کے حوالے کر دے ورنہ سخت رسوائی ہوگی اور کچھ عجب نہیں کہ جو ظلم و ستم تو نے کئے ہیں وہ بھی ظاہر ہو جائیں گے۔''

گائے والے نے یہ کلمات سن کر اپنے سر پر خاک اڑائی' کپڑے پھاڑ کر تار تار کر ڈالے اور منہ میں کف بھر کر بولا ''اے داؤد علیہ السلام اچھا فیصلہ سنایا۔ مجھ پر ظلم و زیادتی کی حد کر دی۔ معلوم ہوتا ہے تو اپنے حواس میں نہیں رہا۔''

حقیقت سے پردہ اُٹھتا ہے

یہ سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے گائے والے کو اپنے قریب بلایا اور کہا: ''اے بدبخت' اس ہنگامے سے باز آ' دیکھ' کہیں یہ تیری ہلاکت کا باعث نہ بن جائے۔ تیری تقدیر کھوٹی ہے اور جو تو نے بویا ہے وہ اب کاٹ۔ جا' میں حکم دیتا ہوں کہ تیرے بچے اور

تیری بیویاں اس دعا مانگنے والے شخص کے لونڈی غلام بنا دیئے گئے۔''

یہ حکم سنتے ہی گائے والا دیوار سے اپنا سر پھوڑنے لگا۔ تماشائی بھی اس کے حال پر ترس کھانے لگے' کیونکہ پیغمبر خدا کے حکم کی اصل وجہ سے ناواقف تھے۔ ایک دو آدمیوں نے جرأت کی اور حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

''اے نبی اللہ' آپ کی ذاتِ بابرکات سے ایسا صریح ظلم سرزد نہ ہونا چاہئے۔ ہم سب حیرت میں ہیں کہ ایک بے قصور گائے والے پر آپ نے اتنا عتاب فرمایا اور جس شخص نے اس کی گائے ناحق پکڑ کر ذبح کر لی' اسے آپ نے بری کر دیا۔''

حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: ''شاید وہ وقت آن پہنچا جب اس گائے والے کے پوشیدہ بھید ظاہر کر دیئے جائیں۔ آؤ' تم سب ہمارے ساتھ جنگل کی طرف چلو وہاں ایک دریا کے کنارے سب راز کھلا جاتا ہے۔ پوری بستی میں منادی کر دو کہ سب مرد و زن اپنے اپنے گھروں سے نکلیں تاکہ اس راز سے آگاہ ہو جائیں۔'' یہ سن کر سب حیران ہوئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا:

گائے کا مالک قاتل نکلا

''سنو اے لوگو! اس جنگل میں ایک بڑا تن آور اور گھنا درخت ہے۔ اس کی شاخیں آپس میں گتھی ہوئی ہیں اور سورج کی شعاعوں کو زمین تک پہنچنے نہیں دیتیں۔ مجھے اس درخت کی جڑ میں سے انسانی خون کی بو آتی ہے' کیا تم جانتے ہو اس گھنے تن آور درخت کے سائے میں ایک آدمی کو قتل کیا گیا تھا؟ تم نہیں جانتے۔ البتہ وہ جانتا ہے جس نے اس زمین و آسمان اور قاتل و مقتول کو پیدا فرمایا۔ یہ حقیقت ہے کہ اس گائے والے نے اپنے آقا کو قتل کیا۔ یہ شخص اصل میں مقتول کا زرخرید غلام تھا۔ اس نے فریب سے اپنے آقا کو قتل کر کے اس کے مال اور جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ یہ دعا مانگنے والا جوان

Scanned with CamScanner

اسی مقتول کا بیٹا ہے۔ اس زمانے میں یہ نابالغ اور ناسمجھ تھا' اس لئے اصل حال سے بے خبر ہے۔ خدا نے اب تک اس گائے والے کے ظلم کو اپنی صفت ستاری کے صدقے میں بالکل پوشیدہ رکھا لیکن اس بے غیرت' بے رحم' سنگ دل شخص نے اپنے مقتول آقا کے کم سن بچوں پر بھی بڑا ظلم ڈھانا شروع کیا۔ سب کچھ ان سے چھین لیا اور یہاں تک نمک حرامی پر اترا کہ اس کے آقا کے بچے دانے دانے کو محتاج ہو گئے۔ اب محض ایک ادنیٰ گائے کے لئے اپنے آقا کے فرزند کو ملاحیاں سناتا اور زبانِ طعن کے کچوکوں سے مارے ڈالتا ہے۔ اس مردود نے اپنے گناہ کا پردہ خود ہی فاش کیا ورنہ شاید خدا اس کی پردہ دری نہ کرتا۔ اس قسم کے ظالم اور فاسق لوگ اپنا پردہ خود ہی چاک کیا کرتے ہیں۔ یاد رکھو' ظلم ہمیشہ روح کی گہرائیوں میں دبکا رہتا ہے' لیکن ظالم اسے خود لوگوں پر کھول دیتا ہے۔''

غرض حضرت داؤد علیہ السلام کے ہمراہ شہر کے سب مرد و زن اس جنگل کی طرف چلے۔ گائے والا بھی ان کے ساتھ تھا۔ جب اس گھنے تن آور درخت کے قریب پہنچے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے حکم دیا کہ مدعی کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے جائیں۔ فوراً حکم کی تعمیل ہوئی۔ پیغمبر نے اس سے فرمایا:

اور مقتول دعا مانگنے والے کا باپ اور دادا تھا

''اے سگ دنیا' سن۔ پہلے تو نے اس دعا مانگنے والے کے دادا کو قتل کیا۔ اس جرم کی پاداش میں تو اس کے باپ کا غلام بنایا گیا پھر تو نے موقع پا کر اس کے باپ کو بھی اس درخت تلے قتل کیا اور اس کے مال و اسباب پر قبضہ جمایا۔ تیری بیوی اسی مقتول کی لونڈی تھی۔ اس نے بھی اپنے مالک سے نمک حرامی کی ہے لہٰذا اب جو اولاد' لڑکے' لڑکیاں اس لونڈی کے بطن سے ہوئے وہ سب اس دعا مانگنے والے کی ملکیت میں داخل ہیں اور تو بھی اس کا

غلام ہے' جو کچھ تو نے کمایا ہے وہ سب مال اس کی ملکیت ہے' تو نے شرع کے مطابق اس مقدمے کا فیصلہ مانگا تھا اور شرع نے جو فیصلہ کیا' وہ میں نے تجھے سنا دیا۔ اب اس کی تعمیل تیرا فرض ہے۔ تجھے یاد نہیں کہ اپنے آقا کو تو نے کس بے رحمی سے اس مقام پر قتل کیا تھا اس مرد خدا نے تیری کیسی کیسی منت سماجت کی تھی لیکن تو نے اپنی سفاکی اور شقی القلبی کا ایسا مظاہرہ کیا کہ خدا کی پناہ' تو نے اسے اسی طرح چھری سے ذبح کیا جس طرح اس دعا مانگنے والے نے تیری گائے کو ذبح کیا۔ پھر تو نے وہ خون آلود چھری بھی راز فاش ہونے کے خوف سے گڑھا کھود کر دفن کر دی تھی اور وہ اب تک وہیں موجود ہے۔ اے لوگو! یہاں سے زمین کھودو۔ اس کے آقا کا سر بھی چھری کے ساتھ ہی دفن ملے گا۔ وہ چھری اس قاتل کتے کی ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس پر اس کا نام کندہ ہے۔''

ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے

حضرت داؤد علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق زمین کھودی گئی تو ایک گڑھے کے اندر سے ایک شخص کی کھوپڑی اور تیز دھار کی لمبی سی چھری برآمد ہوئی۔ اب تو گائے والا خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔ اس نے حضرت داؤد علیہ السلام کے قدموں پر گر کر اپنے جرم کا اقرار کیا۔ تماشائیوں پر سکتے کا عالم طاری تھا کیونکہ کوئی ایسا نہ تھا جس نے خدا کے پیغمبر پر بدظنی یا بدگمانی نہ کی ہو۔ لوگوں نے اپنے سروں سے کپڑا اور ٹوپیاں ہٹا دیں' ننگے سر ان کے سامنے آئے اور عرض کیا: ''اے داؤد علیہ السلام! ہم سب فطری نابینا ثابت ہوئے کیونکہ آپ نے اپنی زبانِ مبارک سے جو فرمایا تھا اس کا ہم نے اعتبار نہ کیا۔ اس لئے آپ ہماری گستاخی معاف فرما دیں۔ بے شک آپ کا معجزہ ثابت ہو گیا۔''

حضرت داؤد نے سب کو معاف کیا۔ پھر گائے والے کے بارے میں حکم دیا کہ چونکہ اس شخص کا ظلم کھل چکا ہے اور یہ قاتل ہے اس لئے شریعت کا فیصلہ اس کے بارے

Scanned with CamScanner

میں یہ ہے کہ اس سے قصاص لیا جائے چنانچہ اسی چھری سے اس کی گردن اڑا دی گئی۔
اس کے بعد آپ نے کہا:

''خدا حلیم ہے اور وہ گناہ گاروں کی رعایت کرتا ہے لیکن جب ظلم حد سے سوا ہو جاتا ہے تو خدا ظالم کو رسوا کر دیتا ہے۔''

نتیجۂ حکایت

اے برادر عزیز! تو نے دیکھا کہ ایک ظالم کے مارے جانے سے ایک جہان زندہ ہوا اور ہر شخص کا حق تعالیٰ پر ایمان از سرنو تازہ ہو گیا' تو بھی اپنے نفس کو موت کے گھاٹ اتار کر ایک جہان کو زندہ کر گائے والا کون ہے؟ تیرا نفس' جس نے اپنے آپ کو ظلم' دھوکے اور فریب سے بڑا آدمی بنا لیا ہے' گائے کو ذبح کرنے والا کون ہے؟ وہ ہے تیری عقل۔ تن کی گائے کو جو ذبح کرے' اس کی مخالفت مول نہ لے۔ عقل قید میں ہے اور چاہتی ہے کہ اللہ سے ہمیشہ بے محنت و مشقت کے روزی ملتی رہے لیکن شاید تجھے علم نہیں کہ بے محنت کا رزق خدا کی طرف سے کیسے ملتا ہے؟ اس کو جو خواہش نفس' یعنی گائے کو ذبح کر دے' اصل وارث عقل سلیم ہے جو بے کس' بے آسرا اور غریب رہ گئی ہے اور خود غرض' بے رحم نفس جس کی حیثیت غلام کی سی تھی' آقا اور مالک بن بیٹھا ہے۔ جان لے کہ بے محنت کی روزی روح کی خوراک اور پاک رزق ہے جو صرف گائے (نفس) کی قربانی پر موقوف ہے لہٰذا اے جستجو کرنے والے لازم ہے کہ تو گائے کے ذبح کو ایک پوشیدہ خزانہ سمجھ۔ (مثنوی شریف)

(75)

حاجت روائی کا آسان طریقہ

حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ تھا۔ ایک عورت نیک تھی' صالح تھی' اس نے ایک مرتبہ تنور میں روٹیاں لگائیں۔ ابھی روٹیاں تنور میں ہی تھیں کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ عورت نے وضو کیا اور نماز شروع کر دی۔ شیطان نماز کی یہ پابندی دیکھ کر جل بھن کر کباب ہو گیا۔ عورت کے ایمان میں خلل ڈالنے کے لئے اس نے ایک عورت کا بہروپ بھرا اور اس عورت کے پاس آ کر بولا بی بی تیری روٹیاں تنور میں جل رہی ہیں مگر جن لوگوں کو آتش دوزخ میں جلنے کا ڈر رہتا ہے جن کے دلوں میں ایمان کامل ہو' روٹیوں کے جلنے کا غم انہیں عبادت سے ہٹا نہیں سکتا۔ ان کے پائے ثبات میں بڑے بڑے خطرات بھی لغزش نہیں لا سکتے۔ اس طرح اس بندی خدا نے شیطان لعین کی بات پر بالکل توجہ نہ کی بلکہ خداوند کی نماز میں مشغول رہی۔ شیطان نے جب دیکھا کہ عورت پر اس کے فریب کا کچھ اثر نہیں ہوا اس نے عورت کے معصوم بچے کو کھیلتے ہوئے اٹھایا اور تنور کے گرم انگاروں کے سپرد کر دیا۔ اسی اثناء میں اس عورت کا خاوند گھر آیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کا بچہ تنور میں گرم انگاروں سے کھیل رہا ہے۔ جن کو خداوند تعالیٰ نے عقیق احمر کی صورت بنا دیا تھا۔ یہ ماجرا اور یہ قصہ خدا کے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سنایا گیا تو انہوں نے اس عورت کو بلایا اور پوچھا: اے بی بی تو کون سا عمل کرتی ہے؟ اس نے عرض کیا: یا روح اللہ! صرف اتنی سی بات ہے کہ جب بے وضو ہوتی ہوں تو وضو کر لیتی ہوں۔ جب وضو کر لیتی ہوں تو نماز پڑھتی ہوں اور جب کوئی اپنی حاجت پیش کرتا ہے اس کی حاجت روائی کرتی ہوں اور لوگوں کی تکالیف پر صبر کرتی ہوں۔ (نزہۃ المجالس' ص 89' مجالس سنیہ' ص 65)

(76)

ان کے جو غلام ہو گئے

ایک سیاہ فام صحابیہ رضی اللہ عنہا مسجد نبوی میں جھاڑو دینے کی خدمت ہمیشہ انجام دیا کرتی تھیں۔ یہ ایک ایسا نیک کام تھا کہ اس کی وجہ سے رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم اس بڑھیا کی بے حد قدر فرماتے تھے۔ چنانچہ جب ان کا انتقال ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں راتوں رات دفن کر دیا اور ان مائی صاحبہ کے انتقال کی اطلاع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے مسجد سے غیر حاضر پایا تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس کے متعلق دریافت کیا۔ بتایا گیا کہ وہ انتقال کر گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اطلاع کیوں نہیں دی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرما رہے تھے، ہم نے تکلیف دینا گوارا نہ کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس کی قبر بتائی جائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

بعض روایات میں مذکورہ خادم کے مرد یا عورت ہونے کا شبہ ظاہر کیا گیا ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ وہ عورت تھی اور اس کی کنیت ''ام محجن'' تھی۔

بخاری شریف کے حاشیہ میں اس حدیث کے تحت لکھا ہے کہ صحیح مسلم میں یہ اضافہ ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

ان ھذہ القبور مملوۃ ظلمۃ علی اھلھا وان اللہ ینورھا لھم

لصلوتی علیھم ۔

یہ قبریں اندھیرے سے بھری ہوئی تھیں میری نماز یا دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نور سے بھر دیا ہے۔ (بخاری شریف ص ۶۵ - حاشیہ نمبر ۷)

مسجد میں روشنی کا انتظام کرنے پہ حضور (علیہ السلام) کی خوشی کی انتہا

سیدنا ابی ہند رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ مسجد نبوی شریف کے لئے ملک شام سے قندیلیں، تیل اور قندیلیں لٹکانے کے لئے زنجیر لائے تھے پھر انہیں مسجد میں آویزاں کرایا اور شب جمعہ کو روشن کی گئیں۔ جب رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما ہوئے تو دیکھا کہ مسجد روشنی سے بقعہ نور بنی ہوئی ہے۔ ارشاد فرمایا: یہ کس کا کارنامہ ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ انتظام تمیم داری نے کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے گہر فشانی ہوئی۔

نورت الاسلام نور اللہ علیک فی الدنیا والآخرۃ ۔ امانة لو کانت لی ابنة لزوجتکھا ۔

''تم نے مسجد اسلام کو منور کیا ہے اللہ تعالیٰ تمہاری دنیا اور آخرت دونوں جہاں منور فرمائے۔ افسوس! میری کوئی بیٹی (باقی) ہوتی تو اس خوشی میں تمہارے ساتھ اس کا نکاح کر دیتا۔''

یہ سن کر حضرت نوفل بن الحارث رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ہاں بیٹی ہے جس کا نام مغیرہ ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا نکاح تمیم داری رضی اللہ عنہ سے کر دیں تو کیا ہی اچھا ہو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغیرہ سے ان کا نکاح کر دیا۔

صحابہ کرام کے لئے یہ بھی دنیا تھی

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے 35ھ میں بعہد خلافت امیر المومنین حضرت

Scanned with CamScanner

عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ وفات پائی۔ مرض الموت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لئے گئے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ زار زار رونے لگے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا ابوعبداللہ (سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی کنیت) رونے کا کون سا محل ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے راضی رخصت ہوئے' اب تو خلد بریں میں اپنے آقا سے ملاقات ہوگی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا' خدا کی قسم! میں موت سے نہیں گھبراتا اور نہ مجھے دنیا کی خواہش ہے بلکہ اس لئے روتا ہوں کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ دنیا جمع نہ کرنا اور دنیا سے اس طرح جانا جس طرح میں جاتا ہوں۔ اب میرے پاس اسباب جمع ہوگیا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں اپنے آقا کے جمال سے محروم نہ ہو جاؤں۔

یہ اسباب جس کی وجہ سے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ گریہ وزاری کر رہے تھے۔ محض ایک بڑے پیالے' ایک لوٹے' ایک بوسیدہ کمبل اور ایک تسلہ پر مشتمل تھا۔ تکیہ کی جگہ سر کے نیچے دو دو اینٹیں رکھی ہوئی تھیں۔ (محبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

(77)

حضرت ابوسعید عبداللہ بن احمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار میں ہے کہ حضرت ابوسعید عبداللہ بن احمد بن علی بن محمد بغدادی ازجی نے حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی حیات مبارک میں' وصال اقدس سے سات برس پہلے 554ھ میں بیان کیا کہ 537ھ میں ان کی صاحبزادی فاطمہ ناکتخدا سولہ سال کی عمر تھی اپنے مکان کی چھت پر گئیں وہاں سے کوئی جن اڑا لے گیا۔ یہ بارگاہِ انور سرکارِ غوثیت میں حاضر ہوکر نالشی ہوئے۔ ارشاد فرمایا: ''آج رات ویرانہ کرخ میں جاؤ اور وہاں پانچویں ٹیلے پر بیٹھو اور اپنے گرد زمین پر ایک دائرہ کھینچو اور دائرہ کھینچنے میں یہ پڑھو بسم اللہ علیٰ نیۃ عبدالقادر (رضی اللہ عنہ) جب رات کی پہلی اندھیری جھکے گی مختلف صورتوں کے جن گروہ در گروہ تمہارے پاس آئیں گے۔ خبردار انہیں دیکھ کر خوف نہ کرنا۔ پچھلے پہر ان کا بادشاہ لشکر کے ساتھ آئے گا اور تم سے کام پوچھے گا اس سے کہنا (حضور سیدنا) عبدالقادر (رضی اللہ عنہ) نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے اور لڑکی کا واقعہ بیان کرنا۔''

حضرت ابوسعید عبداللہ فرماتے ہیں میں گیا اور حسب ارشاد عمل کیا۔ مہیب صورتوں کے جن آئے مگر کوئی میرے دائرہ کے پاس نہ آسکا۔ وہ گروہ در گروہ گزرتے جاتے تھے یہاں تک کہ ان کا بادشاہ گھوڑے پر سوار آیا اور اس کے آگے جنوں کی فوجیں تھیں۔

جنوں کا بادشاہ بھی غوث پاک کا مرید نکلا

بادشاہ دائرے کے سامنے آکر ٹھہرا اور کہا: ''اے آدمی تیرا کیا کام ہے'' میں نے

Scanned with CamScanner

کہا: حضور سید عبدالقادر نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔'' میرا یہ کہنا تھا کہ فوراً بادشاہ نے گھوڑے سے اتر کر زمین چومی اور دائرہ کے باہر بیٹھ گیا اس کے ساتھ فوج بھی بیٹھی۔ بادشاہ نے مجھ سے مقصد پوچھا۔ میں نے لڑکی کا واقعہ بیان کیا۔ بادشاہ نے ہمراہیوں سے کہا: کس نے یہ حرکت کی۔ کسی کو معلوم نہ تھا کہ اتنے میں ایک شیطان لایا گیا اور لڑکی اس کے ساتھ تھی۔ کہا گیا کہ یہ چین کے عفریتوں سے ہے۔ بادشاہ نے اس سے کہا کیا باعث ہوا کہ تو اس لڑکی کو حضرت قطب کے زیر سایہ سے لے گیا؟ کہا یہ میرے دل کو بھائی۔ بادشاہ نے حکم دیا اس عفریت کی گردن ماری گئی اور لڑکی میرے حوالے کی۔ میں نے کہا: میں نے آج کا سا معاملہ نہ دیکھا جو تم نے حکمِ حضور کے ماننے میں کیا کہا: ہاں وہ اپنے دولت کدے سے ہم میں عفریتوں پر جو زمین کے منتہی پر ہوتے ہیں نظر فرماتے ہیں تو وہ ہیبت سے اپنے مسکنوں کی طرف بھاگ جاتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی کو قطب کرتا ہے جن وانس سب پر اسے قابو دیتا ہے۔ (فتاویٰ افریقہ)

حضرات' مؤکلات سے مدد لینا

فائدہ: حاضرات سے دریافت احوال کے لئے' اس میں جائز و ناجائز دونوں احتمال ہیں۔ حاضرات اگر عمل علوی سے غرض جائز کے لئے ہو اور اس میں شیاطین سے استعانت نہ ہو تو جائز ہے۔ یوں ہی اگر ایسا حال دریافت کرنا ہے جو ان سے تعلق رکھتا ہے یا حال کا واقعہ ہے جسے وہ جا کر معلوم کر سکتے ہیں۔ غرض ایسی بات کہ ان کے حق میں غیب نہیں تو بھی جائز نہیں جیسا کہ واقعہ مذکورہ میں تھا' اور اگر غرض نامحمود ہو مثلاً ان سے ربط بڑھانے کے لئے ہو اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ فتوحات میں فرماتے ہیں جن کی صحبت سے آدمی متکبر ہو جاتا ہے اور متکبر کا ٹھکانا جہنم۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

اور اگر غیب کی بات ان سے دریافت کرنی ہو جیسے بہت لوگ حاضرات کر کے موکلات جن سے پوچھتے ہیں کہ فلاں مقدمہ میں کیا ہوگا؟ فلاں کام کا انجام کیا ہوگا؟ یہ

Scanned with CamScanner

حرام ہے اور کہانت کا شعبہ بلکہ اس سے بدتر۔ زمانۂ کہانت میں جن آسمانوں تک جاتے اور ملائکہ کی باتیں سنا کرتے۔ ان کو جو احکام پہنچے ہوتے وہ آپس میں تذکرہ کرتے۔ یہ چوری سے سن آتے اور سچ میں' دل سے جھوٹ ملا کر' کاہنوں سے کہہ دیتے جتنی بات سچی ہوتی واقع ہوتی۔ زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا دروازہ بند ہو گیا۔ آسمانوں پر پہرے بیٹھ گئے اب جن کی طاقت نہیں کہ سننے جائیں' جو جاتا ہے ملائکہ اس پر شہاب مارتے ہیں جس کا بیان سورۂ جن شریف میں ہے تو اب جن غیب سے نرے جاہل ہیں۔ ان سے آئندہ کی بات پوچھنی عقلاً حماقت اور شرعاً حرام اور ان کی غیب دانی کا اعتقاد ہو تو کفر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی غیب گو کے پاس جا کر اس سے غیب کی کوئی بات پوچھے چالیس دن اس کی نماز قبول نہ ہو (مسلم' احمد) ایک حدیث شریف میں فرمایا جو کسی غیب گو یا کاہن کے پاس جائے اور اس کی بات کو سچ اعتقاد کرے وہ کافر ہوا اس چیز سے جو اتاری گئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ (مسند احمد و مستدرک)

ایک اور حدیث شریف میں ہے جو کسی کاہن کے پاس جا کر اس سے کچھ پوچھے اسے چالیس دن توبہ نصیب نہ ہو اور اگر اس کی بات پر یقین رکھے تو کافر ہو۔ جن سے سوال غیب بھی اسی میں داخل ہے۔ (فتاویٰ افریقہ)

مدد کو آؤ تمہیں دستگیر کہتے ہیں

امام اجل سیدی ابوالحسن نور الملۃ والدین علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی قدس سرہ العزیز جن کو امام فن رجال شمس الدین ذہبی نے طبقات القراء اور امام جلیل جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ میں الامام الاوحد کہا بے نظیر امام۔ اپنی اسی کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں محدثانہ' صحیح اور معتبر سندوں سے روایت فرماتے ہیں: ہم سے ابوالعفاف موسیٰ بن عثمان بن موسیٰ بقاعی نے 663ھ میں شہر قاہرہ میں حدیث بیان کی کہ ہمیں میرے والد ماجد عارف باللہ ابوالمعانی عثمان نے 614ھ میں شہر دمشق میں

خبر دی کہ ہمیں دو ولی کامل حضرت ابو عمرو عثمان صریفینی و حضرت ابو محمد عبد الحق حریمی نے 559ھ میں بغداد مقدس میں خبر دی کہ ہم 3 صفر روز یکشنبہ 555ھ میں حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے دربار میں حاضر تھے۔ حضور نے وضو کر کے کھڑاویں پہنیں اور دو رکعت پڑھیں۔ بعد سلام ایک نعرہ عظیم فرمایا اور ایک کھڑاؤں ہوا میں پھینکی۔ پھر دوسرا نعرہ لگایا اور دوسری کھڑاؤں پھینکی۔ وہ دونوں ہماری نگاہوں سے غائب ہو گئیں پھر تشریف رکھی۔ ہیبت کے سبب کسی کو پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ 23 دن کے بعد عجم سے ایک قافلہ حاضر بارگاہ ہوا اور کہا: ''ہمارے پاس حضور کی ایک نذر ہے' ہم نے حضور سے اس نذر کے لینے میں اذن طلب کیا۔ حضور نے فرمایا: لے لو۔ انہوں نے ایک من ریشم اور خز کے تھان اور سونا اور حضور کی وہ کھڑاویں دیں جو اس روز ہوا میں پھینکی تھیں پیش کیں۔

ہم نے ان سے کہا: ''یہ کھڑاویں تمہارے پاس کہاں سے آئیں۔'' کہا: ''3 صفر روز یکشنبہ ہم سفر میں تھے کہ کچھ راہزن جن کے دو سردار تھے ہم پر آپڑے' ہمارے مال لوٹے اور کچھ آدمی قتل کیے اور ایک نالے میں تقسیم کو اترے۔ نالے کے کنارے ہم تھے۔ ہم نے کہا: بہتر ہے کہ اس وقت ہم حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو یاد کریں اور نجات پانے پر حضور کے لئے کچھ مال نذر مانیں۔ ہم نے حضور کو یاد کیا ہی تھا کہ دو عظیم نعرے سنے جن سے جنگل گونج اٹھا اور ہم نے راہزنوں کو دیکھا کہ ان پر خوف چھا گیا۔ ہم سمجھے ان پر کوئی اور ڈاکو آپڑے۔ یہ آکر ہم سے بولے'' آؤ اپنا مال لے لو اور دیکھو ہم پر کیا مصیبت پڑی۔''

ہمیں اپنے دونوں سرداروں کے پاس لے گئے۔ ہم نے دیکھا وہ مرے پڑے ہیں اور ہر ایک کے پاس ایک کھڑاؤں پانی سے بھیگی رکھی ہیں۔ ڈاکوؤں نے ہمارے سب مال ہمیں پھیر دیئے اور کہا اس واقعہ کی کوئی عظیم الشان خبر ہے۔ (فتاویٰ افریقہ)

نذر کی دو قسمیں:

یاد رہے! نذر کی دو قسمیں ہیں ایک فقہی دوسری عرفی۔ غیر خدا کے لئے نذر فقہی کی

ممانعت ہے اور اولیائے کرام کے لئے ان کی حیات ظاہری خواہ باطنی میں جو نذر کہی جاتی ہیں یہ نذر فقہی نہیں بلکہ عرفی ہے۔ عام محاورہ ہے کہ اکابر کے حضور جو ہدیہ پیش کیا جاتا ہے اسے نذر کہتے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے دربار کیا اسے نذریں گزریں۔ شاہ رفیع الدین صاحب برادر مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رسالہ نذور میں لکھتے ہیں۔ نذر ریکہ اینجا مستعمل می شود بر معنی شرعی ست' چہ عرف آنست کہ آنچہ پیش بزرگاں می برند نذر و نیاز می گویند۔ یعنی ایسے موقعوں پر جو نذر کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اس کے شرعی و فقہی معنی مراد نہیں ہوتے۔ عرف عام ہے کہ بزرگوں کو جو کچھ پیش کیا جاتا ہے اسے نذر و نیاز کا نام دیتے ہیں۔ امام اجل سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں: اسی قبیل سے ہے زیارت قبور اور مزارات اولیاء و صلحاء سے برکت لینا اور بیمار کی شفا یا مسافر کے آنے پر اولیائے گزشتہ کے لئے منت ماننا کہ وہ ان کے خادمانِ قبور پر تصدق سے مجاز ہے جیسے فقہاء نے فرمایا: فقیر کو زکوٰۃ دے اور قرض کا نام لے تو صحیح ہو جائے گی کہ اعتبار معنی کا ہے نہ کہ لفظ کا۔ ظاہر ہے کہ یہ نذر اگر نذر فقہی ہوتی تو زندوں کے لئے بھی نہ ہو سکتی حالانکہ زندگی اور بعد وصال دونوں حالتوں میں یہ عرف و عمل قدیم سے اکابر دین میں معمول و مقبول ہے۔

قدیم سے معمول و مقبول طریقہ

اولیائے کرام نذریں قبول فرماتے اور اس میں سے بذات خود بھی تناول فرماتے۔ اگر یہ نذر فقہی ہوتی تو اولیائے کرام خصوصاً سادات عظام بالخصوص حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کہ اجلہ ساداتِ عظام سے ہیں اس سے تناول فرمانا کیونکر ممکن تھا۔ اسی کتاب میں مذکور کہ حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک فقیر شکستہ دل دیکھا۔ فرمایا: تیرا کیا حال ہے؟ عرض کی کل میں کنارہ دجلہ پر گیا۔ ملاح سے کہا مجھے اس پار لے جا۔ اس نے نہ مانا۔ محتاجی کے سبب میرا دل ٹوٹ گیا۔ فقیر کی بات ابھی پوری نہ ہوئی تھی کہ ایک صاحب ایک تھیلی میں تیس اشرفیاں حضور کی نذر لائے۔ حضور نے فقیر سے فرمایا یہ لو اور جا

Scanned with CamScanner

کر ملاح کو دو اور اس سے کہنا کبھی کسی فقیر کو نہ پھیرے' اور حضور نے اپنی قمیص مبارک اتار کر اس فقیر کو عطا فرمائی کہ وہ اس سے بیس اشرفیوں کو خریدا گیا۔ حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے خادم خاص حضرت علی بن ہیتی کے متعلق اسی کتاب میں فرمایا گیا کہ ان کے زمانہ میں اولیائے عراق سے کسی کی فتوح ان کے مثل نہ تھی ہر شہر سے ان کی نذر آتی۔

(فتاویٰ افریقہ)

غرض یہ نذر کہ اولیاء' علماء' صلحاء اکابر ملت کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے خواہ ان کی حیات ظاہری خواہ باطنی میں۔ ہمیشہ سے ان میں معمول و مقبول رہی اور ہے اور اسے نذر فقہی و شرعی ٹھہرا کر اسے حرام و ناجائز نہ کہے گا مگر ناواقف یا گمراہ۔ (حکایات رضویہ)

(78)

اہل قبر کے لئے سفارش

اولیاء اللہ اور بزرگان دین میں سے بعض کشف و کرامت کے ذریعہ اہل قبر کے احوال پر مطلع ہوتے ہیں اور کچھ ایسے بلند مرتبہ بھی ہوتے ہیں جو مردوں کو زندوں کی مانند دیکھتے ہیں اور ان سے باتیں کرتے ہیں اور ان کی حاجت روائی بھی فرماتے ہیں جیسے شیخ عارف باللہ' صاحب مقامات' ابوالذبیح اسماعیل بن محمد یمنی حضرمی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں روایت ہے۔

حضرت شیخ حضرمی رحمۃ اللہ علیہ ملک یمن میں ایک مقبرہ سے گزرے۔ آپ پر گریہ طاری ہوا اور سخت رنج و کلفت سے روئے پھر کچھ دیر بعد خوب ہنسے اور مسرت و فرحت ظاہر ہوئی۔ حاضرین نے حضرت کے یہ حالات دیکھ کر تعجب کیا اور وجہ دریافت کی۔ فرمایا: اس قبرستان کے لوگوں کی خستہ حالی مجھ پر ظاہر ہوئی۔ میں نے انہیں عذاب میں مبتلا دیکھا تو غم ناک ہو کر رویا۔ رب تعالیٰ کے حضور ان کے لئے گریہ وزاری کی ارحم الرحمین کا حکم ہوا کہ ان کے حق میں تیری سفارش قبول ہوئی یہ سن کر اس فلاں قبر کے مرد نے کہا: میں بھی انہی میں سے ہوں۔ اس نے بھی بتایا: فلاں مغنیہ کی قبر ہے۔

شیخ ابوعبداللہ اسعد یافعی یمنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مردوں کو اچھی یا خراب حالت میں دیکھنا زندوں کے لئے ایک طرح کا کشف ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ظاہر کیا جاتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ کوئی خوشخبری' کوئی نصیحت'

Scanned with CamScanner

کوئی اچھائی' ایصال خیر' ادائے قرض یا کوئی مصلحت وابستہ ہوتی ہے...... یہ کشف کبھی خواب کے ذریعہ ہوتا ہے اور کبھی بیداری میں' ایسا اکثر خواب ہی میں ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں حکایات بہت ہیں۔

(نورانی حکایات ترجمہ قدوری)

(79)

خواہشات میں ڈھیلے پن کا انجام

ابن جوزی کہتے ہیں: میں دیکھتا ہوں کہ عافیت والوں کو عافیت و سلامتی کی قدر حالت مرض میں ہوتی ہے جیسا کہ آزادی کی نعمت محبوس ہو کر معلوم ہوتی ہے۔ میں آدمی کی یہ عجیب حالت دیکھتا ہوں کہ اس کے پاس اچھی بھلی عورت ہوتی ہے مگر اس کے ساتھ اسے لذت آمیز تعلق خاطر نہیں ہوتا جس کے دو سبب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اعلیٰ درجہ کی حسین نہیں ہے دوسرا یہ کہ زیردست چیز (جو قبضہ میں ہو) میں جاذبیت نہیں رہتی اور نفس اس کی طلب کرتا ہے جو قدرت اور قبضہ میں نہ ہو تو دیکھے گا کہ وہ بے چین ہوا جاتا ہے۔ اپنی مرغوب کی خواہش میں یا کسی معشوقہ کی طلب میں اور نہیں جانتا کہ وہ ایسی مضبوط قید کی خواہش کر رہا ہے جو دل کو امور آخرت میں لگنے سے رکاوٹ بنے گی یا کسی بھی علم یا عمل کے لئے مانع ہوگی اور اسے دنیا کے چکروں میں بدحواس کرے گی۔ بس یہ عاشق اپنے معشوق کا اسیر بن کے رہ جائے گا اور وہی اس کے غم و افکار کا محور ہوگا لہٰذا اس پر تعجب ہے جو قید کو ترجیح دیتا ہے اور اس صاحب راحت پر جو تعب و مشقت کو پسند کرتا ہے پس اگر یہ عورت ہے جو محتاج تحفظ ہے تو اس کے بغیر اب کو سکون ہوگا نہ قرار اور اگر یہ بے پردہ عورتوں میں سے ہے جن کے فساد کا خطرہ ہمہ وقت رہتا ہے تو یہ سراسر ہلاکت ہے۔ یہ شخص سوئے گا تو نیند میں لذت نہیں ہوگی۔ گھر سے نکلے گا تو بدکاری سے امن نہ ہو گا اور اگر وہ وسیع نفقہ کا مطالبہ کرنے والی ہے جو اس کے پاس نہیں تو کتنے غلط کاموں میں اس وجہ سے اسے لگنا پڑے گا اور اگر وہ عورت جماع کی شوقین ہے اور اس صاحب کی عمر

زائد ہو چکی ہے تو یہ عظیم ہلاکت ہے اور اگر وہ اس سے بغض رکھتی ہے تو اس کے اسباب ہلاکت میں کیا کمی رہ گئی ہے۔ بس یہ شخص خود اپنی ہلاکت کے لئے کوشاں ہے۔

سلامتی کا راستہ

جیسا کہ کسی کا قول ہے ''ہم اچھے قدروں کو محبوب رکھتے ہیں اور رخساروں کی طلب رکھتے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ ہم موتوں کی محبت میں لگ رہے ہیں۔'' درحقیقت اس کی مثال بت پرست کی سی ہے لہٰذا جس کے پاس بے ضرر عورت ہے اسے اللہ تعالیٰ کا خوف کھانا چاہئے اور نفس کی خواہشات اور خیالات سے اعراض کرنا چاہئے کہ ان کی کوئی انتہا نہیں ہے اور اگر حسب خواہش اس کی ایک غرض پوری ہو جاتی ہے تو اس سے ملول ہو کر کسی دوسری کی طلب میں لگ جاتا ہے پھر اس سے اکتا جاتا ہے اور کسی اور کی طلب میں لگ جاتا ہے اور اس سلسلہ میں کوئی انتہا نہیں اور اس کا انجام فوری طور پر دل کا کہیں معلق ہو جانا اور عقل کا اسیر ہو جانا ہے جس سے یہ بدحواس ہو کر رہ جاتا ہے اور اپنے محبوب کی مراد حاصل کرنے میں اسے ہر چیز ناپسند دکھائی دیتی ہے پھر بہترین محبوب وہ ہے جو محفوظ دین والا ہے جو اس سے محبت رکھتا ہے۔ اس پر قناعت رکھنے والا ہے اور یہ کبریت احمر سے بھی اقل قلیل ہے لہٰذا اسے ایسی چیز حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جو اس کی دل جمعی کا سامان بنے اور اپنی خواہش کے مطلوب اور تمنا کے مقصود کی طرف التفات نہ کرے اسی میں سلامتی ہے۔ (صید الخاطر)

(80)

نمرود کون تھا؟

ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے روحیں قبض کرنے والے فرشتے عزرائیل (علیہ السلام) سے دریافت کیا کہ اے عزرائیل، آج تک جن لوگوں کی روح تو نے قبض کی ان میں سے کسی پر تجھے کبھی رحم بھی آیا؟ عزرائیل نے عرض کیا: اے پروردگار، تو خوب جانتا ہے کہ روح قبض کرتے وقت ہمیشہ میرا دل دکھتا ہے لیکن تیرے حکم سے سرتابی کی مجال کہاں؟ خدا نے پوچھا: ''یہ بتا کہ تجھے کس پر سب سے زیادہ ترس آیا اور کس کی موت پر تیرا قلب تڑپا؟''

عزرائیل نے عرض کیا: ''یاالٰہی، ایک موت ایسی ہے جو بھلائے نہیں بھولتی اور وہ غم ایسا ہے جو تنہائی میں بھی میرے ساتھ رہتا ہے۔ ایک کشتی مرد و زن سے بھری ہوئی سمندر میں سفر کر رہی تھی، تو نے حکم دیا کہ اس کشتی کو فنا کر دے۔ میں نے کشتی کو پاش پاش کر دیا۔ پھر تو نے فرمایا: سب مرد و زن کی روحیں قبض کر، لیکن ایک عورت اور اس کے نوزائیدہ بچے کو چھوڑ دے۔ میں نے اس حکم کی بھی تعمیل کی۔ سب کی جانیں قبض کر لیں۔ ایک بہتے ہوئے تختے پر ماں اور اس کا بچہ رہ گئے۔ سمندر کی لہریں اس تختے کو اپنے ساتھ لئے آگے بڑھتی رہیں اور تیز ہوا نے اسے آناً فاناً سیکڑوں میل دور سمندر کے کنارے پر پہنچا دیا۔ میں اس ماں اور بچے کے بچ جانے سے بہت خوش ہوا لیکن اسی آن حکم صادر ہوا کہ اے عزرائیل، جلد ماں کی روح قبض کر اور بچے کو اکیلا چھوڑ دے۔ اے باری تعالیٰ، تو خوب جانتا ہے کہ یہ حکم پا کر میرا بھی کلیجا کانپ گیا اور جب میں نے اس طفل شیر خوار کو اس

کی ماں سے الگ کیا ہے تو مجھے کس قدر تکلیف پہنچی تھی۔ اب اس واقعے پر ایک مدت بیت چکی' لیکن وہ بچہ برابر یاد آتا ہے۔''

عزرائیل علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا جواب

حضرت حق جل مجدہ نے عزرائیل کی عرض سن کر فرمایا: ''کیا تو جانتا ہے کہ وہ بچہ اب کہاں اور کس حال میں ہے؟'' ''تجھی کو علم ہے' اے میرے پروردگار۔'' عزرائیل نے عرض کیا:

ارشاد ہوا ''اے عزرائیل سن' جب تو نے ماں کی روح قبض کی اور بچے کو تنہا چھوڑ دیا تو ہم نے سمندر کی ایک موج کو حکم دیا کہ اس بچے کو احتیاط سے ایک ویران جزیرے میں ڈال دے۔ اس جزیرے میں ایک سرسبز اور گھنا جنگل تھا۔ یہاں صاف شفاف میٹھے پانی کے چشمے بہتے تھے اور بے شمار پھل دار درخت تھے۔ اس جزیرے پر ہم نے اپنے فضل وکرم سے محض اس بچے کی خاطر لاکھوں خوش نوا اور حسین پرندے بھیجے جو ہر وقت چہچہاتے اور نئے سے نیا راگ الاپتے تھے۔ ہم نے چنبیلی کے پھولوں اور پتوں کو حکم دیا کہ اس بچے کا بستر تیار کرو تاکہ وہ اس پر آرام کی نیند سوئے۔ ہم نے اسے ہر خوف اور خطرے سے محفوظ کر دیا۔ آفتاب کو حکم دیا کہ اپنی تیز دھوپ اس پر نہ ڈال۔ ہوا کو فرمان دیا کہ اس پر آہستہ آہستہ چل۔ بادلوں کو حکم دیا کہ اس پر مینہ نہ برسانا۔ بجلی کو ہدایت کی کہ خبردار! اسے اپنی تیزی دکھا کر مت ڈرا۔ انہی دنوں جنگل میں بھیڑیے کی مادہ نے بچے دیئے تھے ہم نے اسے حکم دیا کہ اپنے بچوں کے ساتھ اس آدمی کے بچے کو بھی دودھ پلا' اس کی دیکھ بھال کر اور اسے کوئی گزند نہ پہنچنے دے۔ اے عزرائیل' اس نے بھی ہمارے حکم کی تعمیل کی' یہاں تک کہ وہ تنہا اور بظاہر بے یار و مددگار بچہ پرورش پا کر خوب صحت مند اور بہادر ہو گیا۔ ہم نے اس کے پاؤں میں کبھی کانٹا بھی نہ چبھنے دیا' دنیا جہان کی نعمتیں اسے عطا کیں اور وہ ان کا شکر بھی ادا کرتا تھا' اور اب اے ملک الموت' تو جانتا ہے وہ بچہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟''

''تجھی کو علم ہے' اے میرے پروردگار۔'' عزرائیل نے سجدہ کرتے ہوئے عرض کیا۔ ''وہ بچہ نمرود بن گیا اور اس نے میرے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے الاؤ میں جھونکا ہے۔ اب وہ خدا کا دعویٰ کر کے لوگوں کو میری راہ سے ہٹاتا ہے اور ان پر تشدد کرتا ہے۔''

(حکایات رومی علیہ الرحمۃ)

(81)

ایک لڑکی کی ذہانت

ہمارے بزرگ اس حکایت کو بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک درباری سے کوئی سخت جرم سرزد ہو گیا۔ اس جرم کی پاداش میں بادشاہ نے حکم دیا کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اس کا ملک چھوڑ دے۔ درباری گھر لوٹ آیا اور پریشان ہو کر بیٹھ گیا کہ چوبیس گھنٹے کے اندر ملک کیسے چھوڑ دوں؟ اس کی ایک لڑکی تھی' کمال کی عقل مند تھی۔ کہنے لگی ابو جانی آپ یوں حیران و پریشان کیوں بیٹھے ہیں؟ اس سے قبل تو کبھی میں نے آپ کو ایسی حالت میں نہیں دیکھا۔ بتلایئے نا ابو جان شاید میں آپ کی کچھ مدد کر سکوں۔ اس نے اپنی بیٹی سے کہا میری لخت جگر! میری پیاری بیٹی! آج تو جی بھر کر میرا دیدار کر لے۔ آج جی بھر کر مجھ سے باتیں کر لے کیونکہ اب ہمارا وصال دائمی فراق میں تبدیل ہونے والا ہے۔ آج کے بعد تو میری صورت کو ترسے گی۔ بیٹی تڑپ کر بولی ابو جان! خاکم بدہن آپ مجھ سے کیوں دور ہو رہے ہیں۔ ایسی کیا بات ہوئی ہے آپ کیوں مایوسی کی باتیں کر رہے ہیں۔

باپ بولا بیٹی یہ باتیں کرتے ہوئے میرے دل پر بھی چھریاں چل رہی ہیں مگر حقیقت بہرکیف حقیقت ہوتی ہے۔ اس سے چشم پوشی کسی طور بھی ممکن نہیں ہے۔ ہونی کو کوئی نہیں روک سکتا۔ انسان خواہ لاکھ سعی کرے مگر ہونی ہو کر رہتی ہے۔ یہاں پر انسان کے تمام مادی وسائل دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ یہاں پر انسان خود کو بالکل بے بس محسوس کرتا ہے۔ بیٹی بولی' ابا جان! آپ بتلائیں تو سہی۔ باپ بولا ہاں بیٹی تجھے بتلانا

ہی ہو گا کیونکہ آج کے بعد میں تجھ سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ جاؤں گا۔ سنو بیٹی! مجھ سے فلاں جرم سرزد ہو گیا ہے۔ بادشاہ سخت طیش میں ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اس ملک سے نکل جاؤں۔ چوبیس گھنٹے کے اندر ملک چھوڑنا ناممکن ہے۔ جب بادشاہ کے پیادے مجھے یہاں موجود پائیں گے پکڑ کر لے جائیں گے اور بادشاہ مجھے ہلاک کروا دے گا۔ یہ بات سن کر بیٹی مسکرائی۔ باپ بولا بیٹی کل کو میری موت آنے والی ہے اور تو مسکرا رہی ہے۔ بیٹی بولی ابا جان! آپ فکر نہ کریں انشاء اللہ بادشاہ آپ کا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔ بس آپ بے فکر ہو جائیں اور اطمینان سے سو جائیں۔ باپ حیران ہوا مگر وہ بیٹی کی ذہانت کا بھی معترف تھا۔ مطمئن ہو گیا چلو دیکھیں کیا ہوتا ہے۔

بادشاہ ہار گیا اور مزدور جیت گیا

جب وقت گزرنے کے قریب آیا تو بیٹی بولی ابو جان آپ مسجد میں چلے جائیں اور نماز کی حالت بنا لیں۔ وقت مقررہ پر بادشاہ کے درباری اس کی تلاش میں نکلے پتہ چلا کہ وہ اپنے گھر کے قریب مسجد میں مصروف نماز ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو پکڑ کر قتل کر دیا جائے۔ پیادے شش و پنج میں پڑ گئے کہ وہ نماز میں مصروف ہے ہم اس کو کیسے پکڑیں۔ بادشاہ نے علماء سے مشورہ طلب کیا۔ علماء نے جواب دیا کہ بادشاہ سلامت آپ نے اس کو اپنے ملک سے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔ آپ احتیاط نہیں برتتے اور دنیا کی جھوٹی اور عارضی منفعتوں میں پڑ کر اخروی اور بہت بڑے ثواب سے محروم رہ جاتے ہیں۔ مزید ستم یہ ہے کہ اس پر ہمیں افسوس بھی نہیں ہوتا حالانکہ اتنے بڑے فائدے سے محروم رہ جاتے ہیں مگر ہمارے ضمائر پر دولت کی چربی چڑھ چکی ہے۔ ہم سوچتے ہیں کہ کون سا کام کرنے میں ہمیں عزت ملے گی۔ کس کام کے انجام دینے میں ہمیں دولت حاصل ہو گی۔ معلوم نہیں دولت آج کے وقت کی اتنی اہم شے کیوں بن گئی ہے کہ اس کے

Scanned with CamScanner

لئے بھاگتے ہوئے ہم اپنی آخرت کو بھی فراموش کر چکے ہیں اور دیوانہ وار دولت کا تعاقب کرتے ہوئے خدا اور اس کی رحمت سے ہر لحظہ دور ہوتے جا رہے ہیں۔

(مواعظ رضویہ ج 1 ص 127)

مطلب یہ کہ تیری حکومت ہر جگہ ہو سکتی ہے مگر اللہ کے گھر پہ نہیں۔ لہٰذا اب وہ تیرے ملک میں نہیں ہے اور تو اس کو کچھ نہیں کہہ سکتا۔

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ

(82)

یادیں تازہ ہو گئیں

11ھ میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر آخرت فرمایا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر غم واندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ طبرانی نے عبداللہ بن محمد رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ اور عمار رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی:

''اے خلیفہ رسول! میں نے اپنے آقا کو یہ فرماتے سنا کہ مومنین کے لئے سب سے افضل عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے، میرا ارادہ ہے کہ اب میں تادم مرگ جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول رہوں۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے بلال رضی اللہ عنہ میں تمہیں خدا کا واسطہ اور اپنی حرمت اور اپنے حقوق کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری عمر زیادہ ہو چکی ہے، میرے قویٰ کمزور ہو گئے ہیں اور میری وفات قریب ہے اس وقت تم مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔''

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت اکبر رضی اللہ عنہ کی بات مان لی اور مدینہ منورہ میں ہی ٹھہر گئے۔ بیت المقدس کی تسخیر کے سلسلے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بہ نفس نفیس شام جانا پڑا۔ ان کے بیت المقدس پہنچنے پر عیسائیوں نے شہر کے دروازے کھول دیئے اور خلیفۃ المسلمین نے عیسائیوں سے معاہدہ صلح مرتب کیا۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے مسلمانوں کے سامنے ایک فصیح وبلیغ خطبہ دیا۔

سامعین میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے ہمارے سردار بلال رضی اللہ عنہ! آج اسلام کے قبلہ اول پر پرچم توحید لہرایا ہے' اس باعظمت موقع پر آپ رضی اللہ عنہ اذان دیں تو ہم آپ رضی اللہ عنہ کے شکر گزار ہوں گے۔

بیت المقدس میں اذانِ بلالی کی گونج

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: امیر المومنین! میں عہد کر چکا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لئے اذان نہ دوں گا لیکن آج آپ کے ارشاد کی تعمیل میں اذان دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر اذان کے لئے کھڑے ہو گئے۔ جب ان کے منہ سے اللہ اکبر اللہ اکبر کے الفاظ نکلے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلب و جگر کے ٹکڑے اڑ گئے۔ انہیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کا سماں یاد آ گیا۔ جب وہ اشھد ان محمدا رسول اللہ پر پہنچے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روتے روتے نڈھال ہو گئے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو فراق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تڑپا دیا اور روتے روتے ان کی ہچکی بندھ گئی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل کا بھی یہی حال تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان سے فارغ ہوئے تو بڑی مشکل سے ان عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار آیا۔ (محبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم' 133)

☆......شام کے معرکوں سے فارغ ہونے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے وہیں کے ایک گاؤں ''خولان'' میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ایک رات کو خواب میں دیکھا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں۔ اے بلال رضی اللہ عنہ! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم ہماری زیارت کے لئے آؤ۔ اس خواب نے اس عاشق صادق کو تڑپا کر رکھ دیا۔ آتش فراق بھڑک اٹھی' بے تابانہ مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ روضہ اقدس پر حاضر ہوئے تو صبر و قرار کا یارانہ نہ رہا اور فراق حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں اس درد سے روئے کہ دیکھنے والوں کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو گیا۔ اس موقع پر

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشوں کو سینے سے لگا کر بار بار ان کا منہ اور سر چومتے تھے۔

مدینہ میں کہرام بپا ہو گیا

انہوں نے خواہش کی کہ بابا بلال رضی اللہ عنہ! کل فجر کی اذان روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ رضی اللہ عنہ دیں۔ بلال رضی اللہ عنہ اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشوں کی خواہش کو کیسے ٹال سکتے تھے۔ فجر ہوئی تو روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب اذان کے لئے کھڑے ہو گئے' جونہی انہوں نے اذان دینی شروع کی' مدینہ منورہ کی پوری فضا حشر ساماں ہو گئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انگلی کا اشارہ کر کے اشھد ان محمد رسول اللہ کہا تو پردہ نشین خواتین بھی بے تاب ہو کر گھروں سے باہر نکل آئیں' روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ہادی برحق سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے آج ہی وصال فرمایا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد مدینہ منورہ میں ایسا دلدوز اور پراثر منظر آج تک کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ (ایضاً)

Scanned with CamScanner

(83)

حضرت جاگیر رحمۃ اللہ علیہ

ابوالحسن علی بن حسن سامری نے کہ ہمیں ہمارے والد نے خبر دی۔ کہا میں نے اپنے والد سے سنا۔ فرماتے تھے ہمارے شیخ حضرت جاگیر رحمۃ اللہ علیہ کا خرچ غیب سے چلتا تھا اور ان کا تصرف نافذ تھا ان کے کام کرامات تھے (کہ بات بات میں کرامت کا ظہور ہوتا تھا) علی الاتصال انہیں کشف ہوتا تھا۔ مسلمان کثرت سے ان کی نذر کرتے۔ ایک دن میں ان کے پاس حاضر تھا کچھ گائیں اپنے گوالے کے ساتھ گزریں۔ حضرت نے ان میں سے ایک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: ''اس گائے کے پیٹ میں سرخ بچھڑا ہے جس کے ماتھے پر سفیدی ہے اور اس کا سب حلیہ بیان فرمایا۔ فلاں دن فلاں وقت پیدا ہو گا اور وہ ہماری نذر ہو گا۔ فقراء اسے فلاں فلاں دن ذبح کریں گے اور فلاں فلاں اسے کھائیں گے۔'' اور اس کا حلیہ بیان فرمایا۔ فلاں وقت پیدا ہو گی اور وہ میری نذر ہو گی۔ فلاں فقیر اسے فلاں دن ذبح کرے گا اور فلاں فلاں اسے کھائیں گے اور ایک سرخ کتے کا بھی اس کے گوشت میں حصہ ہے۔ ہمارے والد نے فرمایا: خدا کی قسم جیسا شیخ نے ارشاد فرمایا تھا سب اسی طرح واقع ہوا۔ (فتاوی افریقہ)

(84)

کون کہتا ہے کہ مومن مر گئے؟

شیخ اسعد یافعی یمنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد بن ابوبکر حکمی اور حضرت ابوالغیث بن جمیل رحمۃ اللہ علیہما اپنے دور میں سرزمین یمن کے ممتاز عارفین کاملین میں ہوئے ہیں۔ ان کا وصال ہو جانے کے بعد ایک درویش ان کی خدمت میں حصول فیض کا ارادہ لے کر آئے چنانچہ حضرت محمد بن ابوبکر حکمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی قبر سے باہر تشریف لائے اور درویش سے بیعت لی اور بہت کچھ عہد و شرط لیا جس کا ذکر طویل ہے۔ اسی طرح حضرت ابوالغیث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی قبر سے ہاتھ باہر نکال کر بیعت فرمایا۔ مولا کریم ہمیں ان کی برکتوں سے نوازے۔ آمین

☆......فقیہ محب الدین طبری سے عارف وقت شیخ اسماعیل بن محمد حضرمی نے ایک بار دریافت کیا کیا تمہارا کلام موتی (مردوں کا بات کرنا) پر ایمان ہے؟ انہوں نے جواب دیا جی! بے شک فرمایا۔ یہ قبر والا مجھ سے کہتا ہے کہ میں جنت کے ادنیٰ لوگوں میں سے ہوں۔

☆......حضرت شیخ ابوسعد خراز رحمۃ اللہ علیہ مکہ معظمہ میں باب بنی شیبہ سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا راستے میں ایک لاش رکھی ہوئی ہے۔ شیخ نے لاش کا چہرہ دیکھا وہ ایک نوجوان تھا...... شیخ کو دیکھ کر مسکرایا اور بولا:

ابوسعید! آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب مر کر بھی زندہ ہوتے ہیں وہ تو صرف ایک عالم سے دوسرے میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
درحقیقت ہم سے وہ کبھی جدا ہوتے نہیں

☆......شیخ ابویعقوب سنوسی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مکہ معظمہ میں ایک مرید آیا اور عرض کیا: میں کل ظہر کے وقت مرجاؤں گا۔ یہ دینار حاضر خدمت ہے۔ آدھے سے کفن کا اور آدھے سے دفن کا انتظام کیجئے گا۔ دوسرے روز ٹھیک وہ ظہر کے وقت حرم شریف میں آیا' طواف کعبہ کیا پھر ذرا دور ہٹا اور انتقال کر گیا۔ شیخ سنوسی فرماتے ہیں:

میں نے غسل وغیرہ دے کر اسے کفن پہنایا۔ جب میں نے قبر میں اتارا تو اس نے آنکھ کھول دی۔ میں نے کہا: موت کے بعد بھی زندگی؟ اس نے کہا: شیخ! میں زندہ ہوں اور خدا کا ہر محبوب زندہ ہوتا ہے۔

ایک بزرگ ایک میت کو نہلا رہے تھے اس نے بزرگ کا انگوٹھا پکڑ لیا۔ انہوں نے فرمایا: بیٹا انگوٹھا چھوڑ دو۔ مجھے معلوم ہے تو مردہ نہیں ہے۔ یہ تو ایک دنیا سے دوسری دنیا کی طرف انتقال ہے۔ اس نے چھوڑ دیا۔

☆......ایک غسالہ عورت نے میت کو غسل دیتے وقت ناخن تراشے' ایک ناخن کاٹنے میں کچھ اندیشہ محسوس کیا تو میت نے اپنی انگلی کھینچ لی اور مسکرانے لگی۔ غسالہ اور مرنے والی دونوں نیک خواتین تھیں۔

☆......حضرت شیخ ابن جلاء رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے: میرے والد صاحب کا انتقال ہوا اور غسل کرنے کے لئے انہیں تختہ پر رکھا تو ہنسنے لگے' کسی کو انہیں غسل دینے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ کہتے یہ تو زندہ ہیں۔

آخر کار ان کے ہم رتبہ بزرگوں میں سے ایک بزرگ آئے تو انہیں غسل دیا۔

(نورانی حکایات)

(85)

نفس پر اعتماد ہلاکت ہے

جب انسان کا علم تمام ہو جاتا ہے تو وہ کسی عمل کو اپنا کمال نہیں سمجھتا بلکہ توفیق دینے والے کا انعام سمجھتا ہے اور ایک عاقل پر یہی لازم ہے کہ وہ کسی عمل میں اپنے نفس کی خوبی نہ دیکھے اور نہ ہی اس کی وجہ سے خود پسندی میں مبتلا ہو۔ اس کی کئی وجہ ہو سکتی ہیں مثلاً یہ کہ اسے اس عمل کی توفیق دے دی گئی ہے۔ **حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم** کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لئے محبوب بنا دیا اور اس کو تمہارے قلوب میں مزین کر دکھایا اور اس لئے کہ نعمتوں کے مقابلہ میں یہ عمل سوواں حصہ بھی نہیں ہے اور یہ بھی تب ہے کہ وہ ریاء اور غفلت کے شائبہ سے پاک ہو ورنہ غفلتوں بھرا عمل تو ہر وقت مردود ہو جانے کے خطرہ میں ہے اور اس میں ہونے والی کوتاہیوں پر عتاب کا خوف لگا رہتا ہے لہٰذا وہ تو قابل التفات ہی نہیں۔ اس سلسلہ میں اہل فہم و دانش کے احوال پر غور کیا جائے...... وہ ملائکہ جو شب و روز تسبیحات میں مشغول ہیں اور ذرا کوتاہی نہیں کرتے وہ کہتے ہیں: ہم تیرا حق عبادت ادا نہیں کر سکے۔ حضرت خلیل علیہ السلام فرماتے ہیں وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ کہ میں اس ذات پاک سے مغفرت کی طمع رکھتا ہوں۔ اپنے آگ پر تحمل اور بیٹے کو ذبح کرنے کی تسلیم پر کوئی ناز نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ تم میں سے کسی کو بھی اس کا عمل نجات نہیں دلا سکتا۔ عرض کیا گیا: ''آپ

کو بھی؟'' فرمایا ہاں میری نجات بھی اسی وقت ہے کہ میرے رب کی رحمت مجھے ڈھانپ لے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کیا میں اور میرا مال آپ کے سوا کسی اور کے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میرے لئے زمین کے اطراف بھر دیئے جائیں تو میں حقیقت حال جانے بغیر ہی آنے والے خطرات کے فدیہ میں دے دوں اور عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود فرماتے ہیں اے کاش کہ مرنے کے بعد میرا حشر ہی نہ ہوتا اور عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کاش میں بھولی بسری ہو جاتی اور یہی حال تمام عقلاء حضرات کا ہے

حدیث غار پہ ابن جوزی کا تبصرہ

اور بنی اسرائیل کے بعض صلحاء کی ایسی باتیں منقول ہیں جو ہماری تشریح کے پیش نظر ان کی قلت فہم پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے اعمال پر نظر کی اور ان پر ناز کیا ہے۔ کچھ اسی طرح کا حال اہل غار کا ہے جن پر ایک چٹان آن پڑی تھی کہ ان میں سے ایک نے ایسے عمل کا وسیلہ پکڑ لیا جس کا ذکر کرنے میں بھی حیا آتی ہے کہ اس نے زنا کا عزم کیا تھا اور عذاب کے خوف کی وجہ سے ترک کر دیا۔ بھلا جو شخص کسی عمل پر عذاب آنے کا خوف رکھتا ہے اور اس خوف کی وجہ سے وہ اس عمل کو چھوڑ دیتا ہے تو اس میں زنا کی کیا بات ہے۔ ہاں یہ عمل مباح ہوتا اور پھر وہ ترک کر دیتا تو شاید کچھ بات بن جاتی۔ ذرا بھی اگر وہ غور کر لیتا تو اس فعل کے عزم کی خجالت اسے ناز سے روک دیتی جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ارشاد ہے وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ کہ مجھے اپنے نفس کی برأت کا دعویٰ نہیں ہے اور دوسرے صاحب نے اپنے والدین کو دودھ پلانے کے لئے رات بھر بچوں کو آہ و بکا میں مبتلا رکھا اس میں اگر ایک طرف والدین سے حسن سلوک ہے تو ادھر بچوں کی ایذاء بھی ہے لیکن فہم نادر اور کمیاب جنس ہے۔ بس یوں سمجھو کہ انہوں نے جب اپنے خیال میں عمل اچھا کیا ہے تو گیا زبان حال نے کہہ دیا کہ یہ جو مانگتے ہیں انہیں

دے دو کہ یہ اپنے عمل کی اجرت چاہتے ہیں اور فہم کی کمی نہ ہوتی تو کوئی اپنے ہم جنسوں پر تکبر نہ دکھاتا اور ہر کامل خائف ہوتا اپنے عمل کو ہیچ سمجھتا اور انعامات کی بارش کے مقابلہ میں شکر کی کمی دیکھ کر خوف محسوس کرتا۔ اس تفصیل کو سمجھ لینے کے بعد کبر کا سر خم ہو جاتا ہے اور اپنی ذلت نمایاں ہونے لگی ہے۔ یہ ایک عظیم اصول ہے جو قابل غور ہے اور قابل رعایت بھی۔

(صید الخاطر)

(86)

شیخ ابوالحسن کی بدزبان بیوی

کہتے ہیں شہر طالقان سے ایک خدا رسیدہ شخص خرقان کی طرف گیا تا کہ قطب زمانہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی کے روئے انور کی زیارت سے دل شاد کرے۔ راستہ کٹھن اور دشوار گزار تھا' لیکن وہ ہمت کا پکا جنگلوں اور پہاڑوں میں سے ہوتا ہوا آخر کار منزل مقصود تک پہنچ گیا۔ شہر خرقان میں آ کر اس نے شیخ ابوالحسن کے گھر کا پتہ دریافت کیا اور وہاں جا کر نہایت ادب سے زنجیر در ہلائی۔ تھوڑی دیر بعد ایک عورت نے کھڑکی سے گردن باہر نکالی اور کرخت آواز میں بولی: ''اے شخص' کون ہے تو اور کس لئے کنڈی کھٹکھٹاتا ہے؟''

اس نے جواب دیا ''میں حضرت شیخ ابوالحسن کی قدم بوسی کے لئے شہر طالقان سے پیدل حاضر ہوا ہوں۔ ان سے کہئے کہ ایک غلام سلام کو آیا ہے۔''

یہ سن کر عورت نے زوردار قہقہہ لگایا اور کہنے لگی ''ارے احمق' تجھ پر اور تیرے شیخ دونوں پر تھو ہے۔ بے وقوفی کی بھی انتہا ہے کہ محض اتنی سی بات کے لئے اتنا بڑا سفر کیا اور اپنی جان کو جوکھوں میں ڈالا۔ کیا تجھے اپنے وطن میں کوئی کام دھندا نہ تھا؟ معلوم ہوتا ہے تو خبطی ہے یا تجھے شیطان نے انگلی دکھائی ہے۔''

غرض اس عورت نے خوب ملاحیاں سنائیں اور وہ وہ باتیں کہیں کہ کوئی شریف آدمی سنے تو دانتوں میں انگلیاں دے لے۔ مگر وہ چونکہ عقیدت کا ہاتھ تھام کر آیا تھا' اس لئے بے چارے نے زبان سے کچھ نہ کہا۔ البتہ آنکھوں میں آنسو بھر کر بولا:

''محترم خاتون' جو آپ فرماتی ہیں' بجا ہے۔ لیکن اتنا بتا دیجئے کہ حضرت شاہ

صاحب ہیں کہاں؟ میں ان کی زیارت کا از حد مشتاق ہوں۔''

حضرت شیخ کے بارے میں بدکلامی

عورت نے چلا کر کہا: ''ارے! وہ کہاں کا شیخ اور شاہ بن گیا؟ نرا بہروپیا' فریبی' دھوکے باز او متفنی شخص ہے۔ تجھ جیسے احمقوں کو اپنی ولایت کے جال میں پھانستا ہے اور چہار طرف گمراہی و دجل کی کمند پھینکتا ہے۔ اب بھی وقت ہے جہاں سے آیا ہے وہیں واپس چلا جا' ورنہ اس دغاباز کے چکر میں پھنس کر تباہ و برباد ہو جائے گا۔ دین کا رہے گا نہ دنیا کا۔ جسے تو حضرت اور شیخ سمجھے ہوئے ہے وہ بڑا حضرت ہے۔ اس کی زبان میں ایسا جادو اور آنکھ میں ایسی موہنی ہے کہ اچھا خاصا عقل مند اس کے دام میں آ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے ملک ملک اور شہر شہر اس کا چرچا ہے۔ مگر اس کی حقیقت سے خوب واقف ہوں۔ خدا جانے ان مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسی گائے کو پوجتے ہیں۔ صد افسوس کہ موسیٰ علیہ السلام کے امتی تو گئو پوجنے والوں کو اب تک قتل کریں اور مسلمانوں کا حال ان کے برعکس ہو۔ بھلا نبی امی اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا یہی طریق تھا؟ ان بدبختوں نے مشیخت کا ڈھونگ رچایا۔ شریعت اور خوفِ الٰہی کو پس پشت ڈال دیا۔ نہ ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس زمانے میں' اپنے درے سے امر بالمعروف کرتے اور ان کی کھال ادھیڑتے۔''

اب تو حضرت شیخ کے معتقد کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ طیش میں آ کر ان بدزبان عورت کو خوب ڈانٹا ڈپٹا اور وہاں سے واپس چلا آیا۔ پھر گلی گلی کوچے کوچے شیخ ابوالحسن کے بارے میں پوچھتا پھرا کہ کہاں ملیں گے۔ آخر ایک شخص نے بتایا: وہ جنگل کی طرف گئے ہیں تا کہ گھر میں جلانے کے لئے لکڑی لے آئیں۔ یہ سنتے ہی وہ مسافر دیوانہ وار شیخ کی تلاش میں جنگل کی طرف روانہ ہوا۔

یہ شان اس بدزبان کی وجہ سے ہے

ابھی راستے ہی میں تھا کہ شیطان نے دل میں وسوسے ڈالنے شروع کئے۔ دل

Scanned with CamScanner

میں کہنے لگا سمجھ میں نہیں آتا آخر حضرت شیخ نے ایسی بے ہودہ‘ بدتمیز اور زبان دراز عورت کو اپنے گھر میں کیوں رکھا ہے؟ عجیب معاملہ ہے‘ اگر یہ ان کی بیوی ہے تو پھر ان کی نبھتی کیونکر ہو گی؟ ایک آگ ہے دوسرا پانی۔ ان مجموعہ اضداد میں محبت کیسے ہو سکتی ہے؟ یاالٰہی! ایسے ولی اللہ کے ساتھ بھی یہ شیطان لگا ہوا ہے۔

ایسا وسوسہ آتے ہی بے چارہ گھبرا کر لاحول پڑھتا اور کانوں کو ہاتھ لگا کر اپنے آپ سے کہتا ’’خدا پناہ میں رکھے۔ شیخ کے بارے میں ایسے خیالات کو دل میں جاگزین کرنا نادانی ہے۔‘‘ انہی سوچوں کا تانا بانا بنتا چلا جا رہا تھا کہ یکا یک نگاہ اٹھی۔ دیکھا کہ ایک شخص شیر نر کی پیٹھ پر اس شان سے سوار ہے کہ شیر پر لکڑیوں کا گٹھا لدا ہوا ہے اور گٹھے پر خود بیٹھا ہے۔ دائیں ہاتھ میں سیاہ سانپ کا کوڑا ہے۔ عقیدت مند سمجھ گیا کہ یہی حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی ہیں۔ اس سے پہلے کہ یہ کچھ عرض کرتا‘ شیخ نے دور ہی سے ہنس کر فرمایا: ’’اے نادان‘ اپنے فریبی نفس کی بات نہ مان۔‘‘ اس کے بعد انہوں نے تمام واقعات ترتیب کے ساتھ بیان فرما دیئے کہ یہ یہ باتیں اس عورت نے کہیں اور یہ یہ ڈانٹ ڈپٹ تو نے اسے کی۔ پھر یہ یہ وسوسے شیطان نے تیرے دل میں ڈالے۔‘‘ آخر میں فرمایا:

’’اے عزیز‘ وہ عورت میری بیوی ہے۔ اب تو اتنا سوچ کہ اگر میں ایک عورت کی بدزبانی پر بھی صبر وضبط نہ کر سکتا تو یہ شیر نر میری بیگار میں کیوں آتا؟‘‘ (مثنوی مولائے روم علیہ الرحمۃ)

گویا یہ شان وعظمت اس کی بدزبانی پہ صبر کرنے کی وجہ سے ہی نصیب ہوئی۔

(87)

باجماعت نماز رہ جائے تو کیا کیا جائے؟

نزہۃ المجالس کے صفحہ 97 پر مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جماعت قضا ہو گئی جس کا آپ کو از حد قلق ہوا اور آپ نے ایک لاکھ درہم کی اراضی صدقہ کے طور پر بانٹ دی۔ آپ کے لخت جگر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ جس دن کوئی نماز چھوٹ جاتی اس دن روزہ رکھتے اور ساری رات محو عبادت رہتے تا کہ کسی طرح جماعت چھوٹ جانے کی تلفی ہو جائے۔

مندرجہ بالا قول کیمیائے سعادت کے صفحہ 648 پر بھی مرقوم ہے۔

نزہۃ المجالس کے صفحہ 96 پر مرقوم ہے کہ حضرت عارف باللہ ابوسلمان دارانی نے فرمایا: ترک جماعت کسی ارتکاب گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اگر کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو جماعت کی نعمت سے انسان محروم ہو جاتا ہے۔

☆ ......اسی صفحہ پر ایک حکایت درج ہے جس کا مفہوم کچھ یوں ہے:

ایک مرتبہ بصرہ کا ایک عابد بازار سے لکڑیاں خریدنے کے لئے گیا۔ بر سر بازار اس کو ایک تھیلی نظر پڑی جس پر سو دینار کے الفاظ لکھے ہوئے تھے جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ تھیلی میں سو دینار ہیں۔ ہنوز عابد تھیلی کی طرف دیکھ رہا تھا کہ تکبیر کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔ اس نے تھیلی کو چھوڑا اور ادائیگی نماز باجماعت کے واسطے مسجد میں داخل ہو گیا۔ اس نے جماعت سے نماز ادا کی اور بازار چلا گیا۔ وہاں سے لکڑیوں کا گٹھا خریدا اور گھر چلا آیا۔ گھر آ کر لکڑیوں کا گٹھا کھولا تو اس میں وہ تھیلی موجود تھی جس میں سو

Scanned with CamScanner

دینار تھے۔ اسی طرح جماعت کی برکت سے اس عابد کو سو دینار کی تھیلی مل گئی۔

باجماعت نماز میرے نزدیک......

ادب العلوم جلد اول صفحہ 154 پر مرقوم ہے ابو اسحاق بخاری فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں باجماعت نماز ادا نہ کر سکا۔ اس پر حضرت ابو اسحاق بخاری نے افسوس کیا پھر آپ بطور تعزیت فرماتے ہیں اگر میرا بچہ مر جاتا تو لوگ ہزاروں کی تعداد میں میری تعزیت کرتے۔ افسوس ہے کہ اہل دنیا کے نزدیک دین کے مصائب اس قدر آسان ہیں۔

☆......اسی صفحہ پر ایک حکایت یوں ہے کہ ایک مرتبہ خدا کے برگزیدہ بندے میمون بن مہران مسجد میں ایسے وقت پر پہنچے جب کہ لوگ نماز پڑھ کر باہر آ رہے تھے۔ آپ نے ترک جماعت پر اظہار تاسف کرتے ہوئے پڑھا:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

اور کہا جماعت میرے نزدیک عراق کی ولایت سے زیادہ محبوب ہے۔

(ادب العلوم، ج 1، ص 154)

(88)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا

ادبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ہجرت مدینہ کے موقع پہ حضرت ابو ایوب کے گھر سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ اپنی خوشی سے زیریں منزل میں مقیم تھے لیکن حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ کو بالا خانہ کی سکونت سخت ناپسند تھی اور روحانی اذیت کا باعث بھی۔ یہ روحانی اذیت ایک رات اس قدر شدت اختیار کر گئی کہ دونوں میاں بیوی چھت کے ایک کونے میں سکڑ کر بیٹھ گئے اور ساری رات اسی حالت میں جاگ کر گزار دی۔ صبح ہوئی تو حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم ساری رات چھت کے ایک کونے میں بیٹھ کر جاگتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ دریافت کی تو عرض کیا: ہمارے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، ہم کو ہر لحظہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کا اندیشہ دامن گیر رہتا ہے۔ رات کو اس اندیشہ نے شدت اختیار کر لی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم غلاموں پر کرم فرمایئے اور بالا خانے پر تشریف لے چلئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نیچے رہنا ہی باعث سعادت ہے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی درخواست قبول فرمالی اور آپ اوپر کی منزل پر منتقل ہو گئے۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ نے بکمال

Scanned with CamScanner

مسرت نچلی منزل میں اقامت اختیار کر لی۔

محمد کی نسبت بڑی چیز ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم چھ یا سات مہینے ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر مقیم رہے۔اس عرصہ میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے جس والہانہ عقیدت سے رحمت دو عالم کی خدمت کی وہ ان کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت تامہ ہے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ دونوں وقت ہادی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ماحضر پیش کرتے۔بعض اوقات دوسرے انصار کے ہاں سے بھی کھانا آجاتا۔کھانے سے جو کچھ بچ جاتا اسے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا جاتا۔ان کی عقیدت کیشی اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالم تھا کہ کھانے میں جہاں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے نشانات ہوتے بہ خیال تبرک واتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پر اپنی انگلیاں رکھ کر کھانا تناول کرتے تھے۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نہ صرف ذاتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے بلکہ وہ خاندان نبوت کے بھی افراد سے بے حد محبت کرتے تھے۔ واقعہ افک میں جب منافقین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو ابوایوب رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اُم ایوب نے ان سے پوچھا لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ آپ رضی اللہ عنہ نے سنا؟ بولے ہاں لیکن یہ سب جھوٹ ہے' میں تم سے پوچھتا ہوں کہ لوگ جس بات کو اُم المومنین کی طرف منسوب کر رہے ہیں کیا تم ایسا کر سکتی ہو؟

ام ایوب نے کہا: خدا کی قسم! ہرگز نہیں۔ فرمایا: اگر تم ایسا نہیں کر سکتیں تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا درجہ اور کردار تو تم سے بہت بلند ہے۔

(محبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم 138)

(89)

حضرت نجیب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

بہجۃ الاسرار میں ہے ہمیں خبر دی فقیہ صالح ابومحمد حسن بن موسیٰ خالدی نے کہ میں نے شیخ امام شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ ہمارے شیخ حضرت عبدالقاہر نجیب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ جب کسی مرید پر نظر عنایت فرماتے وہ پھولتا پھلتا اور بلند مرتبہ کو پہنچتا۔ایک دن میں حضور میں حاضر تھا کہ ایک دہقانی ایک بچھڑا لایا اور عرض کی کہ یہ ہماری طرف سے حضرت کی نذر ہے اور چلا گیا۔بچھڑا آکر حضرت کے سامنے کھڑا ہوا حضرت نے فرمایا: یہ بچھڑا مجھ سے کہتا ہے میں آپ کی نذر نہیں ہوں میں حضرت شیخ علی بن ہیتی کی نذر ہوں۔آپ کی نذر میرا بھائی ہے۔ کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ وہ دہقانی ایک اور بچھڑا لایا جو صورت میں اس سے مشابہ تھا اور عرض کی اے میرے سردار میں نے حضور کی نذر یہ بچھڑا مانا تھا اور وہ بچھڑا جو پہلے میں حاضر لایا وہ میں نے حضرت شیخ علی بن ہیتی کی نذر مانا ہے۔ مجھے دھوکا ہو گیا تھا۔ یہ کہہ کر پہلے بچھڑے کو لے لیا اور واپس چلا گیا۔(فتاویٰ افریقہ)

نیز فرماتے ہیں یہی امام اجل رحمۃ اللہ علیہ ہمیں ابوزید عبدالرحمٰن بن سالم بن احمد قرشی نے خبر دی کہ میں نے حضرت عارف باللہ ابوالفتح بن ابی الغنائم سے اسکندریہ میں سنا کہ اہل بطائح سے ایک شخص دبلا بیل کھینچتا ہوا ہمارے شیخ حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کے حضور لایا اور عرض کی اے میرے آقا میرا اور میرے بال بچوں کا قوت (گزارہ) اسی بیل کے ذریعے سے ہے۔اب یہ ضعیف ہو گیا اس کے لئے قوت و برکت

کی دعا فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا: شیخ عثمٰن بن مرزوق (بطائحی رضی اللہ عنہ) کے پاس جا اور انہیں میرا اسلام کہہ اور ان سے میرے لئے دعا چاہ۔ وہ بیل کو لے کر یہاں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ حضرت سیدی عثمان تشریف فرما ہیں اور ان کے گرد شیر حلقہ باندھے ہیں۔ یہ پاس حاضر ہوتے ڈرا۔ فرمایا: آگے آ۔ قریب گیا۔ قبل اس کے کہ یہ حضرت رفاعی کا پیغام پہنچائے سیدی عثمان نے خود فرمایا: میرے بھائی شیخ احمد پر سلام۔ اللہ میرا اور ان کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔

شیروں کے جھرمٹ میں

پھر ایک شیر کو اشارہ کیا کہ اٹھ اس بیل کو پھاڑ۔ شیر اٹھا اور بیل کو مار کر اس میں سے کھایا۔ حضرت نے فرمایا: اب اٹھ آ۔ وہ اٹھ آیا۔ پھر دوسرے شیر سے فرمایا اٹھ اس میں سے کھا۔ وہ اٹھا اور کھایا۔ پھر اسے بلایا تیسرا شیر بھیجا۔ یوں ہی ایک ایک شیر بھیجتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے سارا بیل کھا لیا۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ بطیحہ کی طرف سے ایک بہت فربہ بیل آیا اور حضرت کے سامنے کھڑا ہوا۔ حضرت نے اس شخص سے فرمایا اپنے بیل کے بدلے یہ بیل لے لو۔ اس نے اسے پکڑ تو لیا مگر دل میں کہتا تھا کہ میرا بیل تو مارا گیا اور مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی اس بیل کو میرے پاس پہچان کر مجھے ستائے۔ ناگاہ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور حضرت کے دست مبارک کو بوسہ دے کر عرض کیا: ''اے میرے مولیٰ میں نے ایک بیل حضور کی نذر کا رکھا تھا اسے بطیحہ تک لایا۔ وہاں سے میرے ہاتھ سے چھن گیا۔ معلوم نہیں کہاں گیا۔ فرمایا: وہ ہمیں پہنچ گیا۔ یہ دیکھو تمہارے سامنے ہے۔ وہ شخص قدموں پر گر پڑا اور حضرت کے پائے مبارک کو چوم کر کہا اے میرے مولیٰ خدا کی قسم اللہ نے حضرت کو ہر چیز کی معرفت بخشی ہے اور ہر چیز یہاں تک کہ جانوروں کو حضرت کی پہچان کرا دی۔ حضرت نے فرمایا: ''اے شخص بے شک محبوب اپنے محبوبوں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھتا۔ جسے اللہ کی معرفت ملتی ہے اللہ اسے ہر چیز کا علم عطا فرماتا ہے۔''

بن مانگے دیا اور اتنا دیا......

پھر بیل والے سے فرمایا: ''تو اپنے دل میں میرا شاکی تھا اور کہہ رہا تھا کہ میرا بیل تو مارا گیا اور خدا جانے یہ بیل کہاں کا ہے۔ مبادا اسے کوئی میرے پاس پہچان کر مجھے ایذا دے۔'' یہ سن کر بیل والا رونے لگا۔ فرمایا: ''کیا تو نے نہ جانا کہ میں تیرے دل کی جانتا ہوں۔ جا' اللہ اس بیل کو تجھ پر مبارک کرے۔'' وہ بیل کو لے کر چند قدم چلا۔ اب اسے یہ خطرہ گزرا کہ مبادا مجھے یا میرے بیل کو کوئی شیر آڑے آئے۔ فرمایا: ''شیر کا خوف ہے۔'' عرض کی ہاں۔ حضرت نے جو شیر سامنے حاضر تھے ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ اسے اور اس کے بیل کو بحفاظت پہنچا دے۔ شیر اٹھا اور ساتھ ہو لیا۔ اس کے پاس سے شیر وغیرہ کو دور کرتا۔ کبھی اس کے دہنے کبھی بائیں کبھی پیچھے چلتا یہاں تک کہ وہ امن کی جگہ پہنچ گیا اور اپنا قصہ حضرت احمد رفاعی سے عرض کیا: حضرت روئے اور فرمایا: ''ابن مرزوق کے بعد ان جیسا پیدا ہونا دشوار ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ نے اس بیل میں برکت رکھی کہ وہ شخص بڑا مالدار ہو گیا۔ (فتاویٰ افریقہ)

فائدہ: یہ ہیں اولیاء کی نذریں اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ نذر اولیاء کو مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ میں داخل کرنا باطل ہے۔ ایسا ہوتا تو یہ ائمہ دین کیونکر اسے قبول فرماتے اور کھاتے کھلاتے بلکہ مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ وہ جانور ہے جو ذبح کے وقت تکبیر میں غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔ (حکایات رضویہ)

(90)

امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ

حضرت امام علی رحمۃ اللہ علیہ بن رضا بن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں اور ان میں حسن عسکری رضی اللہ عنہ نہایت ہی حسین اور بزرگ تھے۔ حسن رضی اللہ عنہ عسکری لقب کے ساتھ اس لئے موصوف ہوئے کہ انہوں نے شہر سرمن رای میں سکونت اختیار کی اور سرمن رای کو مدینۃ العسکر کہا جاتا تھا اور علی بن رضا رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے علم و معرفت اور شجاعت وراثت میں پائی تھی اور وہ 153ھ میں پیدا ہوئے اور 203ھ میں وفات پائی' اور اتفاق یہ ہوا کہ خلیفہ متوکل نے امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کو قید کیا۔ اس کے بعد لوگ خشک سالی میں مبتلا ہوئے تو مسلمانوں نے تین روز استسقاء کی نماز پڑھی اور طلب باراں کی دعا کی اور بارش نہ ہوئی پھر خلیفہ متوکل نے مسلمانوں کے ساتھ یہود اور نصاریٰ کو بھی استسقاء کے لئے نکلنے کا حکم دیا چنانچہ وہ لوگ بھی مسلمانوں کے ہمراہ نکلے اور ان کے ساتھ ایک راہب (عابد نصرانی) بھی تھا تو اس راہب نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھایا۔ اتفاقاً بارش ہوئی پھر دوسرے دن میں ایسا ہی ہوا۔ (یہ دیکھ کر) بعض عوام الناس نے دین اسلام میں شک کیا اور ان میں سے بعض مرتد ہو گئے۔ اس سے مسلمانوں کو بہت دکھ ہوا اور یہ خلیفہ متوکل پر شاق گزرا اور اس نے حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کو جیل سے حاضری کا حکم دیا اور آپ سے کہا کہ اپنے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی خبر لیجئے اس سے پہلے کہ وہ لوگ ہلاک ہو جائیں۔

ایک کرامت سے سارا ماحول بدل گیا

تو امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کل ان کو نکلنے کا حکم دو انشاء اللہ یہ اشکال اور شک جاتا رہے گا پھر لوگوں نے امام موصوف کے جیل سے رہائی کے بارے میں خلیفہ سے کلام کیا چنانچہ خلیفہ نے ان کو آزاد کر دیا اور وہ لوگوں کے سامنے نماز استسقاء کے لئے باہر نکلے تو راہب نے نصاریٰ کے ساتھ اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا تو ابر موجود ہو گیا۔ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ نے راہب کے ہاتھ پکڑنے کا حکم دیا چنانچہ وہ پکڑ لیا گیا اور دیکھا گیا تو اس کے ہاتھ میں انسانی ہڈی تھی' تو امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ نے وہ ہڈی اس کے ہاتھ سے لے لی پھر راہب سے فرمایا: اپنا ہاتھ اٹھا چنانچہ اس نے ہاتھ اٹھایا۔ اس کے بعد ابر جاتا رہا اور آفتاب نکل آیا تو لوگوں کو اس سے تعجب ہوا پھر خلیفہ نے امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یا ابا محمد! یہ کیا بات ہے؟ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ یہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کی ہڈی ہے۔ یہ راہب کو کسی جگہ سے مل گئی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ جب کسی نبی کی ہڈی آسمان کی طرف جائے گی تو آسمان پانی برسائے گا چنانچہ لوگوں نے اس کا امتحان لیا تو اس کو ایسا ہی پایا جیسا کہ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تھا۔ اس کے بعد لوگوں کا شبہ دور ہو گیا اور جو مرتد ہو گئے تھے انہوں نے اسلام کی طرف رجوع کیا اور امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ عزت و اکرام کے ساتھ اپنے گھر واپس آئے اور خلیفہ نے امام کو انعام بخشا۔ (نورانی حکایات ترجمہ قلیوبی)

Scanned with CamScanner

(91)

مومن خوف وخجالت کے درمیان ہے

ابن جوزی فرماتے ہیں عاقل کو اپنے گناہوں کا خوف رہنا چاہئے گو ان پر توبہ بھی کرلی ہے اور رودھولیا ہے۔ میں نے اکثر لوگ دیکھے جو اپنی توبہ کی قبولیت پر مطمئن ہو بیٹھے ہیں گویا انہیں یقین ہو گیا ہے حالانکہ یہ ایک پوشیدہ بات ہے پھر اگر معرفت ہو بھی گئی تو اس فعل پر خجالت تو باقی ہے اور توبہ کے بعد بھی خوف رہنے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ صحیح روایات میں ہے کہ لوگ آدم علیہ السلام کے پاس آ کر عرض کریں گے ہماری شفاعت کیجئے تو وہ کہیں گے ''ذنبی'' کہ میری خطا مانع ہے۔ نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ بھی فرمائیں گے ''ذنبی'' اسی طرح حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ علیہم السلام فرمائیں گے اور یہ حقیقت ہے کہ قبول توبہ کے بعد شرمندگی ختم نہیں ہو جاتی۔ فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ کی یہ بات کس قدر حسین ہے ہائے تیرے سامنے میری شرمندگی گو تو نے معاف فرما بھی دیا۔ پس افسوس ہے واللہ اس شخص پر جو گناہوں کو اختیار کرتا ہے اور گھڑی بھر کی لذت کو ترجیح دیتا ہے۔ جس کی حسرت قلب مومن سے کبھی زائل نہیں ہوتی گو مغفرت بھی ہو جائے لہٰذا بچئے اور بہت بچئے ہر اس عمل سے جس پر شرمندگی آئے اور یہ ایسی بات ہے جس پر تائب وزاہد حضرات بھی توجہ کم ہی دیتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ معافی نے گناہ کو سچی توبہ کے ذریعہ ڈھانپ دیا ہے اور میں نے جو ذکر کیا ہے اس کے بموجب تو ہمیشہ خوف وخجالت باقی رہنی چاہئے۔ (صید الخاطر)

(92)

شاہ اور چور

کہتے ہیں ایک شب سلطان محمود (غزنوی) حسب عادت رعایا کا حال معلوم کرنے کے لئے بھیس بدل کر محل سے نکلا۔ پھرتا پھراتا ایسے مقام پر پہنچا جہاں آدمی بیٹھے چپکے چپکے باتیں کر رہے تھے۔ سلطان بھی ان کے قریب جا بیٹھا اور دعا سلام کے بعد پوچھا تم لوگ کون ہو اور رات گئے یہاں کیا کر رہے ہو؟

انہوں نے جواب میں کہا: ''سن بھائی' ہم سب چور اچکے ہیں اور آج کی شب قسمت آزمائی کے لئے نکلے ہیں۔ اب یہ بتا کہ تو کون ہے؟''

سلطان نے کہا: ''میں بھی تمہی میں سے ہوں۔''

یہ سن کر وہ خوش ہوئے اور کہا: ''خوش آمدید۔'' اتنے میں ایک چور نے کہا: ''یارو ذرا اپنا اپنا ہنر اور کمال تو بیان کرتے چلو کہ کون کس وصف سے کامل ہے۔''

پہلے نے کہا: ''سنو' میرے کانوں میں یہ کمال ہے کہ رات کو جب کتا بھونکتا ہے تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ کیا کہہ رہا ہے۔''

سب نے یہ سن کر کہا: ''بھئی واہ! یہ تو بڑے کمال کی بات ہے۔''

دوسرا بولا ''بھائیو! میری آنکھوں میں یہ خوبی ہے کہ کیسا ہی گھپ اندھیرا ہو میں جس کسی کو اس اندھیرے میں ایک مرتبہ دیکھ لوں' دن کی روشنی میں دیکھتے ہی فوراً پہچان لیتا ہوں۔'' سب نے اس کمال پر بھی واہ واہ کی۔

تیسرے نے کہا: ''میرے بازو میں یہ قوت ہے کہ صرف اسی کی مدد سے مضبوط

سے مضبوط دیوار میں نقب لگا لیتا ہوں۔"

چوتھے نے کہا: "میری ناک میں یہ کمال ہے کہ زمین سونگھ کر بتا دیتا ہوں کہ خزانہ کس جگہ دبا ہوا ہے۔"

پانچواں کہنے لگا "میرے پنجے میں وہ زور ہے کہ اونچی سے اونچی جگہ پر کمند پھینک سکتا ہوں اور وہ وہیں چپک جاتی ہے۔"

جب پانچوں چور اپنا اپنا ہنر بیان کر چکے، تب انہوں نے سلطان محمود کی طرف دیکھا اور کہنے لگے "ہاں بھائی، اب تو بھی بتا، تجھ میں کیا کمال ہے تاکہ ہم فیصلہ کریں کہ تجھے اپنے ساتھ رکھیں یا نہ رکھیں۔"

سلطان محمود غزنوی چور کے روپ میں

سلطان نے جواب دیا "یارو، میرا کیا پوچھتے ہو، بس اتنا سن لو کہ میری داڑھی میں ایک خاص وصف ہے۔ جب مجرموں کو قتل کرنے کے لئے جلاد کے حوالے کرتے ہیں، اس وقت اگر میں اپنی داڑھی کو ذرا سی حرکت دوں تو سب مجرم رہا ہو جاتے ہیں۔"

یہ سن کر چور خوش ہو کر پکار اٹھے "سبحان اللہ! سبحان اللہ! یہ کمال تو سب سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ بس آج سے تو ہمارا سردار اور آقا ٹھہرا۔ مصیبت کے دن ہم تیری ہی وجہ سے چھٹکارا پائیں گے۔"

ان باتوں کے بعد طے پایا کہ چلو کہیں قسمت آزمائی کریں۔ پھرتے پھراتے بادشاہ کے محل کی جانب جا نکلے۔ یکایک کتے کے بھونکنے کی آواز سنی۔ سب چوکنے ہو گئے۔ وہ چور جو کتوں کی بولی سمجھنے کا دعویٰ کرتا تھا، ہراساں ہو کر دبی زبان میں بولا غضب ہو گیا، یہ کتا کہہ رہا ہے کہ بادشاہ تمہارے دائیں بائیں ہی موجود ہے۔ یہ سن کر دوسرے چور ہنس پڑے اور بولے "ابے کچھ داہی ہوا ہے یا گھاس کھا گیا ہے؟ بادشاہ کا یہاں کیا کام۔ وہ اس وقت محل میں اپنے آرام دہ بستر پر پڑا خراٹے لے رہا ہو گا۔ پہلے چور نے پھر کہا نہیں۔ کتا یہی بات کہہ رہا ہے کہ بادشاہ تمہارے ساتھ ہے۔ بادشاہ تمہارے ساتھ

ہے۔ اتنے میں دوسرے چور نے ناک زمین سے لگائی اور کہا بس ذرا سی ہمت درکار ہے۔ شاہی خزانہ قریب ہی موجود ہے۔

کمند پھینکنے والے نے محل کی چھت پر کمند پھینکی جو فوراً ایک کنگورے میں اٹک گئی اور وہ سب کمند کے ذریعے محل کی چھت پر جا پہنچے۔ نقب زن نے نقب لگائی اور اس کمرے میں ساتھیوں کو لے گیا جہاں شاہی خزانہ تھا، جس کے جو ہاتھ لگا، جی بھر کر سمیٹا۔ اشرفیاں، ہیرے، جواہر، قیمتی کپڑوں کے تھان اور سونے چاندی کے برتن۔ پھر وہاں سے نکلے اور سارا مال ایک محفوظ مقام پر چھپا دیا تاکہ اگلے روز دن کی روشنی میں حصے بخرے کریں۔ سلطان نے ان کی جائے پناہ اچھی طرح دیکھ لی اور ایک ایک کا نام اور حلیہ بھی ذہن نشین کر لیا۔ اس کے بعد ان کی نگاہوں سے چھپ کر محل میں واپس چلا آیا۔

ڈاڑھی کو جنبش ہوئی اور سب کی جان بچ گئی

دوسرے دن دربار میں آتے ہی سلطان نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ فلاں جگہ جائیں اور اس اس نام اور اس اس حلیے کے پانچوں آدمیوں کو پکڑ کر لائیں۔ سپاہی ہاتھوں میں ننگی تلواریں لئے دوڑے دوڑے گئے اور چوری کے مال سمیت تمام مجرموں کو دربار میں حاضر کر دیا۔ سب کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں پڑی تھیں۔ چہرے موت کے خوف سے زرد تھے اور بدن خشک تنکے کی طرح کانپ رہے تھے۔ جب انہیں تختِ شاہی کے روبرو کھڑا کیا گیا تو انہوں نے نگاہیں اٹھا کر بادشاہ کی طرف دیکھا، جو رات کی تاریکی میں کسی کو دیکھ کر دن میں پہچان لینے کا دعویٰ رکھتا تھا اس نے بادشاہ کا چہرہ دیکھتے ہی کہا:

"اے بھیس بدل کر راتوں کو گشت کرنے والے بادشاہ، ہم میں سے ہر شخص اپنا اپنا کمال دکھا چکا۔ اب تیری باری ہے۔ جلدی سے اپنی داڑھی کو حرکت دے تاکہ ہم جلاد سے رہائی پائیں۔ بے شک ہمارا ہر کمال بدبختی اور آفت ہی ڈھاتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے ہاتھ اور پاؤں بندھ گئے۔ جلاد ہماری گردنیں اڑا دینے کے لئے تیار کھڑا

Scanned with CamScanner

ہے۔ ہمارے ہنر ہمیں موت کے پنجے سے نہیں چھڑا سکتے کیونکہ وہ تو کھجور کی بنی ہوئی رسیاں ثابت ہوئے۔ ہاں! ایسے نازک اور جان لیوا مرحلے پر کوئی کام آیا تو وہ آنکھ جس نے بادشاہ کو پہچان لیا۔"

چوروں کی یہ التجا سن کر سلطان محمود ہنس پڑا۔ کمال لطف و کرم سے اپنی داڑھی کو جنبش دی اور جلاد نے سب کو آزاد کر دیا۔ (حکایات رومی علیہ الرحمۃ)

(93)

بے نمازی کی رسوائی

زواجر جلد اول کے صفحہ 112 پر ایک حکایت مرقوم ہے جس کا مفہوم یوں ہے:

ایک مرتبہ ایک شخص کی ہمشیرہ کی ڈیتھ ہو گئی۔ اس کی تجہیز و تکفین کی گئی۔ اتفاقاً غلطی سے روپوں کی ایک تھیلی مردے کے ساتھ قبر میں دفنا دی گئی۔ جب یاد آیا تو وہ شخص واپس لوٹا اور اپنی بہن کی آخری اور اصلی منزل یعنی قبر سے مٹی ہٹائی تو اس کو پتہ چلا کہ اس کی ہمشیرہ کی قبر میں شعلے بھڑک رہے ہیں جو اس کی ہمشیرہ کے بدن کو جلا رہے ہیں۔ وہ شخص خوف زدہ ہو گیا اور قبر پر مٹی ڈال دی۔ روتا ہوا گھر واپس آیا اور اپنی والدہ سے پوچھنے لگا کہ اماں جان میری ہمشیرہ کیا عمل کیا کرتی تھی؟ والدہ نے کہا: تو یہ کیوں پوچھ رہا ہے؟ اس نے سارا ماجرا گوش گزار کر دیا۔ یہ سن کر والدہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہنے لگی بیٹے تیری بہن میں یہ عیب تھا کہ وہ نماز میں سستی کرتی تھی اور بے وقت نماز پڑھتی تھی۔

☆......اسی صفحہ پر ایک اور حکایت درج ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ تھا۔ ایک عورت نے ہوائے نفسانی سے مغلوب ہو کر زنا کا ارتکاب کر لیا۔ زنا سے حمل ٹھہر گیا اور معینہ مدت کے بعد ایک بچہ کی پیدائش ہوئی۔ جس کو اس نے قتل کر دیا۔ بعد میں احساس گناہ ہوا۔ وہ عورت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور یوں عرض پرداز ہوئی یا نبی اللہ علیہ السلام! مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا ہے جس سے میں توبہ کرتی ہوں۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ خداوند سے عرض کریں کہ وہ میرے گناہ کو بخش دے۔ موسیٰ علیہ السلام نے گناہ دریافت فرمایا۔

Scanned with CamScanner

قصداً نماز چھوڑنا قتل وزنا کے مجموعہ سے بھی بُرا ہے

عورت نے کہا: مجھ سے زنا ہو گیا جس سے ایک بچہ تولد ہوا جس کو میں نے قتل کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام ناراض ہوئے اور فرمایا: اے بدکار یہاں سے چلی جا کہیں تیری نحوست سے آسمان شعلہ زن نہ ہو جائے جس کی زد میں آ کر ہم بھی جل جائیں۔ عورت شرمندہ ہوئی اور واپس لوٹ گئی۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی: یا نبی اللہ علیہ السلام! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آپ نے ایک توبہ کرنے والی کو کیوں نکال دیا؟ کیا آپ نے اس سے زیادہ برے شخص کو دیکھا ہے۔ آپ نے پوچھا اس سے برا کون ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا اس سے براوہ ہے جس نے قصداً نماز کو ترک کیا۔ گویا نماز چھوڑنے کی اتنی برائی ہے کہ اس کا گناہ ایک زنا اور قتل سے بھی زیادہ ہے۔

جو لوگ نماز ادا نہیں کرتے روز محشر ان کی پشت تانبے کی بن جائے گی اور ان پر ذلت و ندامت سوار ہوگی۔ شرمندگی کے باعث وہ اپنی گردنیں جھکا کے رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ○ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ط وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ○ (پارہ 29' سورۂ قلم)

''جس دن ایک ساق کھولی جائے گی اور سجدہ کو بلائے جائیں گے تو نہ کر سکیں گے نظریں نیچی کیے ہوئے ان پر ذلت چڑھ رہی ہوگی۔ بے شک دنیا میں سجدہ کے لئے بلائے جاتے تھے۔ جب تندرست تھے۔''

ثابت ہوا کہ روز محشر بے نمازی کے لئے بڑی پریشانی ہوگی اور وہ خداوند کے حضور شرمسار ہوگا اور ندامت کے بارے اس کا سر جھکا ہوا ہوگا اور نظریں زمین میں گڑی ہوئی ہوں گی۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

(94)

ارشادِ محبوب ﷺ پر کامل یقین

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ہنگامہ ہائے دنیا سے الگ تھلگ اپنی زندگی کے دن صبر وقناعت سے کاٹنے لگے۔ 31ھ یا 32ھ کے ایام حج میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ ربذہ کے تمام لوگ حج کے لئے روانہ ہو گئے تھے اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے پاس صرف ان کی رفیقہ حیات اور ایک لڑکی موجود تھی۔ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ پر نزع کی حالت طاری ہوئی تو ان کی اہلیہ رونے لگیں۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے نحیف آواز میں پوچھا' روتی کیوں ہو؟ اہلیہ نے جواب دیا آپ رضی اللہ عنہ ایک ویرانے میں دم توڑ رہے ہیں۔ نہ میرے پاس اتنا کپڑا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو کفن دے سکوں نہ میرے بازوؤں میں اتنی طاقت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی ابدی خوابگاہ تیار کر سکوں۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنو ایک دن ہم چند لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شامل تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ایک شخص صحرا میں جاں بحق ہوگا اور اس کے جنازے میں مسلمانوں کی ایک جماعت باہر سے آ کر شرکت کرے گی اس وقت جو لوگ موجود تھے وہ سب شہری آبادیوں میں وفات پا چکے ہیں۔ اب صرف میں ہی باقی رہ گیا ہوں اور کوئی وجہ نہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا مصداق نہ بنوں۔ تم باہر جا کر دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق مسلمانوں کی کوئی جماعت ضرور آتی ہوگی۔ پاس ہی ایک ٹیلہ تھا۔ حضرت ابوذر

Scanned with CamScanner

رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اس پر چڑھ کر انتظار کرنے لگیں تھوڑی دیر بعد دور گرد اڑتی نظر آئی۔ پھر اس میں سے چند سوار نمودار ہوئے جب قریب آئے تو ابوذر رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے انہیں پاس بلا کر کہا: ''بھائیو! قریب ہی ایک مسلمان سفر آخرت کی تیاری کر رہا ہے اس کے کفن دفن میں میرا ہاتھ بٹاؤ۔'' قافلے والوں نے پوچھا: ''وہ کون شخص ہے۔'' جواب دیا ''ابوذر غفاری۔'' ابوذر رضی اللہ عنہ کا نام سنتے ہی قافلے والے بے تاب ہو گئے اور ''ہمارے ماں باپ ان پر قربان ہوں'' پکارتے ہوئے ان کی طرف لپکے۔

جو تیرے منہ سے نکلی وہ بات ہو کے رہی

ادھر ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا: ''جان پدر ایک بکری ذبح کر اور گوشت کی ہنڈیا چولہے پر چڑھا دے۔ کچھ مہمان آنے والے ہیں جو میری تجہیز و تکفین کریں گے۔ جب وہ مجھے سپرد خاک کر چکیں تو ان سے کہنا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے آپ لوگوں کو خدا کی قسم دی ہے کہ جب تک آپ یہ گوشت نہ کھا لیں یہاں سے رخصت نہ ہوں۔'' جب قافلے والے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے خیمہ میں داخل ہوئے تو ان کا دم واپسیں تھا۔ اکھڑی ہوئی آواز میں فرمایا: ''تم لوگوں کو مبارک ہو تمہارے یہاں پہنچنے کی خبر سالہا سال پہلے ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دی تھی میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسا شخص نہ کفنائے جو حکومت کا عہدہ دار ہو یا رہ چکا ہو۔'' اتفاق سے اس قافلہ میں ایک انصاری نوجوان کے سوا سب لوگ کسی نہ کسی صورت میں حکومت سے متعلق رہ چکے تھے اس نے آگے بڑھ کر کہا: ''اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب رفیق میں آج تک حکومت کی ملازمت سے بے تعلق ہوں میرے پاس دو کپڑے ہیں جو میری والدہ کے ہاتھ کے کرتے بنے ہوئے ہیں اجازت ہو تو ان میں آپ کو کفنا دوں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ کہہ کر جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

حضرت ابوذر غفاری کے جنازے کی سعادت

اس قافلہ کے اکثر لوگ یمن کے رہنے والے تھے۔ اتفاق سے ان کے ساتھ فقیہ امت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی اور پھر سب نے مل کر اس آفتاب رشد و ہدایت کو سپرد خاک کر دیا۔

(محبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم 154)

ایک دن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔ جب وہ تشریف لائے تو انہیں کھانے کی دعوت دی۔ دسترخوان پر انواع و اقسام کے کھانے چنے ہوئے تھے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ جیسے مرد درویش بھلا انہیں کب ہاتھ لگا سکتے تھے۔ دعوت قبول کرنے سے فوراً انکار کر دیا اور فرمایا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے میرا کھانا ہفتہ بھر کے لئے ایک صاع جو رہا ہے۔ خدا کی قسم! میں اس پر زیادتی نہیں کروں گا حتیٰ کہ اپنے خلیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جاؤں۔'' (ایضاً)

Scanned with CamScanner

(95)

حضرت علی خواص رحمۃ اللہ علیہ

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ کہ اکابر علمائے شافعیہ سے ہیں۔فرماتے ہیں میزان الشریعۃ الکبریٰ میں کہ میں نے اپنے سردار علی خواص رضی اللہ عنہ کو (کہ وہ بھی شافعی ہیں) فرماتے سنا کہ ہم کو روایت پہنچی کہ امام ابوحنیفہ' جامع مسجد کوفہ کے حوض پر تشریف لے گئے ۔ایک جوان وضو کررہا تھا اس کا پانی جو ٹپکا امام نے اس پر نظر فرمائی اور جوان سے فرمایا: ''اے میرے بیٹے ماں باپ کو ایذا دینے سے توبہ کر۔'' اس نے فوراً عرض کی ''میں اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرتا ہوں۔'' ایک اور شخص کا غسالہ (وضو غسل میں استعمال شدہ پانی) دیکھ کر فرمایا ''اے بھائی زنا سے توبہ کر۔'' اس نے کہا: میں نے توبہ کی۔ایک اور کا غسالہ دیکھ کر فرمایا: ''شراب پینے اور مزامیر (تاشے باجے) سننے سے توبہ کر۔'' اس نے کہا: میں تائب ہوا۔(فتاویٰ رضویہ جلد 1)

یہی امام عارف باللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے سردار علی خواص رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا ہے کہ آدمی کو کشف حاصل ہو تو لوگوں کے وضو و غسل کے پانی کو نہایت گھنونا اور بدبودار پائے اور کبھی اس کا دل نہ ہو کہ اس سے طہارت کرے' جیسے تھوڑے پانی میں کتا یا بلی مرجائے تو انسان کا دل ہرگز اس سے طہارت کرنے کو نہ چاہے۔

امام ابوحنیفہ اور ابویوسف کشف والے تھے

امام شعرانی فرماتے ہیں اس پر میں نے ان سے عرض کی کہ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ابویوسف جو ماء مستعمل کو نجس مانتے ہیں کشف والے تھے۔

فرمایا: ''ہاں دونوں اعظم اہل کشف سے تھے۔امام جب لوگوں کا آبِ وضو دیکھتے بعینہٖ ان گناہوں کو پہچان لیتے جو ڈھل کر پانی میں گرے اور جدا جدا جان لیتے کہ یہ دھوون گناہ کبیرہ کا ہے اور یہ صغیرہ کا۔ یہ مکروہ کا ہے اور یہ خلاف اولیٰ کا۔ بلا تفاوت اسی طرح جیسے اجسام کو کوئی مشاہدہ کرے۔''

اسی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ہے اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقلدوں پر اپنی رحمت نازل کرے کہ انہوں نے چھوٹے چھوٹے حوضوں سے کہ دہ دردہ سے کم ہوں' طہارت کو منع فرمایا: وضو والوں کے گناہ اس میں ڈھلے ہوتے ہیں اور اپنے پیروؤں کو حکم دیا کہ وضو یا تو نہر سے کریں یا کوئیں یا بڑے حوض سے اور میرے سردار علی خواص رحمۃ اللہ علیہ باوصف شافعی ہونے کے اکثر اوقات ان مسجدوں کے چھوٹے حوضوں سے وضو نہ کرتے اور فرماتے کہ ان کا پانی ہم جیسوں کے بدن کو چستی و تازگی نہیں بخشتا کہ گناہوں کے ڈھلنے سے گندا ہوگیا ہے۔(فتاویٰ رضویہ1)

Scanned with CamScanner

(96)

اولیاء اللہ کی موجودگی میں موت

حضرت صالح مری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز ابوجہیر نابینا سے ملاقات کی نیت سے نکلا۔ شہر کے باہر انہوں نے ایک مسجد بنالی تھی جس میں وہ عبادت کرتے تھے' پاس ہی ان کا حجرہ تھا۔ راستہ میں مجھے محمد بن واسع ملے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ بھی انہی کے پاس جارہے ہیں۔ اس طرح یکے بعد دیگرے حضرت حبیب عجمی' مالک بن دینار' حضرت ثابت بنانی بھی حضرت ابوجہیر ضریر ہی کی ملاقات کے لئے جاتے ہوئے راستے میں ملتے گئے۔ راستے میں ایک خوشنما مقام ملا۔ حضرت ثابت بنانی نے فرمایا: آیئے ہم لوگ یہاں دو رکعت نماز پڑھ لیں تاکہ یہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور شاہد رہے۔ نماز پڑھ کر ہم لوگ ایک ساتھ ابوجہیر کی مسجد میں پہنچے۔ ہم نے دستک دینا مناسب نہ سمجھا اور انتظار میں بیٹھ گئے۔ ظہر کی نماز کے وقت وہ گھر سے نکلے' اذان واقامت کے بعد نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ ہم نے بھی ان کے ہمراہ نماز پڑھی۔ نماز کے بعد حضرت محمد بن واسع نے کھڑے ہوکر ان سے مصافحہ کیا۔ پوچھا کون؟

جواب دیا: آپ کا بھائی محمد بن واسع۔

ابوجہیر: اچھا تو آپ ہی ہیں جن کے بارے میں مشہور ہے کہ بصرہ میں سب سے عمدہ نماز پڑھنے والے ہیں۔ اس کے بعد حضرت ثابت بنانی نے ملاقات کی تو پوچھا آپ کون ہیں؟ انہوں نے نام بتایا تو فرمایا: ''آپ ہی کے بارے میں لوگ کہتے ہیں: بصرہ میں سب سے زیادہ نماز پڑھنے والے ہیں۔''

بصارت کھوگئی لیکن بصیرت تو سلامت ہے

پھر حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ملے تو ان سے بھی نام دریافت کرنے کے بعد کہا سبحان اللہ آپ ہی ہیں جن کے متعلق مشہور ہے کہ بصرہ کے سب سے بڑے زاہد ہیں۔ ان کے بعد حضرت حبیب عجمی نے ملاقات کی تو حسب سابق نام وغیرہ پوچھنے کے بعد کہنے لگے ''اچھا آپ ہی ہیں جن کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ مستجاب الدعوات ہیں۔ اس کے بعد میں (صالح مری) نے ملاقات کی۔ مجھ سے بھی نام دریافت کرنے کے بعد فرمایا آپ ہی کے بارے میں مشہور ہے کہ اہل بصرہ میں سب سے زیادہ خوش آواز ہیں۔ میں آپ کی آواز کا مدت سے مشتاق تھا۔ آیئے مجھے کتاب اللہ کی پانچ آیتیں سنادیجئے۔ میں نے صرف یہ دو ہی آیات پڑھیں:

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ○ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ○ (الفرقان)

''جس دن وہ (عذاب کے) فرشتوں کو دیکھیں گے (اس دن ان) مجرموں کے لئے خوشخبری نہ ہوگی اور وہ کہیں گے (ہمارے ان کے درمیان) کوئی آڑ کی ہوئی روک ہوجاتی اور (اپنے خیال میں) انہوں نے جو بھی (نیک) کام کیے ہم ان کی طرف قصد فرمائیں گے پھر ہم انہیں بکھرے ہوئے ذرے بنادیں گے۔''

اور دعا قبول ہوگئی

جنہیں سن کر بے ہوش ہوگئے۔ ہوش آیا تو فرمایا پھر وہی پڑھو میں نے وہی آیات پھر تلاوت کیں۔ اس بار ایسی چیخ بلند ہوئی کہ اس کے ساتھ ان کا انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ان کی بیوی حجرہ سے نکل کر آئیں اور پوچھا آپ کون لوگ ہیں؟ ہم

Scanned with CamScanner

لوگوں نے اپنے نام بتائے تو کہا کیا ابوجہیر انتقال کر گئے؟ میں نے کہا: ہاں۔ خدا اس مصیبت پر تمہیں اجر سے نوازے مگر تمہیں کیسے پتہ چلا وہ بولیں' میں انہیں اکثر یہ دعا کرتے ہوئے سنتی تھی کہ اے اللہ! میری موت کے وقت اولیاء اللہ کو جمع فرمانا آپ تمام حضرات کو یکجا دیکھ کر سمجھ گئی کہ اس اجتماع کا سبب ان کی موت ہی ہے۔

(نورانی حکایات' ترجمہ قلیوبی)

(97)

حضرت علی رضی اللہ عنہ حق بجانب تھے

خدا کی پناہ سوءِ فہم سے اور خصوصاً مدعیانِ علم سے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں نقل کیا کہ ابوعبدالرحمٰن السلمی اور حیان بن عبداللہ میں باہمی تنازع ہوا ابوعبدالرحمٰن نے حیان سے کہا مجھے معلوم ہے کہ تیرے صاحب یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کس چیز نے آمادہ کیا تھا حیان نے پوچھا: کیا چیز ہے؟ کہنے لگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک **لعل اللہ اطلع الی اھل بدر** الخ کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا: جو عمل چاہو کرو میں معاف کر چکا۔ یہ ابوعبدالرحمٰن کی سوءِ فہم کی بات ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مخالفین سے قتل وقتال اس اعتماد کی بناء پر تھا کہ ان کی مغفرت ہو چکی ہے۔ اولاً تو معلوم ہونا چاہئے کہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ تمہارے سابقہ اعمال جو بھی تھے وہ میں نے معاف کر دیئے ہیں۔ آنے والے اعمال کی مغفرت کی ضمانت اس حدیث میں نہیں ہے۔ بھلا بتایئے تو اگر معاذ اللہ اہل بدر سے شرک سرزد ہو جاتا (کہ وہ معصوم نہیں ہیں) تو کیا ان سے مواخذہ نہ ہوتا؟ اسی طرح دیگر معاصی ہوں گے اور اگر تسلیم کر لیں کہ آنے والے گناہوں کی معافی کی ضمانت بھی ہے تو پھر بھی یہ معنی ہوگا کہ انجام کار مغفرت ہو جائے گی۔

کیا یہ گمان جائز ہے؟

اور حدیث شریف سے قطع نظر ہم پوچھتے ہیں کہ ایک مسلمان کو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ گمان کرنا کیسے جائز ہے کہ انہوں نے ناجائز کام اس اعتماد پر

Scanned with CamScanner

کرلیا کہ ان کی مغفرت ہو جائے گی توبہ خدا کی پناہ...... بالیقین انہوں نے قتال دلائل کو دیکھ کر کیا ہے اور وہ حق پر تھے اور ان میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو قتال بھی کیا وہ اس میں حق بجانب تھے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے ''اے اللہ یہ جدھر بھی جائے حق اس کے ساتھ کر دے۔'' لہٰذا ابو عبدالرحمٰن کی یہ کھلی غلطی ہے جو ہو سکتا ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب داری میں سرزد ہوئی۔

(صید الخاطر)

(98)

قصہ محمود و ایاز رحمۃ اللہ علیہ

ایک روز سلطان محمود (غزنوی) دربار میں آیا۔ تمام امراء و وزرا اور مصاحب حاضر خدمت تھے۔ تخت پر رونق افروز ہونے کے بعد بادشاہ نے چغے میں ہاتھ ڈال کر ایک بیش قیمت موتی نکالا اور وزیر اعظم کو دکھا کر کہا: ''آپ کے خیال میں اس موتی کی کیا قیمت ہو گی؟'' وزیر اعظم نے اچھی طرح دیکھ بھال کر عرض کیا: ''حضور' نہایت قیمتی چیز ہے' اور فدوی کی رائے میں ایک من سونے کے برابر اس کی مالیت ہو گی۔''

''بہت خوب!'' سلطان نے کہا: ''ہمارا اندازہ بھی یہی تھا۔ اچھا ہم حکم دیتے ہیں کہ اس موتی کو توڑ ڈالیے۔'' وزیر اعظم نے حیرت سے سلطان کی طرف دیکھا اور ہاتھ باندھ کر بولا ''جہاں پناہ یہ کیا فرماتے ہیں؟ اس قیمتی موتی کو کیسے توڑ دوں۔ میں تو حضور کے مال و منال کا نگراں اور خیر خواہ ہوں۔''

''ہم آپ کی اس خیر خواہی سے خوش ہوئے۔'' سلطان نے کہا: اور وزیر اعظم کو خلعت سے سرفراز فرما کر موتی لے لیا۔ تھوڑی دیر بعد' ادھر ادھر کی گفتگو کر کے وہی موتی سلطان نے نائب وزیر کو دیا اور فرمایا: ''اگر یہ موتی کوئی خریدنے کا خواہش مند ہو تو کیا قیمت ادا کرے گا؟'' نائب وزیر نے عرض کیا: ''حضور' میں عاجز ہوں اس کی قیمت کا اندازہ کرنے سے۔'' حکم دیا ''اچھا' اسے توڑ دو۔'' وہ عرض کرنے لگا ''قبلہ عالم! ایسے بیش قیمت موتی کو کیوں توڑاتے ہیں' جس کا ثانی ملنا محال ہے' ذرا اس کی آب و تاب اور چمک دمک تو ملاحظہ فرمائیے۔ سورج کی روشنی اس کے سامنے ماند پڑ رہی ہے۔ میرا ہاتھ

اسے توڑنے کی نیت سے حرکت کر ہی نہیں سکتا۔ یوں بھی میں شاہی خزانے کا نگہبان ہوں۔ اس کا دشمن نہیں۔ اللہ آپ کی دولت زیادہ کرے۔''

ایک من سونے کے برابر قیمت کا موتی ایاز نے توڑ دیا

سلطان نے نائب وزیر کو بھی خلعت سے سرفراز کر کے منصب میں اضافہ کر دیا اور کہا کہ اسے توڑ دے۔ اس نے بھی عذر پیش کر کے خلعت و انعام پایا۔ بادشاہ جوں جوں درباریوں کی تعریف کر کے ان کا مرتبہ و منصب بڑھاتا گیا' توں توں وہ ادنیٰ درجے کے لوگ راستے سے بھٹک کر اندھے کنویں میں گرتے گئے۔ وزیر اعظم کی دیکھا دیکھی سبھی امیروں اور وزیروں نے ظاہر کیا کہ وہ دولت شاہی کے وفادار اور نگراں ہیں۔ موتی پاش پاش کر کے بادشاہ کا نقصان گوارا نہیں کر سکتے۔ بے شک تقلید اس دنیا کا ایک ستون ہے' لیکن آزمائش اور امتحان کے لمحوں میں تقلید کرنے والا ذلیل و خوار ہوتا ہے۔

رفتہ رفتہ سلطان نے تمام درباریوں اور خیر خواہانِ دولت کی آزمائش کر لی اور سب نے بڑھ بڑھ کر اپنے آپ کو بادشاہ کے مال کا محافظ اور دعا گو ثابت کر کے انعام و اکرام پایا۔ آخر میں سلطان نے وہ موتی ایاز کو دیا اور فرمایا:

''اے نگہ باز! اب تیری باری ہے۔ بتا اس موتی کی قیمت کیا ہوگی؟''

ایاز نے عرض کیا: ''اے آقا' میرے ہر قیاس سے اس کی قیمت زیادہ ہے۔''

''اچھا' ہمارا حکم ہے تو اسے توڑ دے۔'' سلطان نے کہا:

ایاز کی لمبی آستین میں شاید پہلے ہی سے پتھر موجود تھا۔ نکال کر موتی پر دے مارا۔ موتی کی اوقات ہی کیا تھی۔ پتھر کی ایک ہی ضرب سے چور چور ہو گیا۔ وہ غلام اپنے آقا کے طریق امتحان سے آگاہ تھا۔ اس لئے کسی دھوکے میں نہ آیا۔ خلعت شاہی اور عہدہ و منصب میں اضافے کے لالچ نے اسے بے راہ نہ کیا۔ اپنے آقا کا حکم پاتے ہی بے تامل موتی پاش پاش کر ڈالا۔

موتی کا ٹوٹنا تھا کہ سب درباری' کیا امیر' کیا وزیر اور کیا ندیم و مصاحب' بری طرح

چلا اٹھے کہ ارے بے وقوف' تیری یہ جرأت کہ ایسا نادر و نایاب موتی توڑ ڈالا اور ذرا خیال نہ کیا کہ کس قدر نقصان کیا ہے۔ ان کا واویلا سن کر ایاز نے کہا:

ایاز کا بیان

''اے صاحبو' ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتاؤ کہ موتی کی قیمت زیادہ ہے یا حکم شاہی کی؟ تمہاری نگاہ میں سلطانی فرمان زیادہ وقعت رکھتا ہے یا یہ حقیر موتی؟ افسوس کہ تمہاری نظر موتی پر ہے' فرمانِ شاہی پر نہیں۔ تم فرع پر جاتے ہو' اصل پر نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ تمہارا قبلہ و کعبہ شیطان ہے اور تم صحیح راہ سے بھٹک گئے ہو۔ میری نگاہیں ہمیشہ بادشاہ کے اشارۂ چشم و ابرو پر جمی رہتی ہیں اور میں مشرکوں کی طرح پتھروں کو مڑ مڑ کر کبھی نہیں دیکھتا۔ وہ روح ناپاک اور بد خصلت ہے جو ایک حقیر پتھر کو نگاہ میں رکھے اور فرمانِ شاہی کو نظر انداز کر دے۔''

جب ایاز نے یہ بھید سرِ عام کھولا' تمام ارکانِ دولت و منصب کی آنکھیں کھلیں۔ ندامت اور ذلت کا یہ حال تھا کہ کسی کی گردن اوپر نہ اٹھتی تھی۔ آخر ایک ایک کر کے سب نے سلطان کے سامنے یہ عذر پیش کرنا چاہا کہ وہ غفلت میں تھے اور خیر خواہی مال میں شاہی فرمان کی اہمیت کو بھول گئے تھے۔ سلطان نے کسی کا کوئی عذر سماعت نہ فرمایا اور غضب ناک ہو کر کہا: ''تم سب ناپاک اور ذلیل ہو' اور تم میں سے ایک شخص بھی اس دربار کے لائق نہیں۔ معمولی پتھر کے مقابلے میں تم میرا حکم توڑنا زیادہ ضروری سمجھتے ہو۔''

اور شاہی فرمان

یہ کہہ کر شاہی جلاد کو حکم دیا کہ ان سب نافرمانوں اور اہل فساد کی گردنیں اڑا دو۔ یہ حکم سنتے ہی جلاد اپنی تلوار چمکاتا ہوا آگے بڑھا۔ ارکانِ دولت خوف سے تھر تھر کانپنے لگے اور سب کو اپنی جانیں جاتی دکھائی دینے لگیں۔ اس وقت ایاز کو ان امیروں اور وزیروں کی ابتر حالت دیکھ کر رحم آیا۔ ہاتھ باندھ کر سلطان محمود سے عرض کرنے لگا کہ اے آقا' اور

Scanned with CamScanner

اے معاف کر دینے والے! ان بد بختوں کی غفلت اور نادانی کا سبب محض تیرا کرم اور صفت عفو کی زیادتی ہے۔ تیری مہربانیاں ہم پر غالب ہیں اور ہم ان کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔ میری کیا حیثیت اور کیا حقیقت کہ تجھے مشورہ دوں یا تیری مہربانیاں یاد دلاؤں۔ مگر اتنا عرض کرتا ہوں کہ ان مجرموں کے سر بھی تیری ہی دیوار سے لگے ہیں۔ بے شک یہ بازی ہار گئے مگر اتنا تو ہوا کہ اپنی خطا اور اپنے جرم سے آگاہ ہو گئے۔ اب اس گمراہی سے پلٹ کر تیرے راستے پر آئے ہیں' اس لئے انہیں معاف کر دے کیونکہ تیرے کرم ہی کے بھروسے پر یہ ادھر آئے ہیں۔ بادشاہ نے ایاز کی سفارش قبول کی اور سب خطا کاروں کو معاف کر دیا۔

(مثنوی شریف)

(99)

بسم اللہ شریف کی فضیلت

آج سے ہزاروں لاکھوں سال قبل خداوند تعالیٰ بالکل مخفی تھا۔ اس نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں اس لئے اس نے دنیا کو تخلیق کیا۔ خداوند عظیم خود فرماتا ہے کہ میں نے دنیا اس لئے پیدا فرمائی کہ میں جو کہ مخفی خزانہ ہوں پہچانا جاؤں۔ اس لئے خداوند عظیم نے دنیا پیدا فرمائی اور دنیا کی ہدایت کے لئے پیغمبر مبعوث فرمائے۔ المجالس السنیۃ کے ص 3 پر مرقوم ہے کہ خداوند عظیم نے دنیا میں شمع توحید کو جلانے کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں سے بعض انبیاء پر صحائف اور کتب نازل فرمائیں جن کی تعداد 104 ہے۔ ان میں سے ساٹھ صحیفے شعیب علیہ السلام پر' 30 سیّدنا ابراہیم علیہ السلام پر' 10 صحیفے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر' توریت شریف نازل ہونے سے قبل نازل ہوئے اور چار بڑی کتابیں نازل ہوئیں۔ زبور شریف حضرت داؤد پر' توریت شریف حضرت موسیٰ علیہ السلام پر' انجیل مقدس عیسیٰ روح اللہ پر اور قرآن مجید حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ ان تمام کتابوں اور جملہ صحائف کا متن اور مضامین قرآن مجید میں موجود ہیں اور سارے قرآن مجید کا مضمون سورۂ فاتحہ میں ہے اور سورۂ فاتحہ کا سارا مضمون بسم اللہ میں موجود ہے اور بسم اللہ شریف کا سارا مضمون بسم اللہ کے حرف با میں موجود ہے۔

سبحان اللہ' سبحان اللہ! کیا شان ہے کہ بسم اللہ کے حرف با میں 104 حکمت و دانش کی کتابوں کا مضمون موجود ہے۔

نزہۃ المجالس جلد اول ص 20 پر مرقوم ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے

قابیل نے خواہشاتِ نفسانی سے مغلوب ہوکر اپنے حقیقی بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تو اس پر حضرت آدم علیہ السلام نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اللہ کریم نے آدم علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اے آدم! زمین تمہارے قبضہ میں دے دی گئی۔ آدم علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ اے زمین! قابیل کو ہڑپ کر لے۔ زمین نے تعمیل حکم کا قصد کیا تو قابیل نے زمین کو بسم اللہ کا واسطہ دے کر کہا کہ مجھے ہلاک نہ کر۔ بسم اللہ کا واسطہ دینے پر خدا نے زمین کو حکم دیا کہ وہ قابیل کو چھوڑ دے لہٰذا زمین نے قابیل کو چھوڑ دیا۔

دل نور سے معمور ہوگیا:

نزہۃ المجالس جلد اول ص 22 میں مرقوم ہے کہ ایک یہودی ایک یہودن پر عاشق ہوگیا۔ اس کے عشق میں یہ حال ہوگیا کہ کھانا پینا بھی چھوڑ دیا۔ ہر وقت اسی کے تصور میں گم رہتا۔ زبان پر اسی کا نام جاری رہتا۔ قلب و نظر میں اسی کی صورت گھوما کرتی لیکن اس کے برعکس اس کی معشوقہ اس کی صورت دیکھنے کی بھی روادار نہ تھی۔ یہودی نے وصال یار کے لئے بڑے جتن کئے مگر بے سود۔ یہودی تنگ آ گیا اور سرخیل اولیاء زمانہ عطا اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اپنا حال دل تمام کہہ سنایا۔ شیخ نے بسم اللہ لکھ کر دی اور فرمایا: اس کو نگل جاؤ۔ یہودی نے تعمیل حکم کی۔ تعمیل حکم کی دیر تھی کہ بسم اللہ کی برکت سے اس کا دل نورانیت سے معمور ہوگیا۔ دل سے معشوق مجازی کی محبت نکل گئی اور محبوب حقیقی کی محبت دل میں چٹکیاں بھرنے لگی۔ وہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کلمہ طیبہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوگیا۔ یہودی کے اسلام لانے کے واقعہ نے عوام میں تہلکہ مچا دیا۔ ہر ایک کی زبان پر یہی جملہ تھا کہ کل تک جو شخص ایک عورت پر عاشق تھا آج وہی جناب محمد کا عاشق بن چکا ہے۔ یہ بات اس کی محبوبہ و معشوقہ کے کانوں میں پڑی۔ وہ بھی حضرت عطاء اکبر کی صحبت میں حاضر ہوئی اور عرض پرداز ہوئی یا شیخ میں ہی وہ عورت ہوں جس پر وہ شخص عاشق تھا۔ حضرت میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ اے نوجوان عورت! اگر تو جنت کی طلب گار ہے تو شیخ اکبر کی

خدمت میں حاضری دے لہٰذا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ آپ نے فرمایا: اے عورت بسم اللہ شریف پڑھ۔ اس نے پڑھی۔ پڑھتے ہی قلب منور ہوگیا۔ رموزِ باطنی آشکار ہوگئے۔ اس عورت نے شیخ سے عرض کی یا حضرت مجھے اسلام کی دولت سے مالا مال فرمایئے۔ آپ نے اسے مسلمان کیا اور وہ گھر چلی گئی۔ رات کو خوشی سے معمور دل لئے سوگئی۔ رات کو خواب میں جنت کا منظر دیکھا۔ جنت کے محلات دیکھے۔ جنت کے محلات پر بسم اللہ لکھا دیکھا۔ اتنے میں منادی نے ندا دی کہ اے بسم اللہ پڑھنے والی عورت تجھے بسم اللہ پڑھنے کی وجہ سے یہ محلات عطا کئے ہیں۔ بیدار ہوئی تو جنت کے نظارے تصور میں گھوم گئے۔ بے قرار ہوگئی۔ سراپا عجز و انکساری بن کر خداوند کے حضور گویا ہوئی اے خداوند تو نے مجھے جنت سے نکال دیا۔ میں تجھے بسم اللہ کا واسطہ دیتی ہوں کہ مجھے جنت میں دوبارہ داخل فرما۔ خلوص دل سے چھوڑا ہوا نازک دعا ہدف اجابت کا سینہ چاک کرگئی۔ اس کی روح اس کے جسد خاکی سے پرواز کرگئی اور جنت میں داخل ہوگئی۔

(نزہۃ المجالس ص 23)

جس کے پیٹ میں نام خدا چلا گیا ہو

پر یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں: ایک دن میں اپنے برادر کے پاس گیا۔ دیکھا کہ وہ نشے میں دھت پڑا ہے۔ آپ بھائی پر کبیدہ خاطر ہوئے اور اسی کبیدگی میں بھائی کو پیٹا اور واپس چلے آئے۔ ان کا بھائی نشہ میں چور تھا۔ حواس و ہوش سے بیگانہ تھا۔ اسی حالت میں گھر سے نکلا اور ایک کنویں میں گر کر مر گیا۔ آخر کار کنویں سے نکال کر دفن کر دیا گیا۔ بزرگ بھائی نے خواب میں اپنے بھائی کو جنت میں ٹہلتے دیکھا۔ حیرت کے مارے انگشت بدنداں رہ گئے۔ عالم تجسس میں پوچھا: بھائی تو تو شرابی تھا۔ نشہ کرتا تھا۔ کبھی بھول کر بھی خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ لیا تھا۔ کبھی کسی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش نہ آیا اور اب جنت میں کس طرح پہنچ گیا۔ بھائی نے جواب دیا واقعی میں کمینہ، ذلیل، شرابی انسان تھا اور میری موت بھی شراب پینے کی وجہ سے واقع

ہوئی مگر واقعہ یہ ہے کہ جب میں گھر سے نکلا تو راستہ میں ایک کاغذ دیکھا کہ اس پر بسم اللہ شریف لکھی ہے۔ میں نے وہ اٹھایا اور نگل لیا۔ اس کے بعد میں کنویں میں گر پڑا اور جاں بحق ہوگیا۔ پھر مجھ کو منوں مٹی تلے دبا دیا گیا۔ جب میرے پاس منکر نکیر تشریف لائے اور مجھ سے سوالات کرنے لگے۔ میں نے جواب دیا کہ مجھ سے کیا سوال کرتے ہو میرے پیٹ میں اللہ کا نام موجود ہے۔ اس وقت نور کا ایک کڑکا ہوا اور اس نور سے ندا آئی کہ **صدق عبدی قد غفرت** ۔ میرا بندہ سچ کہہ رہا ہے' میں نے اس کو معاف کر دیا۔ یہ ندا سن کر فرشتے واپس لوٹ گئے اور بعد ازاں دوسرے فرشتے آئے جو مجھ کو جنت میں لے آئے۔ اب میں جنت کی سیر کر رہا ہوں۔ سبحان اللہ بسم اللہ کی شان نرالی ہے کہ اس کی وجہ سے بندہ کی جان بخشی ہوگئی۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ بیجوری کی مواہب لدنیہ میں ایک بڑا ہی مشہور واقعہ لکھا ہے کہ جوانی کے عالم میں بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ شراب کے رسیا تھے۔ کباب و شراب غذا کے لازمی جزو تھے۔ رقص و سرود کی محفلیں سجاتے۔ شراب کے کاروبار سے جو رقم کماتے وہ الّلے تللّوں میں اڑا دیتے۔ ایک مرتبہ ایک راستہ سے گزر رہے تھے کہ راستہ میں گندگی کے ڈھیر کا ایک کاغذ پڑا نظر آیا جس پر بسم اللہ شریف لکھی تھی۔ دل میں خیال آیا کہ خداوند جو کہ دنیا و جہاں کا مختارِ کل ہے' کا نام گندگی میں پڑا ہے۔ آگے بڑھ کر اٹھا لیا۔ اس کو صاف کیا اور اس کو خوشبو سے معطر کیا اور ایک محفوظ مقام پر رکھ دیا۔ رات کو محوِ خواب ہو گئے۔ دیکھا کہ ایک نور کا ہالہ ہے جس میں سے آواز آ رہی ہے کہ اے بشر حافی تم نے خدا کے نام کو خوشبودار کیا۔ اس عمل سے خداوند خوش ہو کر تمہیں سلام کہتا ہے۔ خواب دیکھتے ہی آنکھ کھل گئی۔ فوراً شراب کی تمام بھٹیاں گرا دیں۔ شراب کی تمام بوتلیں بہا دیں۔ سچے دل سے توبہ کی اور خدا کی عبادت میں مصروف ہو کر وہ مقام بزرگی حاصل کیا جو کہ بڑے سے بڑے عابدوں کو نصیب نہیں ہوا تھا۔

کافر مسلمان ہوگیا

ایک مرتبہ ایک کافر ڈاکو ڈاکہ کی نیت سے نکلا۔ اس کا گزر ایک شاندار محل سے ہوا۔ محل کی شان و شوکت دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا۔ چوری چھپے جائزہ لیا۔ دیکھا کہ محل کے بے شمار کمرے ہیں۔ ہر کمرہ فن تعمیر کا نادر نمونہ ہے۔ محل کی تعمیر میں یاقوت و زمرد کا استعمال کیا گیا تھا۔ محل کے ایک پرسکون گوشہ میں ایک بوڑھا اور حسین و جمیل نوجوان عورت کو دیکھا۔ اس نے دل میں خیال کیا کہ کیوں نہ میں اس بوڑھے کو قتل کر کے اس عورت اور محل پر قابض ہو جاؤں۔ چنانچہ اس نے بوڑھے پر حملہ کر دیا۔ بوڑھے نے نوجوان ڈاکو کو چاروں شانے چت گرا دیا۔ نوجوان اٹھا اور دوبارہ حوصلہ سے حملہ کیا مگر اس مرتبہ بھی بوڑھے نے گرا دیا اور بار بار گرایا اس ڈاکو نے خیال کیا کہ میں نوجوان اور طاقتور ہوں۔ یہ بوڑھا اور کمزور ہے مگر کیا وجہ ہے کہ پھر بھی مجھے بار بار گرا رہا ہے۔ کافر نے محسوس کیا کہ بوڑھا آہستہ آہستہ کچھ پڑھ رہا ہے۔ کافر نے پوچھا: تم کیا پڑھ رہے ہو' جواباً بوڑھے نے تبسم فرمایا اور کہا میں خدا کا پاک نام بسم اللہ شریف پڑھتا ہوں۔ کافر کے دل کی دنیا زیر و زبر ہوگئی۔ سوچنے لگا کہ جس دین میں بسم اللہ شریف کی اتنی برکت ہے وہ دین کتنا عظیم ہوگا۔ فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا پھر اس نے بسم اللہ شریف پڑھ کر بوڑھے پر حملہ کیا۔ بوڑھا ہلاک ہوگیا اور وہ حسینہ اور شاندار محل اس نوجوان کے قبضہ میں آ گیا۔ (شاید بوڑھے کا وجود فرضی ہوا اور اس کافر کو یہ سعادت بخشنے کے لیے ظاہر ہوا ہو)

(نزہۃ المجالس' ص 23)

لکڑہارے کا واقعہ:

شمس الواعظین میں مرقوم ہے کہ ایک لکڑہارا روزانہ دریا پار جا کر جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لایا کرتا تھا اور ان لکڑیوں کو بیچ کر اپنی اور اپنے اہل و عیال کی پرورش کرتا تھا۔ صبح و شام دریا پار کرنے کے لئے اسے کافی دور ایک پل تک جانا پڑتا تھا جس میں کافی وقت صرف ہوتا تھا اور لکڑیاں کاٹنے کے لئے کم وقت ملتا اور لکڑیاں کم کاٹ ہو سکتا۔ اس طرح

Scanned with CamScanner

کم آمدنی ہوتی۔ ایک دن وہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لا رہا تھا۔ مسجد میں خطیب صاحب ایک مسئلہ بیان کررہے تھے کہ بسم اللہ شریف پڑھ کر دریا میں اتر جائیں تو دریا کا پانی کوئی نقصان نہیں دے گا۔ یہ مسئلہ اس لکڑہارے نے بھی سنا۔ دل میں بہت خوش ہوا۔ دوسرے دن وہ دریا میں بسم اللہ شریف پڑھ کر اتر گیا اور چلتا ہوا دریا پار کر گیا۔ واپسی پر بھی یہی طریقہ کار آزمایا۔ اب روزانہ اسی طرح سے کرتا۔ دریا پار کرنے میں اسے کم وقت لگتا اور لکڑیاں زیادہ کٹ جاتیں اور آمدنی بھی زیادہ ہوتی۔ اس طرح لکڑہارا چند دنوں میں ہی خوشحال ہوگیا۔

گناہوں کی معافی اور عذاب سے نجات

مواہب لدنیہ 2: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بچہ بسم اللہ شریف کا درس پڑھتا ہے تو خداوند تعالیٰ اس کے والدین کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

ایک شخص نے بستر مرگ پر اپنی گھر والی کو نصیحت کی کہ اگر میں مر جاؤں تو میرے بعد میرے بیٹے کو قرآن مجید ضرور پڑھانا۔ کچھ عرصہ بعد وہ شخص فوت ہو گیا۔ حساب کتاب ہوا اور اسے عذاب ہونے لگا۔ ادھر جب اس کا بچہ سات سال کا ہوا تو اس کی بیوی نے بچہ کو مدرسے بھیجا۔ استاد نے بچے کو درس دیا۔ بچے نے اپنی توتلی زبان میں بسم اللہ شریف پڑھی۔ خداوند عظیم نے بسم اللہ کے صدقے اس کے والد کے گناہ معاف کر دیئے اور اس کی قبر سے عذاب ہٹا لیا گیا۔ (کہ جس کا بیٹا میرا نام لے رہا ہے میں اس کو عذاب کیوں دوں۔ (کتب وعظ)

(100)

حضور (ﷺ) سے بڑھ کر میری نگاہ میں کوئی محبوب نہ رہا

33ھ یا 47ھ میں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس ہی تھے۔ وفات سے کچھ دیر پہلے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ پر گریہ طاری ہوگیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا:

''ابا جان آپ رضی اللہ عنہ روتے کیوں ہیں۔ کیا آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں بشارتیں نہیں دی تھیں؟''

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''بیٹا ایک وقت تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت عناد رکھتا تھا۔ پھر وہ وقت آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے دنیا کی ہر شے سے بڑھ کر عزیز ہوگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر میری نگاہ میں کوئی محبوب نہ رہا۔ اگر اس حالت میں مر جاتا تو جنت کی امید تھی۔ پھر زندگی کا تیسرا دور آیا جس میں، میں نے مختلف قسم کے اعمال کئے، اب میں نہیں جانتا کہ میرا کیا حشر ہوگا؟ ہاں میرے پاس سب سے قیمتی متاع لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت ہے۔ جب میں مر جاؤں تو نوحہ کرنے والی عورتیں میرے جنازہ کیساتھ نہ جائیں، نہ جنازے کے آگے پیچھے آئیں۔ دفن کرتے وقت مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا۔ تدفین کے بعد اتنی دیر تک قبر کے پاس

Scanned with CamScanner

رہنا جب تک جانور ذبح ہو کر اس کا گوشت تقسیم ہو جائے۔''

نزع کے وقت ہوش و حواس پوری طرح قائم تھے۔ اس وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا' ابا جان! آپ رضی اللہ عنہ ذرا اپنی کیفیت تو بیان کریں کہ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کیا محسوس کر رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا:

نزع کی تکلیف

''بیٹا! یوں محسوس ہوتا ہے کہ جبل رضویٰ میری گردن پر ٹوٹا پڑتا ہے' میری آنتوں کو کھجور کے کانٹوں پر گھسیٹا جا رہا ہے اور میری جان سوئی کے ناکے سے نکل رہی ہے۔ جب میں مر جاؤں تو پہلے معمولی پانی سے غسل دینا اور جسم کو کپڑے سے خشک کرنا' پھر تازہ اور صاف پانی سے نہلانا اور تیسری مرتبہ ایسے پانی سے جس میں کافور کی آمیزش ہو پھر کپڑے سے خشک کرنا۔ کفناتے وقت ازار کس کے باندھنا' جنازہ کو نہ تیز تیز اور نہ آہستہ آہستہ لے جانا۔ لوگوں کو جنازہ کے پیچھے رکھنا' اس کے آگے فرشتے چلتے ہیں اور پیچھے انسان' قبر میں رکھنے کے بعد مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا۔''

☆..... حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل طویل القامت' روشن چہرے' بڑی سرگیں آنکھوں والے گورے چٹے نوجوان تھے۔ ایک دن بڑی توجہ اور انہماک کے ساتھ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سن رہے تھے۔ یکایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں پکڑ لیا اور فرمایا: ''میں تم سے بہت محبت رکھتا ہوں۔''

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرط مسرت سے بے خود ہو کر عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان' مجھے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے غایت درجہ محبت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دنیا کی ہر شے سے بڑھ کر محبوب ہیں۔''

حضور علیہ السلام اپنے صحابی کو وظیفہ بتاتے ہیں

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے متبسم ہو کر فرمایا' اچھا تو تمام نمازوں کے بعد یہ دعا پڑھنا کبھی نہ بھولنا۔

''اے اللہ! اپنا ذکر و شکر اور اپنی عبادت اچھی طرح کرنے کے لئے میری مدد فرما۔''

غالباً عربی الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

اللهم اعنی علیٰ ذکر وشکرك و حسن عبادتك

انہوں نے عرض کیا' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر ہمیشہ عمل کروں گا اور دوسروں کو بھی اس پر عمل کرنے کی وصیت کروں گا۔'' (ایضاً)

(101)

امام شافعی، امام اعظم کی بارگاہ میں

سیدنا امام شافعی، مزار فائض الانوار حضرت امام اعظم پر تشریف لے گئے۔ نماز صبح میں قنوت نہ پڑھی۔ لوگوں نے سبب پوچھا۔ فرمایا: میں امام کے سامنے کیونکر قنوت پڑھوں حالانکہ وہ اس کے قائل نہیں۔ بعض روایات میں آیا بسم اللہ شریف بھی جہر سے نہ پڑھی۔ بعض میں ہے تکبیرات انتقال میں رفع یدین نہ فرمایا (یعنی تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور کسی تکبیر کے وقت ہاتھ نہ اٹھائے) سبب دریافت ہوا تو جواب آیا اس امام کے ساتھ ہمارا ادب اس سے زائد ہے کہ ان کے حضور ان کا خلاف ظاہر کریں اور لباب میں ہے کہ امام شافعی نے فرمایا: مجھے شرم آتی ہے کہ امام کے سامنے ان کے مذہب کے خلاف کروں۔ (فتاوی رضویہ جلد 4)

سبحان اللہ۔ یہ ادب ہے ائمہ سادات اہل سنت و جماعت کا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ان کے وصال اقدس کے بعد ان کے مزار پر انوار پر ان کے مذہب مہذب کے خلاف کرتے، حیا و شرم دامن گیر ہوتی ہے اور یہیں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ موت کے بعد روحیں اپنے اسی جوش و ادراک پر رہتی ہیں۔ علمائے کرام فرماتے ہیں: موت کے یہ معنی نہیں کہ آدمی محض نیست و نابود ہو جائے بلکہ وہ تو یہی روح و بدن کے تعلق چھوٹنے اور ان میں حجاب و جدائی ہو جانے اور ایک طرح کی حالت بدلنے اور ایک گھر سے دوسرے گھر چلے جانے کا نام ہے۔

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتام زندگی

اور تعلق چھوٹنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ سابقہ علاقہ جو عالم حیات میں تھا جاتا رہا اور اسی طرح حجاب و جدائی ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ وہ پہلا سا اتصال نام باقی نہیں ورنہ مذہب اہل سنت میں روح کو بعد موت بھی ایک تعلق و اتصال رہتا ہے۔ لہٰذا عام مردے اپنے نہلانے والے، اٹھانے والے، کفن پہنانے والے، قبر میں اتارنے والے اور زیارت کے لئے آنے والے سب کو پہچانتے ہیں بلکہ جب سلام کرنے والا اسلام کرتا ہے تو وہ جواب دیتے ہیں پھر اولیاء کرام تو محبوبانِ خدا ہیں ان کے تصرفات اور ان کی کرامتیں بعد انتقال بھی باقی رہتی ہیں بلکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے محدود نہیں تو اولیائے کرام کے یہ تصرفات اور بعد وصال ان سے کرامتوں کا صدور بھی حضور ہی کے معجزات ہیں اور وہ سب کرامتیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیائے زندہ و مردہ سے جاری کیں اور قیامت تک جاری فرمائے گا یہ سب حضور ہی کے تصرفات ہیں۔ حضور ہی کی قدرتوں کا ظہور ہے۔ حضور ہی کے معجزات کا پرتو ہے۔ (فتاوی رضویہ 4 ملخصا)

(صلی اللہ علیہ وسلم۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

شاعر مشرق علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی
ہے یہ شامِ زندگی صبحِ دوامِ زندگی

یہ موضوع ہماری کتاب "صبحِ دوامِ زندگی"
میں تفصیل کے ساتھ پڑھیے اور ان لوگوں کو پڑھائیے جو محبوبانِ خدا پر بعد از وصال طعنہ زنی کرتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

(102)

خاموشی بہتر ہے

حضرت ابوسلیمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی گزربسر کے لئے لکڑیاں کاٹ کر فروخت کیا کرتے تھے اور نہایت محتاط زندگی گزارتے تھے۔ فرماتے ہیں ایک شب میں نے خواب میں اولیاء بصرہ کو یکجا دیکھا جہاں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرقد سنجی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ میں نے ان حضرات سے پوچھا: آپ حضرات مسلمانوں کے امام ہیں مجھے رزق حلال کا ایسا ذریعہ بتائیں جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی گرفت نہ ہو اور نہ ہی لوگوں میں سے کسی کا احسان ہو۔ ان حضرات نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے طرطوس سے باہر لے گئے اور ایک برج میں لے جا کر دکھایا جہاں بہت سے سرغاب (یا سرخاب) موجود تھے اور فرمایا یہ ایسی روزی ہے جس کی نہ اللہ تعالیٰ کے یہاں گرفت ہے نہ کسی شخص کا احسان۔

ابوسلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں تین ماہ تک وہی پرندے ذبح کر کے کھاتا رہا اور میرا قیام ایک مسافر خانہ میں تھا۔ اس کے بعد جب مجھے مسافر خانہ کے حالات کا علم ہوا تو میں نے اسے فتنہ قرار دے کر اسے ترک کر دیا مگر پرندوں پر گزربسر کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو اس طرح پاکیزہ بنا دیا کہ میں کہتا اللہ جنتیوں کو ایسا قلب عطا کرے تو وہ بہتر رہیں گے۔ لوگوں کی باتوں سے مجھے کوئی رغبت نہیں تھی۔

ایک نوجوان ولی اللہ

ایک روز میں ایک ایسے راستہ پر بیٹھا تھا کہ ایک نوجوان کو دیکھا جو لامش کی طرف

سے آ کر طرطوس جا رہا تھا۔ میرے پاس لکڑی فروخت کرنے کے زمانہ میں کچھ نقد بچ گئے تھے۔ دل میں بات آئی کہ میں تو پرندوں پر گزر کرتا ہوں یہ نقد نوجوان درویش کو دے دوں تا کہ طرطوس میں کچھ خرید کر کھا لے۔ نوجوان میرے نزدیک آیا تو میں نے اس ارادے سے جیب میں ہاتھ ڈالا تا کہ درہم نکالوں۔ اتنے میں نوجوان نے اپنی زبان ہلائی۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے چاروں طرف کی ساری زمین سونا بن گئی ہے اور چمک رہی ہے۔ لگتا تھا اس کی چکا چوند سے میری آنکھیں بیکار ہو جائیں گی۔ اس شخص کی ہیبت و جلال مجھ پر طاری تھا۔ میں سلام بھی نہ کر سکا اور وہ چلا گیا۔ اس کے بعد میں نے اس جوان صالح کو طرطوس کے باہر ایک برج میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ سامنے پانی سے بھرا ہوا پیالہ رکھا تھا۔ میں نے سلام کر کے نصیحت چاہی۔ نوجوان نے پاؤں دراز کر کے پیالہ کو لڑھکا دیا۔ پانی زمین پر گر گیا...... پھر کہا! زیادہ باتیں نیکیوں کو اس طرح چوس لیتی ہیں جیسے زمین نے پانی کو چوس لیا ہے۔ تمہیں اتنی نصیحت کافی ہے۔

(نورانی حکایات ترجمہ قلیوبی)

(103)

زاہد اور زاہد نما

ابن جوزی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دور کے زاہد نماؤں میں کئی باتیں دیکھیں جو دعویٰ اخلاص کے باوجود ان کے نفاق اور ریا کو ظاہر کرتی ہیں مثلاً وہ گوشہ نشینی اختیار کرتے ہیں تو کسی دوست کی ملاقات کو نہیں جاتے۔ بیمار کی طبع پرسی نہیں کرتے اور ان کا مقصود گفتگو یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں سے کٹ کر عبادت میں مشغول ہونا چاہتے ہیں حالانکہ وہ اپنی وضع داری کا تحفظ چاہتے ہیں تاکہ خلق سے انقطاع میں ان کو امتیازی شان حاصل ہو کیونکہ لوگوں میں مل جل کر رہنے میں ان کی ہیبت اور امتیاز قائم نہیں رہتا مگر پہلے حضرات یوں نہ تھے......

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیماروں کا حال پوچھتے تھے' بازار سے ضروریات خرید لاتے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کپڑے کے تاجر تھے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن جراح قبور کھودتے تھے اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بھی۔ ابن سیرین میت کو غسل دیتے تھے۔ ان لوگوں کے ہاں امتیاز قائم رکھنے کی کوئی بات نہ تھی۔ ابن سیرین دن میں لوگوں سے ہنس بھی لیتے تھے رات کو رویا کرتے تھے اور بعض زاہد نما ایسے دیکھے جو مسجد میں پڑے رہتے ہیں' نماز پڑھتے ہیں' لوگ بھی ان کے پاس جمع ہونے لگتے ہیں اور دن' رات نمازیں پڑھتے ہیں۔ اس کی یہ خبر عام ہونے لگتی ہے جس سے ان کا نفس خوب خوش ہوتا پھولتا ہے' تحسین و توصیف کو پسند کرتا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوافل کے متعلق ارشاد فرمایا: گھروں میں پڑھا کرو۔

ریا کار لوگوں کا حال

اور بعض حضرات ہمیشہ روزہ دار ہونا ظاہر کرتے ہیں اور وہ لوگوں کی اس بات سے خوش ہوتے ہیں کہ فلاں صاحب کبھی روزہ نہیں چھوڑتا اور یہ بے وقوف نہیں سمجھتا کہ وہ بھی لوگوں کے لئے ہی مشقت اٹھا رہا ہے۔ اگر یوں کر لیتا کہ روزہ میں دو چار دن ناغہ کر لیتا لوگ اسے دیکھ کر روزہ دار کہنا چھوڑ دیتے اور پھر روزہ شروع کر لیتا تو بہتر ہوتا۔ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بن ادہم بیمار ہوتے تو صحت کے ایام والا کھانا چھوڑ دیتے تھے اور ہم نے اپنے زہاد میں ایسے بھی دیکھے ہیں جو جمعہ کی صبح لوگوں کو نماز پڑھاتے ہیں اور معوذتین کی قرأت کرتے ہیں۔ یہ اظہار مقصود ہوتا ہے کہ قرآن پاک ختم کیا ہے اور ان میں بعض غنی ہونے کے باوجود صدقات وصول کر لیتے ہیں اور یہ پروا نہیں کرتے کہ دینے والے اہل خیر ہیں یا غلط لوگ ہیں اور امراء کے پاس خود مانگنے چلے جاتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ان کے مال کہاں سے آتے ہیں۔ پس اللہ کا خوف کھانا چاہئے۔ نیت کی اصلاح میں کہ اس قسم کے اکثر و بیشتر اعمال مردود ہیں۔ مالک رحمۃ اللہ علیہ بن دینار فرماتے ہیں: ایسے شخص کو جو مخلص نہیں ہے اور فکر بھی نہیں رکھتا یہ کہو کہ ریا کار کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس کا مقصود اسے نہیں مل سکتا یعنی قلوب کا اس کی طرف میلان ہونا اس لئے کہ جو مخلص نہیں وہ محبت قلوب سے محروم ہوتا ہے اور اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا اور مخلص محبوب ہوتا ہے اور ریا کار کو اگر علم ہوتا کہ جن لوگوں کو یہ دکھا رہا ہے ان کے قلوب اس کے قبضے میں ہیں جس کی یہ نافرمانی کر رہا ہے تو یہ ایسا نہ کرتا ہم نے بہت سے اون کا لباس پہننے والے اور عبادت و ریاضت کرنے والے دیکھے ہیں کہ ان کی طرف کوئی دھیان نہیں کرتا اور کئی خوش پوش ہنس مکھ ایسے ہیں کہ قلوب ان سے محبت کرتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے اخلاص مانگتے ہیں جو باعث نجات ہے اور اسی ریاء سے پناہ چاہتے ہیں جو اعمال کو تباہ کرتی ہے۔ بے شک وہ قادر ہے۔ (صید الخاطر)

(104)

حسد کے کرشمے

کہتے ہیں' آدمی کی خوبیاں ہی اکثر اوقات اس کی دشمن بن جاتی ہیں۔ ایاز کی ذہانت وفطانت' دیانت وامانت اوراپنے آقا کے ساتھ اس کی کامل فرمانبرداری ایسے خصائص تھے جنہوں نے تمام ارکان دولت کو اس کا دشمن بنا دیا تھا۔ ایاز کے خلاف ان کے دلوں میں کدورت' بغض اور حسد کا مادہ روز بروز بڑھتا ہی جاتا تھا۔ ادھر سلطان کا لطف وکرم اور جود وسخا ایاز کے حق میں روز افزوں تھا۔

ایک دن موقع پا کر ان حاسد اور بد باطن امراء میں سے ایک نے جرأت کر کے سلطان محمود سے کہا: ''جہاں پناہ' آپ نے ایک معمولی غلام کو تیس امیروں کے برابر اعزاز ومراتب عطا فرمائے ہیں۔ ہم غلاموں کی ناقص عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ اکیلے ایاز میں تیس آدمیوں کی عقل وبصیرت کیسے آ گئی؟''

سلطان نے اس وقت اس گلے کا کوئی جواب نہ دیا اور خاموش رہا۔ چند روز بعد دربار کے تیس امیروں کو ہمراہ لے کر شکار کے ارادے سے جنگلوں اور پہاڑوں کی طرف نکلا۔ ایک پہاڑ کی چوٹی سے دیکھا کہ کوسوں میل دور ایک قافلہ پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔ کچھ دیر بعد سلطان نے ایک امیر کو حکم دیا کہ گھوڑے پر تیزی سے جاؤ اور قافلے والوں سے پوچھو کہ کہاں سے آ رہے ہیں؟ وہ امیر سلطان کے حکم کی تعمیل میں گیا اور کچھ دیر بعد واپس آن کر بتایا: قافلہ شہر ''رے'' سے آ رہا ہے۔ سلطان نے پوچھا: ''قافلے والوں کی منزل مقصود کیا ہے؟'' اس کا جواب امیر نہ دے سکا کیونکہ یہ بات اس نے قافلے والوں

سے پوچھی ہی نہ تھی۔

سلطان نے دوسرے امیر سے کہا: ''اب تم جاؤ اور پوچھو کہ کارواں کدھر جائے گا؟'' دوسرا امیر جواب لایا کہ ان کا ارادہ یمن جانے کا ہے۔ سلطان نے پوچھا: ''قافلے والوں کے پاس سامانِ سفر کیا کیا ہے؟'' اس بات کا جواب وہ نہ دے سکا کیونکہ اس نے قافلے والوں سے پوچھا ہی نہ تھا کہ کس قدر سامان ان کے پاس ہے۔

سلطان نے تیسرے امیر کو بھیجا کہ جاؤ دیکھ کر آؤ کہ کس قدر سامان قافلے والوں کے پاس ہے۔ وہ گیا اور واپس آ کر بتایا: ان کے پاس ضرورت کی ہر شے موجود ہے۔ سلطان نے دریافت کیا یہ قافلہ شہر رے سے کب روانہ ہوا تھا؟ وہ امیر اس سوال کا جواب دینے سے عاجز ہوا کیونکہ یہ بات اس نے قافلے والوں سے معلوم ہی نہ کی تھی۔

سلطان نے چوتھے امیر سے کہا: ''جاؤ اور یہ بات معلوم کر کے آؤ۔'' اس نے واپس آ کر عرض کیا: ''قافلے والے اس ماہ کی ساتویں تاریخ کو رے سے نکلے تھے۔ سلطان نے پوچھا: ''شہر رے میں چیزوں کے دام کیا کیا ہیں؟'' وہ امیر اس سوال پر دم بخود رہ گیا کیونکہ یہ بات اس نے قافلے والوں سے پوچھی ہی نہ تھی۔ غرض سب امیر ناقص العقل اور پریشان ذہن ثابت ہوئے۔ ہر شخص ایک ہی سوال کا جواب لے کر آیا اور قافلے والوں کا پورا حال کسی نے جاننے کی زحمت گوارا نہ کی۔

سلطان محمود وایاز غلام

اس مشاہدے کے بعد سلطان نے ان تیسوں امیروں سے کہا: ''تم لوگ ایاز پر اعتراض کرتے ہو کہ اسے تم سب کے برابر اعزاز اور مرتبہ کیوں عطا کیا گیا۔ اس کا جواب میں نے اس وقت نہ دیا تھا۔ اب سن لو۔ ان قافلے والوں کے سفر کی تحقیق کے لئے میں نے سب سے پہلے تم لوگوں کی لاعلمی میں ایاز کو روانہ کیا تھا۔ جتنے سوالوں کے جواب تم تیس مرتبہ لے کر آئے ایاز ان تمام سوالوں کے جواب ایک ہی دفعہ لے آیا تھا۔ اب تمہیں پتہ چل گیا کہ میں اس کی اتنی قدر ومنزلت کیوں کرتا

Scanned with CamScanner

ہوں۔''

یہ سن کر سب امیروں کے چہرے شرم سے پانی پانی ہو گئے اور انہوں نے اپنی گستاخی کی معافی چاہتے ہوئے کہا: ''بے شک ایاز کی برابری ہم نہیں کر سکتے اس کی ذہانت اور قابلیت خداداد ہے۔ یہ صفات وہبی ہیں' کسبی نہیں۔ اللہ نے چاند کو حسین و جمیل چہرہ عطا کیا ہے اور مٹی کو سوندھی سوندھی خوشبو بخشی ہے۔''

(مثنوی مولانا روم علیہ الرحمۃ)

(105)

سسکی نہیں بھروں گا وفادارِ نبی ہوں

زمانہ نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بے حد عقیدت تھی۔ ہونا ہی تھی مگر حیوانات و جمادات بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دیدار کے مشتاق رہتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تبلیغ سے تنگ آ کر جب کفار مکہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نعوذ باللہ قتل کرنے کا پروگرام بنایا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) خداوند کریم کے حکم سے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ تھے۔ راستہ میں غار ثور میں ٹھہرے۔ غار میں بے پناہ سوراخ تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہ سب پر کر ڈالے۔ آخر میں ایک سوراخ بچا۔ اس پر اپنی ایڑھی مبارک رکھی اور اپنے زانو پر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر اقدس رکھ لیا تا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) آرام کریں۔ تھوڑی دیر گزری کہ ایک ایڑی پر ایک سانپ نے چنگ مارا مگر حفاظت یار کے خیال سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سوراخ سے پاؤں نہ ہٹایا۔ شدت تکلیف سے صدیق اکبر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آنسو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار درخشندہ پر گرے تو آپ نے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا صدیق رضی اللہ عنہ کیوں رونا ہے؟ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سانپ نے ایڑھی پر ڈنگ مار دیا ہے۔ آپ نے ایڑھی ہٹانے کے لئے حکم دیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایڑھی ہٹائی۔ سوراخ سے سانپ نکلا اور آنحضرت کا طواف کیا۔

سانپ نے صدیق اکبر کو کیوں ڈسا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈنگ مارنے کے متعلق سوال کیا۔ سانپ عرض پرداز ہوا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری یہ مجال کہ جناب کے یار کو ڈنگ ماروں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرصہ سے میں نے دعا مانگی تھی کہ مجھے اس وقت تک موت نہ آئے جب تک کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کرلوں۔ آج آپ غریب خانے پر تشریف لائے تو آپ کے دوست نے تمام سوراخ بند کردیئے اور ایک بچا۔ اس پر اپنی ایڑھی رکھ کر بیٹھ گیا۔ اس لئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجبوراً مجھے ایسا کرنا پڑا۔ اگر ایسا نہ کرتا تو آپ کا دیدار کیوں کر حاصل کرتا۔ اب میری موت کا وقت قریب ہے کیونکہ میں نے آپ کی زیارت کرلی ہے۔ یہ کہا اور اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

سبحان اللہ! وہ سانپ فقط آپ کی زیارت کے لئے زندہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضور پر نبوت کا اختتام کر دیا۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اگر کوئی زمانہ حضور میں یا بعد میں کسی کو نبوت کا مستحق جانے تو وہ کافر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَلَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ۔

''میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس ساری کائنات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی مثیل و مماثل نہیں ہے۔ کسی کی مثل ان کے برابر نہیں دی جاسکتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل شانہ نے مرتبہ محبوبیت سے نوازا۔ ساری کائنات اللہ کی رضا چاہتی ہے مگر اللہ تعالیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا چاہتا ہے۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

(مواعظ رضویہ)

(106)

شاید نصیب نہ ہوں پھر وصال کے یہ دن

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو بعض نو مسلم رؤسائے یمن کی طرف سے (جن کا تعلق حمیر کے شاہی خاندان سے تھا) ایک سفارت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور استدعا کی کہ اپنا کوئی نمائندہ یمن کی امارت پر مامور فرمایئے جو عام تبلیغ کے علاوہ لوگوں کو دینی مسائل بھی سکھائے اور ملک کا نظم ونسق بھی چلائے۔ اس اہم خدمت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر انتخاب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل پر پڑی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا بھیجا اور فرمایا: میرا ارادہ ہے تمہیں اہل یمن پر حاکم بنا کر بھیجوں۔ وہاں تمہیں گوناگوں مسائل سے سابقہ پڑے گا۔ یہ بتاؤ جب تمہارے پاس کوئی جھگڑا آئے گا تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اگر تمہیں کتاب اللہ میں کوئی نص صریح فیصلے کے لئے نہ ملے تو پھر کیا کرو گے؟

عرض کیا: سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ کروں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اگر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی تمہیں کوئی چیز نہ ملے؟ عرض کیا: پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور ذرا بھی کوتاہی نہ کروں گا۔

Scanned with CamScanner

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے جوابات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور ان کے سینے پر اپنا دست مبارک مار کر فرمایا اللہ کا شکر ہے اس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہے۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کے نام ایک پیغام لکھوایا جس میں تحریر تھا کہ میں اپنے لوگوں میں سے بہترین شخص کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا' صدقات اور جزیہ کی رقمیں ان کے پاس جمع کروانا اور ان کو راضی رکھنا' دیکھنا کہیں وہ تم سے ناخوش نہ ہو جائیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل کو یہ نصیحت فرمائی:

لوگوں کو دین کی طرف راغب کرنے کا طریقہ نبوی

''ملک والوں سے نرم سلوک کرنا' سختی نہ کرنا' لوگوں کو خوش رکھنا' متنفر نہ کر دینا' باہم مل کر کام کرنا' تم وہاں ایسے لوگ بھی پاؤ گے جو پہلے سے کسی مذہب کے پیروکار ہوں۔ جب ان کے پاس پہنچو تو پہلے ان کو توحید اور رسالت کی دعوت دینا' جب وہ اس کو قبول کر لیں تو کہنا اللہ نے تم پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ ان کو بھی تسلیم کر لیں تو انہیں بتانا کہ تم پر زکوٰۃ بھی واجب ہے۔ یہ تمہارے امیروں سے لے کر تمہارے غریبوں کو دی جائے گی۔ جب وہ زکوٰۃ دینا بھی منظور کر لیں تو چن چن کر اچھی چیزیں نہ لینا' مظلوموں کی بددعا سے ڈرتے رہنا کہ اس کے اور اللہ (کی بارگاہ) کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہے۔ شاید اس کے بعد تم مجھ سے نہ مل سکو اور جب مدینہ آؤ تو میری قبر دیکھو۔''

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ عاشق صادق تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر بے تاب ہو گئے اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رو نہیں' اس طرح رونا اچھی بات نہیں۔ سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر حضرت معاذ رضی

اللہ عنہ خاموش ہو گئے اور بڑے ادب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وداعی سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اللہ تمہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے' ہر قسم کی مصیبتوں سے بچائے اور جن و انس کے شر سے محفوظ رکھے۔ اس موقع پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے بڑی حسرت سے مدینہ منورہ پر ایک نظر ڈالی اور کہا الٰہی! میں اہل تقویٰ کو دوست رکھوں گا۔

حضرت معاذ بن جبل کی یمن سے مدینہ واپسی

غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہو کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نہایت سادگی کے ساتھ یمن پہنچے اور پورے دو برس وہاں مقیم رہ کر اپنے فرائض نہایت عمدگی سے انجام دیتے رہے۔ دوسرے تمام عمال بھی ان کے ساتھ خوشدلانہ تعاون کرتے رہے اور اپنے اپنے علاقوں سے صدقات اور جزیہ وصول کر کے باقاعدگی سے ان کے پاس بھیجتے رہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ابھی یمن میں ہی تھے کہ ربیع الاول 11ھ میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی جدائی کی خبر سنی تو ان پر کوہ الم ٹوٹ پڑا' یمن سے دل اچاٹ ہو گیا اور کچھ عرصہ بعد امارت کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو کر مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ اس وقت ان کے پاس کچھ سامان اور جانور تھے جو انہیں اہل یمن نے ہدیہ دیئے تھے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ساری چیزیں خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ چونکہ ان کو خود ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدیہ لینے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ چیزیں لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا میں نے یہ چیزیں تم کو ہبہ کر دیں۔

(محبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم' 188)

Scanned with CamScanner

(107)

امام اعمش استاذ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہما

امام ابن حجر مکی شافعی کتاب الخیرات الحسان میں فرماتے ہیں کہ امام المحدثین سلیمان اعمش تابعی جلیل القدر سے کہ اجلہ ائمہ تابعین وشاگردانِ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ہیں۔ کسی نے کچھ مسائل پوچھے۔ اس وقت ہمارے امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بھی حاضر مجلس تھے۔ امام اعمش رضی اللہ عنہ نے وہ مسائل ہمارے امام اعظم سے پوچھے امام نے فوراً جواب دیئے۔ امام اعمش نے کہا: یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کیے؟ فرمایا: ''ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ ہی سے سنی ہیں'' اور وہ حدیثیں مع روایت فرما دیں۔ امام اعمش رضی اللہ عنہ نے کہا: ''بس کیجئے' جو حدیثیں میں نے سو دن میں آپ کو سنائیں آپ گھڑی بھر میں مجھے سنا دیتے ہیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں پر یوں عمل کرتے ہیں۔ اے فقہ والو تم طبیب ہو اور محدث لوگ عطار ہیں یعنی دوائیں پاس ہیں مگر ان کا طریقہ استعمال تم مجتہدین جانتے ہو اور اے ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تم نے تو فقہ وحدیث دونوں کنارے لئے۔'' (الفضل الموہبی)

فائدہ: عقل وارے' فراست وتدبیر' تیزی ذہن' قوتِ حافظہ' ذہانت وطباعی' دقیقہ سنجی ونکتہ آفرینی دقت نظر اور وسعت معلومات' امام اعظم رضی اللہ عنہ کے وہ مشہور و معروف اوصاف ہیں جن کو موافقین تو موافقین' مخالفین نے بھی تسلیم کیا ہے اور اسلام و مسلمین میں جو مرتبہ آپ کو حاصل ہے اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ جس کثرت سے آپ کی سوانح عمریاں لکھی گئیں کسی اور کی نہیں لکھی گئیں۔ عربی' فارسی اور ترکی زبانوں ہی

میں نہیں یورپ کی زبانوں میں بھی آپ کی متعدد سوانح عمریاں تصنیف ہوئیں اور فقہاء ومجتہدین وائمہ دین میں امام اعظم وہ بزرگ ہیں جن کے واقعات زندگی کے ساتھ معمول سے زیادہ اعتناء کیا گیا اور آپ کی علمی تحقیقات واجتہادیات کے روبرو' عوام وخواص اہل اسلام نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔ (امام اعظم)

امام ابوحنیفہ کے درجات ومدارک

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ کہ اکابر علمائے شافعیہ سے ہیں میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے سردار حضرت علی خواص رضی اللہ عنہ کو (کہ وہ بھی شافعی ہیں) فرماتے سنا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مدارک اتنے دقیق ہیں کہ اکابر اولیاء کے کشف کے سوا وہاں کسی کے علم کی رسائی نہیں۔

امام اجل سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے امام سے کہا کہ آپ کو وہ علم کھلتا ہے جس سے ہم سب غافل ہوتے ہیں اور فرمایا ابوحنیفہ کا خلاف کرنے والا اس کا محتاج ہے کہ ان سے مرتبہ میں بڑا اور علم میں زیادہ ہو اور ایسا ہونا دور ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''تمام جہان میں کسی کی عقل ابوحنیفہ کے مثل نہیں۔''

امام علی بن عاصم نے کہا: اگر ابوحنیفہ کی عقل تمام روئے زمین کے نصف آدمیوں کی عقلوں سے تولی جائے تو ابوحنیفہ کی عقل غالب آئے گی۔''

اور امام بکر بن جیش نے کہا: ''اگر ان تمام اہل زمانہ کی مجموع عقل کے ساتھ امام ابوحنیفہ کی عقل وزن کریں تو ایک ابوحنیفہ کی عقل ان تمام ائمہ واکابر ومجتہدین ومحدثین و عارفین' سب کی عقلوں پر غالب آئے۔''

محمد انصاری کہا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ کی ایک ایک حرکت یہاں تک کہ بات چیت' اٹھنے بیٹھنے' چلنے پھرنے میں دانش مندی کا اثر پایا جاتا ہے۔''

خارجہ بن مصعب کہا کرتے تھے کہ ''میں کم وبیش ایک ہزار عالموں سے ملا ہوں

Scanned with CamScanner

جن میں عاقل صرف تین چار شخص دیکھے۔ ایک ان میں سے ابوحنیفہ تھے۔"

(فتاویٰ رضویہ 1)

فقہ حنفی کا دور دورہ

پھر امام اعظم کے فقہ و اجتہاد کا تمام ممالک اسلامیہ میں اس وسعت و ترقی کے ساتھ رواج پانا' یقیناً اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا طریقہ' فقہ' انسانی' ضرورتوں کے نہایت مناسب اور فطرتِ انسانی کے لئے نہایت موزوں تھا اور ہے۔ بالخصوص تمدن (روزمرہ زندگی میں باہمی تعلقات) کے ساتھ جس قدر آپ کے فقہ و اجتہاد کو مناسب تھی اور ہے' کسی اور کے فقہ و اجتہاد کو یہ مرتبہ حاصل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عنانِ حکومت جن لوگوں کے ہاتھ میں رہی وہ اکثر حنفی تھے۔

خاندانِ سلجوقی جس نے ایک وسیع مدت تک حکومت کی' حنفی تھا۔

محمود غزنوی فقہ حنفی کا ایک بہت بڑا عالم تھا۔ اس کی ایک نہایت عمدہ تصنیف موجود ہے جس کا نام "التفرید" ہے اور جس میں کم و بیش ساٹھ ہزار مسئلے ہیں۔

صلاح الدین فاتح بیت المقدس خود اور اس کا خاندان مذہباً حنفی تھا۔

سلاطین ترک جو کم و بیش چھ سو برس سے روم کے فرمانروا ہیں عموماً حنفی تھے۔

خود ہمارے ہندوستان کے فرمانروا' خوانین (بہلول لودھی سکندر لودھی اور ابراہیم لودھی) اور آل تیمور (مغلیہ حکومت کے فرمانروا) اسی مذہب کے پابند رہے اور ان کی وسیع سلطنت میں اس طریقہ کے سوا اور کسی طریقہ کو رواج نہ ہو سکا۔ (امام اعظم)

اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ تشریف لانے والے ہیں اگر وہ مجتہد ہیں تو تمام مسائل میں ان کا اجتہاد ورنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد' امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب کے مطابق ہوگا اور طریقہ حنفیہ پر ہی وہ نمازیں ادا کریں گے۔ نہ یوں کہ آپ مقلد حنفی ہوں گے بلکہ یوں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح فرمائیں گے۔ اس دن کھل جائے گا کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پسند مذہب حنفی ہے۔ غرض

ان کے زمانہ میں تمام مذاہب منقطع ہو جائیں گے اور صرف مسائل مذہب حنفی باقی رہیں گے۔

اسی لئے اکابر ائمہ کشف نے فرمایا ہے کہ شریعت کبریٰ کے چشمہ سے بہت نہریں نکلیں اور تھوڑی تھوڑی دور جا کر خشک ہو گئیں مگر مذاہب اربعہ کی چاروں نہریں (حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی) پورے جوش و آب و تاب کے ساتھ بہت دور تک بہیں۔ آخر میں وہ جا کر تین نہریں بھی ختم ہو گئیں اور صرف مذہب حنفی کی نہر اخیر تک جاری رہی۔ والحمد للہ رب العالمین۔ یہ کشف بزرگانِ شافعیہ کا ہے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (الملفوظ 2)

مسلمانو! انصاف:

ان اکابر علماء و محدثین و اولیائے کاملین کی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ یہ عقیدت و کیفیت ہے اور جاہلان بے خبر کہ اکابر کا کلام سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتے صرف مشکوٰۃ شریف کی چند احادیث بلکہ ان کا ترجمہ او وہ بھی اپنی منشا کے مطابق' اپنے پیشوایان باطل کا لکھا ہوا بلکہ گڑھا ہوا' یاد کر کے امام بخاری و مسلم و ترمذی و ابوداؤد' ابن ماجہ و نسائی کا نام لے کر امام کے مقابل آنے اور ان سے مقابلہ کو تیار ہیں' وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

اور لطف یہ کہ یہ حضرات جس مسئلہ میں خلاف کریں گے آرام نفسی ہی کی طرف گریں گے۔ کبھی وہ مذہب ان کے نزدیک راجح و پسندیدہ نہ ہوا جس میں ذرا مشقت کا پلا جھکا مثلاً تراویح میں 20 رکعتیں چھوڑیں جو حنفیہ کا مذہب ہے تو 26 کی طرف نہ گئے جو امام مالک سے مروی ہے۔ نہ 40 اختیار کیں جو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول اور اہل مدینہ کا مذہب تھا۔ 8 پر گرے کہ آرام کا سبب تھا۔ سچ ہے:

آنرا کہ حیانیست از و ہیچ عجب نیست

(حکایات رضویہ)

Scanned with CamScanner

(108)

سلاطین روحانی

ایک بندہ روشن ضمیر فرماتے ہیں جمعہ کے روز نماز عصر کے بعد بیت المقدس کے اندر منبر سلیمان علیہ السلام کے نزدیک بیٹھا تھا۔ اتنے میں دو شخص آئے ان میں سے ایک کا قد میری طرح تھا اور دوسرے ہم لوگوں سے بہت دراز قد اور قوی الجثہ تھے' ان کی پیشانی ایک ہاتھ سے زیادہ کشادہ تھی۔ اس پر ایک چوٹ کا نشان تھا۔ وہ سل دی گئی تھی جو شخص میری طرح تھے وہ سلام کر کے میرے پاس بیٹھ گئے اور دوسرے صاحب دور بیٹھے۔

میں نے پوچھا یرحمک اللہ' آپ کون ہیں؟ فرمایا میں خضر ہوں اور وہ کون بزرگ ہیں؟ فرمایا وہ میرے بھائی الیاس ہیں۔ مجھے خوف محسوس ہوا۔ انہوں نے فرمایا: ڈرو مت ہم تم سے محبت رکھتے ہیں پھر فرمایا جو شخص جمعہ کے دن نماز عصر کے بعد قبلہ رخ بیٹھے اور سورج ڈوبنے تک یا اللہ یا رحمٰن پڑھے اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے جو چیز مانگے اسے دی جائے گی۔ میں نے عرض کیا: آپ نے مجھ سے انس فرمایا: رب تعالیٰ آپ کو اپنے ذکر کا انس بخشے۔ کیا روئے زمین پر جتنے اولیاء اللہ ہیں آپ سب کو جانتے ہیں؟

فرمایا: معدودین کو جانتا ہوں۔ عرض: معدودین سے مراد؟

زمین کی آہ وزاری

فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو زمین نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور عرض کیا: میں قیامت تک کے لئے انبیاء کے قدم سے محروم ہوگئی اب مجھ پر کوئی نبی

نہیں چلے گا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کی بہت جلد اس امت کے اندر ایسے لوگ پیدا کروں گا جو انبیاء کرام کی طرح ہوں گے ان کے قلوب' قلوب انبیاء پر ہوں گے۔

عرض: وہ لوگ کتنے ہیں؟ فرمایا تین سو اولیاء' ستر نجباء' چالیس اوتاد' دس نقباء' سات عرفاء' تین مختار اور ایک غوث۔ جب غوث کا انتقال ہو جاتا ہے تو تین مختاروں میں سے ایک کو ان کی جگہ رکھا جاتا ہے۔ تین مختاروں میں سے کسی ایک کی جگہ سات عرفاء میں سے کسی ایک کو ملتی ہے اور دس میں سے ایک اس کی جگہ اور چالیس میں سے ایک ان کی جگہ' ستر میں سے ایک ان کی جگہ' تین سو میں سے ایک ان کی جگہ' اور اہل دنیا میں سے ایک ان کی جگہ رکھا جاتا ہے اور یہی سلسلہ صور پھونکے جانے تک قائم رہے گا۔ ان میں سے بعض کا قلب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مثل ہے اور بعض کا قلب' قلب نوح علیہ السلام کی طرح ہے اور بعض مثل قلب ابراہیم علیہ السلام ہے۔

عرض: قلب ابراہیم علیہ السلام کے مثل (میں نے تعظیماً کہا)

فرمایا: ہاں اور بعض کے قلب حضرت جبرائیل علیہ السلام' حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح ہوتے ہیں۔

کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ (ہر نبی کا انتقال ہونے سے پہلے اس کی طرح ایک انسان پیدا ہو جاتا ہے)

جو نبی کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ ایسا قیامت تک ہوگا۔ ان چالیس آدمیوں میں سے اگر کوئی ان دس کے قلب پر مطلع ہو تو اس کا قتل و خون حلال جانیں گے' اسی طرح ستر میں سے کوئی اگر چالیس میں سے کسی کے قلب پر مطلع ہو تو ان کا قتل حلال سمجھیں گے۔ کیا تم نے میرا اور موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ نہیں سنا؟

اللہ کے پیاروں کی غذا

عرض: آپ کیا تناول فرماتے ہیں؟ فرمایا: کرفس اور کماۃ (کرفس اجوائن کے مثل ایک چیز ہوتی ہے جسے ہندی میں اجموہ کہتے ہیں اور کماۃ سماروغ (کھنبی) کو کہتے ہیں)

Scanned with CamScanner

عرض: اور حضرت الیاس علیہ السلام کیا تناول فرماتے ہیں؟

فرمایا: ان کے لئے روزانہ دو روٹیاں لائی جاتی ہیں۔

عرض: آپ دونوں حضرات کا مقام کہاں ہے؟

فرمایا: سمندروں کے جزیروں میں۔

عرض: آپ حضرات آپس میں کب ملتے ہیں؟

فرمایا: جب کسی ولی اللہ کا وصال ہوتا ہے تو ہم نماز جنازہ میں شریک ہوتے ہیں اور جب حج کا زمانہ آتا ہے تو حج میں شریک ہوتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے بال حلق کرتے ہیں۔

عرض: جن اولیاء کرام کا آپ نے ذکر فرمایا ہے برائے کرم مجھے ان کے اسماء سے باخبر فرمائیں۔ اس کے جواب میں جیب سے ایک کاغذ نکالا جس پر سب کے نام تحریر تھے۔ اس کے بعد جانے کے لئے کھڑے ہوئے تو میں بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ پوچھا کہاں جانا چاہتے ہو؟ عرض: آپ کے ساتھ۔ فرمایا: میرے ساتھ نہیں جا سکتے۔

عرض: آپ کہاں تشریف لے جائیں گے؟ فرمایا: اس کا مطلب؟

عرض: میں آپ کے ساتھ رہ کر حصول برکت چاہتا ہوں۔ فرمایا: میں صبح کی نماز مکہ معظمہ میں ادا کر کے حطیم میں رکن شامی کے قریب طلوع آفتاب تک رہوں گا۔ پھر سات بار طواف کر کے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھوں گا اور نماز ظہر مدینہ منورہ میں ادا کروں گا۔ عصر کی نماز بیت المقدس میں پڑھوں گا اور نماز مغرب کوہ طور پر اس کے بعد عشاء کی نماز سکندری پر گزار کر صبح تک اس کی اور تمام مذکورہ حضرات کی حفاظت کروں گا۔ (نورانی حکایات ترجمہ قلیوبی)

(109)

مومن تقدیر پر راضی ہوتا ہے

یہ بھی جہالت کا حصہ ہے کہ انسان کو مکلف ہونے کا مقصد ہی معلوم نہ ہو سکے کہ اس کا مدار اغراض کے برعکس رکھا گیا ہے لہٰذا عاقل کو خلاف اغراض امور سے مانوس ہونا چاہئے پس اگر وہ کسی غرض کو حاصل کرنا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اگر غرض پوری ہو گئی تو شکر کرے اگر مراد نہیں ملی تو طلب میں اصرار نہ کرے اس لئے کہ دنیا حصول اغراض کے لئے نہیں ہے اپنے نفس کو بتانا چاہئے کہ عَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ممکن ہے تم کسی چیز کو ناپسند سمجھو اور وہ تمہارے لئے خیر ہو اور یہ بہت بڑی جہالت ہے کہ غرض کا خلاف دیکھ کر اندر ہی اندر کڑھنے لگے اور کبھی دل ہی دل میں اعتراض بھی کرنے لگتا ہے اور کبھی کہتا ہے کہ میری غرض کا حصول کوئی مضر نہیں تھا پھر بھی دعا قبول نہ ہوئی۔ یہ سب باتیں جہالت کی قلت ایمان اور حکمت کی تسلیم کے ضعف کی علامت ہیں۔ بھلا ایسا کوئی ہے جس کی غرض پوری ہوئی اور پھر اس نے کوئی مشکل یا پریشانی نہیں دیکھی۔ حضرت آدم علیہ السلام ہیں جنہوں نے جنت کی بہاریں دیکھیں پھر وہاں سے نکالے بھی گئے۔ نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لئے دعا کی جو پوری نہ ہوئی۔ خلیل علیہ السلام آگ کے امتحان میں سے گزرے۔ اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کا امتحان آیا۔ یعقوب علیہ السلام نے بیٹے کی گمشدگی دیکھی۔ ایوب علیہ السلام نے مصیبت جھیلی۔ غرض سب انبیاء کے لئے یہی صوت حال رہی اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوک تکلیف اور زندگی کی تلخیاں جو پیش آئیں وہ سب کو معلوم ہیں۔ غرض دنیا تو ہے ہی

Scanned with CamScanner

ابتلاء کے لئے لہٰذا عاقل کو چاہئے کہ اپنے نفس کو صبر کا عادی بنائے اور یہ جان رکھے کہ جو مراد حاصل ہوگئی وہ اس کا لطف و کرم ہے اور جو حاصل نہیں ہوئی وہ دنیا کی اصل اور فطرت کے موافق ہے جیسا کہ کہا گیا ہے یہ دنیا پریشانیوں اور تلخیوں سے مخلوط بنائی گئی ہے اور تو اسے تکالیف اور بدمزگیوں سے صاف لینا چاہتا ہے اور زمانے کو اس کی طبیعت کے خلاف پابند کرنے والا' پانی میں آگ کا انگارا رکھنا چاہتا ہے اور ایسے مواقع پر ہی ایمان کی قوت اور ضعف واضح ہوتا ہے۔

تقاضائے ایمان

مومن کو چاہئے کہ اس مرض کی دوا استعمال کرے یعنی مالک کی تسلیم اور حکمت کا فیصلہ اور یوں کہے کہ خود سید کل صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا ہے: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ" کہ آپ کو کسی شے کا اختیار نہیں ہے اور اپنے نفس کو یوں تسلی دے کہ مطلوب کا نہ دینا اس کے بخل کی وجہ سے نہیں بلکہ مصلحت اور حکمت کی وجہ سے ہے جو مجھے معلوم نہیں ہے۔ اپنی اغراض سے صبر کرنے والے کو اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ تسلیم ورضا والوں کو جانتا اور پھر یہ بھی ہے کہ ابتلاء کا زمانہ قلیل ہے اور اغراض جمع ہو رہی ہیں۔ عنقریب سب مل جائیں گے اس سے یوں لگے گا جیسے اندھیرے سے روشنی میں آ گیا اور اجر کی فجر طلوع ہوتے دکھائی دینے لگی اور جب فہم کچھ ترقی کر کے اس مقام پر پہنچتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی مراد اور مطلوب ہے تو اس کے ایمان کا تقاضا یہ ہوگا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مراد ہی کو چاہنے لگے اور اس کی تقدیر پر راضی ہو جائے گا اس لئے کہ اگر ایسا نہ ہو تو دراصل وہ حقیقت عبودیت ہی سے خارج ہے اور یہ ایسا اصول ہے جس میں غور کرنا چاہئے اور ہر خلاف غرض صورت حال میں اس پر عمل کرنا چاہئے۔

(صید الخاطر لابن جوزی)

(110)

جیسے میری سرکار ہیں ایسا نہیں کوئی

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہند بن ابی ہالہ اسدی تمیمی رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کیا پھر ہجرت کی سعادت حاصل کی اور یہ بدر کے میدان میں بھی موجود تھے۔ یہ نہایت فصیح و بلیغ تھے' گفتگو اتنی خوبصورت کرتے کہ سننے والا اس کی لذت میں کھو جاتا۔ ایک دن ان کے بھانجے سیدنا حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان سے اپنے نانا محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرنے کے لئے فرمائش کی۔ ان کے سوال کرنے کا انداز بھی بڑا خوبصورت تھا۔ خود فرماتے ہیں: ایک دن میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے کہا ماموں جان! آپ ہمیں بتلائیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک کیسا تھا؟ اس کے جواب میں جناب ہند رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حلیہ اور اوصاف بیان کئے اس میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیئے۔ ان کے طویل جواب کے خوبصورت الفاظ کا ایک حصہ یہاں ذکر کیا جا رہا ہے جسے پڑھ کر آدمی عش عش کر اٹھتا ہے کہ کس محبت' پیار اور دقت نظر سے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کئے ہیں۔ اس سے آپ کو بآسانی اندازہ ہو جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ربائب یعنی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند سے ہونے والی اولاد کی عمدہ اور اعلیٰ تعلیم و تربیت پر کس قدر توجہ مبذول فرمائی۔ حالانکہ لوگ اس نوع کے بچوں کو اپنے اوپر بوجھ خیال کرتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

حضرت ہند بن ابی ہالہ سرکار کا حلیہ بیان فرماتے ہیں:

چنانچہ ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک ملاحظہ فرمایئے:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخْمًا مُفَخَّمًا، يَتَلَأْلَؤُ وَجْهُهُ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، اَطْوَلَ مِنَ الْمَرْبُوْعِ، وَاَقْصَرَ مِنَ الْمُشَذَّبِ .

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات میں بھی عظیم تھے اور دیکھنے والے کے قلب و نظر میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و ہیبت پیوست ہو جاتی تھی۔ چہرۂ انور چودھویں کے چاند کی طرح دمکتا تھا۔ نہ پستہ قد تھے نہ بہت لمبے بلکہ درمیانہ قامت تھے۔"

عَظِيْمُ الْهَامَةِ، رَجِلُ الشَّعْرِ، اِنِ انْفَرَقَتْ عَقِيْقَتُهُ فَرَقَ، وَاِلَّا فَلَا يُجَاوِزُ شَعْرُهُ شَحْمَةَ اُذُنِهِ اِذَا هُوَ وَفَّرَهُ .

"پروقار بھاری سر مبارک، بال نرم اور سیدھے تھے۔ اگر سر کے بال آسانی سے دائیں بائیں تقسیم ہونے والے ہوتے تو انہیں دو حصوں میں تقسیم کر کے سر کے درمیان مانگ نکال لیتے ورنہ بالوں کی لمبائی وفرہ کی حالت میں بھی کانوں کی لو سے نیچے نہ جاتی۔"

اَزْهَرَ اللَّوْنِ، وَاسِعَ الْجَبِيْنِ، اَزَجَّ الْحَوَاجِبِ، سَوَابِغَ فِيْ غَيْرِ قَرَنٍ بَيْنَهُمَا عِرْقٌ يُدِرُّهُ الْغَضَبُ، اَقْنَى الْعِرْنِيْنِ، لَهُ نُوْرٌ يَعْلُوْهُ، يَحْسَبُهُ مَنْ لَّمْ يَتَاَمَّلْهُ اَشَمَّ .

"سفید چمک دار رنگ، کشادہ پیشانی اور ابرو باریک بالوں سے پر، آپس میں ملے ہوئے نہ تھے، قوس کی طرح خمدار تھے اور دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصے کے وقت خون سے پر ہو جاتی۔ لمبی باریک ناک، درمیان

میں قدرے مرتفع، اس پر مستزاد نورانی جھلک جو اس پر چھائی رہتی تھی، سرسری نظر میں ناک کا بانسہ بلند محسوس ہوتا۔"

حسن ہے بے مثل صورت لاجواب

كَثَّ اللِّحْيَةِ، سَهْلَ الْخَدَّيْنِ، ضَلِيْعَ الْفَمِ، مُفْلَجَ الْاَسْنَانِ، دَقِيْقَ الْمَسْرُبَةِ، كَاَنَّ عُنُقَهُ جِيْدُ دُمْيَةٍ، فِيْ صَفَاءِ الْفِضَّةِ، مُعْتَدِلَ الْخَلْقِ، بَادِنٌ مُتَمَاسِكٌ .

"گھنی اور گنجان داڑھی مگر بال لٹکے ہوئے نظر نہ آتے بلکہ سمٹے ہوئے لگتے۔ نرم رخسار، ابھرے ہوئے نہ باہر کو نکلے ہوئے، دہن مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا، دندان مبارک باریک آبدار، سامنے کے دانتوں میں خوشنما شگاف تھا۔ مورتی جیسی پتلی سیدھی گردن، چاند کی طرح سفید جیسے سنگ مرمر یا ہاتھی دانت سے تراشی گئی ہو۔ معتدل اور متناسب اعضائے جسم، معتدل بھاری اور باوقار بدن لیکن اعضاء ایک دوسرے سے پیوست رہتے یعنی عضلات ڈھیلے نہ تھے اور ادھیڑ عمری میں بھی جوانوں کی سی شان تھی۔"

سَوِيُّ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ، عَرِيْضَ الصَّدْرِ، بَعِيْدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ، ضَخْمَ الْكَرَادِيْسِ، اَنْوَرَ الْمُتَجَرَّدِ، مَوْصُوْلَ مَا بَيْنَ اللَّبَّةِ وَالسُّرَّةِ بِشَعْرٍ يَجْرِيْ كَالْخَطِّ .

"پیٹ اور سینہ سیدھے اور ہموار، نہ باہر کو نکلے ہوئے نہ اندر کو دھنسے ہوئے، فراخ، چوڑی چھاتی، دونوں کندھوں کے درمیان کافی فاصلہ، ہڈیوں کے جوڑ مضبوط اور گٹھے ہوئے منور اور بالوں سے عاری اعضاء، سینے کے آغاز سے ناف تک بالوں کی خوبصورت باریک پٹی جو لکیر کی طرح سیدھی تھی۔"

عَارِيَ الثَّدْيَيْنِ وَالْبَطْنِ مِمَّا سِوٰى ذٰلِكَ، اَشْعَرَ الذِّرَاعَيْنِ وَالْمَنْكِبَيْنِ وَاَعَالِي الصَّدْرِ، طَوِيْلَ الزَّنْدَيْنِ، رَحْبَ الْجَبْهَةِ،

Scanned with CamScanner

سَبِطَ الْقَصَبِ، شَثْنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ .

''چھاتی اور پیٹ کا باقی حصہ بالوں سے خالی، کہنیوں سے کلائی تک اور کندھوں اور سینے کے بالائی حصے پر چھوٹے بالوں کی کثرت، لمبی کلائیاں، چوڑی کشادہ پیشانی، پنڈلیاں اور کلائیاں کسرتی، سیدھی، خم سے مبرا، ہتھیلیاں اور پاؤں بھرے بھرے اور پرگوش تھے۔''

(تفصیل کے لئے دیکھئے الشمائل للترمذی حدیث 8 صفحہ ۱)

توصیف نبی صلی اللہ علیہ وسلم بزبان سیّدنا علی رضی اللہ عنہ:

جامع ترمذی کی روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ طویل تھے اور نہ ہی زیادہ پستہ قامت بلکہ درمیانے قد کے تھے۔ بال مبارک نہ بالکل پیچ دار تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ معمولی سے گھنگھریالے تھے۔ رخسار مبارک نہ بہت زیادہ پرگوش تھے اور نہ ٹھوڑی چھوٹی تھی اور نہ پیشانی پست البتہ چہرۂ انور تھوڑی سی گولائی لئے ہوئے تھا۔ رنگ سرخی مائل سفید تھا۔ آنکھیں نہایت سیاہ تھیں اور پلکیں دراز تھیں۔ بدن کے جوڑوں کی ہڈیاں بڑی بڑی، ایسے ہی دونوں مونڈھوں کے درمیان کی جگہ بھی موٹی اور پرگوشت تھی۔ بدن مبارک پر معمول سے زائد بال نہ تھے۔ ہاتھ اور قدم مبارک پرگوشت تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو قدموں کو قوت سے اٹھاتے گویا پستی کی طرف چل رہے ہیں۔ جب کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن مبارک کے ساتھ توجہ فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ سچی زبان والے تھے۔ سب سے زیادہ نرم طبیعت کے حامل تھے اور انتہائی عزت دار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شخص یکا یک دیکھتا مرعوب ہو جاتا تھا اور جو شخص پہچان کر میل جول کرتا تھا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب بنا لیتا تھا۔

(جامع ترمذی 3623)

(111)

بوسیدہ پوستین اور پرانے جوتے

ایاز نے اپنی پرانی پوستین اور پھٹے پرانے جوتوں کو ایک کوٹھڑی میں چھپا رکھا تھا۔ روزانہ ایک مقررہ وقت پر دوسروں سے آنکھ بچا کر اس کوٹھڑی میں جاتا اور بوسیدہ پوستین اور پرانے جوتوں کو دیکھ کر کہتا ''اے ایاز، قدر خود بشناس'' (اے ایاز، اپنی قدر پہچان) بادشاہ کی خدمت میں آنے سے پہلے تیری یہ اوقات تھی کہ پیوند پر پیوند لگی یہ سڑی پوستین پہنا کرتا اور یہ پھٹے پرانے جوتے گھسیٹتا پھرتا تھا۔ خبردار! شیطان کے بہکاوے میں مت آنا اور کبر و غرور کے جال میں مت پھنسنا ورنہ تیرا برا حشر ہوگا۔

غرض بلا ناغہ اپنے آپ کو وعظ و نصیحت کیا کرتا تھا لیکن حاسدوں کی دوربین نگاہ سے اس کا روزانہ اس کوٹھڑی میں جانا بھلا کب تک پوشیدہ رہ سکتا تھا۔ انہوں نے سوچا ضرور ایاز نے اس کوٹھڑی میں مال و دولت چھپا رکھا ہے جس کی دیکھ بھال کے لئے یہ مقررہ وقت پر کوٹھڑی میں جاتا ہے اور زر و جواہر دیکھ دیکھ کر جی بہلاتا ہے۔

ایک دن ایاز کی غیبت میں، حاسدوں اور دشمنوں نے بادشاہ کے کان میں کہا:

''حضور، غلام ایاز نے ایک کوٹھڑی بنائی ہے۔ اس میں بے انتہا سونا چاندی جمع کیا ہے۔ شراب کا ایک گھڑا بھی بھرا ہوا وہاں موجود ہے۔ اس کوٹھڑی میں کسی کو جانے نہیں دیتا۔ ہمیشہ دروازے پر قفل لگائے رکھتا ہے۔'' سلطان محمود نے یہ بات سن کر کہا: ''ہمیں ایاز پر تعجب ہے کہ اس نے ایسا کام کیا۔ اس کی کوئی بات ہم سے چھپی نہیں۔ بہر حال ہم حکم دیتے ہیں کہ آدھی رات کو اس کوٹھڑی کا قفل توڑ کر زبردستی اندر گھس جاؤ۔ جتنا مال دولت

Scanned with CamScanner

اس نے ذخیرہ کیا ہے' سب لوٹ لو اور بعد ازاں واپس آ کر ہمیں بتاؤ کہ اس کوٹھڑی میں سے کتنا زر و جواہر برآمد ہوا ہے۔ یہ تو بہت بری بات ہے کہ ہمارے کرم کی انتہا کے باوجود وہ بدفطرت اتنا مال چھپا رکھتا ہے۔'' بادشاہ نے ان بدباطنوں اور حاسدوں کا منہ بند کرنے کے لئے یہ اجازت دی تھی ورنہ اسے ایاز کی دیانت داری اور پاک بازی پر پورا یقین تھا۔

حاسد حسد کی آگ میں خود ہی جلا کرے

بادشاہ کا حکم پاتے ہی تمام امیر بغلیں بجاتے ہوئے آدھی رات کو اس کوٹھڑی پر دھاوا بولنے گئے۔ جاتے ہی قفل توڑا اور یوں اندر گھسے جیسے چھاچھ سے بھرے ہوئے گھرے برتن میں مکھی مچھر گھس جاتے ہیں۔ ان کیڑوں کو چھاچھ کا عشق بڑے زور و شور سے اس برتن کے نزدیک کھینچ لے جاتا ہے لیکن نہ تو چھاچھ پی سکتے ہیں نہ اس برتن میں سے باہر نکلنے کا دم باقی رہتا ہے۔ لہٰذا اسی میں پڑے پڑے سڑ جاتے ہیں۔ یہی حال ان بدگمان اور ٹیڑھی فطرت رکھنے والے حاسدوں کا تھا۔

انہوں نے کوٹھڑی کا گوشہ گوشہ' چپہ چپہ چھان مارا لیکن سوائے بوسیدہ پوستین اور پھٹے جوتوں کے کچھ دکھائی نہ دیا۔ آپس میں کہنے لے ایاز بہت چالاک اور مکار ہے۔ یہ سڑی ہوئی پوستین اور بدبودار جوتے محض دکھاوے کے لئے ہیں۔ ضرور اس نے زر و جواہر دفن کر رکھے ہوں گے۔ انہوں نے کدالیں اور پھاوڑے لے کر تمام کوٹھڑی کا فرش ادھیر دیا۔ جگہ جگہ گہرے گڑھے اور خندقیں کھودیں۔ مگر کچھ ہاتھ نہ آیا۔ پھر جھنجھلا کر کوٹھڑی کی دیواریں توڑنے لگے کہ شاید وہ خزانہ اینٹوں کے اندر چھپا ہوا ہو مگر ہر اینٹ میں سے لاحول کی آواز آنے لگی۔ آخر ندامت اور پشیمانی کا پسینا ان کی پیشانیوں سے بہہ بہہ کر چہرے پر آنے لگا۔ ان کی گمراہیوں اور بے ہودگیوں کا ثبوت وہ گڑھے اور ٹوٹی ہوئی دیواریں تھیں جنہیں ان حاسدوں نے حسد کی آگ میں اندھے ہو کر گرایا تھا۔

اس بے ہودہ کارروائی کے بعد انہیں یہ خوف دامن گیر ہوا کہ بادشاہ کو کیا جواب

دیں گے؟ وہ تو غضب ناک ہو کر زن بچے کولہو میں پلوا دے گا کہ ناحق ایاز پر تہمت تراشی۔ آخر کار اپنی جان سے مایوس ہو کر سروں اور سینوں کو عورتوں کی طرح پیٹتے' روتے اور چہروں پر راہ کا گرد و غبار ملتے' بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حالت یہ تھی کہ اکثر کا منہ اپنے ہی طمانچوں اور دوہتڑوں سے لال انگارہ ہو رہا تھا۔

حاسدین کی دربار شاہی میں پیشی

بادشاہ نے نائب وزیر کی طرف دیکھ کر کہا: ''سناؤ کامیابی نصیب ہوئی؟ ایاز کی کوٹھڑی سے مال و متاع کا کتنا انبار برآمد ہوا؟ لیکن میں تعجب سے دیکھتا ہوں کہ تمہاری بغلیں زر و جواہر کی تھیلیوں سے خالی ہیں۔ اگر وہ بیش بہا دولت تم نے آپس میں بانٹ لی ہے تو خیر مگر تمہاری صورتوں پر دہشت کیوں برس رہی ہے اور تمہارے رخساروں کا خون کون چرا کر لے گیا ہے؟''

بادشاہ کے ان کلمات کی تاب نہ لا کر سب کے سب حاسد اس کے قدموں میں گر پڑے اور زمین چاٹنے لگے۔ ان میں جرأت نہ تھی کہ بادشاہ کے روبرو کھڑے ہی ہو سکتے۔ ہر امیر کہہ رہا تھا کہ اے سلطانِ عالی قدر! اگر آپ ہمیں سولیوں پر لٹکائیں یا جلاد سے کہیں کہ وہ ہماری گردنیں اڑا دے تب بھی وہ خون آپ پر حلال ہے۔ اگر آپ ہمیں معاف فرما دیں تو یہ بھی آپ کا اکرام اور احسان ہو گا۔

سلطان نے ارشاد فرمایا: ''میں نہ تمہیں چھوڑوں گا نہ سزا دوں گا۔ یہ معاملہ ایاز کی صوابدید پر ہے۔ کیوں کہ اس کی آبرو سے تم نے کھیلنے کی کوشش کی ہے اور گہرے گھاؤ اس نیک نہاد کی روح پر لگے ہیں۔''

یہ کہہ کر سلطان محمود نے ایاز کو طلب کر کے فرمایا: ''اے ایاز' یہ مجرم تیرے ہیں اور تجھے پورا اختیار ہے کہ انہیں جو سزا چاہے دے۔ اس کی توثیق ہماری جانب سے ہو گی۔

ایاز نے اپنے آقا کے قدم چوم کر عرض کیا: اے بادشاہ! اختیار تو تجھی کو حاصل ہے۔ جب آفتابِ جہاں تاب رخ روشن دکھاتا ہے' تب ستارے نابود ہو جاتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

زہرہ، عطارد یا زحل کی کیا مجال کہ آفتاب کے سامنے اپنا وجود ثابت کریں۔"

ایاز کا بیان

سلطان نے یہ بات سن کر کہا: "اے ایاز! ہمیں پتا چلا کہ تو نے اپنی کوٹھڑی میں ایک بوسیدہ پوستین اور پرانے جوتے بڑی حفاظت سے رکھ رکھے ہیں اور تو روز ان چیزوں کے دیدار کے لئے کوٹھڑی میں جاتا ہے۔ اس بھید سے ہمیں بھی آگاہ کر۔ تجھے اس پوستین اور ان جوتوں سے عشق ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو کیا یہ شرک میں داخل نہیں؟ ان دو بے کار اور فرسودہ چیزوں سے جان کے برابر عشق قائم کر کے تو نے انہیں اس کوٹھڑی میں چھپا رکھا ہے۔ یہ بتا کہ کیا وہ پوستین ہے یا حضرت یوسف علیہ السلام کا پیراہن؟ اور وہ جوتے کس عظیم ہستی کے ہیں جنہیں تو چھاتی سے لگاتا اور چومتا چاٹتا ہے؟"

ایاز نے آنکھوں میں آنسو لا کر کہا: "اے آقا! کیا عرض کروں اور کیا نہ کروں۔ اتنا جانتا ہوں کہ سب کچھ تیری بخشش اور عطا ہے۔ ورنہ میری حقیقت تو وہی سڑی ہوئی پوستین اور پھٹے ہوئے جوتے ہیں۔ میں ان کی حفاظت نہیں کرتا بلکہ اپنی اصل ذات کی حفاظت اور نگرانی کرتا ہوں۔" (حکایات رومی علیہ الرحمۃ)

(112)

کلمہ شریف کی فضیلت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں ایک شخص نے اپنے زندگی کے 480 سال خدا تعالیٰ کی نافرمانی اور عصیاں میں گزار دیئے۔ خدا کی رحمت کو اس کے حال پر ترس آیا۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُوْسٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور موسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں۔ اس وقت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ یا موسیٰ نبی اللہ! اس کلمہ کی برکت سے اللہ نے اس کے 480 سال کے گناہ بخش دیئے۔ اس لئے کہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُوْسٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ کے چوبیس حروف ہیں اور ہر حرف کے بدلہ بیس سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے سے ہر حرف کے بدلہ 70 سال کے گناہ معاف ہو جائیں۔ اگر کوئی کافر دل سے اس کلمہ کو پڑھے تو اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ رواہ ترمذی وابن ماجہ۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک ایسے امتی کو نکالے گا۔ اس کی برائیوں کے ننانوے دفاتر ہوں گے۔ ہر دفتر کی لمبائی حد نظر تک ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ تجھے اپنی کس برائی سے انکار ہے۔ وہ عرض کرے گا نہیں۔ پھر خداوند تعالیٰ اس سے کوئی عذر طلب کرے گا۔ مگر وہ عذر پیش کرنے سے معذور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہم تم پر ظلم نہیں کریں گے۔ تمہاری ایک

Scanned with CamScanner

نیکی ہمارے پاس ہے۔ اس نیکی سے تمہارے گناہوں کا موازنہ کیا جائے گا۔ یہ کہہ کر خداوند کریم ایک کاغذ کا پرزہ نکالے گا جس پر تحریر ہوگا اَشْھَدُ اَنْ لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔ ترازو کے ایک پلڑے میں گناہوں کے دفتر اور دوسرے میں وہ کاغذ کا پرزہ رکھ دیا جائے گا اور اس آدمی کو بلایا جائے گا کہ اپنے اعمال کے اوزان پر حاضر ہو۔ یہ دیکھ کر وہ حیران ہوگا کہ اس کی برائیوں کا پلڑا نیکیوں کے پلڑے کے مقابلہ میں کم وزن ہے۔ عرض کرے گا یا باری تعالیٰ اتنے گناہوں کے سامنے ایک کاغذ کے پرزے کی کیا حیثیت ہے؟ ارشاد ہوگا کہ اس کاغذ کے پرزے پر کلمہ طیبہ لکھا ہے اور کلمہ طیبہ سے بھاری کوئی چیز نہیں۔

(کشف الغمہ جلد اول ص 265 نزہۃ المجالس ج 1 ص 12)

کلمہ طیبہ کا وزن:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے عرض کی کہ یا باری تعالیٰ مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتلا دے کہ اس سے میں تجھے یاد کیا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا کرو۔ عرض کی باری تعالیٰ تیرے سارے بندے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتے ہیں۔ ارشاد ہوا: لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا کرو۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتلایئے جو صرف میرے لئے خاص طور پر مخصوص ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یَا مُوْسٰی لَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَالْاَرْضِیْنَ السَّبْعَ فِیْ کَفَّةٍ وَّلَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ فِیْ کَفَّةٍ مَّالَتِ بِسْمِ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔

”اے موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں اور لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ والا پلڑا جھک جائے گا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کا اسم جلالت کائنات کی ساری شے سے بھاری ہے۔“ (مشکوٰۃ)

پڑھ کر کلمہ مسلمان ہوگیا:

کشف الغمہ جلد اول ص 21 پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

ہندوستان میں ایک ہندو رہتا تھا جو سالہا سال سے بتوں کی پوجا کر رہا تھا۔ ایک مرتبہ زمانے کی ستم ظریفیوں نے اسے ایک مشکل میں الجھا دیا۔ اس نے مشکل حل کرنے کی بہتیری کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ سالہا سال جس بت کی پرستش کی ہے اس سے اپنی مراد مانگوں۔ اس نے بت کے سامنے اپنی مشکل بیان کی اور مراد مانگی تو بت نے اس کی ایک نہ سنی۔ سن بھی کیسے سکتا تھا؟ جب کہ خود تراشیدہ پتھر تھا۔ وہ شخص بت سے ناامید ہوگیا۔ اس نے سوچا کہ مسلمان ایک خدا کو مانتے ہیں میں بھی اس کی طرف رجوع کر کے دیکھوں۔ چنانچہ اس نے نگاہِ شرمسار آسمان کی جانب اٹھائی اور بلند آواز سے کہا یا صمد۔ فضا میں کڑکا ہوا۔ بجلی چمکی، نور کا ہالہ فلک پر چھایا اور ندا آئی لبیک یا عبدی۔ اے میرے بندے میں موجود ہوں۔ مانگ جو مانگتا ہے۔ تیری ہر حاجت پوری کی جائے گی۔ فرشتوں نے خدائے واحد کی اتنی نظر شفقت دیکھی تو پوچھا وہ شخص مدت ہائے مدت سے بت کی پوجا کرتا رہا مگر اس نے کوئی بات نہ سنی۔ جب کہ تجھے ایک مرتبہ پکارا ہے تو تو نے جواب دے دیا۔ خداوند نے فرمایا: اگر میں بھی اس بت کی طرح جواب نہ دوں تو پھر جھوٹے اور سچے خدا میں فرق ہی کیا رہ جائے گا۔

اس شخص نے جب یہ ماجرا دیکھا تو فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔

(نزہۃ المجالس ج 1 ص 17)

(113)

ارشادِ نبوی ﷺ کے مطابق تمنائے شہادت

18ھ میں مصر، عراق اور شام میں طاعون (پلیگ) کی خوفناک وبا پھوٹ پڑی جو "طاعون عمواس" کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل اس زمانے میں سپہ سالار شام حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح کے ساتھ شام میں مقیم تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو وباء زدہ علاقے سے ہٹ آنے کی ترغیب دی لیکن انہوں نے اس بناء پر معذرت کر دی کہ یہ تقدیر الٰہی سے بھاگنے کے مترادف ہے۔ ہزاروں مجاہدین اس وباء میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئے یہاں تک کہ خود حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بھی اس میں مبتلا ہو گئے۔ جب مرض نے شدت اختیار کی تو انہوں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل کو بلا کر اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ اس وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو بلا کر فرمایا کہ

"لوگو! یہ وباء تمہارے پروردگار کی رحمت، تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور تم سے قبل کے نیکوں کی موت ہے اور اب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بھی اپنے رب سے اس سعادت میں حصہ پانے کا متمنی ہے۔"

ابھی ان کا خطبہ جاری تھا کہ نماز کا وقت آ گیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہی نماز پڑھائیں۔ ادھر نماز ختم ہوئی، ادھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی روح ملاء اعلیٰ کی طرف پرواز کر گئی۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ میں بہت محبت تھی، اس لئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اپنے

مشفق اور محبوب دوست کی وفات پر غم سے نڈھال ہو گئے۔ انہوں نے مسلمانوں کو جمع کر کے یہ خطبہ دیا:

"لوگو! گناہوں سے توبہ کرو، جو بندہ سچے دل سے توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے، جو شخص مقروض ہو وہ قرض کا بار اپنے سر سے اتار دے کیونکہ قرض آخرت میں مصیبت کا باعث بنے گا، جو مسلمان اپنے کسی بھائی سے خفا ہے وہ اس سے صلح کر لے کیونکہ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ سلام و کلام بند رکھے، یہ اللہ کے نزدیک بڑا گناہ ہے۔ مسلمانو! ایک ایسا شخص تم سے جدا ہو گیا جو اخلاق و محاسن کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ تھا۔ وہ سب سے زیادہ درگزر کرنے والا تھا، مسلمانوں کا سب سے زیادہ خیر خواہ تھا، سب سے بڑھ کر غل و غش سے پاک تھا۔ اس کے لئے رحمت کی دعائیں کرو، اب اس جیسا کوئی سردار تمہیں نہیں ملے گا۔"

اس کے بعد حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص اور حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ بن قیس کے ساتھ مل کر امین الامت کو سپردِ خاک کر دیا۔ اب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سپہ سالار تھے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے انہیں مشورہ دیا کہ یہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل ہونا بہتر ہوگا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس پر برہم ہو گئے اور منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا جس میں ان الفاظ پر یہ اضافہ بھی کیا کہ لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسلمان شام کو فتح کر لیں گے، پھر ایک بیماری پیدا ہوگی جو پھوڑے کی طرح جسم کو زخمی کرے گی، جو اس میں مرے گا وہ شہید ہوگا اور اس کا نامہ اعمال پاک ہو جائے گا۔ خداوند! اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے تو یہ رحمت میرے گھر میں بھیج اور مجھ کو اس میں کافی حصہ دے۔ (محبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، 198)

Scanned with CamScanner

(114)

امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ اور بدمذہب کی تبلیغ

امام محمد بن سیرین' شاگرد انس رضی اللہ عنہ کے پاس دو بدمذہب آئے عرض کی ''کچھ آیات کلام اللہ کی آپ کو سنائیں۔'' فرمایا: ''میں سننا نہیں چاہتا۔'' عرض کی ''کچھ احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سنائیں۔'' فرمایا: ''میں سننا نہیں چاہتا۔'' انہوں نے اصرار کیا۔ فرمایا: ''تم دونوں اٹھ جاؤ یا میں اٹھا جاتا ہوں۔'' آخر وہ خائب و خاسر چلے گئے۔ لوگوں نے عرض کی ''اے امام آپ کا کیا حرج تھا اگر وہ کچھ آیتیں یا حدیثیں سناتے۔'' فرمایا: ''میں نے خوف کیا کہ وہ آیات و احادیث کے ساتھ اپنی کچھ تاویلیں لگائیں اور وہ میرے دل میں رہ جائیں تو ہلاک ہو جاؤں۔'' (الدلائل القاہرہ)

فائدہ: بدمذہبوں سے میل جول آگ ہے اور اس بڑی آگ کی طرف کھینچ کر لے جانے والا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۔ ''اور اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے۔'' تفسیرات احمدیہ میں ہے: دخل فيه الكافر والمبتدع والفاسق ۔ والقعود مع كلهم ممتنع ۔ اس آیت کے تحت ہر کافر و مبتدع اور فاسق داخل ہے ان میں سے کسی کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ''ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔''

بدعقیدہ کی صحبت

صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اياكم واياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم ''ان سے دور رہو انہیں اپنے سے دور رکھو۔ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں۔ کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔''

مسلمان کا ایمان ہے کہ اللہ و رسول سے زیادہ کوئی ہماری بھلائی چاہنے والا نہیں جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس بات کی طرف وہ بلائیں یقیناً ہمارے دونوں جہان کا اس میں بھلا ہے اور جس بات سے وہ منع فرمائیں بلاشبہ سراسر ضرر و بلا ہے۔

مسلمان صورت میں ظاہر ہو کر' جوان کے حکم کے خلاف کی طرف بلائے یقین جان لو کہ یہ (ایمان کا) ڈاکو ہے۔ اس کی تاویلیوں پر ہرگز کان نہ رکھو۔ رہزن جو جماعت سے باہر نکال کر کسی کو لے جانا چاہتا ہے ضرور چکنی چکنی باتیں کرے گا اور جب یہ دھوکے میں آیا اور ساتھ ہولیا تو گردن مارے گا۔ مال لوٹے گا۔ شامت اس بکری کی کہ اپنے راعی کا ارشاد نہ سنے اور بھیڑیا جو بھیڑ کی اون پہن کر آیا اس کے ساتھ ہولے۔

ارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں منع فرماتے ہیں وہ تمہاری جان سے بڑھ کر تمہارے خیر خواہ ہیں حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ ۔ تمہارا مشقت میں پڑنا' ان کے قلب اقدس پر گراں ہے عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ۔ واللہ وہ تم پر اس سے زیادہ مہربان ہیں جیسے نہایت چہیتی ماں اکلوتے بیٹے پر۔ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔

ارے ان کی سنو۔ ان کا دامن تھام لو۔ ان کے قدموں سے لپٹ جاؤ وہ فرماتے ہیں ''ان سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور کرو۔ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں۔ کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔''

ابن حبان و طبرانی و عقیلی کی حدیث میں ہے کہ فرماتے ہیں ''ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ' ان کے ساتھ پانی نہ پیو۔ ان کے پاس نہ بیٹھو۔ ان سے رشتہ (شادی بیاہ کا) نہ کرو۔ وہ بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ۔ مرجائیں تو جنازہ پر نہ جاؤ۔ نہ ان کی نماز پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔''

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد اقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز

مغرب کے بعد کسی مسافر کو بھوکا پایا۔ اپنے ساتھ کاشانۂ اقدس میں لے آئے۔ اس کے لئے کھانا منگایا۔ جب وہ کھانے بیٹھا کوئی بات بدمذہبی کی اس سے ظاہر ہوئی۔ فوراً حکم ہوا کہ کھانا اٹھالیا جائے اور اسے نکال دیا جائے۔ سامنے سے کھانا اٹھوالیا اور اسے نکلوا دیا۔

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی نے آ کر عرض کی فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے۔ فرمایا: لاتقراہ منی السلام فانی سمعت انہ احدث ۔ میری طرف سے اسے سلام نہ کہنا کہ میں نے سنا ہے کہ اس نے کچھ بدمذہبی نکالی۔

سیّدنا سعید بن جبیر، شاگرد عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو راستہ میں ایک بدمذہب ملا۔ کہا کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا: ''میں سننا نہیں چاہتا۔'' عرض کی ''ایک کلمہ۔'' اپنا انگوٹھا چھنگلیا کے سرے پر رکھ کر فرمایا: ''ولا نصف کلمۃ '' آدھا لفظ بھی نہیں۔ لوگوں نے عرض کی اس کا کیا سبب ہے۔ فرمایا: از ایشاں منہم ہے (یعنی بدمذہب ہے)

اور ایسی جگہ مال دینا (جس سے بدمذہبی کو فروغ ہو) وہی پسند کرے گا جو دین نہیں رکھتا یا عقل سے بہرہ نہیں۔ ''یکے نقصانِ مایہ دگر شماتت ہمسایہ۔'' ہمسایہ کون۔ وہ بئس القرین (برا ساتھی) شیطان لعین کیسا خوش ہوگا کہ ایک ہی کرشمہ میں دونوں جہاں کا نقصان پہنچایا۔ مال بھی گیا اور آخرت میں عذاب کا بھی مستحق ہوا۔ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ ۔ ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ط

دیکھو امان کی راہ وہی ہے جو تمہیں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی کہ ''ان سے دور رہو انہیں اپنے سے دور کرو۔ کہیں تمہیں یہ گمراہ نہ کر دیں۔ کہیں یہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔''

دیکھو نجات کی راہ وہی ہے جو تمہیں تمہارے رب نے بتائی کہ ''بھولے سے ان کے پاس بیٹھ گئے تو یاد آنے پر فوراً کھڑے ہو جاؤ۔'' (دلائل القاہرہ)

حق پر کون ہے؟

اسلامی فرقوں میں یعنی وہ کہ زبان سے کلمہ اسلام پڑھتے ہیں ان میں حق پر وہی ہیں

جو مذاہب اربعہ حنفی شافعی حنبلی مالکی میں سے کسی ایک سے منسلک ہیں۔ ان کے سوا سب بدمذہب وگمراہ ہیں۔ بدعتی و راندۂ بارگاہ ہیں۔ اگرچہ وہ نمازیں پڑھیں، روزے رکھیں کہ ان کے عقیدوں کا فسق، ہر بدتر سے بدتر، گناہ سے سخت تر ونجس تر ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ان اسلامی فرقوں میں وہ بھی ہیں جن کا مذہب ابوبکر صدیق وعمر فاروق وعثمان رضی اللہ عنہم کو گالیاں دینا لعنتیں کرنا ہے۔ وہ بھی ہیں جن کا دین علی مرتضٰی وحسن مجتبیٰ وحسن و حسین شہید کربلا کو فاسق وفاجر کہنا ہے۔ وہ بھی ہیں جن کے مذہب کی بنیاد ہی محبوبانِ خدا کی تذلیل وتوہین پر رکھی گئی ہے، تو ایسے لوگ اگر نمازیں پڑھیں، روزے رکھیں، اعمال صالح بجالائیں، ریاضتوں اور مشقتوں میں مصروف رہیں اور کبائر سے بچیں تو کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی عزت ومرتبت والے ہو جائیں۔ ان کے یہ اعمال، ان کے عقیدوں کی نجاستیں دھو دیں گے۔ حاشا کلا ہرگز نہیں۔ ایسوں ہی کے بارے میں حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کسی بدمذہب کی نہ نماز قبول کرے نہ روزہ۔ نہ حج وعمرہ، نہ جہاد۔ نہ نفل نہ فرض۔ بدمذہب اسلام سے نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال۔

(ابن ماجہ وبیہقی)

یار بد بدتر بود از مار بد

غرض مسلمانوں کے لئے ان کا ضرر، کافروں سے کہیں بڑھ کر ہے کہ مسلمان اگرچہ کتنا ہی جاہل ہوا تنا جانتا پہچانتا ہے کہ کافر کا دین صریح باطل ہے تو اس کی بات پر کان نہ دھرے گا اور اس کے بکنے کی پرواہ نہ کرے گا اور بدمذہب کا فساد تو کھجلی کی طرح اڑ کر لگتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا ہے بالخصوص اس وقت کہ وہ خدا ترس بن کر آئے اور عوام کے سامنے علماء کا روپ دھارے اور آیتیں اور حدیثیں پڑھ پڑھ کر سنائے، تو ان سے دور رہنے ہی میں مسلمان کے دین ودنیا کا بھلا ہے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ انہیں چھوڑ دیں ان کے پاس نہ جائیں۔ ان کی نزدیکی سے فوراً فرار کی ٹھہرائیں۔ ان کی شرارت کو بڑی آگ تصور فرمائیں۔ مال یا بدن سے ان کی اعانت کر

کے اپنی گردن پر بار گناہ نہ اٹھائیں کہ تمہیں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، نرم دل مہربان، تمہاری بھلائی کے کمال خواہاں، تم پر تمہاری جانوں سے زیادہ مہربان نے تمہیں حکم دیا اور انہیں کا ارشاد سچا ہے کہ ''ان لوگوں سے دور بھاگو اور انہیں اپنے سے دور کرو۔ کہیں یہ تمہیں بہکا نہ دیں کہیں یہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

اور یہ تو آئے دن کا مشاہدہ ہے کہ جو لوگ بدمذہبوں، گمراہوں، بدعقیدوں اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ مسجد بنانے والوں سے ملتے جلتے، ان کے ساتھ خلا ملا میل جول رکھتے ہیں ان کے اندر بھی ایسے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں جن سے بدمذہبی کی بو آتی ہے اور دینی تصلب اور ملی خودداری ان سے رخصت ہو جاتی ہے۔ سنی مسلمانوں کے مخالف روش اختیار کرنے والوں اور دین میں نت نئی راہیں نکالنے والوں سے دوستی ہو نہیں سکتی جب تک پہلے ان کی عظمت یا محبت کا نقش دل پر بیٹھ نہ جائے اور مسلمان اپنے عقائد کی پختگی سے کچھ نہ کچھ ہٹ نہ لے۔ غرض ایسوں سے نہ کسی حال میں میل رکھنا جائز نہ پاس بیٹھنا اور بٹھانا جائز، نہ ان کے کسی کام میں شریک ہونا درست، نہ ایسے کو اپنے کسی کام میں شریک کرنا روا۔

اس صریح معقول، مناسب اور ضروری انتظام کا نام بعض کوتاہ نظروں، عقل کے دشمنوں نے جو تنگ نظری رکھا ہے وہ خود اس قابل ہیں کہ ان کی عقلوں کا ماتم کیا جائے۔ سبحان اللہ، وبائی بیماریوں میں پرہیز و احتیاط کا نام تو فخر کے ساتھ ''اصول حفظانِ صحت'' رکھا جائے اور جو انتظام خدا اور رسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کفر وطغیان سے بچنے کے لئے کیا جائے اس کا نام ''تنگ نظری'' پڑ جائے۔ عقل دشمنی کی بھی کوئی حد ہونی چاہئے۔ (افادات رضویہ وغیرہا)

(115)

خوفِ خدا، رضائے الٰہی اور صبر

ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں: بنی اسرائیل میں ایسے دو شخص تھے کہ جن کو عبادت نے اس مرتبہ پر پہنچا دیا تھا کہ وہ پانی پر چلتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ دونوں پانی پر چل رہے تھے تو ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ہوا پر چل رہا ہے۔

☆......حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیوی کے لئے خربوزہ خریدا لیکن وہ خربوزہ اچھا اور میٹھا نہ نکلا۔ آپ کی بیوی کو غصہ آیا۔ حضرت شفیق رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا: تم کس پر غصہ ہو رہی ہو، بائع پر یا مشتری پر یا کاشتکار پر یا خالق پر، بائع کو اگر پہچان ہوتی تو یہ خربوزہ ایسا پاکیزہ اور عمدہ ہوتا ہے کہ اس سے رغبت کی جاتی۔ مشتری کو اگر پہچان ہوتی تو جو چیزوں میں سب سے بہتر ہوتی اس کو ہی خریدتا۔ کاشتکار کو اگر پہچان ہوتی تو چیزوں میں جو سب سے بہتر ہوتی اس کو اگاتا تو اب تیرا غصہ صرف خالق پر باقی رہ گیا اس لئے تو اللہ سے ڈر اور اس کے حکم پر راضی ہو (یہ سن کر) آپ کی بیوی روئی اور توبہ کی اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اس پر راضی ہوئی۔ واللہ الموفق

صبر کی دس اقسام

☆......بعض علماء نے فرمایا ہے: صبر کی دس قسمیں ہیں:

1- پیٹ کی خواہش پر صبر کرنا اس کا قناعت نام رکھا جاتا ہے اور اس کی ضد شرہ (حرص لالچ) ہے۔

2-شرم گاہ کی شہوت پر صبر کرنا اس کو عفت کہتے اور اس کی ضد شبق یعنی عورت کی آرزو کرنا ہے۔

3-مصیبت پر صبر کرنا اس کو صبر کہتے ہیں اور اس کی ضد بے قراری اور بے صبری ہے۔

4-مالداری پر صبر کرنا اس کو ضبط نفس کہتے ہیں اور اس کی ضد تکبر اور اترانا ہے۔

5-لڑائی کے وقت صبر کرنا اس کو شجاعت کہتے ہیں اور اس کی ضد نامردی ہے۔

6-غصہ کے وقت صبر کرنا اس کو حلم کہتے ہیں اور اس کی ضد حماقت ہے۔

7-مصیبتوں کے وقت صبر کرنا اس کو سعۃ الصدر (کشادہ سینہ) کہتے ہیں اور اس کی ضد تنگ دلی ہے۔

8-بھید کی حفاظت پر صبر کرنا اور اس کو کتمان (چھپانا) کہتے ہیں اور اس کی صد خرق (پھاڑنا) ہے۔

9-فضول معیشت سے صبر کرنا اس کو زہد کہتے ہیں اور اس کی ضد حرص ہے۔

10-اور کسی کام کی توقع کے وقت صبر کرنا اور اس کو توریہ کہتے ہیں اور اس کی ضد طیش اور سخت غضب ہے۔ (نوادر حکایات ترجمہ قلیوبی)

(116)

علماء کی پاکبازی

امام ابن جوزی فرماتے ہیں میں نے بہت سے علماء اور واعظین دیکھے کہ دنیا ان پر تنگ ہوتی ہے اور وہ مالی مفادات کے لئے سلاطین کی مجالس کی پناہ لیتے ہیں حالانکہ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ سلاطین دولت کو اس کے صحیح طریق سے کم ہی لیتے ہیں اور نہ ہی اس کے حق پر لگاتے ہیں چنانچہ اکثر ایسے ہیں کہ جب خراج جمع ہوتا ہے تو مصالح اور مصارف پر لگانے کے بجائے قصیدہ خوانوں کو بخشش کر دیتے ہیں اور کبھی ایک سپاہی ساتھ ہوتا ہے جس کو بمشکل دس دینار مشاہرہ ملنا چاہئے مگر اسے دس ہزار دے دیتے ہیں، کبھی کسی غزوہ میں گئے اور جو مال لشکر میں تقسیم ہونا چاہئے وہ اپنے لئے مختص کر لیتے ہیں یہ ان مظالم کے سوا ہے جو معاملات میں پائے جاتے ہیں اور اس عالم پر سب سے پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ اپنے علم کے نفع سے محروم ہو جاتا ہے۔ کسی مرد صالح نے ایک عالم کو یحییٰ بن خالد برمکی کے گھر سے نکلتے دیکھا تو کہنے لگے ''میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ دے۔'' اس نے پوچھا یہ کیوں فرمایا؟ کہا: تو منکرات کو نہیں دیکھتا؟ اور ان پر نکیر نہیں کرتا اور تو ان کے کھانے کھاتا ہے جو ظلم ہی کے راستے سے آتے ہیں جس سے دل بے نور ہو جاتا ہے اور حق تعالیٰ کے ساتھ سے محروم ہو جاتا ہے پھر تیرے مقدر میں یہ نہیں رہتا کہ تیرے ذریعہ سے کوئی ایک ہدایت پالے بلکہ بسا اوقات یہ فعل لوگوں کی گمراہی کا سبب بنتا ہے اور اس کی اقتداء سے ہٹ جانے کا پس وہ اپنا بھی نقصان کرتا ہے اور اپنے امیر کا بھی کیونکہ وہ یوں کہتا ہے کہ اگر میں صحیح نہ ہوتا تو فلاں عالم میری مجلس میں شریک نہ

Scanned with CamScanner

ہوتے یا مجھ پر نکیر کرتے اور عوام کا نقصان یوں ہوتا ہے کہ وہ امیر کے طور طریقوں کو صحیح سمجھنے لگتے ہیں یا ان کے دلوں میں دنیا کی محبت آ جاتی ہے اور خدا کی قسم دنیا کی اس وسعت میں کوئی خیر نہیں جو آخرت کے طریق میں زنگ پیدا کرے۔

قابل رشک لوگ

اور میں ان لوگوں پر فدا ہوں جو عمر بھر خواہشات کی دوپہر میں دنیا کی پیاس پر صابر رہے حتیٰ کہ وہ موت کے دن شراب رضا سے سیراب ہوئے اور آج بھی ان کے تذکرے پیاسے قلوب کو سیراب کرتے ہیں اور ان کے زنگ کو صاف کرتے ہیں۔ یہی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بن حنبل ہیں جو ضرورت کے وقت گندم کے خوشے تو چن لیتے تھے مگر سلطان کا مال قبول نہ فرماتے۔ ابراہیم الحربی جو سبزی کے پتوں سے گزر اوقات کر لیتے تھے اور معتصم کے ہزار دینار کا ہدیہ واپس کرتے تھے۔ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کو بھوک تنگ کرتی تھی۔ لوگ کہتے کہ آپ کے لئے آٹے کا ملیدہ بنالیں تو فرماتے ڈر آتا ہے کہ اگر سوال ہو گیا کہ آٹا کہاں سے آیا تھا؟ واللہ ایسے لوگوں کے تذکرے ہمیشہ رہتے ہیں اور ان کا صبر یوں لگتا ہے جیسے معمولی اونگھ سی تھی اور مزے اڑانے والوں کی لذتیں جاتی رہیں بدن بوسیدہ ہو گئے اور دین میں ضعف آ گیا لہٰذا اے باتوفیق صبر ہی کی کوشش کر اور دنیا کی وسعت والوں پر رشک نہ کر کیونکہ اس وسعت میں ذرا غور کرے گا تو اس میں تجھے دین کی تنگی دکھائی دے گی اور اپنے نفس کو تاویل کے لئے ڈھیل مت دینا کہ دنیا میں تری عمر قلیل ہے اور شاہ کسریٰ کا پر مسرت اور اہل صبر کا ٹوٹا پھوٹا دن گزرنے کے بعد یکساں ہو جاتے ہیں اور نفس قلت صبر کی وجہ سے بے چین ہونے لگے تو اسے زاہدوں کے قصے سناؤ اس سے سکون ہو گا' حیا آئے گی' انکساری و عاجزی پیدا ہو گی اگر اس میں کچھ ہمت یا بیداری ہوئی۔ (صید الخاطر)

(117)

تیری گود میں وہ گل ہاشمی ہے

انسان کی زندگی میں مختلف ادوار آتے رہتے ہیں' کبھی دکھ کبھی سکھ۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بھی ان مراحل سے گزرنا پڑا۔ یکے بعد دیگرے چار بیٹیوں کی پیدائش کے بعد ان کے آنگن میں ایک اور پھول کھلا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر ختم نبوت کا تاج رکھا جا چکا تھا۔ اعلانیہ دعوت دی جا رہی تھی اور مکہ مکرمہ میں اسلام کے خلاف شدید کشمکش جاری تھی۔ آنے والا مولود والدین کے لئے نہایت خوشی کا باعث تھا۔ بہنیں کتنی خوش ہوئی ہوں گی۔ مولود کا نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والد گرامی کے نام پر عبداللہ رکھا۔ انہی کا لقب طاہر اور طیب تھا۔ دونوں کے معنی پاک صاف کے ہیں۔

کچھ ہی عرصہ گزرا کہ اس پھول کو اللہ تعالیٰ نے اپنی آغوش رحمت میں لے لیا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات سے جہاں والدین کو نہایت صدمہ ہوا وہاں اسلام کے دشمنوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ ان کے گھروں میں گھی کے چراغ جلے۔ وہ خوشی کے شادیانے بجانے اور تالیاں پیٹنے لگے۔ مشہور دشمن اسلام عاص بن وائل نے اپنا خبث باطن ظاہر کرتے ہوئے کہا چلو اچھا ہوا ان کی اولاد کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ اب تو آپ ''ابتر'' ہیں۔ (المعجم الکبیر للطبرانی' 179/4)

یاد رہے ''ابتر'' عربی زبان میں لاولد کو کہتے ہیں جس کا ذکر خیر کرنے والا کوئی باقی نہ رہے۔ سیرت کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی اور بدزبانوں نے بھی ابتر ہونے کا طعنہ دیا۔ ان طعنہ دینے والوں میں ابولہب

Scanned with CamScanner

بھی شامل تھا۔ اس کا کہنا تھا چلئے! ان کا قصہ ختم ہوا۔ اب محمد کی کوئی نرینہ اولاد تو رہی نہیں' ان کا معاملہ بس ان کی اپنی زندگی تک محدود ہے۔ ان کے دنیا سے جانے کے بعد کوئی ان کا نام لیوا نہ رہے گا۔

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے

بیٹے کی وفات کا صدمہ اور اس پر دشمنوں کے طعنے یقیناً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے صدمے میں اور اضافہ ہوا ہوگا مگر آدمی کا مقام و منصب جتنا بڑا ہوتا ہے اتنی ہی اس کی آزمائش بھی زیادہ ہوتی ہے۔

اللہ رب العزت نے ان مشرکین کے طعنوں کے جواب میں سورۂ الکوثر نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا:

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝

''بلاشبہ ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا ہے۔ آپ اپنے رب کے لئے نماز ادا کیجئے اور قربانی کیجئے۔ بلاشبہ آپ کا دشمن ہی جڑ کٹا ہے۔''

(السیرۃ لابن اسحاق' 289/1' الکوثر' 98:1-3)

اللہ رب العزت نے اس سورہ کو نازل فرما کر خود اپنے نبی اور ان کے اہل خانہ کو حوصلہ دیا' ان کے دلوں پر مرہم رکھا اور کہا کہ آپ کو تو ہم نے خیر کثیر عطا کیا ہے...... یہ جو طعنے دینے والے ہیں یہ خود جڑ کٹے ہیں' چنانچہ یہ طعنے دینے والے سب کافر قتل ہوئے اور بدر کے گندے کنویں میں پھینک دیئے گئے جبکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ' ان کی شان اور رفعت و بلندی قیامت تک باقی ہے۔

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شان رفعنا لك ذكرك دیکھے (اقبال)

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے بلاشبہ اپنے بیٹے کی وفات کا صدمہ بہت بڑا تھا مگر ہمیشہ سے صبر و شکر کرنے والی اس عظیم خاتون نے کلمہ شکر و خیر ہی ادا کیا۔

(118)

ٹنڈا درویش

مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اے عزیز' ایک حکایت دل پذیر بیان کرتا ہوں۔ اگر تو اس پر غور کرے گا تو حقیقت پر عاشق ہو جائے گا۔ کسی زمانے میں ایک عبادت گزار درویش دشوار گزار پہاڑیوں میں رہا کرتا تھا۔ اپنی ذات سے تن تنہا تھا۔ بیوی بچوں کا جھگڑا نہ پالا۔ تنہائی اس کی بیوی اور تنہائی اس کی اولاد تھی۔ عبادتِ الٰہی کی خوشبو میں دن رات مست رہتا اور دنیا پرست لوگوں کے نفس کی بدبو سے پریشان دماغ ہو جاتا تھا۔ ان پہاڑیوں کے دامن میں سرسبز اور شاداب جنگل تھے اور جنگلوں میں ہزار ہا درخت پھلوں اور میووں کے تھے۔ اس درویش خدا مست کی خوراک وہی جنگل کے پھل اور میوے تھے۔ ان چیزوں کے سوا اور کچھ نہ کھاتا تھا۔

ایک دن بیٹھے بٹھائے نہ جانے کیا خیال آیا کہ خدا سے' ایک عجیب عہد باندھ لیا کہ اے میرے پروردگار! میں آئندہ ان درختوں سے نہ خود میوہ توڑوں گا نہ کسی اور سے درخواست کروں گا کہ مجھے توڑ کے دے۔ میں وہ پھل نہ کھاؤں گا جسے ڈالیاں زمین سے اونچا رکھیں۔ صرف وہی پھل اور میرے پیٹ میں جائے گا جو ہوا کے جھونکوں سے خود جھڑ کر زمین پر آن گرے۔ غرض یہ عہد اس مرد درویش نے خدا سے کیا۔

اب خدا کی قدرت دیکھو کہ پانچ دن گزر گئے اس دوران میں کوئی سیب یا امرود درخت سے نہیں گرا یہاں تک کہ بھوک کی آگ نے درویش کو بے قرار و مضطرب کر دیا۔

Scanned with CamScanner

کسی پل چین نہ تھا۔اسی عالم میں جنگل سے گزرتے ہوئے امرود کا ایک درخت دیکھا۔ اس کی ڈالیوں پر زرد زرد بڑے بڑے امرود لگے ہوئے تھے۔وہ کھڑا ہو کر' للچائی ہوئی نظروں سے امرودوں کو تکنے لگا۔جی میں آیا کہ ایک آدھ پھل توڑ کے کھالے لیکن صبر کیا اور اپنے آپ پر قابو رکھا۔یکا یک زور کی ہوا چلی۔امرودوں سے لدی ہوئی ایک ڈالی اتنی جھکی کہ زمین کو چھونے لگی مگر پھل زمین پر ٹوٹ کر نہ گرا۔

درویش کا نفس بے قابو ہو گیا

یہ منظر دیکھ کر درویش کا نفس بے قابو ہو گیا' معدے کے اندر سے ہوک اٹھی اور خدا سے جو عہد استوار کیا تھا وہ توڑنے پر تیار ہو گیا۔فوراً ہاتھ بڑھا کر امرود توڑ لیا۔عہد کا ٹوٹنا تھا کہ غیرتِ خداوندی حرکت میں آئی۔اس پہاڑی علاقے اور جنگل میں عرصہ دراز سے چوروں اور قزاقوں کا ایک گروہ رہتا تھا۔شہروں اور بستیوں میں جا کر لوگوں کو لوٹتا اور واپس آ کر چوری کا مال آپس میں تقسیم کیا کرتا۔اتفاق ایسا ہوا کہ اسی روز کسی مخبر نے کوتوال کو ان قزاقوں کے بارے میں اطلاع دی کہ فلاں پہاڑی درے میں بیٹھے مال غنیمت بانٹ رہے ہیں۔کوتوال سپاہیوں کی ایک بڑی جماعت لے کر وہاں آیا' پہاڑی اور جنگل کا گھیرا ڈال کر سب چوروں کو اس درویش سمیت پکڑ کر ساتھ لے گیا اور ہاتھوں اور پیروں میں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ڈال کر قید خانے میں پھینک دیا۔پھر ایک روز بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔اس نے مقدمہ سن کر حکم سنایا کہ ہر چور کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔جلاد نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں اسی وقت ہر چور کا بایاں پاؤں اور دایاں ہاتھ کاٹ ڈالا۔انہی کے ساتھ درویش کا دایاں ہاتھ بھی کٹ گیا۔ابھی جلاد اس کا پاؤں کاٹنے کے لئے تیار ہو رہا تھا کہ یکا یک ایک گھڑ سوار تیزی سے وہاں نمودار ہوا اور جلاد سے للکار کر کہا:

''اے او مردود! ذرا دھیان دے اور دیکھ یہ شخص بہت بڑا شیخ اور ابدال وقت ہے' تو نے کیوں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا؟ اب خدا کے عذاب کا انتظار کر۔''

گھڑ سوار کی یہ بات سنتے ہی جلاد کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی' عالم وحشت میں اپنے کپڑے تار تار کئے اور وہاں سے بھاگا۔سیدھا کوتوال کے پاس گیا اور اسے حادثے سے آگاہ کیا۔کوتوال کے ہوش اڑ گئے۔لرزاں و ترساں' برہنہ سر' برہنہ پا درویش کی خدمت میں ہاتھ باندھے حاضر ہوا اور عرض کیا: اے خدا کے مقبول بندے' مجھے خبر نہ تھی کہ تو کون ہے۔میں نے تجھ پر سخت زیادتی کی۔اللہ مجھے معاف کر دے۔

توبہ کے بعد کا حال

درویش نے کہا: ''اے کوتوال' تیری اس میں کیا خطا ہے' جو کچھ میرا حشر ہوا اس کا سبب میں خوب جانتا ہوں۔میں نے اپنے پروردگار سے ایک عہد استوار کیا تھا لیکن میری بدنصیبی نے مجھ سے وہ عہد تڑوایا اور مجھے خدا کی عدالت میں دھکیل دیا۔میں نے دیدہ و دانستہ اپنا عہد توڑا' اس لئے سزا کے طور پر آفت آئی۔ہمارا ہاتھ' ہمارا پیر' ہمارا جسم' ہماری جان' دوست کے حکم پر نثار ہو تو یہ شکایت کا نہیں شکر کا مقام ہے۔تجھے ان حالات کی کیا خبر تھی۔لہٰذا بے فکر رہ۔تجھ سے کوئی مواخذہ نہ ہو گا' جو شخص پروردگارِ کائنات کے غلبہ حکمرانی سے واقف و آگاہ ہے اسے اپنے رب سے الجھنے کی کیسے جرأت ہو سکتی ہے؟''

غرض اس درویش کو بصد احترام و عزت دوبارہ اسی جنگل میں پہنچا دیا گیا جہاں وہ مدت سے رہتا آیا تھا۔ہاتھ کٹنے کے بعد اس کا نام ٹنڈا درویش پڑ گیا تھا اور لوگ اسی نام سے اسے پکارتے تھے۔ایک روز ایسا ہوا کہ کوئی شخص بے وقت اور بغیر اجازت درویش سے ملاقات کے لئے جھونپڑی میں گھس گیا۔کیا دیکھتا ہے کہ درویش اپنے دونوں ہاتھوں سے خرقہ درویشی میں پیوند لگا رہا ہے۔اس نے حیرت سے دانتوں میں انگلی دے کر کہا کہ حضرت' یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ آپ کے تو دونوں ہاتھ صحیح سلامت ہیں۔لوگوں نے خوامخواہ یہ اڑا رکھی ہے کہ خدانخواستہ آپ کا دایاں ہاتھ کٹا ہوا ہے۔

درویش نے کہا: ''ارے او میری جان کے دشمن' تو جھونپڑی میں بغیر اجازت کیوں آ گیا؟'' اس نے ندامت سے جواب دیا کہ حضرت' آپ کی زیارت اور شوق ملاقات

Scanned with CamScanner

کے سبب یہ حماقت مجھ سے سرزد ہوئی۔ درویش نے اس کی یہ محبت اور خلوص دیکھ کر کہا کہ اب آ ہی گیا ہے تو ایک طرف بیٹھ جا لیکن خبردار! جو کچھ تو نے دیکھا' اس کا ذکر میری زندگی تک کسی سے نہ کرنا۔ اس شخص نے وعدہ کیا مگر جھونپڑی کے باہر لوگوں کا ایک بڑا ہجوم کھڑا دروازوں اور جھریوں سے جھانک رہا تھا اور اب سب پر درویش کی کرامت کا راز کھل گیا تھا۔ درویش نے دل میں کہا کہ اے میرے رب' اس کی حکمت سے تو ہی خوب آگاہ ہے۔ جتنا میں اس کرامت کو عوام اور خواص کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں اتنا ہی تو اسے ظاہر کرتا اور پھیلاتا ہے۔

کرامت کا ظہور

اسی وقت درویش کو القا ہوا کہ سن' جب تیرا ہاتھ چوروں کے ساتھ کاٹا گیا' تب لوگوں نے تیرے بارے میں خیال کیا کہ تو بنا ہوا درویش تھا اور ہماری راہ میں مکروفریب کا جال بچھائے بیٹھا تھا۔ اس لئے ہم نے تجھے رسوا کر دیا۔ یہ بات' ہمیں منظور نہ ہوئی کہ لوگ یہ دیکھ کر بدنصیبی اور گمراہی میں گرفتار ہوں اور اللہ والوں کے بارے میں بدگمانیوں میں مبتلا رہیں۔ اس لئے ہم نے تیری یہ کرامت سب پر ظاہر کر دی۔ ضرورت کے وقت ہم تجھے ہاتھ عطا کر دیتے ہیں تاکہ یہ بدگمانی کے مریض لوگ بارگاہِ الٰہی سے ناکام واپس نہ جائیں۔ ہم تو تجھے اس کرامت سے پہلے بھی اپنی ذات کا عرفان عطا کر چکے ہیں۔ اب جو یہ کرامت تجھے عطا ہوئی یہ عام لوگوں کے لئے ہے اور یہ چراغ انہی کی خیرخواہی کے لئے روشن کیا گیا ہے۔ (درویش اس الہام کے بعد سجدے میں گر پڑا اور کہا کہ اے پروردگار! تو جو کرتا ہے' وہ عین حکمت ہے' یہ الگ بات ہے کہ وہ حکمت ہماری سمجھ میں نہ آئے)۔ (مثنوی شریف)

(119)

کلمہ پڑھتے ہی زنجیر ٹوٹ گئی

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ فریضہ حج ادا کرنے کے لئے میں گھر سے نکل کھڑا ہوا اور اپنی سواری کو رخ قبلہ دوڑانا شروع کیا مگر میری سواری ولایت روم کے ایک شہر قسطنطنیہ کی جانب چل پڑی۔ میں نے اسے کعبہ معظمہ کی جانب لے جانے کی بڑی کوشش کی مگر وہ قسطنطنیہ کی جانب بڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ میں قسطنطنیہ پہنچ گیا۔ وہاں لوگوں کے ایک جم غفیر پر نظر پڑی جو ایک دوسرے سے محو کلام تھے۔ میں نے بعض لوگوں سے صورت حال معلوم کی' تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے بادشاہ کی لڑکی پر دیوانگی کا دورہ پڑا ہے اور کسی طبیب کی تلاش کی جا رہی ہے۔ میں نے کہا: میں اس لڑکی کا علاج کروں گا۔ وہ لوگ مجھے شاہی محل میں لے گئے۔ جب میں دروازے کے قریب پہنچا تو اندر سے آواز آئی اے جنید رحمۃ اللہ علیہ! تو اپنی سواری کو کب تک ہماری طرف آنے سے روکتا رہے گا جبکہ وہ آپ کو ہماری طرف بلا رہی ہے۔ جب میں نے اندر قدم رکھا تو ایک حسینہ و جمیلہ عورت کے سراپا پر نظر پڑی جو کہ پابہ زنجیر تھی۔ اس عورت نے مجھ سے کہا حضرت میرے واسطے کوئی دوا تجویز فرمائیں جس سے میں صحت یاب ہو جاؤں اور میری دیوانگی جاتی رہے۔ میں نے اسے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے کو کہا۔ اس نے بآواز بلند کلمہ شریف پڑھا۔ پڑھتے ہی زنجیر ٹوٹ کر گر پڑی۔ بادشاہ بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا: واللہ! کتنا پیارا اور کامیاب حکیم ہے کہ ایک پل میں میری لڑکی کی بیماری دور کر کے اسے اچھا کر دیا۔ میں نے بادشاہ سے کہا کہ تم

بھی کلمہ شریف پڑھو (تمہارے دل سے کفر کی بیماری ختم ہو جائے گی) اس نے کلمہ شریف پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ کلمہ شریف کا یہ کمال دیکھ کر بہت سے لوگ کثیر تعداد میں حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ (نزہۃ المجالس، ج 1، ص 16)

(120)

اب میری نگاہوں میں جچتا نہیں کوئی

مکہ پر امن طور پر فتح ہو چکا تھا، معافی کا عام اعلان کر دیا گیا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی اُم حکیم اور ہندہ بنت عتبہ اور ان کے ہمراہ دیگر چند خواتین نے سوچا کہ اب دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں معافی کی خواستگار ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرتے ہوئے حلقہ بگوش اسلام لانے کی سعادت حاصل کریں۔ جب یہ خواتین سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ازواجِ مطہرات میں سے دو رفیقۂ حیات موجود تھیں۔ ہندہ نے پردے کی اوٹ سے بلیغانہ انداز میں بات کرتے ہوئے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اپنے پسندیدہ بندے کو غلبہ عطا کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کامیابی پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ قرابت داری کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رحم کی اپیل کرتی ہوں اور صدق دل سے اسلام قبول کرتی ہوں۔ پھر اپنے چہرے سے نقاب ہٹا کر کہنے لگی میں ہندہ بنت عتبہ ہوں۔

سرورِ عالم، محسن اعظم، شافع محشر، خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، خوش آمدید! آپ کی جانب سے خیر سگالی کے کلمات سن کر دلی مسرت ہوئی۔ اسلام کے متعلق آپ کے دل میں نرم گوشے کا پیدا ہونا خوش آئند بات ہے۔

Scanned with CamScanner

ہندہ کا قبولِ اسلام

اس خاتون نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان مبارک لمحات سے پہلے میری دلی کیفیت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اسلام کے خلاف میرے دل میں شدید ترین نفرت کے جذبات پائے جاتے تھے لیکن اب یکا یک نفرت کی جگہ محبت نے لے لی ہے اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مجھے دُنیا کی ہر چیز سے اچھی محسوس ہوتی ہے۔ سرورِ عالم، محسن اعظم، خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کے ان پاکیزہ جذبات، خیالات و احساسات میں برکت عطا فرمائے۔ بعدازاں اس نے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔

(محبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، 221)

(121)

حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ

سیدی والا حضرت خواجہ مودود چشتی رضی اللہ عنہ کہ سرور وسردار سلسلۂ عالیہ چشتیہ بہشتیہ اور سُلالۂ خاندانِ اولیائے کرام ہیں۔ ان کے آباء کرام رضی اللہ عنہم اجلہ اکابر محبوبانِ خدا، سردارانِ شریعت وطریقت واصحابِ علم وکرامت تھے۔ ان کے بعد حضرت خواجہ مودود چشتی نے مسند آباء پر جلوس فرمایا۔ ہزاروں آدمی مرید ہوگئے مگر صاحبزادہ والا قدا بھی عالم نہ ہوئے تھے نہ راہِ طریقت میں کسی مرشد کامل کی تعلیم سے چلے تھے۔ عنایت ازلی نے کہ ان کے حال شریف پر متوجہ تھی حضرت شیخ الاسلام قطب الکرام سیدی احمد جامقی جامی رضی اللہ عنہ کو ان کی تعلیم وتفہیم کے لئے ہرات بھیجا۔ یہاں عوام وخواص اس جناب کی کرامات عالیہ دیکھ کر مرید ومعتقد ہوئے اور تمام اطراف میں ان کا شہرہ ہوا۔ صاحبزادۂ خواجگان رضی اللہ عنہ کو ناگوار ہوا۔ قصد فرمایا: حضرت والا کو اس ملک سے باہر کریں۔ لشکر مریداں لے کر جنبش فرمائی۔ اصحاب حضرت شیخ الاسلام کو اس کی اطلاع ہوئی۔ انہوں نے براہِ ادب اسے شیخ الاسلام سے چھپایا مگر حضرت خود ہی خوب جانتے تھے۔

ایک دن جب صبح کا خاصہ حاضر کیا گیا ارشاد فرمایا: ''ایک ساعت صبر کرو کچھ قاصد آتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد قاصدانِ صاحبزادہ حاضر ہوئے۔ حضرت والا نے انہیں کھانا کھلایا پھر فرمایا تم کہو گے یا میں بتاؤں کہ تم کس لئے آئے ہو۔'' عرض کی ''حضرت فرمائیں۔'' خواجہ مودود نے تمہیں بھیجا ہے کہ احمد سے کہو وہ ہماری ولایت میں کیوں آیا۔

سیدھی طرح واپس جانا ہے تو جائے ورنہ جس طرح چاہے نکال دیا جائے گا۔

قاصدوں نے تصدیق کی کہ ہاں حضرت خواجہ نے یہی پیام لے کر ہمیں بھیجا ہے۔ حضرت والا نے فرمایا: ’’اگر ولایت سے یہ دیہات مراد ہیں تو یہ تو اوروں کی ملک ہیں نہ کہ خواجہ مودود کی‘ اور اگر ولایت سے یہ لوگ مراد ہیں تو یہ بادشاہ سنجر کی رعیت ہیں تو یوں تو بادشاہ شیخ الشیوخ ٹھہرے گا اور اگر ولایت سے وہ مراد ہے جو میں جانتا ہوں اور جسے اولیاء اللہ جانتے ہیں تو کل ہم انہیں دکھادیں گے کہ ولایت کا کام کیا ہے اور کیسا ہوتا ہے۔‘‘

ندی سے خشک پاؤں گذر گئے

قاصدوں کو یہ جواب عطا فرمایا اور ادھر ابر عظیم آیا اور ایک رات دن برابر برسا‘ دم بھر کو دم نہ لیا۔ دوسرے دن صبح کو حضرت والا نے فرمایا: گھوڑے کسو کہ خواجہٗ مودود کی طرف چلیں۔ اصحاب نے عرض کی ندھی چڑھ گئی اب جب تک چند روز بارش موقوف نہ ہو کوئی ملاح کشتی بھی نہیں لے جا سکتا۔ فرمایا: ’’کچھ مشکل نہیں۔ آج ہم ملاحی کریں گے۔‘‘ جب سوار ہو کر جنگل میں پہنچے ملاحظہ فرمایا: ایک انبوہ مسلح حضرت کے ہمراہ ہے۔ فرمایا: یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کی حضور کے محب و مرید ہیں۔ یہ سن کر ایک جماعت‘ حضور کے مقابلے کو آئی ہے۔ یہ حضور کے ہمراہ ہو لئے ہیں۔ فرمایا: ’’انہیں واپس کرو تیر و تلوار تو (والی) سنجر کا کام ہے اولیاء کے ہتھیار وہی ہیں۔‘‘ غرض چند خدام کے ساتھ ندی کنارے پہنچے۔ پانی طغیانی پر تھا۔ فرمایا: ’’آج یہ ٹھہری ہے کہ ہم ملاحی کریں گے۔‘‘ معرفت الٰہی میں کلام فرمانا شروع کیا۔ تمام حاضرین ذوق سے بے خود ہو گئے۔ فرمایا: ’’آنکھیں بند کرلو اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر چلو۔‘‘ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ جس نے آنکھ جلدی کھول دی اس کا جوتہ تر ہوا اور جس نے ذرا دیر کر کے کھولی اس کا جوتہ بھی خشک رہا اور سب نے اپنے آپ کو دریا کے اس پار پایا۔ قاصدوں نے جو یہ ماجرا دیکھا جلدی کر کے حضرت صاحبزادۂ خواجگان (خواجہ مودود چشتی) کے حضور حاضر

ہوئے اور حال عرض کیا۔ کسی کو یقین نہ آیا۔

صاحبزادہ دو ہزار مرید مسلح کے ساتھ متوجہ ہوئے اور جیسے ہی حضرت شیخ الاسلام سے نظر دوچار ہوئی صاحبزادہ بے اختیار پیادہ ہوئے اور حضرت والا کے پائے مبارک پر بوسہ دیا۔ حضرت ان کی پیٹھ ٹھونکتے اور فرماتے تھے ’’ولایت کا کام دیکھا۔ تم نہیں جانتے مردانِ خدا کی ولایت فوج سلاح سے نہیں۔ جاؤ سوار ہو۔ ابھی بچے ہو۔ تمہیں نہیں معلوم کیا کرتے ہو۔‘‘

محفلِ سماع

جب بستی میں آئے حضرت شیخ الاسلام مع اپنے اصحاب کے ایک محلہ میں اترے اور حضرت صاحبزادہ‘ مع مریدان دوسرے محلہ میں۔ دوسرے دن مریدانِ صاحبزادہ نے کہا: ہم آئے تھے شیخ احمد کو اس ملک سے نکالنے اور آج وہ ہمارے ساتھ ایک ہی گاؤں میں مقیم ہیں۔ کوئی فکر عمدہ کرنی چاہئے۔ حضرت خواجہ مودود نے فرمایا: ’’میری رائے میں صواب یہ ہے کہ صبح ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے اجازت لیں۔ ان کا کام ہمارے بل کا نہیں۔‘‘ مریدوں نے کہا: بلکہ رائے صواب یہ ہے کہ کوئی جاسوس مقرر کریں جب ان کے قیلولہ (دوپہر کے آرام) کا وقت آئے اور لوگ ان کے پاس سے چلے جائیں۔ وہ تنہا رہیں۔ اس وقت ہماری ایک جماعت آپ کے ساتھ ان کے پاس جائے اور سماع شروع کریں اور حال لائیں۔ اسی حالت میں کوئی حربہ ان پر ماردیں۔‘‘ حضرت خواجہ نے فرمایا: ’’یہ ٹھیک نہیں وہ ولی ہیں صاحب کرامات ہیں۔‘‘ مگر مریدوں نے نہ مانا۔ جب دوپہر کو حضرت شیخ الاسلام کے آرام کا وقت آیا خادم نے چاہا کہ بچھونا بچھائے۔ فرمایا: ’’ایک ساعت توقف کرو۔ کچھ کام درپیش ہے۔‘‘ ناگاہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ خادم نے دروازہ کھولا۔ دیکھا کہ حضرت خواجہ مودود ایک انبوہ کے ساتھ تشریف لائے۔ سلام کر کے سماع شروع ہوا۔ ساتھ والے نعرے لگانے لگے۔ انہوں نے چاہا کہ اپنا ارادۂ فاسد پورا کریں کہ حضرت شیخ الاسلام نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا:

"ہے ہے سہلا کجائی' ہے ہے سہلا تو کہاں ہے۔" سہل نام ایک صاحب' شہر سرخس کے ساکن صاحب کرامات و عاقل مجنون نما تھے۔ حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں رہتے۔ حضرت کے آواز دیتے ہی وہ فوراً حاضر ہوئے اور ایک نعرہ ان مفسدوں پر لگایا۔ وہ سب کے سب معاً جوتیاں پگڑیاں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ صرف حضرت صاحبزادہ خواجگانِ باقی رہے۔ نہایت ندامت کے ساتھ کھڑے ہوئے اور سر برہنہ کر کے معافی مانگی اور عرض کی "حضرت کو روشن ہے کہ اس دفعہ یہ میری مرضی نہ تھی۔"

زاہدِ بے علم مسخرۂ شیطان ہے

فرمایا: "میں نے معاف کیا' جاؤ اور ان لوگوں کو واپس لاؤ اور دو خدمت گار مقرر کرو اور تین دن ٹھہرو۔" حضرت خواجہ مودود نے ایسا ہی کیا۔ بعد ازاں حضرت شیخ الاسلام کے پاس آ کر گزارش کی کہ "جو حکم ہوا تھا بجالایا۔ اب کیا فرمان ہے۔" فرمایا: "سجادہ طاق پر رکھو اور اول جا کر علم پڑھو کہ زاہد بے علم مسخرۂ شیطان ہے۔" حضرت خواجہ نے فرمایا: "میں نے قبول کیا۔ اور کیا ارشاد ہے۔" فرمایا: "جب تحصیل علم سے فارغ ہوؤ اپنا خاندان زندہ کرو۔ تمہارے باپ دادا' صاحب کرامات تھے۔"

خواجہ موجود نے عرض کی "خاندان زندہ کرنے کو ارشاد ہوتا ہے تو پہلے تبرکاً حضرت والا مجھے مسند پر بٹھا دیں۔" فرمایا: "آگے آؤ۔" یہ آگے گئے۔ حضرت نے ہاتھ پکڑ کر اپنی مسند مبارک کے کنارے پر بٹھایا اور فرمایا: "بشرطِ علم' بشرطِ علم' بشرطِ علم۔" تین بار فرمایا۔

حضرت خواجہ تین روز اور حاضر خدمت رہے۔ فائدے لئے۔ نوازشیں پائیں پھر تحصیل علم کے لئے بلخ بخارا تشریف لے گئے۔ چار سال میں ماہر کامل ہوئے۔ ہر شہر میں حضرت سے کرامات ظاہر ہوئیں پھر چشت کو مراجعت فرمائی۔ تربیت مریدان میں مشغول ہوئے۔ اطراف سے طالبانِ خدا حاضر خدمت ہوئے اور حضرت کی برکت انفاس سے' دولت معرفت و مرتبہ ولایت کو پہنچے۔ حضرت خواجہ شریف زندنی رضی اللہ عنہ کہ نہایت عالی درجہ و عارف وواصل ہیں اسی جناب کے مرید و تربیت یافتہ ہیں۔ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین۔ (مقال العرفاء بحوالہ نفحات الانس شریف)

شریعت کیا ہے؟

فائدہ: شریعت' صرف چند احکام فرض و واجب و حلال و حرام کا نام نہیں بلکہ شریعت' تمام احکام جسم و جان و روح و قلب و جملہ علوم الٰہیہ و معارف نامتناہیہ کو جامع ہے۔ جن میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت و معرفت ہے ولہذا اولیائے کرام کے اجماع قطعی سے' تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے۔ اگر شریعت کے مطابق ہوں حق و مقبول ہیں ورنہ مردود و مخذول' تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے۔ شریعت ہی مناط و مدار ہے۔ شریعت ہی محک (کسوٹی) و معیار ہے۔ شریعت راہ کو کہتے ہیں اور "شریعت محمدیہ" علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیہ کا ترجمہ ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ۔ یہ قطعاً عام و مطلق ہے نہ کہ صرف چند احکام جسمانی سے خاص۔

یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت' ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں اس کا مانگنا اور اس پر ثبات (ثابت قدمی) و استقامت کی دعا کرنا ہر مسلمان پر واجب فرمایا ہے کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۔ یہی وہ راہ ہے جس کا منتہا اللہ ہے۔ قرآن عظیم میں فرمایا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۔ بے شک اس سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔ یہی وہ راہ ہے جس کا مخالف بد دین گمراہ ہے۔ قرآن عظیم نے فرمایا: وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ الایہ شروع رکوع سے احکام شریعت بیان کر کے فرماتا ہے اور اے محبوب تم فرما دو کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ وہ تمہیں خدا کی راہ سے جدا کر دیں گے۔ اللہ تمہیں اس کی تاکید فرماتا ہے تاکہ تم پرہیزگاری کرو۔ دیکھو قرآن عظیم نے صاف فرما دیا کہ شریعت ہی وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ ہے۔ اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دور ہوگا۔

Scanned with CamScanner

طریقت، شریعت سے جدا نہیں

ہر دو حروف پڑھا ہوا جانتا ہے کہ طریق طریقہ طریقت راہ کو کہتے ہیں نہ کہ پہنچ جانے کو، تو یقیناً طریقت بھی راہ ہی کا نام ہے۔ اب گروہ شریعت سے جدا ہو تو بشہادت قرآن عظیم، خدا تک نہ پہنچائے گی بلکہ شیطان تک۔ جنت میں نہ لے جائے گی بلکہ جہنم میں کہ شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن عظیم باطل و مردود فرما چکا۔ لاجرم ضرور ہوا کہ طریقت یہی شریعت ہے۔ اسی روشن راہ کا ٹکڑا ہے۔ اس کا اس سے جدا ہونا محال و ناسزا ہے، جو اسے شریعت سے جدا جانتا ہے اسے راہ خدا سے توڑ کر راہ ابلیس مانتا ہے مگر حاشا، طریقت حقہ، راہ ابلیس نہیں۔ قطعاً راہ خدا ہے تو یقیناً وہ شریعت مطہرہ ہی کا ٹکڑا ہے۔

چکی کھینچنے والا گدھا

بالجملہ شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو، ایک ایک سانس، ایک ایک پل، ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر باریک، اسی قدر ہادی کی زیادہ حاجت ولہٰذا حدیث میں آیا ''بغیر فقہ کے عبادت میں پڑنے والا، ایسا ہے جیسا چکی کھینچنے والا گدھا کہ مشقت جھیلے اور نفع کچھ نہیں۔

حضور پرنور سیدنا باز اشہب شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''شریعت پاکیزہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم درخت دین اسلام کا پھل ہے۔ شریعت وہ آفتاب ہے جس کی چمک سے تمام جہان کی اندھیریاں جگمگا اٹھیں۔ شرع کی پیروی دونوں جہاں کی سعادت بخشی ہے خبردار اس کے دائرے سے باہر نہ جانا۔ خبردار اہل شریعت کی جماعت سے جدا نہ ہونا۔'' (بہجۃ الاسرار شریف)

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی ''کچھ لوگ زعم کرتے ہیں کہ احکام شریعت تو وصول (الی اللہ) کا وسیلہ تھے اور ہم واصل ہو گئے یعنی اب ہمیں شریعت کی کیا حاجت۔'' فرمایا: ''وہ سچ کہتے ہیں واصل ضرور ہوئے، مگر کہاں تک؟ جہنم تک چور اور زانی ایسے عقیدے والوں سے بہتر ہیں۔ میں اگر ہزار برس جیوں تو فرائض

و واجبات تو بڑی چیز ہیں، جو نوافل و مستحبات مقرر کر لئے گئے ہیں بے عذر شرعی ان میں سے کچھ کم نہ کروں۔'' (الیواقیت الجواہر)

غیر شرعی شخص کے ہاتھوں خوارق عادت کا ظہور

حضرت سیدنا شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''ہمارا عقیدہ ہے کہ جس کے لئے اور اس کے ہاتھ پیر، خوارق عادات ظاہر ہوں اور وہ احکام شریعت کا پورا پابند نہ ہو وہ شخص زندیق ہے اور وہ خوارق کہ اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوں مکر و استدراج ہیں۔'' (نفحات الانس مولانا جامی علیہ الرحمۃ)

حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی کہ اجلہ اولیائے خاندان عالی شان چشت سے ہیں اور صرف ایک واسطے سے حضرت مخدوم شاہ صفی قدس سرہ الوفی کے مرید ہیں اپنی کتاب مستطاب ''سبع سنابل شریف'' میں کہ بارگاہِ نبوی سے شرفِ قبولیت پا چکی ہے۔ فرماتے ہیں ''پیری مریدی چند شرائط پر مبنی ہے جن کے بغیر پیری مریدی صحیح نہیں۔ ان شرائط میں پہلی شرط یہ ہے کہ پیر مسلک صحیح رکھتا ہو۔''

پیری مریدی کے لیے زرّیں اصول

دوسری شرط اول کی توضیح و تفصیل ارشاد فرما کر شرطِ دوم کے متعلق فرمایا: ''پیری کی دوسری شرط کی توضیح یہ ہے کہ پیر کو عالم باعمل ہونا ضروری ہے۔ شریعت کی مقرر فرمودہ عبادات و احکام میں کوتاہی اور سستی کو دخل نہ دے۔ اب اگر کوئی شخص عبادات سے واقف نہیں تو ظاہر ہے کہ وہ ان پر عمل پیرا نہ ہو سکے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ حد شریعت سے گر جائے گا اور اب پیر بننے کا اہل نہ رہے گا اس لئے کہ جو شخص مقام حقیقت سے گرتا ہے وہ طریقت پر رک جاتا ہے اور جو طریقت سے گر جاتا ہے شریعت پر ٹھہرتا ہے اور جو شریعت سے گرتا ہے وہ گمراہی میں پڑ جاتا ہے، اور گمراہ آدمی پیری کے قابل نہیں پھر جو درویش کہ مرجع خلائق ہو اس پر شریعت کے احکام جزئیہ تک کی احتیاط فرض و لازم ہو

Scanned with CamScanner

جاتی ہے لہٰذا اس پر فرض ہے کہ شریعت کے آداب و مستحبات سے بھی کسی ادب و مستحب سے غافل نہ رہے اور اسے فوت نہ ہونے دے کہ یہ چیز مریدوں کی گمراہی کی سند بن جاتی ہے اور مریدین اسے حجت بنا کر کہتے ہیں: ہمارے پیر صاحب نے تو یہ کیا ہے (ہم بھی یہی کریں گے) اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خود بھی گمراہ ہو جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی راہِ راست سے بہکاتے ہیں۔" (حکایاتِ رضویہ)

(122)

شفاعت اولیاء حق ہے

ایک شیخ طریقت کے پاس حضرت ابوبکر محمد بن شفیق رحمۃ اللہ علیہ کا خط آیا۔ خط میں ان امانتوں کا ذکر تھا جو ان کے ذمہ تھیں۔ انہوں نے شیخ سے اس کے متعلق دعا کی درخواست کی تھی تا کہ اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں انہیں ان امانتوں سے سبکدوش فرمائے۔

شیخ فرماتے ہیں (خط پڑھ کر) میں ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے اپنے گھر سے نکلا تو دروازے پر ایک شخص سبز لباس اور جواہرات کا تاج پہنے کھڑا تھا۔ فرمایا: محمد بن شفیق کے خط کا کیا جواب دینا ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: لکھ دو کہ آج کے سولہ روز بعد وہ قبر کے اندر ہوں گے۔ میں نے دریافت کیا یہ آپ کی جانب سے لکھوں یا اپنی طرف سے؟ فرمایا اپنی طرف سے ہی لکھو وہ تصدیق کریں گے۔ چنانچہ میں نے تین خط لکھے جن کے ذریعہ انہیں موت کی خبر دی۔ خط انہیں ملا تو انہوں نے وصیت نامہ تحریر کرایا اور امانتوں سے سبکدوش ہو کر سولہویں روز وفات پائی۔

میں نے خواب میں انہیں دیکھا اور کہا آپ اچھے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ میرے اور ان کے مابین ایک وعدہ تھا کہ دونوں میں سے جو پہلے جنت میں جائے وہ دوسرے کے لئے شفاعت کرے۔ میں نے کہا: کیا آپ کو معاہدہ یاد ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں اپنے وعدہ پر ثابت قدم ہوں بلکہ مجھے تو اور بھی بہت سی مخلوق دی گئی ہے جن سے میرا ایسا کوئی معاہدہ نہیں تھا۔ میں نے کہا: میں بھی انہی میں ہوں۔ فرمایا: بلکہ آپ سب سے خاص و افضل ہیں۔ (نورانی حکایات)

(123)

خواہش کے وساوس

لوگوں کے حالات پر نظر کریں تو اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو عبدیت کے طوق سے آزاد ہورہے ہیں وہ کوئی حکم مانتے ہیں تو عادت کے بطور یا جو ان کی اغراض کے اتنا خلاف نہ ہو کہ ایذاء قلبی کا باعث بنے...... چنانچہ اکثر سلاطین فاسد ذرائع سے مال حاصل کرتے ہیں اور نامناسب مواقع پر لگا دیتے ہیں جیسے کہ وہ خود اس کے مالک ہیں اور وہ اس اللہ کا مال نہیں ہے جس کے نام سے غزوہ کیا اور غنیمت حاصل کی ہے بس اسے اپنے لئے مختص کرلیا یا جیسے چاہا احباب واصحاب میں بانٹ دیا اور علماء حضرات اپنے فقر وطمع کی قوت وشدت کی وجہ سے ان کے موافق ہوجاتے ہیں اور ان کی لڑی میں منسلک ہوجاتے ہیں اور تاجر لوگ عقود فاسدہ پر لگے ہوئے ہیں اور عوام معاصی میں اور شریعت کی جانب سے لاپروائی میں غرق ہیں کوئی غرض فوت ہوجائے تو یوں بھی کہہ لیتے ہیں کہ نماز پڑھنے کا ارادہ نہیں ہے (خدا نہ رحم کرے ان پر) زکوٰۃ دینا بند کر رکھا ہے۔ امر بالمعروف چھوڑا ہوا ہے۔ بعض لوگوں کو گرفت کی تاخیر نے دھوکے میں ڈالا ہے اور بعض معافی کا یقین لئے بیٹھے ہیں اور اکثر کا ایمان متزلزل ہوچکا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بحالت اسلام خاتمہ فرمائے۔ آمین (صید الخاطر)

(124)

ہمارے پیارے نبی (ﷺ) کی پیاری بیٹی کا واقعہ ہجرت حبشہ

جب مسلمانوں پر مکہ مکرمہ میں عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو حبشہ (ایتھوپیا) کی سرزمین کی طرف ہجرت کرنے کا مشورہ دیا۔ ارشاد ہوا اگر تم حبشہ چلے جاؤ تو وہاں ایک ایسا نیک حاکم ہے جس کی سلطنت میں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا۔ جب ہجرت شروع ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل خانہ نے صحابہ کو بے گھر ہوتے دیکھا تو آپ حزن وملال کی تصویر بن گئے۔ پھر ایک دن ایسا بھی آیا جب سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی لاڈلی بیٹی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور پیارے داماد سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو الوداع کہہ رہی تھیں۔ یہ جوڑا جب 5 نبوی میں حبشہ پہنچا تو انہوں نے سکون کا سانس لیا۔ انہیں آزادی سے رب تعالیٰ کی عبادت کا موقع ملا اور امن وسکون سے زندگی بسر کرنے لگے۔ سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت زیادہ نہ تھی۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی، 203/13، دلائل النبوۃ للبیہقی، 297/2)

بیٹی کی اپنے خاوند کے ساتھ حبشہ کی جانب یہ ہجرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے ایک اور آزمائش تھی کہ ایک ماں کو اپنی بیٹی کی جدائی کا غم بھی سہنا پڑا۔

نبوت کا ساتواں سال تھا۔ قریش کی اسلام کو پھیلنے سے روکنے کی تمام کوششیں ناکام ہوچکی تھیں۔ اس دین کو روکنے کی جتنی کوشش کی گئی اتنا ہی وہ پھیلتا چلا گیا۔ سیّدنا حمزہ اور سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کا اسلام قبول کرنا کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ حبشہ

Scanned with CamScanner

میں مسلمانوں کی ایک معقول تعداد بڑے پرامن طریقے سے رہ رہی تھی۔قریش نے عمرو بن عاص کی قیادت میں ایک وفد وہاں بھیجا تھا کہ مسلمانوں کو واپس لاسکیں مگر وہ بری طرح ناکام واپس لوٹا تھا۔

مشرکین مکہ کی چال

مشرک اور کافر کی عقل محدود ہوتی ہے' وہ عجیب حماقتیں کرتا ہے۔سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بے شمار چیلنجز درپیش تھے۔ہر روز ان کے خاوند کے خلاف تدبیریں کی جاتیں' جو بری طرح ناکام ہو جاتیں مگر قریش اس کے باوجود باز نہ آتے۔ایک دن تو انہوں نے بہت عجیب وغریب حرکت کر ڈالی۔سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نہایت صبر تحمل سے قریش کی زیادتیاں دیکھ رہی تھیں۔ایک دن قریش کا ایک وفد سردار ابوطالب کے پاس آیا۔ان کے ہمراہ عمارہ بن ولید تھا جو مشہور صحابی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا بھائی تھا۔وہ نہایت حسین وجمیل' وجیہ اور گورا چٹا تھا' پورے مکہ میں اس جیسا خوبصورت لڑکا کوئی نہ تھا۔وفد نے سردار ابوطالب سے کہا سردار! دیکھئے ہم عمارہ کو لے کر آئے ہیں۔قریش کا سب سے خوبصورت اور بانکا جوان ہے۔ہم عمارہ آپ کو دیتے ہیں' اس کی دیت اور نصرت کے آپ حق دار ہوں گے۔آپ اسے اپنا بیٹا بنالیں اور اس کے بدلے میں اپنے بھتیجے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے سپرد کر دیں۔اس نے آپ کے باپ دادا کے دین کی مخالفت کی ہے' اس ناقابل معافی جرم کی سزا یہ ہوگی کہ ہم اسے قتل کر دیں گے۔آپ کو تو بیٹے کی ضرورت ہے۔ہم عمارہ کو اس کے بدلے آپ کے حوالے کر رہے ہیں' آج سے یہ آپ کا بیٹا ہوگا۔بوڑھے سردار ابوطالب کی رگوں میں ہاشمی خون کھولنے لگا۔انہوں نے وفد کو بڑی حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور گویا ہوئے افسوس! کتنا برا اور غلط سودا کرنے کے لئے تم لوگ میرے پاس آئے ہو۔اپنا بیٹا تم مجھے دے رہے ہو کہ میں اس کو پال پوس کر جوان کروں اور اپنے بیٹے کو تمہارے حوالے کر دوں کہ تم اسے لے جا کر قتل کر دو اور پھر سردار ابوطالب نے اپنی پوری توانائیاں سمیٹتے ہوئے انہیں اپنا فیصلہ سنایا۔جاؤ میری

نگاہوں سے دور ہو جاؤ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔

مطعم بن عدی جیسا شخص جو بڑا معتدل مزاج تھا' وہ بھی وفد میں شامل تھا' اس نے اپنی رائے دے ڈالی۔ابوطالب! تم سے تمہاری قوم نے انصاف کی بات کی ہے.....لگتا ہے کہ تم قریش کی کوئی بات قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہو۔سردار ابوطالب نے مطعم کو ترکی بترکی جواب دیا: مطعم تم نے مجھ سے انصاف کی بات نہیں کی' تم بھی میرا ساتھ چھوڑ کر میرے مخالفین کی مدد کرنے پر تلے بیٹھے ہو۔جاؤ تمہیں جو کرنا ہے کرلو' مجھے تمہاری کوئی پروانہیں۔(السیرۃ لابن ہشام 267,266/1)

مشرکین چکرا کر رہ گئے

سردار ابوطالب نے وفد کو کھری کھری سنا کر واپس کر دیا مگر سردار ابوطالب کی دوررس نگاہیں ایک آنے والے طوفان کو دیکھ رہی تھیں۔وہ دیکھ رہے تھے کہ قریش ان کے بھتیجے کو قتل کرنے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ان حالات میں انہوں نے اپنے جد امجد عبد مناف کے دو صاحبزدوں ہاشم اور مطلب سے وجود میں آنے والے خاندانوں کو جمع کیا اور انہیں دعوت دی کہ اب تک وہ اپنے بھتیجے کی حفاظت وحمایت کا جو کام تنہا انجام دیتے رہے ہیں' اب وہ چاہتے ہیں کہ دونوں خاندان مل کر اسے انجام دیں۔خاندان میں ابھی عربی حمیت باقی تھی' ابوطالب کی اس بات کو ان دونوں خاندانوں کے سارے مسلم اور کافر افراد نے قبول کر لیا البتہ ابوطالب کا بھائی ابولہب ایسا بدبخت تھا جس نے اسے منظور نہ کیا اور سارے خاندان سے الگ ہو کر مشرکین قریش سے جا ملا اور ان کا ساتھ دیا۔

مشرکین قریش کے لئے یہ بھی ایک بڑا دھچکا تھا' ان کی تمام سازشیں ناکام ہو رہی تھیں۔اب قبیلہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے سارے مسلم اور غیر مسلم افراد نے ایک ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا عہد و پیمان کیا تو مشرکین چکرا کر رہ گئے۔

(السیرۃ لابن ہشام 351/1)

(125)

کلمہ کی برکت سے مردہ گھوڑا زندہ ہو گیا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک صحابی تبلیغ کے واسطے بادشاہ کے پاس جا رہے تھے۔ راستہ میں ان کو ایک جگہ چند لڑکے کھیلتے ہوئے نظر پڑے۔ ان لڑکوں میں وزیر کا لڑکا بھی کھیل میں شامل تھا۔ اس نے صحابی کو پہچان لیا اور اپنے ساتھ گھر لے گیا۔ لڑکے کے باپ یعنی وزیر نے صحابی کی بڑی آؤ بھگت کی اور ان کے سامنے کھانا رکھ دیا کہ تناول فرمائیں۔ کھانا شروع ہوا تو شیطان اپنی عادت سے مجبور ہو کر کھانے میں شریک ہو گیا۔ صحابی نے پڑھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' تو شیطان وہاں سے بھاگ گیا۔ وزیر نے آپ کے متعلق استفسار کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: میں عیسیٰ علیہ السلام کا صحابی ہوں اور آپ کے پاس اسی لئے آیا ہوں کہ تم کو سچے خدا کی طرف بلاؤں اور بت پرستی کو چھوڑا دوں۔ یہ سن کر وزیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر اور خدا کی توحید پر ایمان لے آیا۔ کچھ دنوں کے بعد وزیر نے آپ سے عرض کی کہ ہمارے بادشاہ کا اسپ (گھوڑا) فوت ہو گیا ہے۔ صحابی نے کہا: اگر بادشاہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت اور خدا کی توحید پر ایمان لے آئے تو اس کا گھوڑا زندہ ہو جائے گا۔ وزیر نے یہ قصہ تمام بادشاہ کے گوش گزار کر دیا۔ بادشاہ راضی ہو گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت اور خداوند کی توحید پر ایمان لے آیا۔ وزیر صحابی کو لے کر بادشاہ کے محل میں گیا۔ صحابی نے بادشاہ سے کہا کہ تم گھوڑے کا ایک عضو پکڑ لو۔ اس طرح دوسرا تمہارا باپ پکڑ لے' تیسرا عضو تمہارا بیٹا اور چوتھا عضو تمہاری بیوی پکڑ لے اور پھر سب مل کر کہیں لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ چنانچہ سب نے ایک ایک عضو پکڑا اور بآواز بلند پڑھا لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ ہر ایک عضو حرکت کرنے لگا یہاں تک کہ گھوڑا خدا کے حکم سے زندہ ہو کر اٹھ بیٹھا۔ (نزہۃ المجالس' ص 14' 15)

(126)

شرمندہ ہوں' دل گرفتہ ہوں

عکرمہ کی بیوی اُمّ حکیم آگے بڑھی۔ سلام عرض کیا: اور اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہوئے عرض گزار ہوئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عکرمہ اس ڈر سے یمن کی طرف بھاگ گیا ہے کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار اسے تہ تیغ نہ کر دیں' ازراہِ کرم اسے پناہ دے کر شکریہ کا موقع دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو خلق عظیم کے علمبردار ہیں' وہ کام کا آدمی ہے میں اسے راہ راست پر لانے کی ہر ممکن کوشش کروں گی۔ میں اس کی عادت سے اچھی طرح واقف ہوں۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ حکیم کے درد بھرے جذبات کو دیکھتے ہوئے عکرمہ کے متعلق ارشاد فرمایا آج سے وہ پناہ میں ہے' آ جائے اسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔

دربارِ رسالت سے ضمانت کا پروانہ حاصل کر لینے کے بعد وہ عکرمہ کی تلاش میں چل نکلی' اپنے رومی غلام کو ہمراہ لے لیا۔ راستے میں غلام کی نیت میں فتور پیدا ہو گیا۔ وہ اس پر ڈورے ڈالنے لگا۔ چونکہ یہ خاتون بلا کی ذہین اور زیرک تھی' یہ اسے امید دلانے کے انداز میں ٹالتی رہی یہاں تک کہ ایک عرب قبیلہ کی بستی میں پہنچ گئی۔ اس نے قبیلے کے سردار کو اپنا تعارف کراتے ہوئے صورت حال سے آگاہ کیا تو اس نے غضب ناک ہو کر اسے رسیوں سے باندھ دیا۔ ناگہانی صورت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے بعد وہ اکیلی سفر کرتی ہوئی تہامہ کے ساحل سمندر پر عکرمہ سے جا ملی اور کہا: عکرمہ! یقین مانیں میں خلق عظیم کے علمبردار' حسن اخلاق کے پیامبر اور محبت والفت کا پرچار کرنے والے

رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آئی ہوں اور انہوں نے کمال شفقت' محبت اور الفت کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کو پناہ دینے کے لئے رضامندی کا اظہار کر دیا ہے۔ بلاشبہ یہ آپ کی اور میری خوش قسمتی ہے' ہم اس پر جتنا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کم ہے۔

عکرمہ بن ابی جہل دربارِ رسالت میں

جب اُمّ حکیم ساحل پر پہنچی' عکرم یمن جانے کے لئے کشتی میں بیٹھنے کی تیاری کر رہا تھا۔ اُمّ حکیم نے کہا: اب اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالئے' آپ کے مقدر اچھے ہیں میرے ساتھ واپس چلیں۔ عکرمہ نے کہا: کیا تم نے خود ان سے بات کی ہے؟ اس نے کہا: ہاں کیوں نہیں' میں نے خود رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی تھی۔ میں آپ کی خیر خواں ہوں' آپ کا مستقبل بہتر بنانا چاہتی ہوں۔ آپ سے مجھے دلی ہمدردی ہے اس لئے جان جوکھوں میں ڈال کر گرتی پڑتی خطرات وخدشات سے نبرد آزما ہوتی آپ کا پیچھا کرتی ہوئی یہاں تک پہنچی ہوں۔

ام حکیم نے اس انداز سے یقین دلایا کہ وہ اس کے ہمراہ واپس لوٹنے کے لئے تیار ہوگیا۔ راستے میں چلتے چلتے اُمّ حکیم نے عکرمہ کو اپنے رومی غلام کی حرکت کے متعلق بتایا اور یہ بھی بتا دیا کہ میں نے کس طرح اسے چکمہ دیتے ہوئے گرفتار کرادیا۔ وہ یہ بات سن کر سٹپٹا اٹھا اور کہا مکہ جانے سے پہلے وہاں جانا ہے جہاں اس نانجار کو باندھا گیا ہے۔ وہاں پہنچ کر عکرمہ نے اس بدذات کو دیکھتے ہی موت کے گھاٹ اتارتے ہوئے پورے جوش وجذبے سے کہا' ارے نمک حرام! مجھے غیر حاضر پا کر تیری جرأت کہ میرے حرم پر ڈاکہ کی جسارت کرے۔ ارے بدبخت! تو دھرتی پر بوجھ ہے' تو ایک غلاظت کا ڈھیر ہے' تیرا زمین کے اوپر چلنا اتنا اچھا نہیں جتنا زمین کے اندر دفن ہونا تیرے لئے بہتر ہے' جا جہنم میں ہمیشہ اپنے زخم چاٹتے رہنا۔ اسے قتل کرنے کے بعد سوئے مکہ روانہ ہوئے' راستے میں عکرمہ نے اپنی بیوی اُمّ حکیم سے خلوت کا ارادہ کیا تو اس نے کہا: ایسا تو اب

نہیں ہو سکتا۔ میں مسلمان ہو کر پاکیزگی اختیار کر چکی ہوں اور تم ابھی شرک کی نجاست میں ملوث ہو' تم اب اس نیت سے مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔ اسے یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا' اس جواب کی اسے قطعاً توقع نہ تھی۔ وہ کہنے لگا' اس طرح میرے اور تمہارے درمیان بہت بڑی خلیج پیدا ہوگئی ہے۔ جب عکرمہ اور اُمّ حکیم مکہ کے قریب پہنچے تو سرورِ عالم' محسن اعظم' خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا' عنقریب عکرمہ تمہارے سامنے پردیسی مومن بن کر آئے گا' اس کے باپ کو برا بھلا نہ کہنا اس لئے کہ میت کو کوسنے سے اس کے لواحقین کو تکلیف ہوتی ہے اور میت کو دی گئی گالی اس تک نہیں پہنچتی۔

حضور علیہ السلام نے آگے بڑھ کر خوش آمدید فرمایا

تھوڑی دیر بعد عکرمہ اور اُمّ حکیم رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوگئے۔ جب محسن اعظم' شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم نے عکرمہ کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے' آگے بڑھ کر خوش آمدید کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے لیکن عکرمہ سر جھکائے باادب انداز میں خدمت اقدس میں کھڑا رہا۔ لرزتے ہوئے ہونٹوں سے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اُمّ حکیم نے مجھے بتایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے معاف کرتے ہوئے امن کی ضمانت دی ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا' بالکل یہ سچ کہتی ہے۔ ہماری طرف سے امن کی ضمانت دی گئی ہے' کوئی بھی ساتھی تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچائے گا۔ تم بے فکر زندگی بسر کرو یہ تمہارے لئے جائے امن ہے۔ یہاں سکون' راحت' انبساط اور اطمینان سے رہو۔ عکرمہ نے یہ محبت بھرے الفاظ سن کر سکھ کا سانس لیا اور بڑی ہی لجاجت سے پوچھا' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہماری دعوت کا محور یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں اس کا بندہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ نماز قائم کرنا' زکوٰۃ ادا کرنا' رمضان

کے روزے رکھنا، بیت اللہ کا حج کرنا، یہ ہماری دعوت کے مرکزی نکات ہیں۔

اور عکرمہ مسلمان ہو گیا

عکرمہ نے کہا: بلاشبہ یہ سب حقیقت پر مبنی باتیں ہیں۔ اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعوت پیش کرنے سے پہلے بھی سچائی کے علمبردار تھے، امانت و دیانت کے پرچار میں مصروف تھے۔ یہ کہتے ہوئے اپنا ہاتھ بڑھایا اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر رکھتے ہوئے کہا، میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔ پھر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بتائیں کہ میں کیا کہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم یہ کلمات اپنی زبان سے ادا کرو۔

اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔"

فرمایا: عکرمہ! مانگو کیا مانگتے ہو

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم یہ کہو میں اللہ تعالیٰ اور حاضرین مجلس کو گواہ بنا کر اقرار کرتا ہوں کہ آج سے مسلمان مجاہد اور مہاجر ہوں۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے خلوص دل سے اقرار کیا۔ یہ منظر دیکھ کر سرورِ عالم، محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی سے کہا، عکرمہ! مانگو کیا مانگتے ہو؟ میں آج ہر وہ چیز دینے کے لئے تیار ہوں جو میں نے کسی بھی صحابی کو دی ہے۔ حضرت عکرمہ نے اشکبار آنکھوں سے کہا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ہر وہ عداوت معاف کر دیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سابقہ زندگی میں روا رکھی اور ہر اس مقابلے کی معافی دے دیں جو زمانہ جاہلیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور ہر وہ بات معاف کر دیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یا غیر حاضری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرتا رہا۔ میں بہت نادم ہوں، اپنے کئے

پر شرمندہ ہوں، دل گرفتہ ہوں، پشیمان ہوں اور ندامت کے اتھاہ سمندر میں غوطے لگا رہا ہوں۔ اللہ کے لئے مجھے معاف کر دیں، مجھ سے درگزر کریں۔ وہ اپنی زبان سے یہ الفاظ کہتے جاتے تھے اور ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے۔ آپ کی یہ حالت زار دیکھ کر محسن اعظم، سرورِ عالم، خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے عکرمہ کے حق میں دعائیہ کلمات کہے:

عکرمہ کے لیے حضور علیہ السلام کی دعا

"الٰہی! اسے ہر وہ عداوت معاف کر دے جو اس نے میرے ساتھ روا رکھی اور راستے کی ہر وہ لغزش معاف کر دے جس میں یہ تیرے پسندیدہ نظام اسلام کے نور کو بجھانے کے لئے کوشاں رہا۔ الٰہی! میرے سامنے یا میری غیر حاضری میں جو یہ میری عزت کے درپے ہوا، میں نے اسے معاف کیا تو بھی اسے معاف کر دے۔"

یہ دعا سن کر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا اور وفورِ شوق سے کہا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم! لوگوں کو سیدھے راستے سے روکنے کے لئے آج سے پہلے جو کچھ خرچ کیا کرتا تھا اس سے دوگنا اللہ کی راہ میں خرچ کیا کروں گا۔ آج سے پہلے میں نے لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکنے کی خاطر لڑائیاں لڑیں اور اب میں اللہ کی راہ کی طرف لوگوں کو لانے کے لئے پورے جوش و جذبہ سے لڑائی کروں گا۔"

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی قسمت کا ستارہ جاگ اٹھا۔ تاریک دل میں نورِ اسلام کی روپہلی کرنوں نے چمک پیدا کر دی۔ سخت دل میں گداز پیدا ہو گیا۔ خوبصورت غزالی آنکھیں گدازئی دل کی ترجمانی بن کر آنسوؤں کے موتی دامن پر بکھیرتی رہیں۔ ایک وہ دن تھا کہ اسلام کے خلاف نفرت اور کدورت پورے شباب پر تھی اور ایک یہ دن ہے کہ اسلام محبوب ترین نظام زندگی دکھائی دیتا ہے۔ ایک وہ دور تھا کہ سرورِ عالم، شافع محشر، محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو گزند پہنچانا زندگی کا محبوب ترین مشغلہ تھا اور ایک یہ دور ہے کہ ان کے اشاروں پر مرمٹنا حیات مستعار کی متاع عزیز بن چکا ہے۔

(محبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم 222 تا 226)

(127)

ایک پیشکار ولی

کسی کلکٹر ضلع کے ایک مسلمان پیشکار تھے۔ وہ جب اس انگریز کے بنگلہ پر ملاقات کو جاتے تو اس کی مس (لڑکی) ہر بار ان سے کلامِ الٰہی پڑھانے کے لئے درخواست کرتی تھی۔ یہ اچھا کہہ کر ٹال دیا کرتے تھے۔ ایک روز جب یہ وہاں پہنچتے ہیں تو وہ مس حسب معمول پھر کہتی ہے "پیشکار صاحب آپ یونہی ہر دفعہ ٹال دیا کرتے ہیں۔ یاد رکھیے کل قیامت کے دن' ان سے جن پر قرآن اترا ہے شکایت کروں گی کہ میں تو پڑھنا چاہتی تھی مگر انہوں نے نہیں پڑھایا۔"

یہ سن کر پیشکار صاحب لرز گئے اور انہوں نے اپنے دل میں طے کرتے ہوئے مس صاحبہ سے وعدہ لیا۔ مس نے یہ بھی کہا کہ آپ تکلیف نہ کریں۔ میں خود آپ کے مکان پر آجایا کروں گی چنانچہ بلا ناغہ وہ آیا کرتی اور پڑھ کر چلی جاتی۔ اب کچھ عرصہ کے بعد ایک روز وہ نہیں آئی۔ انہوں نے خیال کیا کہ کسی وجہ سے وہ آج نہیں آئی ہوگی۔ یونہی دوسرے دن بھی آنا نہ ہوا۔ تیسرے دن بعد انتظار خبر لینے کے لئے بنگلہ پر پہنچے۔ اِدھر اُدھر جب اسے نہ دیکھا تو کلکٹر اور اس کی میم سے دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ تو کئی روز سے سخت بیمار ہے۔

الحاصل انگریز اور میم' پیشکار صاحب کو اس کے کمرہ میں لے گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ واقعی حالت بہت نازک ہے۔ تھوڑی دیر میں وہ دونوں' پیشکار کو یہیں بیٹھا چھوڑ کر اپنے کمرہ میں چلے گئے۔ اس وقت اس مس نے ان سے مخاطب ہو کر کہا: "پیشکار

صاحب اب میرا آخری وقت ہے۔ میں صدق دل سے مسلمان ہوتی ہوں اور آپ کے سامنے کلمہ پڑھتی ہوں۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ آپ اس کے گواہ رہیں۔ میں آپ سے ایک وصیت کرتی ہوں کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو آپ بھی جنازہ میں شرکت کریں اور ان لوگوں کو اپنے طریقہ پر دفن کر لینے دیں۔ اس کے بعد آپ میری میت کو نکال کر اسلام کے طریقہ پر دفن کر دیں۔"

ضلع کلکٹر کی بیٹی مسلمان ہو کر مرگئی

پیشکار صاحب یہ سن کر آبدیدہ ہوئے اور وصیت پر عمل پیرا ہونے کا وعدہ کر لیا۔ اس کے بعد اٹھ کر باہر آئے ہی تھے کہ مس صاحبہ کا انتقال ہو گیا۔ یہ ٹھہر گئے۔ ان لوگوں نے جنازہ تیار کیا اور قبرستان لے چلے۔ پیشکار صاحب بھی ساتھ ساتھ گئے اور قبر کی اچھی طرح شناخت کر لی کہ فلاں درخت کے پاس ہے اور فلاں قبر سے اس قدر فاصلہ ہے۔ دن کا موقع تھا اچھی طرح دیکھ بھال کر لی کہ انہیں شب میں آ کر مس صاحبہ کی وصیت پوری کرنی تھی۔

مختصر یہ کہ دفن کے بعد مکان پر آئے اور شب کا انتظار کرنے لگے۔ خیال کیا کہ اگر مزدور ساتھ لیتا ہوں تو ایک سے دوسرا خبردار ہوتا ہے۔ لہٰذا نصف شب گزر جانے کے بعد ایک پھاوڑا اور لالٹین دیا سلائی لے کر گورستان کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر قبر کو کھولا۔ دیکھا کہ اس میں بجائے مس صاحبہ کی نعش کے ان کے ہم وطن دوست کی میت موجود ہے۔ یہ کیفیت دیکھ کر انہیں حیرت ہوئی۔ قبر کو بند کیا اور واپس آئے۔ صبح کو اٹھ کر فوراً چھٹی کی ایک درخواست دے کر وطن پہنچے۔ دوست کے دروازے پر دستک دی۔ ان کا لڑکا آیا کہ والد صاحب کا تو انتقال ہو گیا ہے۔ انہوں نے اظہارِ افسوس کیا اور لڑکے کو ساتھ لے کر' فاتحہ پڑھنے کے حیلہ سے' قبر کا پتہ چلانے کے لئے گورستان پہنچے اور شناخت کر آئے۔ اب انہیں گمانِ غالب یہ تھا کہ جب مس صاحبہ کی قبر میں میرے دوست ہیں تو ان کی قبر میں مس صاحبہ ہوں گی۔ لہٰذا شب آنے پر اس قبر کو کھولتے ہیں کہ مس صاحبہ کی

Scanned with CamScanner

وصیت پوری کروں۔ مگر خلافِ قیاس اس میں ایک عرب صاحب کی لاش پاتے ہیں۔
اب یہ سخت پریشان و متفکر ہوئے کہ دوست کو تو جانتا تھا ان کی قبر کا پتہ چلا لیا۔ عرب صاحب کی قبر کہاں تلاش کروں؟ غرض اس قبر کو بھی بدستور بند کر دیا اور مکان پہ آ کر پلنگ پر کروٹیں بدل رہے ہیں مگر نیند نہیں آتی۔ آخر بہت دیر کے بعد آنکھ لگ گئی۔ خواب میں مس صاحبہ کو دیکھا کہہ رہی ہیں ”پیشکار صاحب! میں آپ کی شکرگزار ہوں۔ آپ نے وصیت پوری کرنے کے لئے امکانی کوشش فرمائی۔ اب اس خیال کو چھوڑ دیجئے۔“ انہوں نے خواب ہی میں پوچھا: یہ کیا راز تھا؟

ہند میں دفن ہونے والی مدینے پہنچ گئی

مس صاحبہ نے کہا: ”میری قبر میں آپ کے دوست کی لاش یوں پہنچائی گئی کہ وہ دنیا میں نصاریٰ سے محبت و وداد (یارانہ) رکھتے تھے۔ اسی لئے ان کا حشر نصاریٰ کے ساتھ ہوگا اور عرب صاحب کو ہندوستان آنے کی بڑی تمنا تھی لہٰذا ان کی لاش اس دیار پاک سے اٹھا کر ہندوستان ڈال دی گئی اور میں دیارِ حبیب کی آرزومند تھی، پروردگارِ عالم نے مجھے وہاں پہنچا دیا۔ (حیات اعلیٰ حضرت 1)

فائدہ: سچ ہے جس کا خمیر جہاں کا ہوتا ہے وہ وہاں پہنچا دیا جاتا ہے اور آدمی جس حال پر مرتا ہے اسی حال پر اٹھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”رکھی گئی ذلت و خواری اس پر جو میرے حکم کا خلاف کرے اور جو کسی قوم سے تشبہ کرے وہ انہیں میں سے ہے۔ (ابوداؤد وغیرہ) علمائے کرام نے اس کی تشریح یوں فرمائی کہ جو شخص لباس وغیرہ کسی بات میں کافروں سے مشابہت کرے وہ انہیں کافروں میں سے ہے یعنی روزِ قیامت انہیں کے ساتھ انہیں کی جماعت میں اٹھایا جائے گا۔

کافروں یہودیوں اور نصرانیوں کا لباس پہننا اور رہائش و زیبائش وغیرہ میں ان کا طور طریقہ اختیار کرنا تو بڑی بات ہے شریعت مطہرہ کو یہ بھی پسند نہیں کہ معمولی سے معمولی بات میں بھی ان کی ریس کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”ہم میں سے

نہیں جو ہمارے غیر سے تشبہ کرے۔ نہ یہود سے تشبہ کرو نہ نصرانیوں سے کہ یہودیوں کا سلام انگلیوں سے اشارہ ہے اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں سے اشارہ ہے۔“

(ترمذی و طبرانی)

یہود و نصاریٰ کی نقل کرنا

جب یہود و نصاریٰ سے اتنا تشبہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو گوارا نہیں تو یہود و نصاریٰ کی طرح روزمرہ کی زندگی کو ڈھالنا اور ان کی سی شکل و صورت بنانا، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کس قدر ناراضگی کا باعث ہوگا اس کے تصور ہی سے مسلمان کو کانپ جانا چاہئے۔

یہود و نصاریٰ تو یہود و نصاریٰ ہیں ان پر خدا کی مار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اتنا بھی پسند نہیں فرماتے کہ مسلمان مرد، مسلمان عورتوں کی طرح اور مسلمان عورتیں مسلمان مردوں کی طرح رہیں سہیں۔ بخاری و ابوداؤد و ترمذی وغیرہم کی احادیث میں وارد کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی زنانہ مردوں اور مردانی عورتوں پر۔“ اور اسی لئے ارشاد فرمایا: ”زنانوں کو اپنے گھروں سے نکال دو۔ (ابوداؤد و ابن ماجہ) ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ ”جو مرد عورت کا پہناوا پہنے اور جو عورت مردوں کا سا پہناوا اختیار کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی ہے۔“

اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے اور ہمیں صراطِ مستقیم پر چلائے۔ آمین

ہاں ایک ضروری بات ہمیشہ یاد رکھنے کی یہ ہے کہ کسی قوم مثلاً نصاریٰ و یہود یا مجوسی و ہنود سے تشبہ اس وقت متحقق ہوتا ہے کہ وہ فعل فی نفسہٖ شریعت مطہرہ کے کسی حکم کے خلاف ہو جیسا کہ حدیث شریف میں گزرا کہ ذلت و خواری اس پر جو میرے حکم کا خلاف کرے یا بعض احادیث میں فرمایا: ”جو میری سنت اختیار کرے وہ میرا اور جو میری سنت سے مونہہ پھیرے وہ میرا نہیں۔“ (ابن عساکر) یونہی اور احادیث شریفہ میں مروی ہے کہ جو میری سنت کا خلاف کرے وہ میرے زمرہ سے نہیں (خطیب) یا جو میری سنت پر عمل

Scanned with CamScanner

نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔ (ابن ماجہ)

نقل کرنا (تشبہ 'شعار) کیا ہے؟

یا فرض کر لیجئے کہ شریعت مطہرہ میں بظاہر کوئی حکم ممانعت اس فعل کے لئے وارد نہیں بلکہ شرعاً وہ مباح ہے کہ کرو تو ثواب نہ کرو تو گناہ وعذاب نہیں لیکن کوئی شخص یہ فعل اسی نیت وقصد مشابہت سے بجالاتا ہے تو اس کی نیت کے باعث اب یہ فعل تشبہ میں شمار کیا جائے گا اور یہ شخص **من تشبہ بقوم فھو منھم** (یعنی جو کوئی قوم سے تشبہ کرے وہ انہیں میں سے ہے) کا مصداق ہوگا تو جو فعل شریعت اسلامیہ میں مباح ہے اور وہ کسی کے ساتھ مشابہت کی نیت کے بغیر صادر ہو تو کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ تشبہ میں داخل نہیں مثلاً شلوار پہننا قدیم سے ایرانیوں میں مروج تھا۔ عرب میں اس کی بجائے تہ بند مستعمل تھا لیکن شریعت مطہرہ نے شلوار پہننے سے منع نہ کیا بلکہ اس کے حق میں **نعم الستر** (اچھا ستر پوش) کا وارد تو شرعاً اس کا استعمال مباح ہے تو اگر کوئی شخص بغیر نیت تشبہ استعمال کرنا چاہے کر سکتا ہے اگرچہ اس میں قدیم اہل ایران یا مجوسیون سے تشبہ موجود ہے۔ البتہ شلوار اسی نیت سے پہننا کہ یہ مجوسیوں کا لباس رہا ہے ہم بھی پہنیں تو ضرور اسے تشبہ میں داخل کر دے گا اور جو چیز خلاف شرع ہے اس میں نیت تشبہ کو دخل نہیں۔ نیت کرے خواہ نہ کرے شرعاً اس پر مواخذہ ہوگا مثلاً وسط سر میں مانگ نکالنا سنت ہے تو اس کے خلاف دائیں یا بائیں کان کے قریب مانگ نکالنا ضرور ممنوع کہ تشبہ بالنصاریٰ ہے اور یہ بات تو کوئی اندھے سے اندھا نہیں کر سکتا کہ مشرکین روٹی کھاتے ہیں تم بھوکے مرو۔ وہ پانی پیتے ہیں تم پیاسے مرو۔ وہ لباس پہنتے ہیں تم ننگے پھرو کہ یہ ان کا شعار نہیں اور تشبہ نہیں ہوتا مگر شعار میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

امیر الامراء بھیک مانگنے لگا

حضرت عارف باللہ سیدنا ابوبکر شبلی قدس سرہ القدسی جب مرید ہوئے تو آپ کے شیخ سید الطائفہ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اے ابوبکر! تو ملک شام کا امیر

الامراء تھا۔ جب تک بازار میں بھیک نہ مانگے گا' دماغ تیرا' نخوت سے خالی نہ ہوگا اور اپنی قدر وقیمت نہ جانے گا۔'' ابتداء ابتداء میں تو لوگوں نے رئیس جان کر بہت کچھ دیا۔ آخر رفتہ رفتہ' ہر روز' بازاران کا' ست ہوتا جاتا۔ ایک سال بعد یہ نوبت پہنچی کہ صبح سے شام تک پھرتے کوئی کچھ نہ دیتا۔ پیر سے حال عرض کیا۔ فرمایا: ''قدر تیری (دنیا والاوں کی نظروں میں) یہ ہے کہ کوئی تجھے کوڑی کو نہیں پوچھتا۔'' (احسن الوعاء)

(128)

رسول اکرم ﷺ اور عیادت روحانی

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سخت بیمار ہوا' لوگ میری زندگی سے مایوس ہو گئے اور خود مجھے کوئی امید نہ رہی' شدید تکلیف تھی کہ شب جمعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی صورت والے شخص تشریف لائے۔ ان کے پیچھے اور بہت سے لوگ مکان میں داخل ہوئے۔ وہ لوگ مکان میں آتے وقت فرشتوں کی طرح تھے اور بیٹھے تو آدمی کی شکل کے تھے۔ وہ لوگ آتے رہے اور میں ان کی آمد کا منظر دیکھتا رہا۔ جب سب لوگ آچکے ایک نے میری طرف اشارہ فرمایا۔ دوسرا صالح خلقانی (میں انہیں اس سے قبل نہیں جانتا تھا) تیسری ایک خاتون' جس کا نام نہیں لیا' اس کے بعد اپنا دست مبارک میری پیشانی پر رکھ کر یہ دعا پڑھی:

بسم اللہ ربی اللہ حسبی اللہ توکلت علیٰ اللہ اعتصمت باللہ فوضت امری الی اللہ ما شاء اللہ لاقوۃ الا باللہ ۔

پھر مجھ سے فرمایا یہ کلمات کثرت سے پڑھا کرو۔ ان میں بیماری سے شفاء ہر تکلیف سے آرام اور ہر دشمن پر فتح مندی ہے۔ سب سے پہلے ان کلمات کو حاملین عرش علیہم السلام نے پڑھا تھا جب انہیں عرش اٹھانے کا حکم ہوا اور وہ ان کلمات کو تا قیامت پڑھتے رہیں گے۔

کامیابی کا وظیفہ

آپ کے دائیں یا بائیں جانب سے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر

کوئی انہیں دشمن سے مقابلہ کے وقت پڑھے۔ ارشاد فرمایا بہت اچھا ہے۔ اس میں فتح وکامرانی اور ظفر مندی ہے۔ میں نے سوچا شاید یہ پوچھنے والے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں؟

فرمایا: یہ میرے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس کے بعد آپ نے دست مبارک سے اپنے دائیں جانب سے لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ شہداء ہیں۔ پیچھے والوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ صالحین ہیں۔ اس کے بعد تشریف لے گئے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الہ واصحابہ وشہدائہ وصلحائہ واھل محبتہ اجمعین الی یوم الدین ۔

راوی کہتے ہیں: میں بیدار ہوا تو میری بیماری رخصت ہو چکی تھی اور صبح کو میں پہلے سے کہیں زیادہ تندرست ہو گیا۔ والحمدللہ رب العالمین۔ (نورانی حکایات ترجمہ تلیوبی)

(129)

صبر کا انجام جمیل ہے

ایک عیال دار تنگ دست کے دین کی سلامتی عجائبات میں سے ہے اس کی مثال پانی کی طرح ہے جس کے آگے بند باندھ دیا جائے تو وہ اندر ہی اندر سے اسے کمزور کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ شگاف پڑ جاتا ہے۔ یہی حالت تنگدست عیالدار کی ہے کہ وہ حیلہ وتدبیر کرتا ہے۔ جب حلال نہ کر سکے تو مشتبہ مال کی رخصت ڈھونڈتا ہے اور دینداری اگر کمزور ہوئی تو حرام کی طرف ہاتھ بڑھا دیتا ہے لہٰذا مومن کو چاہئے کہ کسب مال میں کمی محسوس کرے تو نکاح سے بچنے کی کوشش کرے اور صاحب اولاد ہو تو اخراجات میں کمی اور تھوڑے پر قناعت کی محنت کرے اور جو لوگ اصحاب کسب نہیں ہیں جیسے علماء اور صوفیاء حضرات تو ان کی اپنی سلامتی ایک عجوبہ ہے کہ سلاطین کے وظائف اور عوام کے عطیات ان کے لئے ختم ہو چکے ہیں۔ کثرت عیال کے بعد ان پر جاہلوں سے بھی بڑھ کر خطرات کا اندیشہ ہوتا ہے لہٰذا ان میں سے اگر کوئی تحریر وتصنیف وغیرہ کے ذریعہ کسب کر سکے تو کوشش کرے اور اخراجات میں کمی اور قلیل پر قناعت کا مجاہدہ کرے اس لئے کہ اس دور میں جو رخصت تلاش کرے گا تو حرام ہی میں پھنسے گا کیونکہ وہ اہل ظلم سے اپنی وضعداری اور زہد کے ذریعہ سے لے گا اور کسی کے پاس اگر مال ہے تو اس کے تحفظ اور بڑھانے کی فکر کرے کہ اب ایثار کرنے والا اور قرض دینے والا کوئی نہیں رہا کہ سب لوگ تقریباً مال پرست بن گئے ہیں گویا اسے معبود بنا رکھا ہے لہٰذا اپنے مال کا جو تحفظ کرتا ہے وہ اپنے دین کو بچا سکتا ہے اسے ان جاہلوں کی طرف توجہ نہ کرنی چاہئے جو مال کو نکالنے کا حکم

دیتے ہیں کہ اب وہ وقت نہیں رہا۔

دل جمعی ذریعہ ہے حصولِ علم وعمل کا

یقین جانو کہ جب تک دل جمعی نہ ہوگی نہ علم حاصل ہوگا نہ عمل اور نہ ہی عظمت الٰہیہ کا مراقبہ نصیب ہوگا...... متقدمین حضرات کو کئی طرح سے دلجمعی حاصل تھی۔ پہلی اور بڑی بات یہ کہ ان کو بیت المال سے سالانہ وظیفہ ملتا تھا جو حاجت سے زائد ہوتا تھا اور بعض کے پاس اپنا مال ہوتا جسے تجارت میں لگاتے تھے جیسے سعید بن المسیب، سفیان اور ابن المبارک رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اس طرح سے ان کو جمعیت خاطر حاصل تھی اور حضرت سفیان اپنے مال کے بارے میں فرمایا کرتے اگر تو نہ ہوتا تو یہ (امراء وسلاطین) مجھے ہاتھ کا رومال بنا لیتے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مبارک کا کچھ سامان گم ہو گیا تو رو کے فرمانے لگے کہ وہ میرے دین کے لئے سہارا تھا اور ایک جماعت اپنے احباب واخوان کے عطیات پر مطمئن تھی جو کبھی احسان نہ جتاتے تھے۔ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ فضیل رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہدایا بھیجا کرتے تھے اور لیث بن سعد اکابر حضرات کی تلاش میں رہتے۔ چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو ہزار دینار ابن لہیعہ رحمۃ اللہ علیہ کو ہزار دینار منصور بن عباس کو ہزار دینار اور جاریہ کو تین سو دیئے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا تا آنکہ اس کے انقطاع کا وقت آن پہنچا۔ سلاطین کے عطایا کم ہو گئے۔ ایثار پیشہ احباب جاتے رہے مگر اس قلیل قلیل کے ذرے سے بھی زمانہ کے شدائد کا مقابلہ ہوتا رہا اور اب ہمارے دور میں تو تمام کے تمام ہاتھ بند ہو چکے ہیں حتیٰ کہ وہ لوگ بھی کم رہ گئے جو زکوٰۃ واجبہ ادا کرتے ہیں تو ان علماء و زہاد کو دل جمعی کہاں سے آئے جو عمل میں لگنا چاہتے ہیں ان کی تو دن رات کی فکر اسباب معاش میں لگی رہتی ہے جبکہ وہ اس راہ کے لوگ نہیں اور نہ ہی راہ سے واقف ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ اس صورت حال نے سلاطین وامراء کے پاس جانے پر اور غیر صالح مال لینے کی گنجائش نکالنے پر انہیں مجبور کیا اور زہد نما لوگوں کو حصول دنیا کے لئے تکلف اختیار کرنے کی حاجت پڑی۔

Scanned with CamScanner

مشق وتعلقات میں کمی سے خوشحالی آئے گی

پس اے اپنے دین کی حفاظت کا عزم رکھنے والے! اللہ کا دھیان رکھ! میں دوبارہ تاکید سے کہتا ہوں کہ مشقت کم کر دے جہاں تک ممکن ہے تعلقات میں کمی اور اپنے موجود مال کی حفاظت کر کہ وہ تیرے دین کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ میری اس تشریح کو خوب سمجھ لے۔ اگر نفس اپنی خواہشات کے لئے بے قرار ہونے لگے تو اسے کہو کہ اگر ایمان ہے تو صبر کر اور اگر دین کے عوض فانی مال لینے کا ارادہ کیا ہے تو اس کا فائدہ کیا ہے اور ان علماء کے حالات میں غور کر جنہوں نے غلط ذرائع سے مال جمع کیا اور فریب کاروں کو دیکھو کہ دین تو رخصت تھا ہی دنیا بھی جاتی رہی اور علماء وصادقین کے حالات پر نظر کر جیسے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور بشر رحمۃ اللہ علیہ کہ زمانہ گزر گیا مگر ان کا حسین تذکرہ بدستور جاری ہے۔ حاصل کلام وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ کہ جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے مشکل سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور ایسی جگہ سے اسے رزق عطا فرماتا ہے کہ جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے رزق کی یہ صورت بھی کبھی ہوتی ہے کہ آزمائش پر صبر آسان کر دیا جاتا ہے اور وقت کٹ جاتا ہے اور صبر جمیل کا انجام بھی جمیل ہے۔

(صید الخاطر)

(130)

رسول اکرم ﷺ کا معاشی ومعاشرتی بائیکاٹ

ایک مرتبہ پھر ابلیسی ٹولہ اکٹھا ہوتا ہے اور ایک شیطانی تجویز پر غور وفکر ہونے لگتا ہے۔ مجلس مشاورت میں یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ اگر انہوں نے ابو طالب کے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا اقدام کیا تو پھر مکہ کی وادی قریش کے خون سے رنگین ہو جائے گی، اس لئے انہوں نے قتل کا منصوبہ چھوڑ کر ظلم کی ایک اور راہ تجویز کی، جو اب تک کی تمام ظالمانہ کارروائیوں سے زیادہ سخت تھی۔ اس تجویز میں کہا گیا تھا کہ ان دونوں خاندانوں سے نہ تو کسی قسم کا تعلق اور بھائی چارہ رکھیں گے، نہ بات چیت کریں گے اور نہ ہی ان کے گھروں میں جائیں گے۔ اگر بنو ہاشم صلح کی پیش کش کریں گے تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اس فیصلے کو شق وار تحریر کر کے خانہ کعبہ میں لٹکا دیا گیا۔ چنانچہ سردار ابو طالب اپنے خاندان کے افراد کو لے کر شعب ابی طالب میں آ گئے۔ یہ مقام مکہ سے باہر غار حرا کے قرب وجوار میں واقع ہے۔ یہ ایک پہاڑ کا درہ تھا جو خاندان بنی ہاشم کا موروثی علاقہ تھا۔ بعض سیرت نگاروں نے اس کا نام شعب بنی ہاشم بھی بتلایا ہے۔

(دلائل النبوۃ للاصبہانی 1/272-273)

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان کے لوگوں کے ساتھ اس درے میں منتقل ہوئے تو آپ کے دکھ اور سکھ کی ساتھی، ناز ونعم میں پلنے والی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی اس پُر صعوبت مرحلہ میں آپ کے ہمراہ تھیں۔

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کا ایک کٹھن دور اس وقت شروع ہوتا ہے جب

وہ اپنے سرتاج کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور ہوتی ہیں۔ ذرا تصور کیجئے' ایک ایسی خاتون جس نے اپنا بچپن اور جوانی نہایت ٹھاٹھ باٹھ سے گزارا ہو' جس کا والد خویلد نہایت امیر کبیر اور مکہ کے مشہور تاجروں میں سے ہو اور اپنی بیٹی کے لئے بہت بڑی جائیداد چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہوا ہو' ایک ایسی خاتون جس کے سابقہ دو شوہر بھی بڑے معروف تاجر اور نہایت مالدار رہے ہوں اور جن سے انہیں نہ صرف دولت ملی بلکہ وراثت میں کاروبار بھی ملا ہو' ایک ایسی خاتون جس کا مال تجارت پورے مکہ کے تاجروں پر بھاری ہوتا تھا اور وہ متعدد لوگوں کو شراکت اور مضاربت پر اپنا مال دیا کرتی تھی' جس کو سیدۃ نساء قریش کا لقب ملا تھا اس مالدار اور نامور خاتون کو اپنا خوبصورت گھر چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ شعب ابی طالب کا عرصہ کوئی تھوڑا نہ تھا۔ یہ تین سال کی طویل مدت تھی جو اس مقدس خاندان کے لوگوں نے نہایت صبر وتحمل سے گزاری۔

(الطبقات لابن سعد' 209/1)

ظلم کی انتہا

اگرچہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے قریبی رشتہ داروں نے فوری اسلام قبول نہ کیا تھا مگر خاندان میں حکیم بن حزام بن خویلد جیسے لوگ موجود تھے۔ حکیم مسلمان نہ ہونے کے باوجود اپنی پھوپھی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شدید محبت کرتے تھے اور تمام رکاوٹوں اور پابندیوں کو توڑتے ہوئے اپنی پھوپھی کو غلہ اور اناج پہنچاتے رہتے تھے۔ اس درے میں کھانے کی کوئی چیز میسر نہ تھی۔ جب ہاشمیوں کے ننھے منے بچے بھوک سے بلبلاتے اور ان کی آواز باہر دور دور تک سنائی دیتی تو سنگ دل مشرکین قریش سن سن کر خوش ہوتے۔ اس معاہدہ کو صحیفے کی صورت میں لکھنے والے مشرک بغیض بن عامر کا ہاتھ' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کے نتیجے میں شل ہو گیا تھا۔ قریش میں جو دیدۂ بینا رکھنے والے دانا اور رحمدل لوگ تھے وہ ان ظالموں سے کہتے کہ کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ بغیض بن عامر پر کیا گزری ہے۔ (الطبقات لابن سعد' 209/1 جمھرۃ النسب الکلبی' ص60)

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام قریش کی نہایت موثر شخصیات میں سے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے کچھ گیہوں اپنے غلام کے ہاتھ اپنی پھوپھی کے پاس گھاٹی میں بھجوائے۔ ابوجہل کو معلوم ہوا تو وہ فوراً سوار ہو کر وہاں پہنچ گیا اور غلام کا راستہ روک کر کہنے لگا میں تجھے ہاشمیوں کے پاس گیہوں لے جانے نہیں دوں گا اور سارے مکہ میں تجھے ذلیل کروں گا۔ یہ محض حسن اتفاق تھا کہ ابوالبختری بن ہشام عین اس وقت وہاں سے گزرا۔ یہ بھی اپنے قبیلے کا رئیس تھا۔ ابوجہل البختری سے کہنے لگا یہ حکیم بن حزام کا غلام ''محمد'' کے لئے گیہوں لے کر جا رہا ہے اور میں اسے روک رہا ہوں۔

ابوجہل کی شامت آ گئی

ابوالبختری کہنے لگا ابوالحکم! حکیم بن حزام کی پھوپھی خدیجہ کا کچھ گیہوں اس کے پاس امانتاً رکھا ہوا تھا' وہ اس نے منگوایا ہوگا' جانے دو' اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابوجہل اڑ گیا اور کہنے لگا نہیں' میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گا۔

ابوالبختری نے پھر اس سے کہا جانے بھی دو' ایک شخص اپنی فاقہ کش پھوپھی کی امانت واپس کرنا چاہتا ہے مگر تمہاری شقاوت اور سنگ دلی اس کی بھی اجازت نہیں دیتی۔ یہ سن کر ابوجہل کو غصہ آ گیا۔ دونوں میں تلخ کلامی ہوئی اور نوبت ہاتھا پائی تک پہنچ گئی۔

ابوالبختری نے ابوجہل کے اونٹ کی گردن پکڑ کر زور سے مروڑی اور جھٹکا دے کر اونٹ کو بٹھا دیا پھر ابوجہل کو گردن سے پکڑ کر نیچے کی طرف کھینچا۔ ابوجہل اونٹ سے نیچے گرا تو ابوالبختری نے ادھر ادھر دیکھا' اسے اونٹ کی ایک ہڈی نظر آئی' اس نے ہڈی اٹھائی اور اس زور سے ابوجہل کے سر پر دے ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا اور خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔ ابوالبختری نے اس بدبخت کو پھر بھی نہ چھوڑا۔ اسے خوب ٹھوکریں اور ٹھڈے مارے اور بری طرح ذلیل کیا۔

ابوجہل' سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا جانے والا اناج روک سکا نہ اپنے آپ کو مار

Scanned with CamScanner

پیٹ سے اور ذلیل ہونے سے بچا سکا۔ زیادہ شرمندگی اسے اس بات پر تھی کہ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ پہاڑی درے سے یہ ساری کارروائی دیکھ رہے تھے۔

(السیرۃ لابن ہشام' 354/1)

قارئین کرام! ذرا اس صابرہ شاکرہ خاتون کا تصور کیجئے جس کے سرتاج کو قتل کی علانیہ دھمکیاں مل رہی تھیں اور ان کی جان کو ہر وقت خطرہ تھا۔ حتیٰ کہ صورت حال کی نزاکت اس درجے کو پہنچ چکی تھی کہ جب رات کو لوگ اپنے اپنے بستروں پر سونے کے لئے چلے جاتے تو ابوطالب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی دوسرے کے بستر پر سلا دیتے تا کہ دشمن آپ کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ (السیرۃ لابن اسحاق' 202/1)

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت 65 سال کے لگ بھگ ہو چکی تھی۔

بلاشبہ یہ ایک بڑی آزمائش تھی' مشکل دور تھا مگر انہوں نے اپنے گھرانے کا مکمل ساتھ دیا۔ اگر انہیں فاقہ کشی کا سامنا ہوا تو اُمّ المومنین سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ان کے شانہ بشانہ تھیں۔

جوارِ رحمت الٰہی میں:

تین سال کے طویل عرصے کے بعد بالآخر یہ بائیکاٹ ختم ہو جاتا ہے مگر شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد جلد ہی سردار ابوطالب اور سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو جاتی ہے۔ امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات سردار ابوطالب کی رحلت کے تین دن بعد ہوئی۔ بعض نے اس سے مختلف بھی لکھا ہے مگر یہ طے ہے کہ ان دونوں کی وفات یکے بعد دیگرے ہوئی۔ سیّدہ رضی اللہ عنہا کی وفات رمضان المبارک 10 نبوی میں ہوئی۔ ان کو ''حجون'' کے مقام پر دفن کیا گیا۔ خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اترے اور اپنے مبارک ہاتھوں سے سپردخاک کیا۔ (انساب الاشراف' 273/1' 35/2) ان کے بھتیجے حکیم بن حزام بھی تدفین میں شریک تھے۔

عام الحزن

جس طرح گھر سے باہر سردار ابوطالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہایت مشفق اور مہربان تھے اسی طرح گھر کے اندر سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت آرام پہنچانے والی' بے حد محبت اور عزت واحترام کرنے والی خاتون تھیں۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات بعض روایات کے مطابق نماز کے فرض ہونے سے پہلے ہوگئی تھی۔

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور سردار ابوطالب کی وفات سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت رنج ہوا۔ یہ دونوں ہر آڑے وقت میں آپ کے لئے پناہ دہندہ ثابت ہوتے تھے۔ ان دونوں کی وفات سے آپ کی پناہ کی یہ دونوں دیواریں منہدم ہوگئیں۔ ان دونوں کی جدائی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں غم والم کے جذبات موجزن کر دیئے۔ اب دشمنوں کے لئے راستہ صاف ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کی طرف سے زیادتیوں کا ایک نیا طومار بندھ گیا۔ وہ آپ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے لگے۔ سیرت نگاروں نے اس سال کا نام عام الحزن یعنی غم کا سال لکھا ہے۔

(الطبقات لابن سعد' 211/1)

Scanned with CamScanner

(131)

توکل کی آزمائش

ایک عابد وزاہد شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک سنا کہ خواہ تو خدا سے رزق طلب کر خواہ نہ کر' وہ تیرے پاس دوڑا آئے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ اقدس کی آزمائش کے لئے یہ شخص ایک بیابان میں گیا اور بے آب وگیاہ پہاڑی کے دامن میں ایک جگہ جا کر لیٹ گیا کہ دیکھوں خدا یہاں کیونکر مجھے رزق دیتا ہے۔

ابھی اس شخص کو وہاں لیٹے ہوئے تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک قافلہ راستہ بھول کر ادھر آ نکلا۔ قافلے والوں نے دیکھا کہ ایک شخص دنیا ومافیہا سے بے خبر اس ویران علاقے میں پڑا ہے۔ حیرت ہے کہ اسے نہ بھیڑیے کا ڈر ہے نہ کسی دشمن کا خوف۔ اللہ جانے زندہ بھی ہے یا مر گیا۔ یہ سوچ کر قافلے میں سے چند آدمی اس کے قریب آئے۔ اسے ہلایا جلایا لیکن وہ جان بوجھ کر نہ اٹھا بلکہ اپنی جگہ سے جنبش تک نہ کی حتیٰ کہ آزمائش کے شوق میں آنکھیں تک نہ کھولیں۔

اس کا یہ حال دیکھ کر قافلے والے آپس میں کہنے لگے' معلوم ہوتا ہے یہ بے چارہ کئی دن کے فاقے سے ہے اور بھوک کے مارے نقاہت کا یہ عالم کہ اس پر سکتہ طاری ہو گیا ہے' آؤ اسے کچھ کھلائیں پلائیں تاکہ جسم میں قوت آئے اور یہ مرنے سے بچ جائے۔ چنانچہ اسی وقت دوڑے دوڑے گئے۔ ایک دیگچی میں شوربا اور روٹیاں لائے۔ پھر نوالے بنا بنا کر اس کے منہ میں رکھنے کی کوشش کی لیکن اس شخص نے اپنا منہ سختی سے بھینچ لیا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک کی سچائی کسوٹی پر پرکھے۔

جو لکھا ہوا ہے ضرور ملتا ہے

جب ان لوگوں کی یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی تو انہیں اس شخص پر بے حد ترس آیا۔ کہنے لگے یارو' یہ بدنصیب تو نزع کے عالم میں ہے۔ بھوک نے اسے موت کے بے رحم جبڑوں میں لے جا کر پھینک دیا ہے۔ اگر جلد کوئی تدبیر نہ کی گئی تو یہ چل بسے گا۔ قافلے میں ایک دانا بھی تھا۔ اس نے مشورہ دیا کہ ایک چھری لو اور اس شخص کے منہ میں ڈال کر بتیسی کھولو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ زاہد نے چھری کے خوف سے فوراً منہ کھول دیا۔ لوگ اس کے منہ میں شوربا ڈالتے اور روٹی کے ٹکڑے شوربے میں چور چور کر کھلاتے تھے۔ جب تک اس کا پیٹ ناک تک نہ بھر گیا' انہوں نے اس کی جان نہ چھوڑی۔ تب اس شخص نے اپنے دل میں کہا: ''اے دل' اگرچہ میں اپنے بدن کو بے کار کئے پڑا ہوں لیکن تجھے تو اصل بھید معلوم ہو گیا۔''

دل نے جواب دیا ''ہاں' میں جانتا ہوں اور میں نے یہ آزمائش اس لئے کرائی کہ تو کبھی توکل سے منہ نہ موڑے۔ یاد رکھ' حرص وہوس تو عین گدھاپن ہے۔''

اس سوال وجواب کے بعد زاہد نے توبہ کی اور کہا بے شک اب میں نے رزق کی پوری پوری آزمائش کر لی' جو کچھ نبی برحق نے فرمایا: وہ بالکل سچ ہے۔ اس میں ذرا برابر شک وشبہ نہیں۔ (مثنوی مولائے روم علیہ الرحمۃ)

Scanned with CamScanner

(132)

لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ کی گواہی جنت کی ضمانت

مجالس سنیہ ص 30 پر محدث بیہقی علیہ الرحمۃ نے بکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ ایک قوم پر بڑا ظالم وجابر اور بت پرست بادشاہ حکمران تھا۔ عوام اس سے سخت نالاں ہو گئے اور اس کے خلاف بغاوت کر کے اس کو زندہ گرفتار کر لیا۔ عوام نے ایک دوسرے سے مشورہ کیا کہ اس ظالم کو کس طریق سے ہلاک کیا جائے۔ مختلف تجویزیں مقرر ہوئیں مگر کوئی بھی تجویز معقول نہ تھی۔ آخر کار یہ طے پایا کہ اس ظالم کو ایک تانبے کے برتن میں ڈال دیا جائے۔ برتن کو چولہے پر چڑھا کر نیچے سے آگ جلا دی جائے۔ اس طرح تڑپ تڑپ کر یہ موذی ہلاک ہو جائے گا چنانچہ اس کو برتن میں ڈال کر برتن چولہے پر چڑھا دیا گیا اور نیچے آگ جلانا شروع کر دی۔ جب آگ کی تپش اس موذی کو محسوس ہوئی تو اس نے تمام معبودانِ باطل کو مشکل کشائی کے لئے چیخ و پکار کی کہ اے معبودانِ میں سخت مشکل میں ہوں میری مدد کریں۔ میں ساری زندگی آپ کی خدمت کرتا رہا۔ اس وقت میں سخت مشکل میں ہوں۔ میری مدد فرمائیں مگر کوئی بھی اس کی مدد کو نہ آیا۔ آتا بھی کیسے؟ کیا انسان کے اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بت بھی مدد کے لئے آ سکتے تھے۔ مایوس ہو کر اس نے آسمان کی جانب نگاہ اٹھائی اور لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنا شروع کیا۔ لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنے کی برکت سے بارش ہونا شروع ہو گئی جس سے آگ بجھ گئی۔ ساتھ ہی آندھی اور بادو باراں کا طوفان شروع ہو گیا۔ آندھی اس شدت کی تھی کہ اس برتن کو اڑا کر لے گئی۔

کلمۂ توحید نے دنیا وآخرت کی آگ سے بچا لیا

وہ برتن کئی روز تک زمین وآسمان میں چکر لگاتا رہا پھر قدرت خداوند نے اسے ایسے علاقے میں ڈال دیا جہاں کے لوگ تصور توحید سے ناآشنا تھے۔ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ برتن میں موجود ظالم وجابر بادشاہ بدستور لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ورد کر رہا تھا۔ وہاں کے لوگوں نے اس کو برتن سے نکالا اور اس کا حال پوچھا۔ اس نے تمام ماجرا کہہ سنایا۔ یہ سن کر لوگوں کو عبرت ہوئی اور وہ سب لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ کر توحید پر ایمان لے آئے۔ مشکوٰۃ شریف ص 15 پر ہے کہ

عن معاذ بن جبل قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مفاتيح الجنة شهادة ان لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ .

''معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ کی گواہی دینا جنت کی کلید ہے۔''

یہ حدیث ہمیں بتلاتی ہے کہ اگر ہم کلمہ شریف پڑھتے ہوں گے تو ہمارے پاس جنت کی کلید ہو گی۔ جس سے ہم باب الجنت کھول کر اندر داخل ہوں گے اور اگر بدقسمتی سے کلمہ گو نہ ہوں گے تو جنت میں داخل نہ ہو سکیں گے کیونکہ جنت کی کلید پاس نہ ہو گی۔

(مجالس سنیہ)

Scanned with CamScanner

(133)

دل میں بسالیا ہے وہ منظر سمیٹ کر

بسا اوقات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مذاکرۂ حدیث کے شوق میں تلامذہ واحباب کے گھر پر تشریف لے جاتے اور دیر تک عہد نبوت کا ذکر رہتا۔ وابصہ اسدی فرماتے ہیں: میں کوفہ میں دوپہر کے وقت اپنے گھر میں تھا کہ یکایک دروازہ سے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کی آواز بلند ہوئی۔ میں نے جواب دیا اور باہر نکل کر دیکھا تو عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود تھے۔ میں نے کہا: ابوعبدالرحمٰن! یہ ملاقات کا کون سا وقت ہے؟ بولے' آج بعض مشاغل ایسے پیش آ گئے کہ دن چڑھ گیا اور اب فرصت ملی تو یہ خیال آیا کہ کسی سے باتیں کر کے عہد مقدس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ کرلوں۔ غرض وہ بیٹھ کر حدیثیں بیان فرمانے لگے اور دیر تک پر لطف صحبت رہی۔

(محبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم 240)

☆......حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حدیث روایت کرتے وقت نہایت مؤدب' متین اور سنجیدہ بن جاتے تھے اور اس طرح نقشہ کھینچ دیتے تھے کہ گویا سامع خود حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے سن رہا ہے۔ ایک مرتبہ انہوں نے ایک طویل حدیث بیان فرمائی جس میں قیامت' جنت اور مومنین وسبحان رب العزت کے سوال وجواب کا تذکرہ تھا۔ حدیث ختم کر کے متبسم ہوئے اور فرمایا تم پوچھتے نہیں کہ میں کیوں ہنستا ہوں؟ لوگوں نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ کیوں ہنستے ہیں؟ فرمایا: اس لئے کہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح تبسم فرمایا تھا۔ (ایضا)

ہم نے تیرے خیال کا پیکر لپیٹ کر

تعبیر الرؤیا کے مشہور امام حضرت امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

میں میدانِ عرفات میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا۔ جب وہ قیام گاہ سے چلے تو میں بھی ان کے ساتھ چلا۔ وہ امام حج کی جگہ پر پہنچے اور اس کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز ادا کی پھر انہوں نے جبل رحمت پر وقوف فرمایا۔ میں اور میرے ساتھی بھی ان کے ساتھ تھے یہاں تک کہ (غروب کے بعد) جب امامِ عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہوا تو ہم بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ وہاں سے چل پڑے۔ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مازمین مقام سے پہلے ایک تنگ جگہ پہنچے تو انہوں نے اپنی سواری بٹھائی تو ہم نے بھی سواریاں بٹھا دیں۔ ہمارا خیال تھا کہ یہ نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام نے جوان کی سواری کو تھامے ہوئے تھے' نے کہا: نہیں' یہ نماز نہیں پڑھنا چاہتے بلکہ انہیں یاد آ گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اس جگہ پہنچے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے رکے تھے' اس لئے یہ بھی یہاں قضائے حاجت کرنا چاہتے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم 479/2)

ہم نے تیرے خیال کا پیکر سمیٹ کر
دل میں بسا لیا ہے وہ منظر سمیٹ کر

Scanned with CamScanner

(134)

حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ شفیق بلخی کے ایک مرید خواجہ بایزید کے پاس آئے۔

آپ نے ان کے پیر کا حال دریافت فرمایا۔عرض کی ''خلق سے فارغ اور خدا پر متوکل ہوکر بیٹھ گئے ہیں۔'' فرمایا: ''میری طرف سے شفیق سے کہنا کہ دو روٹیوں کے واسطے۔خدا کو نہ آزماؤ۔نامہ توکل کا طے کر کے' بھوک کے وقت بھیک مانگ لیا کرو۔ کہیں اس فعل کی شامت سے وہ ملک زمین میں نہ دھنس جائے۔''

فائدہ: اللہ تعالیٰ پر توکل فرض عین ہے۔ قال تعالیٰ: وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ ''اللہ ہی پر توکل کرو اگر مسلمان ہو۔'' اور فرماتا ہے: اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۔ ''اگر تم خدا پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر بھروسا کرو اگر مسلمان ہو۔''

خصوصاً تصوف کہ انقطاع عن الغیر (ماسوی اللہ سے قطع تعلق) بلکہ فنا عن الغیر (غیر اللہ کی نگاہوں سے اوجھل ہو جانا بلکہ نفی' مطلق غیر ہے کہ لا مقصود الا اللہ) تو تصوف میں نامہ توکل' طے کر کرنے کا کیوں کر حکم ہو سکتا ہے؟

ہاں یوں کہیں کہ توکل۔قلب سے طرح اسباب ہے کہ اسباب پر بھروسا نہ رہے۔ نہ کہ عمل میں ترک اسباب۔اسباب کو بالکل ہی چھوڑ بیٹھنا خود حکم فرماتا ہے: فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ط ''زمین میں پھیل جاؤ اور اس کا فضل ڈھونڈو۔''

برتوکل پائے اُشتر را بہ بند

ولہٰذا جب ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ناقہ چھوڑ دوں اور خدا پر توکل کروں۔فرمایا: بل قید وتوکل ۔ اس کا پاؤں باندھ دے اور خدا پر بھروسا کر۔(بیہقی وترمذی)

بر توکل پائے اشتر رابہ بند

عالم اسباب میں رہ کر' ترک اسباب گویا ابطال حکمتِ الٰہیہ ہے: كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ط ''جیسے کوئی ہتھیلیاں پانی کی طرف پھیلائے ہوئے کہ وہ اس کے منہ میں پہنچ جائے اور وہ پہنچنے والا نہیں۔''

سیدنا بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ نے اسی سے منع فرمایا۔رہا اذن سوال کہ ''وقت ضرورت بھیک مانگ لیا کرو'' تو یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جس طرح بدن پر کچھ فرائض ہیں جن کا بجالانا فرض اور کچھ محرمات ہیں۔جن سے اجتناب و پرہیز لازم جیسے علی الترتیب نماز' روزہ اور زنا وغیبت۔ویسے ہی قلب پر ہیں اور ان کی فرضیت وحرمت اسی طرح یقینی قطعی ضروریات دین سے ہے' جیسے صبر وشکر وتواضع واخلاص کی فرضیت اور جزع فزع واویلا وکفرانِ نعمت وتکبر وریا کی حرمت۔

عوام اگر کچھ بہت زیادہ ہی تقویٰ وطاعت کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ انہیں فرائض کی تعمیل اور محرمات بدنیہ سے اجتناب پر قناعت کرتے ہیں اور فرائض ومحرمات قلبیہ سے اصلاً کام نہیں رکھتے۔پڑھیں نماز کریں تکبر اور رب فرمائے اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ط ''کیا جہنم میں ٹھکانہ نہیں متکبروں کا۔''

دل کی دنیا

عوام کے برخلاف عمل' ارباب قلب' صوفیہ صافیہ بشدت تمام' اپنے قلوب کی طرف متوجہ رہتے ہیں جبکہ فرائض ومحرمات بدنیہ سے بھی غافل نہیں رہتے۔ظاہری باطنی دونوں فرائض بجالاتے اور دونوں کے تمام محرمات سے احتراز فرماتے اور حتی الامکان

Scanned with CamScanner

تابمقدور ان سے دور ونفور رہتے ہیں۔ پھر ظاہری صلاح سہل ہے اور باطنی اس سے بہت مشکل کہ جوارح اور عضائے بدن کو نیک کام میں لگانا' بد سے بچانا' ایک ہمت کا کام ہے اور قلب سے زوائل' یعنی بری خصلتوں سے دھو دینا' فضائل یعنی اخلاق حسنہ سے آراستہ کرلینا' کارے دارد۔ یہ منہ کا نوالہ نہیں۔ بلکہ بدن بھی تابع قلب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''بے شک بدن میں ایک گوشت پارہ ہے۔ وہ سنور جائے تو سب بدن بن جائے اور وہ بگڑ جائے تو سب بدن خراب ہو جائے۔ سنتے ہو وہ دل ہے۔'' اور خلق الٰہی سے خلط ملط رہنا' اعمال ظاہر میں بھی بہت مخل ہوتی اور رخنے ڈالتی ہے۔ ہزاروں گناہ جسمانی تو وہ ہیں کہ تنہائی میں ہو ہی نہیں سکتے اور جو ہو سکتے ہیں وہ خلط ملط ہونے کی حالت میں اور زیادہ ہوتے ہیں تو عوام الناس کی صحبت' قلب کے لئے بڑی خطرناک ہے مگر بضرورت شرعیہ' جیسے مفتی شرع و قاضی حق و مدرس دین و واعظ ہدیٰ۔

اور جن کے پاس مال نہ ہو اس کے لئے کسب رزق کے ذریعے یہی تجارت' زراعت' نوکری' مزدوری ہیں اور ان سب میں عوام الناس سے خلط ملط کی حاجت ہے تو اصلاحِ نفس کے لئے فراغت کیسے میسر آئے جبکہ فرائض کی تصحیح اور محرمات سے اجتناب' اہم ضروریات دینیہ سے ہے اور ضرورت دینی اور حاجت شرعیہ کے وقت سوال حلال۔

یہ معنی ہیں حضرت بایزید بسطامی کے اس قول کے کہ ''وقت ضرورت بھیک مانگ لیا کرو۔'' اور یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم ادہم جبکہ جامع بصرہ میں معتکف تھے۔ تین دن بعد افطار فرماتے اور اس روز سوال فرماتے اور خواجہ ابوحفص حداد' مغرب وعشاء کے بیچ میں' بقدر ضرورت' ایک دو دروازے سے مانگ لیتے۔

سوال بقدر حاجت درست

وہ معنی ہرگز نہیں جو آج کل کے مڑ چڑے جوگیوں نے اختیار کیا ہے کہ اچھے خاصے جوان' تندرست اور بھیک مانگنے کا پیشہ اور اصلاح قلب درکنار' اصلاح ظاہر سے برکنار

اور دور دور' اور منع کیجئے تو شرع مطہر سے معارضے اور مقابلے کو تیار کہ بھیک مانگنا بھی ریاض ہے۔ والکاسب حبیب اللہ۔ یہ حرام قطعی ہے اور شرع کا مقابلہ اور سخت تر۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔ اصل یہ ہے کہ سوال بقدر حاجت درست ہے اور حاجتیں' باختلاف اشخاص وغیرہ مختلف۔ (احسن الوعا تلخیصا)

سید شریف مصری' حواشی درّ میں ناقل کہ ایک عالم رات بھر مسئلہ ابوین کریمین (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہما) میں متفکر رہے کہ کیونکر تطبیق اقوال ہو۔ بعض علمائے کرام اس امر کے قائل ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا انتقال عہد اسلام سے پہلے ہوا تھا اس لئے ان کے اسلام و ایمان کا قطعی حکم لگانا غیر متصور اور غیر ضروری القبول ہے جبکہ اکابر علمائے اسلام کا یہ قول ہے کہ رب العزۃ جل جلالہ نے' اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ان پر اتمام نعمت کے لئے' اصحاب کہف رضی اللہ عنہم کی طرح انہیں زندہ کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر' شرف صحابیت پاکر آرام فرمایا ولہٰذا حکمت الٰہیہ تھی کہ یہ زندہ کرنا' حجۃ الوداع میں واقع ہوا جبکہ قرآن عظیم پورا اتر لیا کہ ان کا ایمان پورے دین کامل پر واقع ہو۔ غرض ان عالم صاحب کو اس باب میں بڑا تردد تھا کہ کس کے قول کو ترجیح دی جائے)

سبزی فروش نے عالم کو مسئلہ سمجھا دیا

اسی فکر میں چراغ پر جھک گئے اور بدن جل گیا۔ صبح ایک لشکری آیا کہ میرے یہاں آپ کی دعوت ہے (یہ وقت مقررہ پر اس کی طرف روانہ ہوئے) راہ میں ایک ترہ فروش (یعنی سبزی بیچنے والے) ملے کہ اپنی دکان کے آگے باٹ ترازو لئے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے اٹھ کر ان عالم کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور یہ اشعار پڑھے:

اٰمَنَتْ اَنَّ اَبَا النَّبِيِّ وَاُمَّهٗ
اَحْيَاهُمَا الْحَيُّ الْقَدِيْرُ الْبَارِئُ

Scanned with CamScanner

حَتّٰی لَقَدْ شَهِدَا لَهٗ بِرِسَالَةٍ
صَدِّقْ، فَذَاكَ كَرَامَةُ الْمُخْتَارِ
وَبِهِ الْحَدِيْثُ وَمَنْ يَّقُوْلُ بِضُعْفِهٖ
فَهُوَ الضَّعِيْفُ عَنِ الْحَقِيْقَةِ عَارٍ

"یعنی میں ایمان لایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماں باپ کو اس زندۂ ابدی قادرِ مطلق، خالق عالم جل جلالہ نے زندہ کیا یہاں تک کہ ان دونوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری کی تصدیق کی اور گواہی دی۔ اے شخص اس بات کی تصدیق کر کہ یہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز کے واسطے ہے اور اس باب میں حدیث وارد ہوئی جو اسے ضعیف بتائے وہ آپ ہی ضعیف اور علم حقیقت سے خالی ہے۔"

یہ اشعار سن کر اس عالم سے فرمایا: اے شیخ انہیں لے (اور بلا توقف قبول کر) نہ رات کو جاگ، نہ اپنی جان کو فکر میں ڈال کہ تجھے چراغ جلا دے۔ ہاں جہاں جا رہا ہے وہاں نہ جانا کہ لقمہ حرام کھانے میں آئے۔

اس کے اس فرمان سے وہ عالم بے خود ہو کر رہ گئے۔ پھر انہیں تلاش کیا، پتہ نہ پایا اور دکاندار سے پوچھا کسی نے نہ پہچانا۔ سب بازار والے بولے یہاں تو کوئی شخص بیٹھتا ہی نہیں۔ وہ عالم، اس عالم ربانی، ہادی غیب کی ہدایت سن کر مکان کو واپس آئے۔ لشکری کے یہاں تشریف نہ لے گئے۔ انتہی

احتیاط، احتیاط، احتیاط

فائدہ: اور واقعی مسلمان کا وجدانِ ایمان، کب گوارا کرتا ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرکارِ نور بار کے ادنیٰ ادنیٰ غلاموں کے سگانِ بارگاہ، جنات النعیم میں سرر مرفوعۃ (بلند بادشاہی تختوں) پر تکیے لگائے، چین کریں اور جن کی نعلین پاک کے تصدق میں جنت بنی ان کے ماں باپ دوسری جگہ، معاذ اللہ غضب وعذاب کی مصیبتیں

بھریں۔

ہاں یہ سچ ہے کہ ہم غنی حمید عز جلالہ پر حکم نہیں کر سکتے وہ مختار و بے نیاز ہے مگر پھر دوسرے حکم کی کس نے گنجائش دی۔ ادھر کون سی دلیل قطعی پائی۔ حاش للہ! ایک حدیث بھی صحیح صریح نہیں، جو صریح ہے ہرگز صحیح نہیں، تو اقل درجہ وہی سکوت و خاموشی اور حفظ ادب کا رہا۔ عاقل کو چاہیے کہ ایسی جگہ سخت احتیاط سے کام لے۔

ہشدار کہ رہ بردم تیغ ست قدم را

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی سچی محبت، سچا ادب نصیب فرمائے۔ آمین

(شمول الاسلام اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

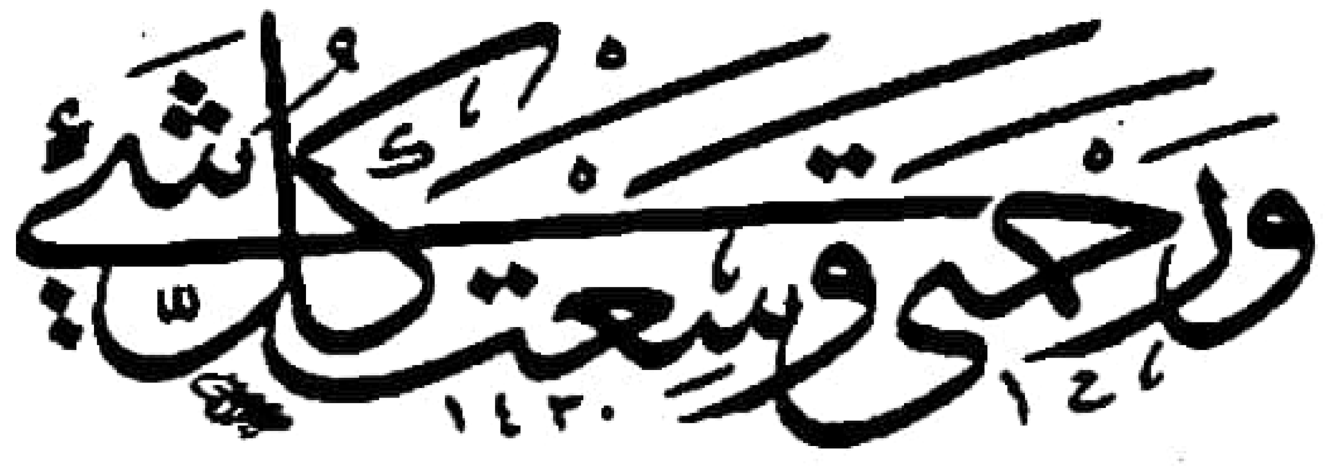

(135)

خوشبودار جسم

(یاد رہے یہ واقعہ کسی دوسری کتاب کے حوالے سے باطل سوز واقعات میں بھی گزرا ہے)

بزرگوں کا بیان ہے کہ شہر بصرہ میں ایک شخص تھا لوگ جنہیں خوشبو والا کہا کرتے تھے' کیونکہ ان کے جسم سے ہمیشہ مشک کی خوشبو اٹھتی۔ جب وہ جامع مسجد میں داخل ہوتے تو لوگوں کو پتہ چل جاتا کہ کون آیا ہے؟ اسی طرح بازار سے گزرتے تو بھی یہی کیفیت رہتی۔ ایک بزرگ ان سے ملنے گئے۔ بیان کرتے ہیں کہ: میں رات کو ان کے پاس رہا۔ میں نے کہا: برادر محترم آپ کو خوشبو پر بہت رقم خرچ کرنا پڑتی ہوگی۔ انہوں نے کہا: میں نے کبھی خوشبو نہیں خریدی اور نہ ہی خوشبو جسم اور کپڑے پر لگائی ہے۔ میں تم سے اپنا واقعہ بیان کرتا ہوں شاید میرے مرنے کے بعد تم میرے حق میں دعائے رحمت کرو۔ فرمایا:

''میں بغداد میں پیدا ہوا۔ میرے والد مالدار تھے اور جس طرح امراء اپنی اولاد کو تعلیم دلواتے ہیں میری بھی اسی طرح تعلیم ہوئی۔ بچپن میں میں بہت خوبصورت اور حیادار تھا۔ میرے والد سے کسی نے کہا: اسے بازار میں بٹھاؤ تاکہ یہ لوگوں سے گھل مل جائے اور حیا کم ہو۔ مجھے ایک کپڑا بیچنے والے کی دکان پر بٹھایا گیا۔ میں ہر صبح و شام دکان پر جا کر بیٹھتا۔ ایک روز دکان پر ایک بڑھیا آئی اور اس نے قیمتی کپڑے نکلوائے۔ انہیں دیکھا اور کہا کہ میرے ساتھ کسی کو لگا دو تاکہ جو پسند ہو اسے لینے کے بعد اس کی قیمت اور

بقیہ کپڑے واپس لائے۔

بزاز نے مجھ سے کہا تم ہی چلے جاؤ' تمہارا دل بھی بہل جائے گا۔ میں چلا۔ وہ مجھے ایک عظیم الشان محل میں لے گئی۔ اس میں ایک قبہ تھا اور گیٹ پر پاسبان بیٹھے تھے۔ دروازہ پر پردے لٹک رہے تھے۔ بڑھیا نے مجھ سے کہا کہ تم قبہ میں چل کر بیٹھو' میں وہاں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک لڑکی وہاں ایک تخت کے منقش پالین پر بیٹھی ہے اور تخت و فرش سب کے سب زریں ہیں اور اس قدر نفیس کہ ویسے آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ لڑکی لباس و زیورات سے آراستہ تھی۔ مجھے دیکھ کر تخت سے اتری اور میرے پاس آئی اور میرے سینے پر ہاتھ مار کر مجھے اپنی طرف کھینچا۔ میں نے کہا: اللہ سے خوف کر' اللہ سے خوف کر۔

جو اللہ سے ڈر کر گناہ چھوڑتا ہے

وہ بولی ڈرنے کی بات نہیں تجھے جو چاہئے میں دوں گی۔ میں نے کہا: مجھے استنجاء کی ضرورت ہے۔ اس نے آواز دی' چاروں طرف سے لونڈیاں آ گئیں۔ اس نے کہا: اپنے آقا کو بیت الخلاء میں لے جاؤ۔ میں جب وہاں گیا تو مجھے بھاگنے کی کوئی راہ نظر نہیں آئی۔ میں نے پاخانہ اپنے ہاتھ وغیرہ میں لگایا اور بڑی بڑی آنکھیں کر کے اس کنیز کو ڈرایا جو باہر رومال اور پانی لئے کھڑی تھیں۔ میں جب اس پر چلا کر دیوانوں کی طرح جھپٹا تو وہ ڈر کر بھاگی اور شور مچایا کہ یہ دیوانہ ہے' پاگل ہے۔ سب لونڈیاں اکٹھی ہو گئیں اور مجھے ایک ٹاٹ میں لپیٹا اور اٹھا کر ایک باغ میں ڈال دیا۔ میں نے جب یقین کر لیا کہ سب جا چکی ہیں تو اٹھ کر اپنے کپڑے اور بدن کو دھویا اور گھر گیا مگر کسی کو یہ بات نہیں بتائی۔ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے تم کو حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام سے کیا ہی مناسبت ہے اور کہتا ہے کہ کیا تم مجھے جانتے ہو؟ میں نے کہا: نہیں۔ کہا میں جبرائیل علیہ السلام ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے میرے منہ اور جسم پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ اسی وقت سے میرے جسم سے یہ خوشبو آنے لگی۔ یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے دست مبارک کی خوشبو ہے۔'' (نورانی حکایات' ترجمہ قلیوبی)

Scanned with CamScanner

(136)

اکابر کا صبر

ابن جوزی فرماتے ہیں میرے پاس ایک شخص نے بیوی کے ساتھ اپنے بغض کا ذکر کیا پھر کہنے لگا کہ چند وجوہ کی بناء پر میں اسے علیحدہ بھی نہیں کر سکتا مثلاً وہ دین میں مجھ سے فائق ہے اور میں قلیل الصبر ہوں۔ شکوہ شکایت میں زبان بھی قابو میں نہیں رہتی۔ میری چند ایک باتوں سے اس کے ساتھ میرا بغض تجھے معلوم ہو جائے گا۔ میں نے کہا: ان باتوں کا کچھ فائدہ نہیں ہر کام اس کے طریق سے ہوتا ہے۔ بہتر ہے کہ تو تنہائی میں بیٹھ کر یہ خیال کرے کہ میرے گناہوں کی وجہ سے وہ مجھ پر مسلط کی گئی ہے لہٰذا خوب عذر معذرت اور توبہ کر قلق واضطراب کا اور اسے تکلیف دینے کا کوئی فائدہ نہیں جیسا کہ حسن بن الحجاج کا قول ہے کہ یہ تمہارے لئے منجانب اللہ عقوبت ہے لہٰذا اس کی عقوبت کا مقابلہ تلوار کے ساتھ مت کرو بلکہ استغفار کے ساتھ کرو اور یہ بھی خیال کر کہ تو ایک مبتلا کی حیثیت رکھتا ہے صبر کرنے پر تجھے اجر ملے گا۔ عَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ یعنی ممکن ہے تم کسی شی کو مکروہ سمجھو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔ بس اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے فیصلے پر صبر کا معاملہ کر اور فراخی اور رہائی مانگتا رہ اور جب تو توبہ واستغفار کرتا رہے گا قضاء پر صبر اور کشادگی کی دعا کرے گا تو تجھے تین طرح کی عبادتیں ملیں گی اور ہر ایک پر اجر ہوگا اور بے فائدہ چیز پر وقت ضائع مت کر اور اس خیال سے کبھی تدبیر نہ کر کہ تو تقدیر کو ٹال لے گا۔ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ' اور اگر اللہ تجھے کوئی مضرت دے تو اس کے سوا کوئی اسے ہٹانے والا نہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے

کہ ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر ایک سپاہی نے پڑاؤ کیا۔ وہ آئے تو اسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور اپنے ایک ساتھی سے کہنے لگے کہ فلاں کمرے میں جاؤ وہاں تازہ مٹی پڑی ہوئی ہے جو مشتبہ طریق سے آئی ہے اسے اکھاڑ کر باہر پھینک دو۔ اس نے مٹی باہر نکالی اور ادھر سپاہی بھی نکل گیا۔ باقی عورت کو ایذا دینے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ وہ تو مسلط ہے لہٰذا تجھے کچھ اور کرنا چاہئے۔

جن کے رُتبے ہیں سوا

بعض سلف سے منقول ہے کہ ایک شخص نے اسے گالی دی اور وہ زمین پر رخسار رکھ کر دعا مانگنے لگے: اے اللہ میرا وہ گناہ معاف فرما دے جس کی وجہ سے تو نے اس کو مجھ پر مسلط فرمایا ہے۔ آدمی کہنے لگا کہ وہ عورت مجھ سے حد سے زیادہ محبت رکھتی ہے' میری بہت خدمت کرتی ہے مگر اس کا بغض میری طبیعت میں گھرا ہوا ہے۔ میں نے کہا: تو پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ اس پر صبر کر کے معاملہ کر' ثواب ملے گا۔ ابو عثمان نیشاپوری سے کسی نے پوچھا تیرا کون سا عمل ہے جس کی تجھے زیادہ امید ہے۔ کہنے لگا: میں نوعمری میں تھا اہل خانہ میرے نکاح کی کوشش میں تھے اور میں انکار کرتا تھا۔ اچانک ایک عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی ''ابو عثمان! مجھے تجھ سے محبت ہے اور میں اللہ کے نام پر کہتی ہوں کہ مجھ سے نکاح کر لے۔ میں نے اس کے والد کو بلایا جو فقیر تھا اس نے بڑی خوشی سے میرا نکاح اس کے ساتھ کر دیا اور جب وہ میرے گھر آئی میں نے دیکھا کہ وہ کانی ہے' لنگڑی ہے' بدشکل ہے اور میرے ساتھ محبت کی وجہ سے مجھے باہر نکلنے سے بھی روکتی تھی اور میں اس کی دلداری کے لئے گھر بیٹھا رہتا تھا اور ذرا بھی بغض وملال ظاہر نہ کرتا تھا۔ میرے اعمال میں اس کی دل داری سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں جس کی میں امید رکھتا ہوں۔'' میں نے اس سے کہا کہ مرد یوں کیا کرتے ہیں۔ ایک مبتلی شخص شور کرے بے چینی دکھائے' بغض ظاہر کرے اس کا کیا فائدہ؟ اس کا طریق وہی ہے جو میں ذکر کر چکا۔ توبہ' صبر اور کشادگی کی دعا اور ان گناہوں کو یاد کر جن کی یہ سزا ہے اور اس میں کوشش کر پھر

اگر کچھ آسانی مل گئی تو بات ختم ورنہ قضاء پر صبر کرنا عبادت ہے اور اس کے سامنے اپنی محبت کا اظہار کر خواہ تکلف ہی سے ہو اگر دل میں نہ بھی ہوئی تو اس طرح ہو جائے گی قید کوئی گناہ نہیں جس پر ملامت ہو۔ اپنا شغل تو قید کرنے والے کے ساتھ قائم رہنا چاہیے۔ والسلام۔ (صید الخاطر)

(137)

جنت میں موتی کے محل کی بشارت

صحیح بخاری میں سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس سالن یا کھانے کا ایک برتن لا رہی ہیں' جب وہ لے کر آئیں تو انہیں ان کے رب اور میری طرف سے سلام کہہ دیں اور انہیں جنت میں موتی کے ایک محل کی بشارت دیں جس میں نہ شور ہو گا اور نہ کوئی تکلیف ہو گی۔

(صحیح بخاری' حدیث 3820)

ابن کثیر نے امام سہیلی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان کو جنت میں (قصب) یعنی خول دار موتی کے محل کی بشارت اس لئے دی گئی کہ وہ ایمان لانے میں سب پر سبقت لے گئیں اور شور و شغب سے پاک مکان کی اس لئے خوشخبری سنائی گئی کہ انہوں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز سے گفتگو نہ کی تھی اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شور و غل اور ایذا رسانی سے پیش نہ آتی تھیں۔

امام بخاری نے مسدد اور یحییٰ کے واسطے سے اسماعیل سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفی سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت کی خوشخبری سنائی تھی؟ انہوں نے کہا: جی ہاں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جنت میں ایسے خول دار موتی کے محل کی بشارت سنائی جس میں شور و غل اور تھکن نہ ہو گی۔

Scanned with CamScanner

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی کے بارے میں اس قدر غیرت اور رشک کا اظہار نہیں کیا جس قدر سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کرتی تھی حالانکہ وہ میری شادی سے پہلے فوت ہو چکی تھیں۔ میرے اس قدر رشک کی وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بکثرت یاد فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں جنت میں خول دار موتی کے محل کی خوشخبری دینے کو بھی کہا۔

خدیجہ سے بہتر کون ہو سکتی ہے؟

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ 24 یا 25 سالہ رفاقت بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے ایک گراں قدر نعمت تھی۔ ہر آڑے وقت میں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ جب بھی کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سختی سے پیش آتا تو یہ تڑپ اٹھتیں۔ انہوں نے دعوت وتبلیغ کی سختیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے مال وجان سے غم گساری اور خیر خواہ کی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بارہا اس کا اعتراف کیا اور ان کی خوب تعریف فرمائی حتیٰ کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا حسن سلوک سنتے سنتے ایک دن غیرت آ گئی۔ میں نے کہا: آپ ایک بوڑھی سرخ مسوڑوں والی عورت کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے بدلے میں ایک بہترین جوان عورت عطا فرمائی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا اس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے ”نہیں عائشہ! ایسا نہیں ہے، مجھے خدیجہ سے بہتر عورت نہیں ملی۔ جب لوگوں نے میری نبوت کا انکار کیا تو اس نے صدق دل سے اقرار کیا، جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو اس نے دل کھول کر میری تصدیق کی، جب لوگوں نے میرا مالی تعاون کرنے سے ہاتھ کھینچا تو اس نے مجھ پر اپنا مال و دولت نچھاور کر دیا، دوسری بیویوں سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد کی نعمت سے محروم رکھا اور خدیجہ رضی اللہ عنہا

سے اولاد کی نعمت سے نوازا۔“ (صحیح البخاری، حدیث 3821، مسند احمد 118/6)

بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تبصرہ سن کر خفگی اور ناراضی کا اظہار فرمایا تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی اللہ کی قسم! آئندہ میں سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر بھلائی کے ساتھ ہی کروں گی۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، 14/23)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو محبت تھی اس کا اندازہ آپ ذیل کی حدیث سے لگائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انداز، ان کی ہر ادا اور طریقہ کتنا محبوب اور پسندیدہ تھا۔

وفا شعار اور جانثار بیوی

ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک مرتبہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن سیّدہ ہالہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ ہالہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی ہی نہیں سمدھن بھی تھیں کیونکہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ساس تھیں۔ جب انہوں نے اجازت مانگی تو انداز اپنی بہن سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا والا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اجازت مانگنا یاد آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت محبت سے فرمایا: **اللھم ھالۃ** ”میرے اللہ! یہ تو ہالہ ہے۔“ اور پھر ان کو اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ (صحیح البخاری، حدیث 3821)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے ان کی سہیلیوں کا بھی اکرام کرتے تھے۔ وفا اسی کا نام ہے، اسی کو بڑا پن کہتے ہیں: وفات کے بعد سیّدہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب بکری ذبح کرتے تو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کے گھر گوشت روانہ کرتے اور فرماتے ”یہ خدیجہ کی سہیلیاں تھیں۔“

غزوۂ بدر کے قیدیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد ابوالعاص بھی تھا۔ آپ کی

بیٹی سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے مکہ سے اپنے خاوند کو چھڑوانے کے لئے فدیے میں وہ ہار بھیجا جو انہیں خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رخصتی کے موقع پر دیا تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو اپنی جاں نثار بیوی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آ گئیں، آپ کی آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا اگر مناسب سمجھو تو زینب کا ہار واپس کر دو اور اس کا قیدی بھی چھوڑ دو۔ ابوالعاص سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا داماد ہونے کے ساتھ ساتھ بھانجا بھی تھا چنانچہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے بخوشی اس قیدی کو چھوڑنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ (السیرۃ لابن ہشام 653/2)

افضل ترین خواتین

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پچیس سال تھی اور تقریباً اتنا ہی عرصہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں گزارا۔ اس ساری مدت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ یہ ایک ایسا شرف تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی دوسری اہلیہ کے حصے میں نہیں آیا۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس طویل عرصے میں کوئی ایسا کام نہیں کیا جو آپ کو ناپسند ہو اور آپ کے مزاج گرامی کے خلاف ہو۔ (صحیح مسلم حدیث 2436)

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کسی موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہہ دیا کہ گویا دنیا میں خدیجہ کے سوا کوئی عورت نہ تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ تو ان ان خوبیوں کی مالکہ تھی اور اس سے میری اولاد بھی تھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مردوں میں سے بہت سے لوگ درجہ کمال کو پہنچے مگر خواتین میں باکمال صرف تین ہیں مریم صدیقہ، آسیہ زوجہ فرعون، خدیجہ بنت خویلد، اور عائشہ کی دوسری عورتوں پر برتری اور فضیلت ایسی ہے جیسی ثرید کی تمام کھانوں پر۔ (صحیح مسلم حدیث 2431)

یاد رہے کہ سیّدہ آسیہ رضی اللہ عنہا زوجہ فرعون، سیّدہ مریم رضی اللہ عنہا اور سیّدہ

خدیجہ رضی اللہ عنہا باکمال خواتین کی خوبیوں میں قدر مشترک یہ ہے کہ ان سب نے ایک ایک نبی کی کفالت کی اور کفالت کو بطریق احسن انجام دیا۔

کسی بھی نبی علیہ السلام کی خدمت کا صلہ

ہم دیکھتے ہیں کہ فرعون کی بیوی سیّدہ آسیہ رضی اللہ عنہا نے سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کی اپنے محل میں پرورش کی۔ ان کے ساتھ نہایت عمدہ اور نیک سلوک کیا اور ان کی رسالت کی تصدیق کی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ سیّدہ مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے بچے کی نہ صرف کفالت کی بلکہ کفالت کا حق ادا کیا۔ ان کی اعلیٰ تربیت کی اور پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبوت کے اعلیٰ مقام پر سرفراز ہوئے تو سیّدہ مریم رضی اللہ عنہا نے ان کی نبوت کو تسلیم کیا اور اس کی تصدیق کی۔

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود شادی کی خواہش کا اظہار کیا اور جب شادی ہو گئی تو پھر اپنا تمام مال و متاع آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا اور جب غار حرا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر تاج نبوت رکھا گیا اور آپ گھر تشریف لائے تو سب سے پہلے آپ کی تصدیق کرنے والی اور آپ کی دلجوئی کرنے والی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں۔

اس وضاحت سے ان تینوں عظیم خواتین کے بارے میں معلوم ہو جاتا ہے کہ اسلام کی نگاہ میں ان کی کیا اہمیت ہے۔ اوپر بیان کئے گئے واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مقام اور مرتبہ نہایت اعلیٰ اور بلند ہے۔ اللہ رب العزت ان کے مقام اور درجات کو مزید بلند فرمائے۔ ان کی اسلام کے لئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کی جانے والی قربانیوں کو قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

Scanned with CamScanner

(138)

خزانے کا خواب

ایک غریب آدمی کا کوئی مال دار رشتے دار مر گیا۔ اس کا اس غریب کے علاوہ کوئی اور وارث نہ تھا۔ چنانچہ مرنے والے کی تمام دولت اس کے قبضے میں آ گئی۔ چونکہ اس شخص کو بالکل غیر متوقع طور پر اتنی کثیر دولت کسی محنت و مشقت کے بغیر مل گئی لہٰذا اس نے خوب للے تللے کیے یہاں تک کہ تمام دولت فضول کاموں میں برباد کر کے پھر بھوکے کا بھوکا اور ننگے کا ننگا رہ گیا۔ سچ ہے میراث کا مال رہا نہیں کرتا جس طرح وہ مرنے والے سے الگ ہوا اسی طرح یہاں سے بھی نکل گیا۔ خود میراث پانے والے کو بھی ایسے مال کی قدر نہیں ہوتی جو بے محنت ہاتھ آ جاتا ہے۔ اے عزیز! تجھے بھی جان کی قدر اس لئے نہیں کہ حق تعالیٰ نے مفت بخشی ہے۔

قصہ مختصر اس شخص کے ہاتھ سے سب مال، جائیداد اور جنس نکل گئی۔ الوؤں کی طرح ویرانوں میں ڈیرا لگایا۔ ایک دن بارگاہِ الٰہی میں درخواست کی کہ اے اللہ! تو نے جو کچھ مجھے عطا فرمایا تھا وہ باقی نہیں رہا۔ میرا جو حال ہے وہ تجھ پر خوب روشن ہے لہٰذا اب مجھے زندگی بسر کرنے کے لئے سروسامان عطا کر ورنہ موت کے فرشتے کو روانہ کر کہ وہ آئے اور میری روح قبض کر کے اس جھنجھٹ سے ہمیشہ کے لئے نجات دے۔ اس گریہ وزاری کے دوران میں اس نے بہت ہاتھ پاؤں مارے، سینہ کوبی کی۔ حقیقت میں اس محبِ مال کو ایسے زر کی طلب تھی جو بے محنت حاصل ہو لیکن خدا کا دروازہ کھٹکھٹانے والا کبھی مایوس نہیں جاتا۔ اس شخص نے رات کو خواب میں ایک فرشتہ دیکھا کہ کہتا ہے اے خوش نصیب،

یہاں پڑا کیا کرتا ہے؟ خدا نے تیری آہ و فغاں سن لی ہے۔ مصر میں ایک بڑا بھاری خزانہ تیرا انتظار کر رہا ہے۔ فلاں بستی کے فلاں محلے کے ایک مکان میں وہ بیش قیمت خزانہ دفن ہے، تو بغداد سے ہوتا ہوا فوراً مصر میں پہنچ۔ بس تیرا کام بن گیا۔

مفلس کا خواب

یہ خواب دیکھ کر اس مفلس کی جان میں جان آئی۔ کمر ہمت باندھی اور اس امید کے سہارے کہ فرشتے نے خزانے کا پتا نشان دیا ہے، بغداد سے مارا مارا منزلوں پر منزلیں طے کرتا ہوا آخر کار مصر میں داخل ہوا لیکن وہاں پہنچتے پہنچتے جو پیسہ دھیلا پاس تھا وہ بھی خرچ ہو گیا اور بھوک نے بے تاب کیا۔ کچھ دیر تو ضبط سے کام لیا مگر جب بھوک کے ہاتھوں صبر وضبط بھی رخصت ہوا تو بھیک مانگنے کا ارادہ کیا۔ ہر چند شرم و حیا نے دامن پکڑا مگر بھوک نے بدحواس کر ڈالا۔ دل میں کہا یہ بہتر ہے کہ رات کے اندھیرے میں منہ چھپا کر بازار میں نکلوں تا کہ بھیک مانگتے شرم نہ آئے۔ چیخنے چلانے والے گداگر کی طرح دور سے صدا دوں تا کہ کسی کو ترس آئے اور وہ اپنے مکان پر سے کچھ میرے لئے پھینک دے۔

اسی سوچ بچار میں باہر نکلا اور ادھر ادھر ہچکچاتا، جھجکتا پھرنے لگا۔ کئی مرتبہ ایسا موقع آیا کہ کسی سے سوال کر سکتا تھا لیکن پھر شرم اور جھجک ہاتھ پکڑ لیتی تھی۔ غرض ایک پہر رات تک یہی کیفیت رہی۔ قدم کبھی آگے بڑھاتا کبھی پیچھے ہٹاتا۔ پھر اپنے دل سے پوچھتا بول کیا کہتا ہے؟ ہاتھ پھیلاؤں یا فاقے ہی سے رہوں؟ اتفاق سے اس زمانے میں شہر کے لوگ چوروں کے ہاتھوں نہایت پریشان اور نالاں تھے۔ اندھیری راتوں میں ایک طرف چوروں کی سرگرمیاں بڑھ جاتیں تو دوسری طرف شہر کا کوتوال بھی سپاہیوں کو لے کر گشت کرنے نکل آتا۔ خلیفہ وقت نے حکم دے رکھا تھا کہ جو مشکوک آدمی رات کی تاریکی میں بلاوجہ گلی کوچوں میں پھرتا دکھائی دے اس کا ہاتھ کاٹ ڈالو، خواہ وہ میرا عزیز ہی کیوں نہ ہو۔ خلیفہ کے امراء اور وزراء نے بھی شکایتیں کی تھیں کہ کوتوال کا انتظام ناقص ہے۔ اس سبب سے چور، اچکے اور اٹھائی گیرے ہوائی دیدہ ہو گئے ہیں۔

Scanned with CamScanner

یہ شکایتیں سن سن کر خلیفہ نے کوتوال پر عتاب کیا کہ چند دن کے اندر اندر ان سب بدمعاشوں کو گرفتار کرو ورنہ شہر میں چوری چکاری کی جس قدر وارداتیں ہوں گی ان سب کی سزا تمہیں دی جائے گی۔ کوتوال نے عرض کیا: آئندہ ایسی کوئی شکایت خلیفہ کے سننے میں نہ آئے گی۔

مفلس اور کوتوال

غرض کوتوال نے سپاہیوں کی نفری بڑھا دی اور ساری ساری رات شہر کے گلی کوچوں میں گشت کرنے لگا۔ چوروں نے یہ حال دیکھا تو اپنی جگہ دبک گئے۔ کسی کو باہر نکلنے اور واردات کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ یہ بے چارہ خزانے کی فکر میں بغداد سے چل کر مصر آنے والا' ان حالات سے بالکل بے خبر رات کے اندھیرے میں گھوم پھر رہا تھا کہ کسی طرح پیٹ کے دوزخ کی آگ بجھائے کہ اتنے میں کوتوال نے آن کر دبوچ لیا۔ اتنا مارا کہ ہڈی پسلی ایک کر دی۔ جب خوب ادھیڑ چکا تو ڈپٹ کر پوچھا:

''سچ بتا کون ہے تو؟ کہاں سے آیا ہے اور کیوں اس وقت شہر میں گھوم رہا ہے؟''

اس بھوکے پیاسے شخص نے روتے ہوئے جواب دیا ''خدا کے واسطے مجھے مت مارو۔ اصل حقیقت ابھی بتاتا ہوں۔''

کوتوال نے کہا: ''جلد بتا ورنہ ابھی تیرا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ معلوم ہوتا ہے تو اس شہر کا رہنے والا نہیں۔ کسی اور علاقے کا بدمعاش ہے۔''

اس نے خدا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قسمیں کھاتے ہوئے کہا: ''میں چور ہوں نہ جیب کترا۔ اچکا نہ اٹھائی گیرا' ڈاکو نہ قاتل' میں تو اس شہر میں ایک مسافر کی حیثیت سے آیا ہوں اور بغداد میں میرا گھر ہے۔'' پھر اس نے اپنا خواب اور خزانے کا ذکر کیا۔

کوتوال کو اس کی باتوں میں سچائی کی بو آئی۔ تب اس نے حیران ہو کر کہا: ''ارے نادان' مان لیا کہ تو چور ہے نہ ڈاکو لیکن محض ایک خواب پر اپنی حرص و ہوس کے باعث تو نے اپنے آپ کو جوکھوں میں ڈالا اور اتنی صعوبتیں اٹھاتا ہوا بغداد سے چل کر یہاں آیا۔

اب میری بات غور سے سن۔ تجھے تو بغداد میں مصر کا خزانہ دکھائی دیا اور میں نے اس شہر مصر میں کئی مرتبہ یہ خواب دیکھا کہ بغداد کے فلاں فلاں مکان میں بہت بڑا خزانہ دفن ہے بلکہ خواب میں مجھے یہاں تک بتایا گیا کہ خزانہ اس مکان کے فلاں حصے میں دبا ہے جا اور نکال لے لیکن میں نے آج تک بغداد جانے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ تجھے آخر اس خزانے کے لئے بغداد جانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ خزانہ تو میرے ہی گھر میں موجود ہے۔ یہاں مجھے کس چیز کی کمی ہے۔ میں اپنے خزانے پر آرام سے بیٹھا ہوا ہوں۔''

خزانہ تو خود اس کے اپنے گھر میں تھا

مسافر نے جب کوتوال کی یہ باتیں سنیں تو خوشی کے مارے دیوانہ ہو گیا۔ سارا رنج اور تکلیف جاتی رہی۔ جی میں کہا کہ اس قدر مار کھانے کے بعد نعمت کا ملنا موقوف تھا۔ وہ خزانہ تو خود میرے مکان میں موجود ہے۔ کوتوال نے اسے بغداد کے جس محلے اور محلے کے جس مکان کا پتا بتایا تھا وہ خود اسی شخص کا مکان تھا۔ وہ کوتوال سے کہنے لگا:

''خدا کا شکر ہے کہ آپ کی بدولت عجیب و غریب دولت ہاتھ آئی۔ وہ سب میرے وہم اور بدعقلی کا اندھا پن تھا کہ میں نے اپنے آپ کو مفلس اور محتاج جانا۔ اب خواہ آپ مجھے بے وقوف کہیں یا عقل مند' میں جو چاہتا تھا وہ مجھے یہیں ملا۔''

اس کے بعد وہ شخص سجود و رکوع کرتا اور حمد و ثناء کے گیت گاتا' مصر سے بغداد کو واپس چلا۔ تمام راستے اس حیرت سے مست اور بے خود رہا کہ اللہ اللہ! میری طلب اور خواہش کی راہ کون سی تھی اور رزق مجھے کیا عطا ہوا۔ مجھے امیدوار کدھر کا بنایا اور انعام کدھر سے دیا گیا۔ اس فعل میں کیا حکمت تھی یہ کانِ مراد نے مجھے اپنے مکان سے بصد مسرت غلط راہ پر نکلوایا۔ میں کس سرعت سے گمراہی کی طرف بھاگ رہا تھا اور ہر لحہ مقصد حقیقی سے دور ہوتا جا رہا تھا۔ پھر اس گمراہی کو حق تعالیٰ نے اپنے الطاف و کرم سے ہدایت اور مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ بنا دیا۔ (حکایات رومی علیہ الرحمۃ)

Scanned with CamScanner

(139)

عیسائی کے ساتھ حسن سلوک

نزہۃ المجالس ص 14 جلد اول میں ایک حکایت درج ہے کہ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں ایک نصرانی شخص حاضری دیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ متواتر سہ روز تک وہ حضرت والا میں حاضر نہ ہوا۔ آپ نے لوگوں سے اس کے متعلق استفسار فرمایا۔ پتہ چلا کہ وہ حالت نزع میں ہے۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس کے غریب خانہ پر رونق افروز ہوئے اور پوچھا کیف انت! کیا حال ہے؟

عرض کرنے لگا کیا عرض کروں؟ عجب حال ہے' موت سر پر ہے' قبر خون منجمد کر دینے والے قشنگ اژدھے کے روپ میں منہ کھولے کھڑی ہے۔ کوئی پرسان حال نہیں۔ آتش جہنم کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ پل صراط سے گزرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی ہے۔ آج عدل کا میزان قائم مگر میرا دامن نیکی سے تہی ہے۔ رب کریم غفور ہے مگر میرے پاس کوئی حجت اور دلیل اور عذر نہیں۔ نگاہوں کے سامنے جنت نظر آرہی ہے۔ مگر اس کو کھولنے کی کلید میرے پاس نہیں ہے۔ یہ سارا قصہ غم سن کر حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مت گھبراؤ یعنی تمہارے پاس جنت کی کنجی آنے والی ہے۔ یہ فرما کر آپ واپس تشریف لانے لگے تو نصرانی نے عرض کی حضرت آپ تشریف لے جا رہے ہیں حالانکہ جنت کی کنجی میرے پاس آگئی ہے۔ یہ کہہ کر اس نے کلمہ شہادت اَشْھَدُ اَنْ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا اور جاں بحق ہوگیا۔ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں اس شخص کو دیکھا اور حال دریافت فرمایا۔ عرض کرنے لگا کہ کلمہ شریف کی برکت سے خدا نے مجھے اعلیٰ جنت میں جگہ عطا فرمائی ہے۔ سبحان اللہ! کلمہ شریف کی کیا شان ہے۔ کہ اس کے پڑھنے سے نصرانی شخص بھی اعلیٰ جنت کا حق دار بن گیا۔

(نزہۃ المجالس)

(140.)

ہر جفا ہر ستم گوارا ہے

ایک دفعہ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گردش زمانہ کی شکایت کی۔ ارشاد ہوا' صبر کرو' صبر کرو۔ پھر دعا فرمائی اے خدا! آل یاسر رضی اللہ عنہ کو بخش دے۔ ایک روز مشرکین نے ان کو پانی میں اس قدر غوطے دیئے کہ بالکل بدحواس ہوگئے یہاں تک کہ اسی حالت میں ان جفا کاروں نے جو کچھ چاہا ان کی زبان سے اقرار کروالیا۔ اس کے بعد گو اس مصیبت سے گلوخلاصی ہوگئی تاہم غیرت ملی نے عرق عرق کر دیا۔ دربارِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا جاری تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا عمار رضی اللہ عنہ کیا خبر ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نہایت ہی بری خبر ہے۔ آج مجھے اس وقت تک مخلصی نہ ملی جب تک میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں برے الفاظ اور ان کے معبودوں کے حق میں کلماتِ خیر استعمال نہ کئے۔ ارشاد ہوا تم اپنا دل کیسا پاتے ہو؟ عرض کیا: میرا دل ایمان سے مطمئن ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شفقت کے ساتھ ان کی آنکھوں سے آنسو کے قطرے پونچھے۔ فرمایا' کچھ مضائقہ نہیں اگرچہ پھر ایسا ہی کرو۔ اس کے بعد قرآن پاک میں یہ آیت نازل ہوئی جس کا ترجمہ ہے:

''جو شخص ایمان لانے کے بعد خدا کا انکار کرے مگر وہ جو مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے (اس سے کوئی مواخذہ نہیں)''

(محبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم 252)

(141)

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بشر حافی قدس سرہ الصافی امیر کبیر تھے۔ رئیسانہ عیش و عشرت میں بسر کرتے۔ ایک دن اپنی مجلس بے غمی میں تھے کہ دروازے پر کسی فقیر نے آواز دی۔ کنیز گئی۔ فقیر نے پوچھا: ''تیرا آقا کیا کرتا ہے؟'' اس نے بیان کیا۔ کہا تیرا آقا بندہ (وغلام) ہے یا آزاد؟ ''کہا: آزاد۔'' کہا سچ کہتی ہے۔ بندہ ہوتا تو بندگی میں ہوتا۔ یہ آواز حضرت بشر کے گوش مبارک میں پڑی۔ فوراً حال متغیر ہوا۔ بے تابانہ ننگے پاؤں دوڑے۔ فقیر کو نہ پایا۔ دنیا چھوڑی۔ محبت مولیٰ کے رنگ میں رنگ گئے مگر اس دن سے جوتا نہ پہنا۔ اگر کوئی پوچھتا تو فرماتے میرے مولیٰ نے مجھ سے اسی حالت پر صلح کی۔ یعنی جس وقت جذبِ الٰہی نے مجھے اپنی طرف کھینچا۔ میں اس وقت ننگے ہی پاؤں تھا لہٰذا اسی حال پر رہنا چاہتا ہوں۔ (حافی کے معنیٰ ہی ہیں برہنہ پا پھرنے والا)

فائدہ: اب ان کی قدر برہنہ پائی دیکھئے۔ جب تک زندہ رہے تمام جانوروں نے راستوں میں لید' گوبر' پیشاب کرنا چھوڑ دیا کہ حافی کے پاؤں نہ خراب ہوں۔ ایک دن کسی نے بازار میں لید پڑی دیکھی کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ پوچھا گیا کیا ہے؟ کہا: ''حافی نے انتقال کیا۔'' تحقیق کے بعد یہی امر نکلا۔

ایک شخص نے کسی فقیر سے بشر حافی کا حال بیان کیا کہ انہوں نے جوتا پہننا چھوڑ دیا تھا کہ زمین فرش خدا ہے۔ وہ فرماتا ہے وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ۔ ''زمین کو ہم نے فرش کیا تو کیا اچھے بچھانے والے ہیں ہم۔''

Scanned with CamScanner

جبکہ ہم امیروں اور بادشاہوں کے فرش پر جوتا پہن کر نہیں جاسکتے۔ خدا کے فرش پر جوتا پہن کر کس طرح پھریں۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

فقیر نے (کہ واقعتاً فقیر و درویش دُرِّ بیش تھا) کہا کہ ''اے عزیز! جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر (بزعم تقویٰ وطہارت وخدا ترسی) کوئی امر اختیار کرے' اپنے کام میں خجالت اٹھائے (اور سوائے شرمندگی کے کچھ نہ پائے) بشر حافی نے اگر یہ سمجھ کر جوتا پہننا چھوڑا تو پاخانے پیشاب کے لئے کس جگہ کو مقرر کیا۔ آیت کے یہ معنی نہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ جس بادشاہ کے فرش پر' جوتا پہن کر پھریں یا پاخانہ پیشاب کریں' خراب و ناپاک ہو جائے وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ زمین کو ہم نے فرش کیا' پس کیا اچھے ہیں ہم بچھانے والے۔ کہ ہمارے فرش پر' تمام جہاں چلتا پھرتا' پاخانہ پیشاب کرتا ہے مگر وہ خراب نہیں ہوتا۔ جس وقت نجاست خشک ہو کر زائل ہوتی ہے' بے دھوئے اس پر نماز ہو جاتی ہے' تو ان ولی اللہ کا اعتراض...... اس وجہ پر ہے جو بیان کرنے والے نے ذکر کی۔ نہ کہ معاذ اللہ حضرت حافی قدس سرہ الصافی کی برہنہ پائی پر' تو مقصود یہ ہے کہ جو دقیقہ سنت نے نامعتبر رکھا' دوسرا اس کا اعتبار نہیں کر سکتا۔ ولہٰذا سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو جب یہ خیال آیا کہ ''پاخانے جانے میں' نجاست کی مکھیاں' کپڑوں پر بیٹھتی ہیں اس لئے نماز کے لئے لباس جداگانہ چاہئے۔'' فوراً اس سے رجوع فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ائمہ دین تھے۔ جب انہوں نے یہ امر روا رکھا' دوسرا کون اسے معیوب کہہ سکتا ہے۔ (حکایات رضویہ)

(142)

ایک صالح بزرگ کے مشاہدات

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک صالح بزرگ نے فرمایا: دنیا میرے روبرو بدصورت بڑھیا کی شکل میں بیس برس سے میرا کھانا پینا اٹھا کر لاتی رہی۔ اس قسم کا لذیز کھانا مجھے کبھی نہیں ملا۔ میں اس کی تعریف سے قاصر ہوں' رنگ' مزا' خوشبو کے لحاظ سے بھی اور برتنوں کی خوبصورتی کے لحاظ سے بھی۔ اس کے کھانے پینے مجھے شہد' حلوا' گوشت' دودھ وغیرہ ہر چیز کا مزا مل جاتا اگرچہ حقیقتاً یہ نہ ہوتا کچھ اور ہی ہوتا۔

جنگل میں شیر چیتے اور درندے میرے پہلو میں بیٹھتے اور جو وہاں آتا وہ میری موافقت کرتا' عین میں بیٹھتا تو وہ بیٹھتے اور جب میں لیٹتا تو وہ لیٹتے۔ ہرن کا شکار کر کے لاتے اور میرے سامنے بیٹھ کر کھاتے۔ رات کے وقت کوئی میرے پاس آتا تو زمین پر دستک دے کر مجھے بیدار کرتے۔ بسا اوقات جن وانس میں سے اولیاء اللہ کی بڑی تعداد میرے پاس جمع ہوتی تھی۔ اس وقت ہر شب عشاء کی نماز کے بعد ہمارے لئے ایک بڑا دسترخوان نازل ہوتا' اس میں ایسا کھانا ہوتا جس کی تعریف نہیں کی جاسکتی۔ کبھی جمع ہونے والوں کی تعداد چار سو تک پہنچ جاتی اور سب لوگ اس دسترخوان سے کھاتے تھے اور ہمارے کھانے سے دسترخوان میں کوئی کمی نہیں آتی تھی اور فاقہ کے دور میں بھی میرے لئے ہوا سے خوان اترتا۔ اگر میں التفات کرتا کہ واپس چلا جائے تو واپس ہو جاتا اور اگر میں عبادت وغیرہ میں مشغول ہوتا تو اتر کر سامنے آجاتا اور میں اس میں سے ضرورت کے مطابق کھالیتا۔

اللہ کے لئے دنیا سے انقطاع کی ابتداء میں ساتویں دن مجھے شدت کی بھوک لگی اور بھوک کی سب سے زیادہ سختی پانچویں دن جمعرات میں ہوئی۔اس کے بعد آسانی ہوتی گئی۔اس وقت ایک عظیم نور اترا جس نے میرے پیکر کو اپنے احاطے میں لے لیا۔(اس دور میں) شیاطین ہیبت ناک شکلوں میں آکر مجھے ڈراتے تھے۔شیطانوں کا بادشاہ بڑی فوج کے ساتھ ہتھیاروں سے لیس، اچھی اچھی وردیوں میں نقارے بجاتا میرے سامنے سے گزرتا، یونہی کبھی میرے سامنے ایک خوفناک چیز گزر کر جاتی جس کے ستر سر ہوتے تھے۔(یہ حکایت باطل سوز واقعات میں دیگر کتاب کے حوالے سے بھی لکھی جا چکی ہے)

(نورانی حکایات، ترجمہ قلیوبی)

(143)

لوگوں کے پاس بیٹھنے کے نقصانات

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھنے والا دل اس کے ذکر پر طاعت پر اور احکام کی بجا آوری پر لگنے کا محتاج ہے اور اس کیلئے یکسوئی کی ضرورت ہے اور طبیعت میں خواہشات کے لئے جو کشش رکھ دی گئی ہے یکسوئی کو ختم کرنے کے لئے وہی بہت ہے لہٰذا انسان کو یکسوئی کے لئے محنت کرنی چاہئے تا کہ اس کا قلب ذکر اللہ کے لئے احکام بجالانے کے لئے اس کی ملاقات کی تیاری کے لئے متوجہ ہو سکے اور یہ رکاوٹوں کو ختم کرنے سے حاصل ہوگی، مشاغل سے فراغ کے ساتھ حاصل ہوگی، موانع اور رکاوٹیں تمام کا ختم ہونا ممکن نہیں لہٰذا جس قدر ممکن ہے اتنی ختم کی جائیں اور میں نے دو چیزوں سے بڑھ کر افکار کو پریشان اور دلجمعی کو ختم کرنے والی کوئی اور چیز نہیں دیکھی۔ایک تو یہ کہ نفس جس مرغوب چیز کا مطالبہ کرے اس کی اطاعت کی جائے اور اس کی کوئی حد نہیں دین جاتا رہے گا، دنیا برباد ہو جائے گی مگر نفس کی مرادیں نا تمام ہوں گی مثلاً حسیناؤں کا شوق یا مال جمع کرنے کا یا ریاست و سرداری کا تقاضا وغیرہ وغیرہ۔پس ہائے افسوس ان بکھری مرادوں پر جنہیں کوئی جمع کرنے والا نہیں۔عمر تمام ہو جاتی ہے مگر ان کا کچھ حصہ بھی میسر نہیں آتا۔دوسری چیز لوگوں کی مجالست ہے خصوصاً عوام الناس کی اور بازار کی آمد و رفت کہ طبیعت مرغوبات کے تقاضے میں لگ جاتی ہے اور دنیا سے جانا بھول جاتی ہے۔طاعت میں سستی کرنا، بے کار غافل پڑے رہنا، آرام پسند ہونا محبوب ہو جاتا ہے۔لوگوں سے میل ملاپ رکھنے والے کو علم اور عبادت میں لگنا بہت گراں لگتا ہے

Scanned with CamScanner

اور میل جول میں رہتے رہتے غیبت کرنا سننا معمول بن جاتا ہے اور بے فائدہ وقت ضائع ہوتا رہتا ہے لہٰذا دل جمعی چاہنے والے کو تنہائی لازم ہے جہاں کسی کی آواز نہ سنے۔ تب قلب اپنے معارف کے لئے فارغ ہوگا اور نفس کو کوئی رفیق خواہش وغیرہ کا سامان ملے گا جو اس کی مرغوبات یاد دلا سکے اور کبھی ملاقات کے لئے مجبور ہوا تو معمولی وقت کے لئے جیسے مینڈک گھڑی بھر کو باہر ہوا میں آتا ہے پھر پانی میں واپس چلا جاتا ہے۔ یہ سلامتی کا طریق ہے۔ اس کے فوائد میں غور کرو اچھے رہو گے۔ (صید الخاطر)

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِي كِتَابِهِ الْكَرِيمِ

(144)

ہمارے پیارے نبی ﷺ کی لاڈلی بیٹی

حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ اولادیں تھیں۔ یعنی دو بیٹے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ دونوں بیٹے سیّدنا قاسم اور سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہما بچپن ہی میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔

چاروں بیٹیاں سیّدہ زینب، سیّدہ رقیہ، سیّدہ اُمّ کلثوم اور سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہن نہ صرف بڑی ہوئیں بلکہ ان چاروں کی شادیاں ہوئیں اور ان سب کے ہاں اولاد بھی ہوئی۔

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ نبوت سے دس سال پہلے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔ یہ خالص ہاشمی اور قریشی گھرانہ تھا، یہاں پر اخلاق کی اعلیٰ مثالیں تھیں۔ جس بچی کی والدہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہوں اور والد کائنات کی سب سے اعلیٰ اور اشرف شخصیت ہو، ان سے زیادہ اعلیٰ نسب کس کا ہو سکتا ہے؟ اس گھرانے کا ہر فرد ہی نہایت پاکیزہ اور اعلیٰ اخلاق کا حامل تھا۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی گود میں پلنے والی سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا ''نجیب الطرفین'' ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت لاڈلی بھی تھیں۔ بڑے بھائی قاسم رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یہ والدین کی آنکھوں کا تارا تھیں۔ والدہ نے نہایت محبت اور شفقت سے بیٹی کی پرورش کی۔ دس سال کی عمر ہوئی تو ان کی خالہ سیّدہ ہالہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اپنے بیٹے ابوالعاص کے لئے رشتہ طلب کیا۔ اس

Scanned with CamScanner

زمانے میں آٹھ دس سال کی لڑکی کا رشتہ طلب کرنا یا اس عمر کی بچی کی رخصتی کرنا عام سی بات تھی۔ ابوالعاص بن ربیع سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھانجے تھے اور نہایت شریف النفس تھے۔ خالہ کے گھر آنا جانا تو رہتا ہی تھا۔ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا محض 9 سال کی عمر میں گھریلو امور کی ماہر اور اعلیٰ اخلاق کی پیکر بن چکی تھیں۔ ان صفات حمیدہ کے باعث قریش کے گھرانوں کی طرف سے ان کے لئے رشتے آنے شروع ہو گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا داماد

سب سے پہلے ان کے لئے سردار ابوالعاص بن ربیع کا رشتہ آیا جو ان کی سگی خالہ سیّدہ ہالہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے تھے اور قریش کے معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا نسب نامہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا قصی پر جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے۔

والد کی طرف سے سلسلۂ نسب اس طرح ہے ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزی بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی۔

والدہ کی طرف سے سلسلۂ نسب یوں ہے۔ ابوالعاص بن ہالہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی۔

ابوالعاص مکہ میں اپنی امانت، دیانت اور شرافت کی وجہ سے بڑے مشہور تھے۔ (نساء حول الرسول، ص130) مؤرخین کے مطابق ان کو مکہ میں بہت امانت دار شخص کے طور پر دیکھا جاتا تھا۔

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے بھانجے کے اعلیٰ اخلاق سے خوب واقف تھیں لہٰذا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورے سے اس رشتے کو قبول کرنے میں انہیں کوئی تامل نہیں تھا۔ ابوالعاص قریشی تھے اور تجارت سے وابستہ تھے۔ مالی حالت بھی خاصی بہتر تھی چنانچہ جلد ہی ان کا نکاح ہو گیا اور ساتھ ہی سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی رخصتی بھی کر دی گئی۔ سیرت نگاروں کے مطابق اس دور کی روایت اور رواج کے لحاظ سے

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی کو دوسری اشیاء کے علاوہ عقیق کا بیش قیمت یمنی ہار بھی دیا جو ماں کی مامتا کی ایک انمول نشانی تھی۔ غالباً یہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذاتی ہار تھا جو رخصتی کے وقت انہوں نے اپنے گلے سے اتار کر بیٹی کے گلے میں ڈال دیا تھا۔ بیٹی نے بھی ساری زندگی اس ہار کی خوب حفاظت کی۔ (اسد الغابۃ، 23/5) سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنے خاوند ابوالعاص کے گھر میں نہایت خوش و خرم زندگی گزار رہی تھیں۔ میاں بیوی میں مثالی محبت اور پیار تھا۔ ایک مرتبہ سردار ابوالعاص تجارت کے لئے مکہ سے باہر گئے ہوئے تھے، سفر سے واپس آئے تو ان کو معلوم ہوا کہ مکہ میں انقلاب آ چکا ہے۔ ان کے سسر نے نبوت کا اعلان کر دیا ہے۔ (نساء حول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، ص130)

جب نبوت کا اعلان ہوا

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنی والدہ اور بہنوں کے ساتھ ہی نعمت اسلام سے سرفراز ہو گئی تھیں۔ امام زرقانی لکھتے ہیں پہلے پہل ایمان لانے والوں کی فہرست میں بیٹیوں کا نام نہیں لیا جاتا حالانکہ وہ بعثت سے پہلے ہی اپنے فخر انسانیت والد مکرم کے اسوۂ مبارک سے بے حد متاثر تھیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے طبرانی کی ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: **فلما اکرم اللہ نبیہ بالنبوۃ اسلمت خدیجۃ وبناتہ**۔ ''جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خلعت نبوت سے سرفراز کیا تو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بیٹیاں فوراً مسلمان ہو گئیں۔'' (المعجم الکبیر، 427/22)

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کو بتایا کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے تو ابوالعاص نے کوئی جواب نہ دیا اور چپ چاپ گھر سے باہر چلے گئے۔ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو بڑی امید تھی کہ ان کا خاوند نہایت سمجھدار انسان ہے اس لئے وہ اسلام کی نعمت سے سرفراز ہو جائے گا۔ انہوں نے اپنے خاوند کو قائل کرنے کی کوشش بھی کی مگر تعصب اور غلط خاندانی روایات آڑے آ گئیں اور اس نے یہ کہہ دیا زینب! مجھے آپ کے والدین پر کوئی شک وشبہ ہے نہ میں انہیں جھٹلاتا ہوں مگر میں ڈرتا ہوں کہ میری قوم کے لوگ طعنہ

Scanned with CamScanner

دیں گے کہ میں نے بیوی کی خاطر اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ دیا۔ (نساء حول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، ص 130) مگر چونکہ ان کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے بھلائی لکھی ہوئی تھی اس لئے آگے چل کر وہ نعمت اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔

مثالی محبت و ہم آہنگی

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا اور ابو العاص کے درمیان مثالی ہم آہنگی اور پیار تھا۔ اس کا ثبوت اس وقت سامنے آیا جب قریش نے ان پر دباؤ ڈالا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو طلاق دے دیں۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ جب قریش نے دیکھا کہ اسلام مسلسل پھیلتا جا رہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل دعوت کا کام کر رہے ہیں، ہماری تمام تر عداوتوں اور زیادتیوں کے باوجود وہ دن رات تبلیغ میں مصروف ہیں تو انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ ان کو گھریلو مسائل میں الجھایا جائے۔ بیٹیاں کسے پیاری نہیں ہوتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں میں سے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اور رخصتی ہو چکی تھی جبکہ سیّدہ رقیہ اور سیّدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہما کا ابولہب کے دو بیٹوں کے ساتھ نکاح ہو چکا تھا تاہم ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ قریش نے ان سب کو لالچ دیا کہ اگر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو طلاق دے دیں تو قریش کی جس لڑکی کے ساتھ وہ نکاح کرنا چاہیں گے قریش کرا دیں گے۔ چنانچہ ابولہب کے بیٹوں نے لالچ میں آ کر یہ کام کر دیا مگر جب یہی پیش کش سردار ابو العاص کو کی گئی تو ان کا جواب بڑا مختلف تھا۔ ان کا کہنا تھا اللہ کی قسم! میں اپنی وفادار بیوی کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا اور نہ میں قریش کی کسی عورت کو اپنی بیوی کے بدلے میں پسند کرتا ہوں۔ (السیرۃ لابن ہشام 652/2)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس داماد کا یہ جواب اور انداز بہت پسند آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یاد رکھا اور ایک موقع پر اس کا اظہار بھی فرمایا۔ ہوا یوں کہ سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے دوسری شادی کا ارادہ کیا اور ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کا پروگرام بنایا۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد گرامی سے جب شکایت کی تو

آپ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

جب مولیٰ علی نے دوسری شادی کا ارادہ فرمایا

میں نے ابو العاص بن ربیع سے اپنی بیٹی کی شادی کی۔ اس نے ہمارے ساتھ بہت اچھا اور قابل تعریف برتاؤ کیا۔ وہ اپنے قول کا سچا اور وعدے کا پکا انسان ہے۔ یقیناً فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے میں اس کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک آدمی کے پاس اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث 1999) سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا تو شادی کا خیال ذہن سے نکال دیا۔

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک بیٹی امامہ پیدا ہوئی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نواسی تھی۔ گھر میں پہلی نواسی جتنی پیاری اور عزیز ہوتی ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ صحیح احادیث کے مطابق امامہ رضی اللہ عنہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہایت درجہ پیار کرتے تھے۔ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامہ کو گود میں لے کر نماز بھی پڑھائی تھی۔ صحیح مسلم میں اس واقعے کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ جماعت کرا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا۔ رکوع و سجود میں جاتے وقت اسے فرش پر بٹھا دیتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تو اسے دوبارہ اٹھا لیتے تھے۔ (صحیح مسلم، حدیث 543)

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں علی نام کا ایک بیٹا بھی پیدا ہوا تھا۔ سیرت نگاروں نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے۔ بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ سن رشد کو پہنچے۔ فتح مکہ کے موقع پر وہ اپنے نانا محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی شہادت یرموک کے

Scanned with CamScanner

میدان میں ہوئی۔ (الاصابہ 469/4)

بیٹی کی والد گرامی کے لئے بے تابی:

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی زندگی کے حوالے سے ''معجم کبیر طبرانی'' میں یہ واقعہ ملتا ہے۔ حارث بن حارث غامدی بیان کرتے ہیں میں ایک دفعہ اپنے باپ کے ساتھ مکہ مکرمہ گیا۔ دیکھا کہ لوگ اس شخص کے گرد جمع ہیں جسے وہ ''صابی'' یعنی نیا دین اختیار کرنے والا کہتے تھے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو توحید اور ایمان کی دعوت دے رہے تھے لیکن لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا انکار کر رہے تھے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے کے درپے تھے۔ یہ سلسلہ دوپہر تک جاری رہا پھر لوگ منتشر ہونے لگے۔ اسی وقت ایک نوعمر خاتون آئی۔ ہنگامی صورت حال اور جلدی کی وجہ سے اس نے خود کو پوری طرح ڈھانپا بھی نہیں ہوا تھا۔ پانی کا بڑا پیالہ اور ایک رومال اس کے ہاتھ میں تھا۔ یہ چیزیں اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی نوش فرمایا اور رومال سے ہاتھ منہ صاف کیا۔

اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اٹھا کر دیکھا تو ارشاد فرمایا:

یابنیة! خمری علیك نحرك ولاتخافی علی ابیك ۔

''پیاری بیٹی! دوپٹہ اپنے سینے پر ڈال لو اور ان حالات میں اپنے والد کے بارے میں ہلاکت کا کوئی اندیشہ نہ کرو۔''

ہم نے پوچھا یہ خاتون کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔ (المعجم الکبیر للطبرانی 268/3)

محترم قارئین! مکہ مکرمہ کے ماحول میں واپس چلتے ہیں جہاں مسلمانوں کی زندگی اجیرن کر دی گئی اور وہ پہلے حبشہ اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت پر مجبور ہو گئے۔ آخر کار وہ دن بھی آتا ہے جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یار غار سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آجاتے ہیں۔

جب ابوالعاص قید ہو کر حاضر ہوئے

اس وقت تک سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنے والد گرامی کی ہجرت کے بعد مکہ مکرمہ میں اکیلی تھیں۔ والدہ محترمہ ویسے ہی اللہ کو پیاری ہو چکی تھیں، بہنیں بھی پاس نہ تھیں البتہ علی اور چھوٹی سی امامہ رضی اللہ عنہما دل بہلانے کے لئے موجود تھیں۔ خاوند بلاشبہ بہت محبت کرنے والا تھا مگر ابھی تک اسلام کی دولت سے محروم تھا۔ ان حالات میں جبکہ مکہ مکرمہ میں ان کی دلجوئی کرنے والا کوئی نہ تھا ان کی خواہش تھی کہ اپنے والد کے پاس چلی جائیں، وہاں اپنوں میں دل لگا رہے گا۔ غزوۂ بدر رمضان 2 ہجری میں ہوا۔ قریش کو جنگ کے لئے بہانہ درکار تھا، جیسے ہی ابوسفیان کا پیغام ملا کہ قریش کا مال تجارت خطرے میں ہے، تو ابوجہل نے آناً فاناً ایک ہزار سے زائد افراد کا لشکر تیار کیا اور مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ اس لشکر میں سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا خاوند ابوالعاص بھی تھا۔ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی کیفیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایک طرف کفر اور اسلام کی جنگ ہے دوسری طرف محبت کرنے والا خاوند ہے۔ بدر کا نتیجہ قریش کی توقع کے بالکل برعکس نکلا۔ اللہ رب العزت نے اہل اسلام کو فتح مبین سے ہمکنار کیا۔ قریش کے ستر بڑے بڑے سردار واصل جہنم ہو گئے اور اتنے ہی جنگی قیدی بنا لئے گئے۔ ان گرفتار شدگان میں سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا خاوند ابوالعاص بن ربیع بھی شامل تھا۔ گرفتار کرنے والے سیّدنا عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ تھے۔ قیدیوں کو مشکیں باندھے ہوئے مدینہ منورہ لایا گیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا:

استوصوا بالسری خیرا ۔

''قیدیوں کے ساتھ اچھا اور عمدہ سلوک کیا جائے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قیدیوں کے آرام و راحت کا پورا خیال رکھا۔ وہ خود کھجور کھا کر گزارا کر لیتے مگر قیدیوں کو روٹی پیش کرتے تھے۔ مدینہ منورہ میں کھجور کوئی زیادہ قیمتی نہ تھی، یہاں پر کھجوروں کے بے شمار درخت تھے اور کھجور وافر مقدار میں ملتی تھی تاہم

گندم اور جو کی اجناس بہت قیمتی ہوتی تھیں کیونکہ یہ دونوں اجناس مدینہ منورہ میں بہت کم پیدا ہوتی تھیں یا پھر باہر سے لائی جاتیں لیکن یہاں ایثار و قربانی کا ایسا عدیم المثال مظاہرہ کیا گیا اور فرمانِ رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح توقیر کی گئی کہ خود تو دوسری چیزوں سے گزارا کر لیتے مگر قیدیوں کو پورے اہتمام سے روٹی کھلائی جاتی۔ (المعجم الکبیر للطبرانی' 393/22) ابوالعاص نے ان مکارمِ اخلاق کا بچشم خود مشاہدہ کیا تو ان کے دل میں اپنے سسر کے دین کے لئے پہلے سے موجود احترام میں اور اضافہ ہو گیا۔ یہ محض خاندانی تعصب تھا جس نے انہیں بدر میں آنے پر مجبور کر دیا تھا۔

والد ماجد کی بیٹی کے لئے بے قراری:

کائنات کے لوگوں پر اللہ رب العزت کے بے شمار احسانات میں سے سب سے بڑا احسان بعثت نبوی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ پوری کائنات کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے۔ قیدی آئے تو اس دور کی عام روایت کے مطابق ان کو قتل کر دینا چاہئے تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی یہی چاہتے تھے مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امید پر کہ یہ لوگ بعد میں مسلمان ہو جائیں گے' قیدیوں سے فدیہ لینا قبول کر لیا تاکہ اسلامی ریاست کے مالی حالات کچھ بہتر ہو جائیں۔ فدیے کی مقدار ایک ہزار درہم سے لے کر تین ہزار درہم تک تھی۔ مکہ میں جب فدیہ لے کر قیدیوں کو رہا کرنے کی خبر پہنچی تو ہلچل مچ گئی۔ جن جن کے قریبی عزیز اور رشتہ دار قید میں تھے انہوں نے فدیے کی رقم جمع کر کے ادا کی اور اپنے قیدیوں کو چھڑوا لیا۔

ابوالعاص اگرچہ مالدار تھے مگر اس موقع پر ان کے پاس فدیے کی رقم موجود نہ تھی۔ انہوں نے اپنی اہلیہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو فدیہ بھیجنے کے لئے پیغام بھیجا۔ پیکر وفا سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کو رہا کرانے کے لئے کچھ مال اکٹھا کیا۔ مال پورا نہ ہوا تو انہوں نے اپنا وہ ہار گلے سے اتارا جو ان کی والدہ محترمہ نے شادی کے وقت پہنایا تھا۔ یہ ہار دراصل سیّدہ خدیجہ رضی اللہ

عنہا کا تھا جو ماں نے مامتا کے جذبے سے اپنی لاڈلی بیٹی کو تحفے میں دے دیا تھا۔ مکہ مکرمہ سے فدیہ لے کر لوگ مدینہ منورہ پہنچے' ان میں سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا قاصد بھی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کو دیکھا تو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفائیں یاد آ گئیں۔ زمانۂ رفاقت کی یادیں ذہن مبارک میں جھلملانے لگیں۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کے فدیے کے لئے مال و اسباب بھیجا تو سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند ابوالعاص کے فدیے میں وہی ہار بھیجا جو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رخصتی کے وقت انہیں دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ ہار دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہو گئی۔

ابوالعاص کی رہائی کا معاملہ

ارشاد فرمایا: **ان رأیتم ان تطلقوا لها اسیرها وتردوا علیها الذی لها .**

''اگر مناسب سمجھو تو زینب کا قیدی چھوڑ دو اور اس کا ہار اسے واپس کر دو۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اور رضامندی کے مواقع کی تلاش میں رہتے تھے' چنانچہ بغیر کسی تردد کے ان سب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات خوشی سے قبول کر لی۔ قیدی کو رہا کرنے کا حکم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے وعدہ لے لیا کہ وہ مکہ مکرمہ پہنچ کر زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ بھیج دیں گے۔

(سنن ابی داؤد' حدیث 2692)

ابوالعاص مکہ پہنچ گئے۔ یہ شخص وعدے کا پکا نکلا' جاتے ہی سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا سے کہا تم مدینہ جانے کی تیاری کر لو۔ ادھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری صحابی کو ایک ایسے مشن پر روانہ فرمایا جو خطرات اور خدشات سے بھرپور تھا۔ اس لئے کہ اگرچہ ابوالعاص تو سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو بھیجنے پر آمادہ تھے مگر دیگر کفار مکہ کی جانب سے سخت مزاحمت متوقع تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں ساتھیوں سے فرمایا تم دونوں مکہ کے قریب بطن یاجج کے مقام پر

زینب کا انتظار کرنا۔ زینب جب وہاں آ جائیں گی تو انہیں ساتھ لے آنا۔

(سنن ابی داؤد حدیث 2692)

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا المناک سفرِ ہجرت:

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے آہستہ آہستہ مدینہ جانے کی تیاری شروع کر دی۔ اس موقع پر ابوسفیان کی بیوی ہند نے انہیں پیش کش کی کہ اگر زادِ راہ کے لئے کوئی ضرورت ہو تو وہ اسے پورا کرنے کے لئے تیار ہے مگر سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اسے ٹال دیا۔ (السیرۃ لابن ہشام 654/2)

بدر کی لڑائی کو ایک ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔ قریش کو یہ صدمہ کسی صورت بھولنے والا نہ تھا۔ ان کے گھر گھر میں کہرام مچا ہوا تھا۔ ان کے شعراء لوگوں کی غیرت اور جاہلی عصبیت کو اپنے کلام کے ذریعے سے ابھار رہے تھے اور مسلمانوں کے خلاف فضا گرم کی جا رہی تھی۔ ان حالات میں یہ ممکن ہی نہ تھا کہ مدینہ منورہ کا کوئی مسلمان مکہ مکرمہ آ جائے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنے انصاری ساتھی کے ساتھ مکہ سے قریباً تیرہ کلومیٹر کے فاصلے پر بطن یاجج میں سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا انتظار کرنے لگے۔

ابوالعاص نے اپنے بھائی کنانہ بن ربیع سے کہا کہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو بطن یاجج پہنچا آئیں۔ اس زمانے کا دستور تھا کہ شرفاء کی خواتین ہودج میں سفر کرتی تھیں۔ معزز خواتین کا یہ امتیازی نشان ہوا کرتا تھا۔ کنانہ نے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو نہایت احترام کے ساتھ ہودج میں سوار کیا۔ بیٹی امامہ رضی اللہ عنہا بھی ہمراہ تھیں۔ دوسرے اونٹ پر خود سوار ہوا۔ تیر اور ترکش ساتھ لیا اور بطن یاجج کی طرف چل دیا۔ دوپہر کا وقت تھا، مکہ پر ہو کا عالم طاری تھا کیونکہ دوپہر کے وقت گرمی کی وجہ سے عرب کے لوگ بہت کم سفر کیا کرتے تھے۔ خیال یہی ہوگا کہ لوگوں کو سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے مدینہ جانے کا علم نہ ہو سکے۔

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا پر ہبار بن اسود کا حملہ:

دو اونٹوں کا مختصر سا قافلہ مکہ مکرمہ سے باہر ذی طویٰ میں پہنچا کر قریش کے کچھ بدقماش ان کے پیچھے آ گئے۔ ہبار بن اسود ان کا لیڈر تھا۔ ان لوگوں نے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ ہبار نے اونٹ کو نیزہ مارا اونٹ تڑپا تو سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا زمین پر گر پڑیں۔ سیّدہ حاملہ تھیں۔ گرنے کی وجہ سے حمل ساقط ہو گیا۔ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے دیور کنانہ نے جب یہ زیادتی دیکھی تو اس نے ترکش سنبھال کر نشانہ باندھ لیا۔ ان کو للکارا: خبردار! اگر کسی نے آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ ہبار اور اس کے ساتھی وہیں رک گئے۔ معاملہ آگے بڑھنے سے پہلے پہلے ابوسفیان بھی وہاں پہنچ گیا۔ ابوسفیان بہت جہاندیدہ انسان تھا۔ انہوں نے کنانہ کو اشارہ کیا کہ تیراندازی کرنے کی ضرورت نہیں، رک جاؤ۔ کنانہ نے سردار کا اشارہ دیکھا تو رک گیا۔ ابوسفیان نے کنانہ سے کہا کہ دیکھو ہمیں محمد کی بیٹی سے کچھ لینا دینا نہیں، نہ ہم زینب کو اس کے والد سے الگ کرنا چاہتے ہیں مگر ذرا دیکھو تو سہی! تمہاری یہ حرکت ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے کہ تم دن دہاڑے زینب کو لے کر جا رہے ہو۔ ابھی چند ہفتے قبل اس کے والد نے ہمارا جو حشر کیا ہے تم اس سے بخوبی واقف ہو۔ اس حالت میں تم اسے مکہ سے لے کر جاتے ہو تو لوگ یہی کہیں گے کہ قریش اتنے بزدل اور مرعوب ہو چکے ہیں کہ ان کے سامنے کھلم کھلا عورتیں روانہ کی جاتی ہیں اور وہ دم نہیں مار سکتے۔ اس میں ہم سب کی بدنامی ہے۔ میرا تمہیں مشورہ ہے کہ زینب کو ابھی واپس گھر لے جاؤ۔ چند روز کے بعد رات کی تاریکی میں اس کو لے جانا۔ کوئی تعرض نہیں کرے گا۔

ابوسفیان کی بیوی نے حملہ کرنے والوں کو بُرا بھلا کہا

کنانہ بھی سمجھدار آدمی تھا۔ اس نے موقع کی نزاکت کو سمجھا اور ابوسفیان کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو واپس گھر لے گیا۔ سیّدہ زینب

رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو برا سلوک ہوا اس پر ہند نے سخت ردِعمل ظاہر کیا۔

(السیرۃ لابن ہشام 655-653/2)

یہ درست ہے کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت سب سے بڑی دشمن تھی، مگر وہ ایک بااثر خاتون تھی۔ وہ ابوسفیان کی بیوی اور عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی تھی۔ اس نے ہبار اور اس کے ساتھیوں کو برا بھلا کہا۔ انہیں بزدلی کا طعنہ دیا اور عار دلاتے ہوئے کہا لڑائی کے دوران تو تم بھیگی بلی بن جاتے ہو اور اگر کوئی عورت اپنے باپ سے ملنے مدینہ منورہ جاتی ہے تو بڑے بہادر بن جاتے ہو، پھر اس نے یہ شعر پڑھا:

أَفِي السِّلْمِ أَعْيَارٌ جَفَاءً وَغِلْظَةً
وَفِي الْحَرْبِ أَشْبَاهُ النِّسَاءِ الْعَوَارِكِ

"امن میں تم لوگ وحشی گدھوں کی طرح جفاکار اور سخت ہو جاتے ہو اور لڑائی میں حیض والی عورتوں کی طرح بزدل بن جاتے ہو؟"

(السیرۃ لابن ہشام 656/2)

حضور کی بیٹی حضور کے پاس پہنچ گئی

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا دوبارہ اپنے گھر آ گئیں۔ سفر کی تیاری تو پہلے ہی سے مکمل تھی۔ چند دن گزرے تو مکہ مکرمہ میں اس واقعے کے حوالے سے امن ہو گیا۔ لوگوں کی زبانیں بند ہو گئیں۔ کنانہ نے ایک مرتبہ پھر مناسب موقع دیکھ کر سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ہودج میں بٹھایا مگر اب کے بار دن کے وقت نہیں بلکہ رات کے وقت رازداری سے وہ مکہ مکرمہ سے نکلا اور سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ان کے انصاری ساتھی، جو بطن یاجج ہی میں ٹھہرے ہوئے تھے، کے حوالے کر کے واپس آ گیا۔ وہ پروگرام کے مطابق سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر مدینہ طیبہ روانہ ہو گئے۔ اس طرح سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بڑے پرخطر اور المناک سفر کے بعد ہجرت کر کے اپنے والد گرامی کے پاس پہنچ گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت مسرت سے اپنی

پیاری بیٹی کا استقبال کیا۔ (السیرۃ لابن ہشام 655/2)

سیّدہ زینب کے بچے یعنی ہمارے آقا کے نواسے

مدینہ طیبہ میں سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی دلچسپی کے کئی سامان موجود تھے۔ ان کے والد تھے، ان کی بہنیں اور بہنوں کے بچے تھے، سب سے بڑھ کر ان کی اپنی بیٹی امامہ اور بیٹا علی رضی اللہ عنہما تھے۔ سیّدہ امامہ رضی اللہ عنہا اپنے نانا کو خوب پیاری تھیں۔ ان کے بارے میں ہم ذکر کر آئے ہیں کہ ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گود میں لے کر نماز پڑھائی تھی۔ علی بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں مؤرخین کا اختلاف ہے کہ ان کی وفات کب ہوئی تاہم سیّدہ امامہ رضی اللہ عنہا نے تو اپنے نانا محترم سے خوب محبت اور پیار حاصل کیا۔ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ مکہ مکرمہ میں جو سلوک ہوا اس سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت رنج ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اگر ہبار بن اسود کہیں مل جائے تو اسے قتل کر دو۔

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم پر روانہ کیا اور فرمایا: اگر فلاں اور فلاں تمہیں مل جائیں تو ان کو آگ میں جھونک کر جلا دینا، مگر جب ہم روانہ ہونے کے ارادے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الوداع کہنے کے لئے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ فلاں اور فلاں کو آگ سے جلا دینا **وان النار لایعذب بھا الا اللہ** "لیکن آگ کا عذاب اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں دے سکتا" اس لئے اگر وہ تمہیں مل جائیں تو انہیں قتل کر دینا۔ (صحیح الجامع للالبانی 234/1)

ابوالعاص بیوی کی وفائیں نہ بھول سکے:

وقت تیزی سے گزرتا چلا گیا۔ ابوالعاص نے اپنی اہلیہ کو مدینہ منورہ بھجوا تو دیا مگر ان کی وفائیں بھول نہ پائے۔ شام کا سفر تو اہل مکہ کے لئے عام سی بات تھی۔ شام کے سفر

Scanned with CamScanner

کے دوران انہیں سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی یاد آئی تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

ذَکَرْتُ زَیْنَبَ لَمَّا دَرَکْتُ اَرَمَا
فَقُلْتُ: سُقْیًا لِشَخْصٍ یَسْکُنُ الْحَرَمَا
بِنْتُ الْاَمِیْنِ جَزَاھَا اللّٰہُ صَالِحَۃٌ
وَکُلُّ بَعْلٍ سَیُثْنِیْ عَلٰی مَا عَلِمَا

"جب میں (مدینہ کے قریب واقع) "بُر ارما" سے گزرا تو میں نے زینب کو یاد کیا۔ میں نے کہا: حرم کے ایک باشندے (ابوالعاص) کو پانی پلاؤ۔ رسول امین کی بیٹی کو اللہ جزائے خیر دے، وہ بہت اچھی خاتون ہے۔ ہر خاوند اپنی بیوی کے جن اوصاف سے آگاہ ہوتا ہے انہی کی تعریف کرتا ہے۔" (تہذیب الاسماء واللغات 610/2)

ابوالعاص شام کے سفر میں تھے، ان کے پاس اہل مکہ کا بہت سا مال مضاربت پر تھا۔ انہوں نے شام کے علاقے میں اپنا مال بیچا اور خوب نفع کمایا۔

ابوالعاص کی شام سے واپسی

بصرائے شام، دمشق سے اردن جانے والی سرحد پر واقع بہت قدیم شہر تھا۔ اس وقت سب سے بڑا تجارتی مرکز یہی تھا۔ اب تو اس کے کھنڈرات ہی ملتے ہیں مگر شامی حکومت نے اس پر بے پناہ رقوم خرچ کر کے اسے سیاحتی مرکز میں تبدیل کر دیا ہے۔ یہ شہر جو بلاشبہ ہزاروں سال پرانا ہے اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ واقعی یہ کسی زمانے میں بڑی منڈی رہا ہوگا۔ بحیرہ راہب اسی جگہ رہتا تھا اور یہیں اس کا گرجا بھی تھا۔ روایات کے مطابق قریش عموماً اسی شہر میں آتے، اپنا سامان فروخت کرتے اور واپس جاتے ہوئے یہاں سے نئی نئی چیزیں خریدتے تھے۔ آج کل جو نمائشیں لگتی ہیں ان کا تصور یقیناً ہزاروں سال پرانا ہے۔ قارئین کو اگر میسر ہو تو اس علاقے کی سیر کے لئے ضرور جائیں، یہاں ہماری تاریخ کے اوراق چھپے ہوئے ہیں۔

شام کا راستہ مدینہ منورہ کے قرب و جوار سے ہو کر گزرتا تھا۔ مسلمان حالت جنگ میں تھے، ابھی صلح حدیبیہ کا واقعہ نہیں ہوا تھا۔ ابوالعاص اپنے سامان تجارت کو لئے شام سے مکہ مکرمہ کی طرف جا رہے تھے کہ مدینہ طیبہ کے قریب سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے فوجی دستے سے سامنا ہو گیا۔ سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ستر سواروں کے ساتھ "عیص" کی جانب جا رہے تھے۔ ابوالعاص بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور قافلے کا سامان مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا۔

ابوالعاص سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے دروازے پر:

ابوالعاص نے جائے وقوعہ سے فرار ہو کر سیدھے مدینہ منورہ کا رخ کیا اور رات کے وقت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے دروازے پر دستک دی۔ یہ ان کے خاوند تھے۔ یہ درست ہے کہ ابھی انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا مگر سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بچوں کے باپ تو تھے۔ ابوالعاص نے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا سے پناہ مانگی جو انہوں نے عطا فرما دی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد میں تشریف لائے۔ خواتین بھی مسجد آیا کرتی تھیں مگر مردوں کی صفوں سے کافی پیچھے صفیں باندھ کر کھڑی ہوتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ چکے تو عورتوں کی صفوں میں سے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کھڑی ہوئیں اور انہوں نے بلند آواز سے کہا:

ایھا الناس! انی قد أجرت ابا العاص بن الربیع ۔

"لوگو! آگاہ ہو ابوالعاص بن ربیع میری پناہ میں ہے۔"

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے جب کہا کہ لوگو! میں نے ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ساتھیو! کیا تم نے بھی وہی بات سنی ہے جو میں نے سنی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہاں میں جواب دیا۔ اب ارشاد ہوا: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے اس سے پہلے اس بات کا علم نہ تھا کہ میں نے ابھی سنا جو تم نے بھی سنا، ایک ادنیٰ مسلمان

Scanned with CamScanner

بھی پناہ دینے کا حق رکھتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: ''مہمان کی تعظیم اور تکریم کرو مگر اس احتیاط کے ساتھ کہ اختلاط سے احتراز رہے۔'' (السیرۃ لابن ہشام 658/2)

ابو العاص کا دل ایمان سے بھر گیا

اب سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے والد گرامی سے عرض کی کہ ابو العاص کا تمام مال اور سامان تجارت واپس کر دینا چاہئے۔ آپ کے اعلیٰ اخلاق اور قانون کی حکمرانی کا مظاہرہ دیکھئے' اگر چاہتے تو حکم صادر فرما دیتے کہ سب لوگ ابو العاص کا سامان واپس کر دیں اب کون انکار کرتا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

ان هذا الرجل منا حيث قد علمتم، وقد اصبتم له مالا فان تحسنوا وتردوا عليه الذى له فانا نحب ذلك وان ابيتم فهو فيء الله الذى افاء عليكم فانتم احق به .

''اس شخص کا ہمارے ساتھ جو تعلق ہے وہ تم لوگوں کو معلوم ہی ہے۔ اس کا کچھ مال تمہارے ہاتھ لگا ہے۔ اگر تم احسان کرو اور اسے لوٹا دو تو مجھے خوشی ہوگی لیکن اگر تم نہ دینا چاہو تو یہ مال فے ہے جو اللہ نے تمہیں عطا کیا ہے۔ تمہیں وہ مال اپنے پاس رکھنے کا پورا حق ہے۔''

لوگوں نے آپ کی اس خواہش کا اس درجہ احترام کیا کہ ابو العاص کی ایک ایک چیز واپس کر دی حتیٰ کہ کسی کے پاس اگر بوری باندھنے کی رسی تھی تو اسے بھی لوٹا دیا گیا۔ ابو العاص پر اس حسن سلوک کا بڑا گہرا اثر ہوا' وہ تو پہلے ہی اخلاق محمدی سے متاثر تھا۔ یہ درست ہے کہ اس نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا مگر اس کی زبان یا ہاتھ سے کوئی ایسا کلمہ یا فعل سرزد نہیں ہوا تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل آزاری ہوتی۔ ابو العاص نے اپنے بچوں کو پیار کیا اور مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اب اس کا دل

ایمان سے بھر چکا تھا مگر بوجوہ اس کے اظہار کا وقت نہیں آیا تھا۔

(السیرۃ لابن ہشام 659/2)

ابو العاص بن ربیع آغوشِ اسلام میں:

ابو العاص مکہ پہنچے' جن جن کا حساب ان کے ذمہ تھا انہیں ادائیگی کی' جو لینا دینا تھا اسے چکایا' پھر لوگوں سے پوچھا: اب کسی کا حق میرے ذمہ بنتا ہے تو مجھے بتایا جائے۔ سب لوگوں نے گواہی دی کہ وہ وفا والے' وعدہ پورا کرنے والے اور حق ادا کرنے والے معزز انسان ہیں۔ مدینہ منورہ سے واپس آنے والے ابو العاص کے ذہن سے قومی حمیت کا خمار اتر چکا تھا۔ ان کے دل و دماغ میں ایک انقلاب برپا ہو چکا تھا اور وہ اسلام کی حقانیت کو پوری طرح سمجھ چکے تھے۔ انہوں نے اہل مکہ سے مخاطب ہو کر کہا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ .

پھر کہا مکہ والو! سنو' میں بڑی دیر سے اسلام کی خوبیوں سے آگاہ تھا۔ میں اسلام قبول کرنا چاہتا تھا مگر مجھے ڈر تھا کہ تم لوگ الزام لگاؤ گے کہ اس شخص نے ہمارا مال ہڑپ کرنے کے لئے اسلام قبول کیا ہے۔ میں نے تمہارے تمام حقوق ادا کر دیئے ہیں لہٰذا اب میں اپنے سسر (محمد رسول اللہ) کا دین قبول کرنے کے لئے مدینہ طیبہ جا رہا ہوں۔

(السیرۃ لابن ہشام 660/2)

خاوند آغوشِ اسلام میں اور بیوی آغوشِ رحمت میں:

ابو العاص رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا رخت سفر باندھا اور مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ مدینۃ الرسول میں ان کے آنے سے خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو دوبارہ ان کے پاس رخصت کر دیا۔ نکاح جدید نہیں کیا۔ (السیرۃ لابن ہشام 660/2) بعض سیرت نگاروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ نکاح دوبارہ کیا گیا۔

Scanned with CamScanner

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں خوش تھیں تاہم ان کی صحت پہلے والی نہ رہی تھی۔ مکہ میں ہبار بن اسود نے ان کے اونٹ پر جو حملہ کیا تھا اور آپ زخمی ہوگئی تھیں' اس سے آپ رضی اللہ عنہا پوری طرح صحت یاب نہ ہوسکیں اس لئے بعض کتب سیرت میں آپ کو شہیدہ بھی لکھا گیا ہے۔ اس طرح 2 ہجری میں مدینہ طیبہ تشریف لانے والی سیّدہ اپنے والد گرامی کی معیت میں صرف 5 برس گزار کر چھٹے برس 8 ہجری میں اس دارفانی سے رخصت ہوگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ احادیث میں ان کی وفات کے واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔

سیّدہ کی وفات' جنازہ اور کفن دفن

صحیح بخاری میں سیّدہ اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ غسل دو۔ اگر مناسب سمجھو تو زیادہ مرتبہ بھی غسل دیا جاسکتا ہے۔ غسل کے پانی میں بیری کے پتوں کی اور آخر میں کافور کی آمیزش کر لینا۔ جب غسل سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دینا۔ جب ہم غسل سے فارغ ہوگئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف اپنی چادر بڑھادی اور فرمایا اسے میری بیٹی کے کفن کے اندر پہنا دو۔ (صحیح البخاری' حدیث 1254)

غسل دینے میں سیّدہ اُمّ ایمن' اُمّ المومنین سیّدہ سودہ اور اُمّ المومنین سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہمن شریک تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور قبر میں اتر کر اپنی لخت جگر کو اپنے مبارک ہاتھوں سے سپرد خاک کیا۔

(اسد الغابۃ' 5/299)

(145)

صدرِ جہاں کی سخاوت کا نرالا انداز

کہتے ہیں شہر بخارا میں صدر جہاں کی سخاوت اور داد ودہش بہت مشہور تھی۔ صبح سے شام تک دریائے فیض وسخاوت رواں رہتا اور محتاجوں پر اشرفیاں بارش کی طرح برسا کرتی تھیں۔ صدر جہاں کا طریقہ یہ تھا کہ کاغذ کے پرزوں میں بے شمار اشرفیاں لپیٹ کر اپنی مسند کے پاس رکھ لیتے تھے اور جب تک وہ ختم نہ ہو جاتیں' برابر ضرورت مندوں میں تقسیم کرتے رہتے تھے۔ ان کی مثال سورج اور چاند کی سی تھی کہ روشنی کی جس قدر چمک دمک انہیں ملتی ہے' وہ ساری کی ساری دنیا میں بانٹ دیتے ہیں۔ مٹی کو سونا بخشنے والا کون ہے؟ سورج ہی تو ہے۔ کان میں سونا اسی کے نور سے دمکتا ہے اور زمین میں خزانہ اگر گڑا ہوا ہو تو اسی سے سیاہ پڑ جاتا ہے۔

صدر جہاں کی سخاوت کے انداز بھی دنیا سے نرالے تھے۔ ضرورت مندوں کے لئے دن مقرر تھے اور کوئی شخص اپنی باری کے بغیر صدر جہاں سے خیرات وصول نہیں کر سکتا تھا۔ یہ قاعدہ اس لئے مقرر کیا گیا تھا کہ کوئی جماعت ان کی داد ودہش سے محروم نہ رہے۔ ایک دن مصیبت زدوں کے لئے مقرر تھا' دوسرا دن بیواؤں کے لئے تھا' تیسرا مفلس فقیروں اور گوشہ نشینوں کے لئے۔ چوتھا محتاج ملاؤں کے لئے۔ پانچواں عام مسکینوں کے لئے۔ ساتواں یتیم بچوں کے لئے۔ آٹھواں قیدیوں کے لئے۔ نواں مسافروں کے لئے اور دسواں دن غلاموں کے لئے مقرر تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی تھی کہ کوئی ضرورت مند اپنی زبان سے سوال نہ کرے گا۔ طریقہ یہ تھا کہ ضرورت مند

Scanned with CamScanner

اور محتاج اپنی باری کے دن صدر جہاں کی گزرگاہ کے دونوں جانب قطاریں باندھے کھڑے ہو جاتے تھے اور وہ انہیں اشرفیاں دیتا ہوا آگے نکل جاتا تھا' جو کوئی بے صبرا اتفاق سے سوال کر دیتا' اس جرم میں صدر جہاں اسے کچھ نہ دیتا۔

ایک بوڑھے کی جرأت

ایک دن کسی بوڑھے سائل نے کہا: کئی روز سے بھوکا ہوں۔ کچھ مال زکوٰۃ سے عنایت ہو۔ لوگوں نے ہر چند اس بڈھے کو روکا اور سمجھایا کہ صدر جہاں سوال کرنے سے چڑتے اور ناراض ہوتے ہیں لیکن اس نے ایک نہ سنی اور برابر دست سوال دراز کئے گیا۔ صدر جہاں نے بڈھے سے کہا: ''تو' معلوم ہوتا ہے نہایت بے شرم اور بے حیا شخص ہے۔''

بڈھے نے ترکی بہ ترکی جواب دیا ''اے صدر جہاں' مجھ سے زیادہ بے حیا اور بے شرم تو خود ہے۔ پہلے تو نے اس دنیا میں خوب کھایا کمایا اور بے اندازہ دولت جمع کی۔ اس کے بعد لالچ کر رہا ہے کہ دوسرے جہان کی نعمتیں بھی ہتھیا لے۔ افسوس ہے تیری اس حرص و ہوس پر۔ کچھ خوف خدا کر۔ الٹا مجھے بے حیا کہتا ہے۔''

اس جواب پر صدر جہاں کو بہت ہنسی آئی۔ کہنے لگا: ''بڑے میاں' سچ کہتے ہو۔'' اس کے بعد غلاموں کو حکم دیا کہ جس قدر مال و دولت یہ بڈھا طلب کرے اسے دے دو۔ چنانچہ وہ بوڑھا جس قدر مال لے جا سکتا تھا لے گیا۔ کہتے ہیں اس بڈھے کے سوا صدر جہاں نے کسی اور سائل کو کچھ نہ دیا۔

اب ایک اور دلچسپ واقعہ اسی صدر جہان کی سخاوت کا سنئے۔ جس دن ملاؤں کی باری تھی' اس دن ایک ملا جذبۂ حرص سے مجبور ہو کر چلا اٹھا کہ صدر جہاں میں نہایت غریب اور مفلس ہوں۔ مجھے کچھ دے۔ صدر جہاں نے حسب عادت اسے کچھ نہ دیا۔ ہر چند وہ ملا خوب رویا' اپنی مفلسی اور محتاجی کی عبرت خیز کہانیاں سنائیں لیکن صدر جہاں کے دل پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس نے باقی سب ملاؤں کو داد و دہش سے نوازا مگر اسے ایک

کوڑی نہ دی۔

دوسرے دن وہی ملا اپنے دونوں پیروں پر دھجیاں اور پٹیاں لپیٹ کر بیماروں کی صف میں جا بیٹھا۔ پنڈلیوں پر بھی کھپیاں باندھ رکھی تھیں تاکہ دیکھنے والے ترس کھائیں کہ بے چارہ معذور ہے۔ دونوں پاؤں ٹوٹے ہوئے ہیں۔ صدر جہاں مریضوں میں مال تقسیم کرنے آیا تو اس نے فوراً اس ملا کو پہچان لیا۔ سب مریضوں کو کچھ نہ کچھ عطا کیا اور اسے یونہی چھوڑ کر چلا گیا۔

تیسرے دن ملا نے اپنے چہرے پر کالا کپڑا لپیٹا اور اندھا بن کر اندھوں کی قطار میں لگ گیا۔ صدر جہاں نے اسے وہاں بھی پہچان لیا اور کچھ عطا نہ کیا جب یہ سارے حیلے آزما لئے اور صدر جہاں سے کچھ پانے میں ناکام رہا' تب ملا نے عورتوں کی طرح ایک چادر سر پر ڈال لی اور بیواؤں کے درمیان میں جا کر بیٹھ گیا۔ گردن جھکا لی اور دونوں ہاتھ چادر میں چھپا لئے۔ صدر جہاں کی نگاہ بڑی تیز تھی۔ ایک ہی نظر میں اس نے بھانپ لیا کہ بیوہ عورت کے بھیس میں وہی شخص ہے۔ اس نے سب بیواؤں کو توڑے اور اشرفیاں دیں لیکن اس ''بیوہ'' کے قریب سے ہنستا ہوا آگے بڑھ گیا۔

مر کے بھی چین نہ آیا تو کدھر جاؤ گے

جب یہ وار بھی خالی گیا تو ملا کے دل میں غم و غصے کی آگ بھڑک اٹھی۔ اگلے روز منہ اندھیرے ایک کفن چور کے پاس پہنچا اور درخواست کی کہ مجھے ایک نمدے میں لپیٹ کر سر راہ جنازہ بنا کر رکھ دو۔ کوئی پوچھے تو جواب نہ دینا۔ استقلال سے میرے جنازے کے قریب بیٹھے رہنا۔ صدر جہاں ادھر سے گزرے گا اور مردہ لاوارث جان کر تدفین کے لئے چند اشرفیاں ضرور دے گا۔ وہ جو کچھ عطا کرے گا اس میں سے نصف تمہارا ہو گا۔

کفن چور یہ تجویز سن کر راضی ہو گیا۔ ملا کا جنازہ بنایا اور اس راہ ڈال دیا جدھر سے صدر جہاں کی سواری گزرتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد معمول کے مطابق صدر جہاں ادھر آیا۔ دیکھا کہ ایک لاشہ نمدے میں لپٹا ہوا سر راہ پڑا ہے اور قریب ایک شخص غمگین صورت

بنائے بیٹھا ہے۔صدر جہاں نے اشرفیوں کا ایک توڑا اس نمدے میں پھینک دیا۔ملا نے فوراً کفن سے ہاتھ باہر نکالے اور اشرفیوں کا توڑا اپنے قبضے میں لیا۔اسے خوف تھا کہ کہیں ساری اشرفیاں کفن چور ہی ہضم نہ کر جائے۔ یہ تماشا دیکھ کر صدر جہاں رک گیا۔

اسی وقت ملا نے کفن سے منہ باہر نکالا اور صدر جہاں سے مخاطب ہو کر کہا:

''اے جود وسخا کا دروازہ بند کرنے والے' دیکھا آخر ہم نے تجھ سے لے کر ہی چھوڑا۔'' صدر جہاں نے جواب دیا ''ارے احمق' جب تک تو نہ مرا' ہماری سرکار سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکا۔'' (مثنوی شریف)

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ آیا تو کدھر جائیں گے

(146)

پادری کے سوالات اور محمدی جوابات

ایک مرتبہ ایک بزرگ لڑائی میں تشریف لے گئے مگر چلتے چلتے راستہ بھول گئے اور ایک پہاڑ پر جا نکلے۔ پہاڑ پر نصرانیوں کا جم غفیر دیکھا جن کے درمیان ایک کرسی خالی پڑی تھی۔ بزرگ نے نصرانیوں سے کرسی خالی ہونے کا مطلب پوچھا۔نصرانیوں نے جواب دیا کہ ہمارا پادری ہے جو سارے سال میں صرف ایک مرتبہ اس جگہ تشریف لاتا ہے اور ہمیں وعظ سناتا ہے۔ یہ کرسی اسی کے لئے خالی پڑی ہے۔ بزرگ بھی نصرانیوں کے درمیان تشریف فرما ہو گئے۔اتنے میں پادری بھی آ گیا اور کرسی پر بیٹھ کر لوگوں سے مخاطب ہوا۔آج میں تم کو وعظ نہیں سناؤں گا کیونکہ تمہارے درمیان امت محمدیہ کا ایک بزرگ موجود ہے۔ پادری نے کہا: اے بزرگ تجھے اپنے رب کی قسم! کھڑا ہو جا تاکہ ہم تیرا دیدار کر سکیں۔محمدی بزرگ کھڑے ہو گئے۔ پادری نے کہا: میں آپ سے چند ایک سوالات کرنا چاہتا ہوں۔ براہ کرم جواب عنایت فرمائیں۔محمدی بزرگ نے جواب دیا بسر وچشم۔ پادری کہنے لگا اللہ نے جنت کو پھلوں سے مزین کیا ہے۔کیا ان پھلوں جیسے پھل دنیا میں پیدا فرمائے ہیں۔ بزرگ نے جواب دیا دنیا میں جنت کی مثل پھل موجود ہیں مگر صرف نام اور شکل کی حد تک' ذائقہ اور لذت الگ ہیں۔ پادری نے کہا: جنت کے تمام محلات میں درخت طوبیٰ کی شاخ ہے کیا دنیا میں اس کی مثل ہے۔فرمایا: ہاں جب سورج نصف النہار پر ہوتا ہے تو کوئی محل اور مکان ایسا نہیں رہتا جس پر سورج کی کرن نہ پڑتی ہو۔پادری نے کہا: جنت میں چار نہریں ہیں جو ذائقے اور لذت میں مختلف ہیں۔کیا

دنیا میں اس کی تمثیل ہے۔ بزرگ نے فرمایا: ہاں کہ کان سے پانی نکلتا ہے مگر غلیظ اور کڑوا۔ آنکھ سے پانی نکلتا ہے مگر نمکین۔ ناک سے بھی پانی نکلتا ہے مگر بدبودار اور دہن یعنی منہ سے بھی پانی نکلتا ہے مگر شیریں۔ ان چاروں کی اصل ایک ہے یعنی سر۔ پادری نے مزید سوال کیا کہ جنت میں ایک تخت ہے جس کی مسافت 500 سال کے برابر ہے۔ بہشتی جب اس پر چڑھنے کا ارادہ کرے گا تو وہ تخت نیچا ہو جائے گا اور جب جنتی اس پر چڑھ جائے گا تو وہ تخت بلند ہو جائے گا۔ دنیا میں اس کے مماثل کیا شے ہے۔ بزرگ نے جواب دیا کہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ ۔ یعنی وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کیا عجب نمونہ سے پیدا کیا گیا ہے کہ جب آدمی اس پر سوار ہونا چاہے تو بیٹھ جاتا ہے اور سوار ہو کر پھر بلند ہو جاتا ہے۔ پادری نے پانچواں سوال کیا کہ اہل جنت کھائیں گے، پئیں گے مگر پیشاب، پاخانہ نہیں کریں گے۔ اس کے مماثل دنیا میں کیا ہے؟ بزرگ نے جواب دیا کہ بچہ ماں کے شکم میں زندہ رہتا ہے۔ کھاتا ہے پیتا ہے، ماں کا خون حیض اس کی غذا بنتی ہے۔ اس کے باوجود وہ نہ تو پیشاب کرتا ہے اور نہ ہی پاخانہ۔

بزرگ کا ایک سوال کہ جنت کی چابی کیا ہے؟

بزرگ فرماتے ہیں: میں نے پادری سے سوال کیا کہ میں نے تیرے اتنے سارے سوالوں کے جوابات دیئے ہیں اب تو بھی میرے ایک سوال کا جواب دے کہ جنت کی کنجی کیا ہے؟ پادری نے قوم سے خطاب کر کے کہا کہ اس محمدی نے مجھ سے جنت کی کنجی کے بارے میں پوچھا ہے تو مجھے بتلانا پڑے گا۔ کہنے لگا کہ میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ جنت کی کنجی لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ہے۔ یہ کہہ کر پادری مسلمان ہو گیا۔ قوم کو جب یہ معلوم ہوا کہ جنت کی کنجی لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے تو وہ کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گئی۔ (نزہۃ المجالس، ج 1، ص 18)

تذکرۃ الواعظین میں ص 90 کے آخر پر ایک مضمون یوں ہے کہ زاز اس نے بیان

کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص خلوص دل سے باوضو لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو بارہ مقامات عطا فرمائے گا۔

کلمہ شریف پڑھنے والے کے بارہ مقامات

1- جب اس کے مرنے کا وقت قریب ہوگا تو کلمہ زبان پر جاری ہو جائے گا۔
2- جان کنی کی سختی اس پر آسان ہوگی۔
3- اس کی قبر منور ہوگی۔
4- منکر و نکیر خوش شکل بن کر سامنے آئیں گے۔
5- قیامت کے دن شہداء کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔
6- میزان عمل میں نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا۔
7- پل صراط پر برق کی مانند گزر جائے گا۔
8- دوزخ کی آگ اس کے جسم پر حرام ہوگی۔
9- شراب طہور سے نوازا جائے گا۔
10- بہشت میں 70 حوریں اس کی خدمت کے واسطے مامور ہوں گی۔
11- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی۔
12- اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوگا۔ (مواعظ رضویہ ج 1)

Scanned with CamScanner

(147)

یاد اب وہ رہ رہ کے آتے ہیں

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار ونشانات کا بہت زیادہ اتباع کیا کرتے تھے' چنانچہ جس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (دورانِ سفر) کوئی نماز پڑھی ہوتی وہاں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ضرور نماز پڑھا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کا ان کو اتنا زیادہ اہتمام تھا کہ ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے ٹھہرے تھے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس درخت کا بہت خیال رکھتے اور اس کی جڑ میں پانی ڈالتے تاکہ وہ خشک نہ ہو جائے۔

(حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم' 479/2)

☆......ایک روز شام کے وقت جب آفتاب غروب ہو رہا تھا اور جنگ پورے زور کے ساتھ جاری تھی۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ دودھ کے چند گھونٹ حلق سے فرو کر کے بولے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ دودھ کا یہ گھونٹ تیرے لئے دنیا کا آخری توشہ ہے اور یہ کہتے ہوئے غنیم کی صف میں گھس گئے کہ آج میں اپنے دوستوں سے ملوں گا۔ آج میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے گروہ سے ملوں گا۔ کچھ ایسے عزم واستقلال سے حملہ آور ہوئے تھے کہ جس طرف نکل گئے' پرے کا پرا صاف ہو گیا۔ اسی حالت میں ابن الغادیہ کے نیزہ نے ان کو مجروح کر کے زمین پر گرا دیا اور ایک دوسرے شامی نے بڑھ کر سرتن سے جدا کر دیا۔ (ایضاً' 257)

خوشی ومسرت کے آنسو

دولت اسلام سے بہرہ ور ہونے کے بعد فکر ہوئی کہ بوڑھی ماں کو بھی جو زندہ تھی' اس سعادت میں شریک کریں مگر وہ انکار کرتی رہیں۔ ایک دن حسب معمول ان کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے شانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ ناروا الفاظ کہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کر کے ماں کے اسلام کے لئے طالب دعا ہوئے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی' واپس ہوئے تو دعا قبول ہو چکی تھی' والدہ اسلام کے لئے نہا دھو کر تیار ہو رہی تھیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ گھر پہنچے تو ان کو اندر بلا لیا اور اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کہہ کر ان کا استقبال کیا۔ یہ فوراً الٹے پاؤں مسرت سے روتے ہوئے کاشانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بشارت ہو' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی' خدا تعالیٰ نے میری ماں کو اسلام کی ہدایت بخشی۔ (ایضاً' 278)

(148)

حضرت حنظلہ صحابی رضی اللہ عنہ

ایک روز حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ' جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہما سے کہنے لگے کہ حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے حال پوچھا۔ کہا: جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتا ہوں اپنے دل میں ذوق وشوق پاتا ہوں' جب مجلس اقدس سے جدا ہوا اور اہل وعیال سے ملا۔ وہ ذوق وشوق نہیں رہتا (تو حضوری میں وہ کیفیت اور دوری میں یہ حالت' صورت نفاق معلوم ہوتی ہے) فرمایا: ''اپنا بھی یہی حال ہے۔ چلو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حال عرض کریں۔''

جب عرض کی تو فرمایا: ''آدمی ایک حال پر نہیں رہتا۔ اگر تم ایک حال پر رہو تو کپڑے پھاڑ کر نکل جاؤ۔ عورتوں اور بچوں سے کنارہ کرو اور فرشتے تم سے مصافحہ کریں۔''

فائدہ: منقول ہے کہ کسی نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی بوئے پیراہن مصر سے سونگھی اور کنعان کے کنویں میں ان کی خبر نہ لی۔ فرمایا: ہمارا حال یکساں نہیں رہتا۔

گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینم
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

''کبھی ہمارا یہ عالم ہوتا ہے کہ آسمان کی رفعتیں ہمارے زیر قدم ہوتی ہیں اور کبھی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ پشت قدم بھی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔''

اور واقعی انسان ہر وقت ایک مقام پر نہیں رہتا۔ ورنہ کارخانۂ ہدایت ونصیحت میں فتور واقع ہو اور نظامِ عالم درہم برہم ہو جائے۔ (احسن الوعاء)

(149)

خدا کے شوق میں رونا

حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ ہے کہ آپ دس برس تک برابر روتے رہے یہاں تک کہ آنکھوں کی روشنی جاتی رہی پھر اللہ نے ان کی آنکھیں روشن کیں۔ اس کے بعد پھر آپ گیارہ برس تک روتے رہے پھر آنکھیں جاتی رہیں' پھر اللہ نے انہیں روشن کر دیا۔ پھر آپ گیارہ برس تک روتے رہے یہاں تک کہ آنکھوں کی روشنی تیسری مرتبہ جاتی رہی اور پھر اللہ نے روشنی عطا کی اور خطاب ہوا کہ اے شعیب! اگر تم جنت کی طلب میں روتے ہو تو ہم نے تجھے (جنت) عطا کی اور اگر تم دوزخ کے خوف سے روتے ہو تو تم پر (دوزخ) حرام ہے۔ آپ نے جواب دیا اے پروردگار! مجھے نہ جنت کی خواہش ہے نہ دوزخ کا خوف ہے' میں تو فقط تیرے اشتیاق میں روتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ روتے رہو پھر آپ دس برس اور روتے رہے اور نابینا ہو گئے۔

پانچ پیاروں پہ محبت بھرا عتاب

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے پانچ فرمانبرداروں کو پانچ نافرمانوں کے بارے میں عتاب کیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو فرعون کی وجہ سے عتاب کیا اور جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم پر بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر عتاب کیا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان تین لوگوں کو بددعا کی جنہوں نے نافرمانی کی اور وہ فوت ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر عتاب کیا اور جب قارون زمین میں دھنسنے لگا تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد طلب کی

Scanned with CamScanner

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی فریادرسی نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر عتاب کیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو ہنستے ہوئے دیکھا تو آپ نے ان کو جھڑکی دی، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ پر عتاب کیا اور فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے بندوں کو میری رحمت سے ناامید نہ کرو۔ واللہ اعلم

(نورانی حکایات، ترجمہ قلیوبی)

(150)

زمانے کو کچھ نہ کہو

ابن جوزی لکھتے ہیں میری آنکھ نے مخلوق میں اس سے بڑی آفت اترتے نہیں دیکھی کہ وہ زمانے کو برا بھلا کہتے ہیں اور عیب لگاتے ہیں، جاہلیت میں یہ کام ہوتا تھا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ ارشاد مبارک ہے:

''زمانے کو برا مت کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ دھر ہے۔'' مطلب یہ ہے کہ جو تمہارے اطمینان کو پریشان کر دے اہل وعیال پر موت واقع کرے اس کو کوستے ہو اور زمانے کی طرف اس کی نسبت کرتے ہو حالانکہ ان چیزوں کا خالق وفاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ بیمار لوگوں کو یہ حال کیسے معلوم ہوا کہ یہ اسی بات پر قائم ہیں جس پر اہل جاہلیت قائم تھے۔ ذرا بھی نہ بدلے حتیٰ کہ اپنے خیال میں ادیب، فہیم وفطین کہلانے والے جمع ہوتے ہیں اور ان کا مشغلہ دھر (زمانہ) کی مذمت کے سوا کچھ نہیں ہوتا اور کبھی تو یہ اللہ تعالیٰ کو دنیا قرار دے کر کہتے ہیں: دنیا نے یہ کیا یہ بنایا وغیرہ حتیٰ کہ ابوالقاسم الحریری کو دیکھا کہ وہ بھی کہہ رہا ہے ''اور جب کہ زمانہ ہی اندھا ہو گیا جو ابوالوریٰ کہلاتا ہے بھلائی سے اپنے اطراف ومقاصد میں تو میں بھی اندھا بن گیا ہوں حتیٰ کہ مجھے اندھا کہا گیا ہے'' اور اس میں کوئی تعجب نہیں اگر بیٹا باپ کے نقش قدم پر چلنے لگے اور میں نے دیکھا کہ لوگ ایسوں کو فقہاء اور اہل فہم سمجھتے ہیں اور ایسی باتوں سے وحشت محسوس نہیں کرتے۔

زمانہ خود تحت التدبیر ہے

اور یہ لوگ اگر دھر سے زمانہ کے بیتنے کو مراد لیتے ہیں تو اس کے پاس کچھ اختیار ہے

Scanned with CamScanner

نہ مراد نہ یہ رشد کو سمجھتا ہے نہ ضلال کو جانتا ہے اور نہ ہی یہ لائق ملامت ہے کہ یہ تو زمانہ ہے جو خود تحت التدبیر ہے مدبر نہیں ہے خود اس میں تصرف ہوتا ہے یہ کسی میں تصرف نہیں کرتا اور کسی صاحب عقل کے متعلق یہ گمان ممکن نہیں کہ وہ یہ اشارہ دے کہ یہ جس کی مذمت ہو رہی ہے جو رشد سے اعراض کرنے والا میرے لئے حکم دینے والا وہ زمانہ ہے...... لہٰذا یہی صورت باقی رہ گئی کہ قوم حلقہ اسلام سے خارج ہوگئی ہے اور ان قبائح کو صانع کی طرف منسوب کرتی ہے۔ اس پر انہوں نے قصور حکمت اور غیر صحیح افعال کا عقیدہ بھی اس میں قائم کیا جیسا کہ ابلیس نے تفصیل آدم میں یہی عقیدہ اپنایا تھا اور ان لوگوں میں وہ اس زیغ (کجروی) کے ہوتے ہوئے اسلامی عقائد اور عمل صلوٰۃ کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ یہ کفار سے بھی بدتر ہیں۔ (صید الخاطر)

(151)

ہمارے پیارے آقا ﷺ کی پیاری نواسی

سیّدہ امامہ رضی اللہ عنہا، سیّدنا ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی تھیں۔ یہ خالص ہاشمی اور قریشی گھرانہ تھا جہاں اخلاق کی اعلیٰ مثالیں موجود تھیں۔ جس بچی کی والدہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا ہوں اور والد ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ جیسے نہایت شریف النفس انسان ہوں جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوالعاص نے ہم سے جو بات کی سچی کی، جو وعدہ کیا اسے پورا کیا۔ جس کی نانی اُمّ المومنین سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہوں اور نانا امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اس سے زیادہ اعلیٰ نسب کس کا ہو سکتا ہے؟ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی گود میں پلنے والی سیّدہ امامہ رضی اللہ عنہا نہایت لاڈلی تھیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت پیار کرتے تھے۔ سیّدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم مسجد میں ہوتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامہ رضی اللہ عنہا کو اٹھایا ہوا ہوتا تھا، آپ رضی اللہ عنہا ابھی بچی تھیں اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر سوار ہوتی تھیں۔ اسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں جاتے تو انہیں اتار دیتے اور جب قیام کرتے تو انہیں اٹھا لیتے تھے۔ (صحیح البخاری، 516، صحیح مسلم، 543)

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عقیق کا قیمتی ہار تحفے میں آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اہل بیت میں سے مجھے جو سب سے محبوب ہے، یہ ہار میں

اسے دوں گا۔ عورتوں نے کہہ دیا یہ ہار بھی ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی (سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) لے جائے گی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کو بلایا اور وہ ہار ان کے گلے میں ڈال دیا۔ (الاصابہ 25/8)

شاہ حبشہ نجاشی نے ایک انتہائی قیمتی انگوٹھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی جس میں بہت قیمتی نگینہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ امامہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان کے ہاتھ میں وہ انگوٹھی پہنا دی۔ (الاصابہ 25/8)

سیّدہ امامہ رضی اللہ عنہا نے اپنے نانا محترم سے بہت محبت اور پیار حاصل کیا۔ سیّدہ امامہ رضی اللہ عنہا نے 8 ہجری میں اپنی والدہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی جدائی کا صدمہ برداشت کیا اور 12 ہجری میں ان کے شفیق و مہربان والد محترم سیّدنا ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ واضح رہے کہ سیّدنا ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے پہلے سیّدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو' جو ان کے قریبی رشتہ دار تھے' سیّدہ امامہ رضی اللہ عنہا کی کفالت کے متعلق وصیت بھی فرمائی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چند ماہ بعد سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بھی وفات پا گئیں۔ بعض روایات کے مطابق انہوں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ وہ ان کے بعد امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کر لیں۔

سیّدہ امامہ کا نکاح سیّدنا علی المرتضیٰ سے ہوا

سیّدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق سیّدہ امامہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

میاں بیوی میں مثالی محبت اور پیار تھا۔ شادی کے بعد سیّدہ امامہ رضی اللہ عنہا کے آنگن میں ایک خوبصورت پھول کھلا جن کا نام محمد رکھا گیا جو بعد میں محمد الاوسط کے لقب سے مشہور ہوئے۔ (انساب الاشراف ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وولدہ 177/1)

بعض سیرت نگاروں کے مطابق سیّدہ امامہ رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہیں

ہوئی۔ امیر المومنین سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کا نکاح مغیرہ بن نوفل رضی اللہ عنہ سے ہوا اور ایک بیٹا یحییٰ پیدا ہوا جس کی وجہ سے ان کی کنیت اُم یحییٰ مشہور ہوئی۔ انہی کے عقد نکاح میں آپ کی وفات ہوگئی۔ رضی اللہ عنہا وارضاھا۔

(الاصابہ 26/8)

(156)

شیخی خورے کی مونچھیں

ایک سفلے اور کمینے آدمی کو اتفاق سے دنبے کی چکتی (چربی) کا ٹکڑا مل گیا۔ اس نے یہ حرکت کی کہ روزانہ صبح اٹھتے ہی اس سے اپنی مونچھیں چکنی کر کے تاؤ دیتا پھر اکڑتا ہوا دولت مندوں اور امیروں کی صحبت میں جا بیٹھتا۔ سینہ پھلا کر اور مونچھوں کو تاؤ دے کر بار بار کہتا ''آج تو بڑے مرغن کھانے کھائے، مزا آ گیا۔'' وہ لوگ اس کی چکنی مونچھیں دیکھتے اور سمجھتے کہ واقعی یہ سچ کہتا ہے۔

یہ کمینہ یوں ہی اپنی امیری کا ڈھنڈورا پیٹتا لیکن اس کا معدہ اندر سے مونچھوں پر لعنت طعن کرتا اور خدا سے دعا کرتا کہ اے اللہ! اس کمینے شیخی خورے کی قلعی کھول دے تاکہ میری بھوک دور ہو۔ آخر کار اللہ نے اس کے معدے کی فریاد سن لی۔ ایک روز کوئی فاقہ زدہ بلی اس کمینے کے مکان میں گھس آئی۔ سامنے ہی طاقچے پر دنبے کی چکتی کا وہ ٹکڑا نظر آیا چھلانگ مار کر بلی نے وہ ٹکڑا منہ میں دبایا اور بھاگی۔ گھر والوں نے ہر چند بلی کا پیچھا کیا لیکن وہ کب ہاتھ آتی تھی۔ اس شیخی خورے کا چھوٹا بچہ اس حادثے سے اپنے باپ کو آگاہ کرنے کے لئے گھر سے نکلا۔ بچے کو معلوم تھا کہ اس کا باپ اس وقت کہاں ہو گا۔ سیدھا دولت مندوں کی اس محفل میں پہنچا جہاں اس کا باپ بیٹھا چکنی چکنی مونچھوں کو تاؤ دے رہا تھا۔ بچے نے باپ کو دیکھتے ہی کہا:

''ابا! غضب ہو گیا۔ دنبے کی چکتی کا وہ ٹکڑا جس سے آپ ہر صبح اپنے ہونٹ اور مونچھیں چکنی کیا کرتے تھے، بلی اٹھا کر لے بھاگی۔ ہم سب نے مل کر اسے پکڑنے کی

بڑی کوشش کی لیکن وہ ہاتھ نہ آئی۔''

اور وہ ذلیل ہو گیا

بچے کی زبان سے یہ کلمہ سنتے ہی شیخی خورے کا رنگ اڑ گیا۔ سکتے کے عالم میں بیٹھا رہ گیا۔ بھری محفل میں ایسی رسوائی ہوئی کہ بیان سے باہر۔ گردن اٹھا کر کسی سے نگاہیں چار کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ اس کا یہ حال دیکھ کر اہل محفل کو بڑا تعجب ہوا۔ بعض بے اختیار کھل کھلا کر ہنس پڑے لیکن وہ دولت مند بھی اعلیٰ ظرف رکھتے تھے۔ کسی نے اسے کچھ نہ کہا اور اس شیخی خورے کے حال پر ترس کھایا۔ اس کی ندامت دور کرنے کے لئے دعوتیں کر کر کے اس کا پیٹ بھرنے لگے۔ جب اس نے اہل فضل و کرم کے اس اونچے برتاؤ سے سچائی کی لذت پائی تب شیخی ترک کر کے سچائی کا بندۂ بے دام بن گیا۔

اے عزیز، غور سے سن اور یاد رکھ کہ سچائی اولیاء اللہ کا شعار ہے۔ اس کے برعکس دغابازوں اور فریبیوں کی ڈھال بے شرمی اور شیخی خوری ہے۔ یہ لوگ خدا کی مخلوق کو اپنے جال میں پھانسنے کے لئے ظاہر کرتے ہیں کہ ہم بالکل بے فکر اور خوش ہیں حالانکہ ان کا باطن سراسر مضطرب اور پریشان رہتا ہے۔ کسی پل انہیں چین نہیں ملتا۔ وہ اس دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی انہیں رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پس تو سچائی کو اختیار کرتا کہ دونوں جہان میں نیک نام رہے۔ (حکایات رومی علیہ الرحمۃ)

(157)

پھر نظر میں پھول مہکے

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے۔ چلتے چلتے جب وہ ایک جگہ کے پاس سے گزرے تو راستہ چھوڑ کر ایک طرف کو ہو لئے۔ ساتھیوں نے ان سے پوچھا: آپ رضی اللہ عنہ نے ایسا کیوں کیا؟ راستہ کیوں چھوڑ دیا؟ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں ایسے ہی کرتے دیکھا تھا' اس لئے میں نے بھی ایسے ہی کیا۔ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ کے راستے میں (سیدھا نہیں چلتے تھے بلکہ راستے کے دائیں طرف) سواری کو موڑ لیا کرتے تھے (اور کبھی بائیں طرف) اور فرمایا کرتے تھے میں ایسا اس لئے کرتا ہوں تاکہ میری سواری کا پاؤں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پاؤں (والی جگہ) پر پڑ جائے۔

(حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم 479/2)

پھر نظر میں پھول مہکے دل میں پھر شمعیں جلیں
پھر تصور نے لیا اس بزم میں جانے کا نام

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جس وقت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نشاناتِ قدم پر پاؤں رکھ کر چلا کرتے تھے' اگر اس وقت تم انہیں دیکھ لیتے تو کہتے یہ تو مجنون ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسفار میں جن مقامات میں قیام فرمایا' ان کو جس طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تلاش کرتے ہیں' اس طرح کوئی بھی تلاش نہیں کرتا۔

حضرت عاصم احول رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما میں اتباع سنت کا اتنا زیادہ اہتمام تھا کہ جب ان کو کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نشاناتِ قدم تلاش کرتا ہوا دیکھ لیتا تو وہ یہی سمجھتا کہ ان پر (جنون) کا کچھ اثر ہے۔

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اگر کسی اونٹنی کا بچہ کسی بیابان جنگل میں گم ہو جائے تو وہ اپنے بچے کو اتنا زیادہ تلاش نہیں کر سکتی جتنا زیادہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' کے نشاناتِ قدم کو تلاش کیا کرتے تھے۔ (ایضاً' 480/2)

☆.....حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کے کرتے کی گھنڈیاں کھلی ہوئی ہیں۔ (نماز کے بعد) میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ (ایضاً' 481/2)

Scanned with CamScanner

(158)

ایک آقا اور اس کا غلام

امام حجۃ الاسلام فرماتے ہیں ایک غلام و آقا حج کر کے پلٹے۔ راہ میں نمک نہ رہا نہ خرچ تھا کہ مول لیتے۔ ایک موقع پر آقا نے کہا: بقال سے تھوڑا سا نمک یہ کہہ کر لے آ کہ ہم حج سے آئے ہیں۔ وہ گیا اور کہا کہ میں حج سے آیا ہوں قدرے نمک دے۔ (اس نے دے دیا' غلام) لے آیا۔ دوسری منزل میں آقا نے پھر بھیجا۔ اس بار یوں کہا کہ میرا آقا حج سے آیا ہے تھوڑا سا نمک دے۔ (نمک مل گیا اور غلام) لے آیا۔ تیسری منزل میں آقا نے پھر بھیجنا چاہا۔ اس بار غلام نے حقیقتاً آقا بننے کے قابل تھا جواب دیا پرسوں نمک کے چند دانوں پر اپنا حج بیچا۔ کل آپ کا بیچا آج کس کا بیچ کر لاؤں؟

فائدہ: ضرورت شرعیہ ہو تو بوقت حاجت' بقدر حاجت' دوسروں سے سوال کرنا مباح و جائز ہے اور بے ضرورت شرعیہ ناجائز و حرام مگر بلا مانگے' جان پر آ بنے تب بھی کسی سے عمل دینی کے ذریعہ سے دنیا نہ مانگے کے معاذ اللہ دین فروشی ہے یعنی حطام دنیا کے عوض' دین بیچنا' جیسے کہ بعض فقراء کہ حج کر آتے ہیں' جگہ جگہ اپنا حج بیچتے پھرتے ہیں بالخصوص شامت اعمال میں گرفتار اور ہوا و ہوس کا شکار' بعض عورتیں کہ خود کو حجیانی کہتی اور گھر گھر پھر کر اپنا دامن طمع بھرتی پھرتی ہیں مگر بھر نہیں پاتا۔

دین کے نام پہ دنیا کمانے کا گناہ

حدیث شریف میں آیا جو آخرت کے عمل سے' دنیا طلب کرے اس کا چہرہ مسخ کر دیا جائے۔ اس کا ذکر مٹا دیا جائے اور اس کا نام دوزخیوں میں لکھا جائے۔ امام سفیان ثوری

رحمۃ اللہ علیہ ایک شخص کے یہاں دعوت میں تشریف لے گئے۔ میزبان نے خادم سے کہا: "ان برتنوں میں کھانا لاؤ جو میں دوبارہ کے حج میں لایا ہوں۔" امام نے فرمایا: "مسکین تو نے ایک کلمہ میں دو حج ضائع کر دیئے۔"

مقام غور ہے کہ جب مجرد اظہار پر یہ حال ہے کہ وہ عمل نیک ضائع ہو جاتا ہے تو اسے ذریعہ دنیا طلبی بنانا کس درجہ بدتر ہوگا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

پیشہ ور جاہل واعظ کے وعظ کا حکم

اور اسی میں داخل ہے وعظ کا پیشہ کہ آج کل نہ کم علم بلکہ بہت سے نرے جاہلوں نے کچھ الٹی سیدھی اردو دیکھ بھال کر حافظہ کی قوت' دماغ کی طاقت اور زبان کی طلاقت یعنی چرب زبانی کو شکارِ مردم کا جال بنایا ہے۔ عقائد سے غافل' مسائل سے جاہل اور وعظ گوئی کے لئے آندھی۔ ہر جامع ہر مجمع ہر مجلس ہر میلے میں غلط حدیثیں' جھوٹی روایتیں' الٹے مسئلے بیان کرنے کو کھڑے ہو جائیں گے اور طرح طرح کے حیلوں سے جو مل سکا کما لائیں گے اور نام دیں گے اسے تبلیغ دین کا۔ اول تو انہیں وعظ کہنا حرام قطعی۔ او خویشتن گم ست' کرا رہبری کند۔ دوسرے ان کا وعظ سننا حرام' تو سارے جلسے کا وبال' ایسے واعظ کی گردن پر ہے۔ تیسرے وعظ و پند کو' جمع مال یا رجوع خلق کا ذریعہ بنانا کہ مال دنیا بھی ہاتھ آئے اور خلقت بھی رجوع لائے گمراہی' مردود اور سنت نصاریٰ و یہود ہے۔ (احسن الوعاء)

نقل ہے کہ ایک عابد کسی پہاڑ پر رہتا۔ وہاں انار کا درخت تھا۔ ہر روز تین انار اس میں آتے۔ یہ انہیں کھاتا اور عبادت کرتا اور مصروف بندگی رہتا۔ حق تعالیٰ کو اس کا امتحان منظور ہوا۔ ایک روز انار نہ لگے۔ صبر کیا اور بھوکا رہا۔ دو روز اور یہی ماجرا گزرا اور بھوک کا مارا پھر اپنی ریاض میں لگا رہا۔ تیسرے روز بھی انار نہ آئے تو گھبرا کر پہاڑ سے اترا کہ کہیں سے کچھ مانگ کر لائے اور بھوک کی آگ بجھائے۔ پہاڑ کے نیچے ایک نصرانی رہا کرتا تھا۔ جا کر اس سے سوال کیا۔ نصرانی نے چار روٹیاں دیں۔ یہ لے کر پہاڑ کی طرف بڑھا۔ اس نصرانی کا ایک کتا تھا وہ بھی پیچھے چلا اور بھونکنے لگا۔ عابد نے ایک روٹی ڈال

Scanned with CamScanner

دی۔ کتے نے کھا کر پھر پیچھا کیا۔ اس نے دوسری روٹی ڈال دی۔ وہ بھی اس نے کھالی مگر پیچھا نہ چھوڑا۔ اس نے تیسری اور پھر چوتھی روٹی بھی اس کے آگے ڈال دی۔ جب چاروں روٹیاں کھالیں اور بھونکنے سے باز نہ آیا تو عابد نے کہا: اے حریص ناحق کوش! تجھے شرم نہیں آتی کہ میں تیرے آقا کے گھر سے بھیک مانگ کر لایا اور تو نے مجھ سے سب چھین لیں۔ اب بھی پیچھا نہیں چھوڑتا۔

کتے نے کہا: میں تجھ سے زیادہ بے شرم نہیں کہ جس مالک نے تجھے برسوں بے محنت ومشقت ایسا نفیس رزق کھلایا۔ تین روز نہ دینے پر اتنا گھبرا گیا کہ اس کے دشمن کے گھر بھیک مانگنے آیا۔

محتاجی کی قباحت:

محتاجی ظاہر کرنا' اپنے مولیٰ کی شکایت ہے' جو غلام براہِ احسان فراموشی ونمک حرامی' اپنے مولیٰ کے انعام وعطا پر قناعت نہ کرے اور دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ گویا زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ میرا مولیٰ مجھے ننگا بھوکا رکھتا ہے اور رفع حاجت کے مقدار نہیں دیتا۔ علمائے کرام فرماتے ہیں جو شخص دوسرے آدمی سے سوال کرتا ہے وہ تین خرابیوں میں پڑتا ہے۔

پہلی خرابی خلق کی نگاہوں میں ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔ ہر ایک کے سامنے عاجزی کرنی پڑتی ہے۔ بندے کو لائق نہیں کہ اپنے نفس کو بلاضرورت خوار کردے۔

دوسری خرابی محتاجی ظاہر کرنا اپنے مولیٰ کی غیروں سے شکایت کرنا ہے۔

تیسری خرابی جس سے سوال کرتا ہے اسے ناحق رنج دیتا ہے کہ اگر وہ سوال رد کر دے تو لوگوں سے شرمندگی اور ندامت ہو اور جو خلق سے شرما کر دے تو دل پر گراں گزرے اور آخرت میں مفید نہ ہو بلکہ بسبب ریاکاری کے مضر ونقصان رساں ہو۔

صوفیاء کہتے ہیں جس کو جانے کہ یہ لوگوں کی شرم سے دیتا ہے اس سے لینا ممنوع ہے۔ (حسن الوعاء)

ایک دن حضرت خواجہ سفیان ثوری قدس سرہ نماز پڑھاتے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے: اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ط ''تجھی کو ہم پوجتے ہیں اور تجھی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔''

تو روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے' لوگوں نے حال پوچھا۔ فرمایا: ''اس وقت مجھے یہ خیال آیا کہ اگر غیب سے ندا ہوا اے کاذب! خموش' کیا ہماری ہی سرکار تجھے جھوٹ بولنے کو رہ گئی۔ رات دن' رزق کی تلاش میں' کوبکو' کوچہ کوچہ گلی گلی مارا مارا پھرتا ہے اور بیماری کے وقت طبیبوں سے التجا کرتا ہے اور ہم سے کہتا ہے میں تجھی کو پوجتا ہوں اور تجھی سے مدد چاہتا ہوں تو میں اس بات کا کیا جواب دوں۔''

قبولیتِ دعا کے اسباب آداب دعا ہیں

فائدہ: آدابِ دعا کہ اسبابِ قبولیت دعا ہیں' ان میں حضور قلب کہ دل کو حتی الامکان' خیالاتِ غیر سے پاک کرے' بمنزلہ شرط قبول ہیں۔ حضور قلب کی نسبت خود حدیث میں ارشاد ہوا کہ ''خبردار ہو' بے شک اللہ تعالیٰ دعا قبول نہیں فرماتا کسی غافل' کھیلنے والے دل کی۔''

حیف ہے کہ زبان سے اس کی قدرت وکرم کا اقرار کیجئے اور دل اوروں کی عظمت اور بڑائی سے بھرا ہو۔ بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبر سے شکایت کی کہ ''ہماری دعا قبول نہیں ہوتی۔'' جواب آیا ''میں ان کی دعا کس طرح قبول کروں' کہ وہ زبان سے دعا کرتے ہیں اور دل ان کے' غیروں کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔''

اے عزیز! جب تک تو اعضاء کو خاشع' دل کو حاضر اور دل سے اپنی اور تمام خلق کی ہستی' خدا کی ہستی میں گم نہ کرے' رحمت خاصہ کہ ازل سے مخلصوں کے لئے مخصوص ہے تیری طرف کب متوجہ ہو' جو شخص کسی باجبروت' بادشاہ کے حضور' اپنی بڑائی اور عظمت کا دعویٰ کرے۔ یا بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہو اور وہ کسی چوبدار یا اہلکار کی طرف نظر رکھے' سزاوارِ زجر وتنبیہ ہے نہ کہ مستحق انعام۔

اے عزیز! رب کا خاص محل نظر دل ہے۔ وہاں دل پر نظر ہے۔ نہ زبان پر اور نہ بدن ولباس پر:

ما زباں را ننگریم وقال را
ما رواں را بنگریم وحال را

تو چاہیے کہ دل وزبان کو موافق اور ظاہر و باطن کو مطابق اور جمیع ماسوی اللہ سے رشتہ امید قطع کرے۔ نہ نفس سے کام نہ خلق سے غرض رکھے تاکہ شاہد مقصود جلوہ گر ہو اور گوہر مقصد ہاتھ آئے۔ (احسن الوعاء)

شاہ عبدالعزیز اور استعانت بالغیر:

وہابیہ حضرت امام سفیان ثوری قدس اللہ تعالیٰ سرہ النوری کے اس قول کو بزورِ زبان حضرات انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء سے استعانت پر جماتے اور ان حضرات عالیہ سے استعانت کو اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ٹھہراتے ہیں مگر ذرا آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ اصل حکایت شاہ عبدالعزیز صاحب نے فتح العزیز میں لکھی اور اسی حکایت کے بعد شاہ صاحب نے تصریح فرمادی کہ ''استعانت بالغیر یعنی خدا سے مدد مانگنا وہی جائز ہے کہ اس کو غیر مظہر عون الٰہی نہ جانے بلکہ اپنی ذات سے اعانت کا مالک جان کر اس پر بھروسا کرے اور اگر مظہر عون الٰہی سمجھ کر استعانت بالغیر کرتا ہے تو شرک وحرمت بالائے طاق' مقامِ معرفت کے بھی خلاف نہیں۔ خود حضرت انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ایسی استعانت بالغیر کی ہے۔ تو یہ استعانت' استعانت بالغیر نہیں بلکہ استعانت بہ حضرت حق ہے۔''

خود رب العزۃ تبارک وتعالیٰ نے قرآن عظیم میں حکم فرمایا وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ ''اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔'' بایں معنی استعانت بالغیر ہرگز اس حصر اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے منافی نہیں کہ اس کی حقیقت خاص بخدا اور بمعنی وسیلہ وتوسل وتوسط (یعنی غیر کو اپنی حاجت برآری کے لئے بارگاہِ حضرت حق میں وسیلہ و واسطہ بنانا تو یہ) قطعاً غیر کے لئے

ثابت اور شرعاً روا بلکہ یہ معنی غیر خدا ہی کے لئے خاص ہیں۔ اللہ تعالیٰ وسیلہ و واسطہ بننے سے پاک ہے۔ اس سے اوپر کون ہے کہ یہ اس کی طرف وسیلہ ہوگا اور اس کے سوا حقیقی حاجت روا کون ہے کہ بیچ میں یہ واسطہ بنے گا۔

اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

اہل اسلام انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے یہی استعانت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے کیجئے تو اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم غضب فرمائیں اور اسے اللہ جل وعلا کی شان میں بے ادبی ٹھہرائیں۔

مگر ان لوگوں کی بدعقلی کو کیا کہئے کہ نہ اللہ کا ادب نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خوف اور نہ ان کا پاس۔ خواہی نخواہی اس استعانت کو بھی اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں داخل کر کے جو اللہ تعالیٰ کے حق میں محال قطعی ہے اسے اللہ تعالیٰ سے خاص کئے دیتے ہیں۔

اسی طرح کے ایک بے وقوف نے کہا تھا:

وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے

اسے جواب دیا گیا کہ

توسل کر نہیں سکتے خدا سے
اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ خدا سے توسل کرکے اسے کسی کے یہاں وسیلہ و ذریعہ بنائیے۔ اسی وسیلہ بننے کو ہم اولیاء سے مانگتے ہیں کہ وہ بارگاہِ الٰہی میں ہمارا وسیلہ وذریعہ و واسطہ قضائے حاجت ہوجائیں۔ گر برتو حرام ست' حرامت بادہ

(برکات الامداد)

خاکسارانِ جہاں بحقارت منگر:

ایک شخص حضرت سیدنا بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا

Scanned with CamScanner

کہ پنجوں کے بل، گھٹنے ٹیکے، آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جگہ خون رواں ہے۔ عرض کی حضرت یہ کیا حال ہے؟ فرمایا: ''میں ایک قدم میں یہاں سے عرش تک گیا۔ عرش کو دیکھا کہ رب کی طلب میں، پیاسے بھیڑیے کی طرح منہ کھولے ہوئے ہے۔ بانگے برعرش زدم کہ ایں چہ ماجراست۔ ہمیں نشان دیتے ہیں کہ الرحمن عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (رحمٰن نے عرش پر استوی فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے) میں رحمٰن کی تلاش میں تجھ تک آیا۔ تیرا یہ حال پایا۔ عرش نے جواب دیا مجھے ارشاد کرتے ہیں کہ اے عرش! اگر ہمیں ڈھونڈنا چاہے تو بایزید کے دل میں تلاش کر۔

(کشف حقائق)

کیا خبر ہے کہ علی العرش کے کیا معنی ہیں
کہ ہے عاشق کی طرح، عرش بھی جویا تیرا

سیدنا اسماعیل علیہ السلام سے مروی ہوا کہ انہوں نے اپنے رب سے عرض کی الٰہی میں تجھے ڈھونڈوں تو کہاں پاؤں۔ فرمایا: عند المنکسرة قلوبهم لاجلی ۔ ان کے پاس جن کے دل میرے لئے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے:

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر
توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

جسم مبارک چڑیا کے برابر:

ایک روز وعظ میں برسر منبر، حضور پرنور سیدنا غوث اعظم، قلب عالم رضی اللہ عنہ کو دیکھا گیا کہ حضور کا جسم اقدس سمٹ کر ایک چڑیا کے برابر ہو گیا اور اسی وقت یہ بھی مشاہدہ ہوا کہ تن مبارک پھیل کر ایک برج کی مثل ہو گیا اور دیکھا گیا کہ حضور منبر سے گرنے لگے یہاں تک کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے دست اقدس کے سہارے روک لیا۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ رحیم بھی ہے اور قہار بھی ہے۔ رحمت شان جمال ہے اور قہر شان جلال۔ دوستوں کو انواع نعمت سے نوازنا، ان کے لئے بہشت اور اس کی خوبیاں آراستہ

فرمانا، انہیں اپنی رضا و دیدار سے بہرہ مندی بخشنا، تجلی نشانِ جمال ہے۔

دشمنوں کو اقسام عذاب کی سزا دینا، ان کے لئے دوزخ اور اس کی سختیاں مہیا فرمانا، انہیں اپنے غضب و حجاب میں مبتلا کرنا، تجلی شانِ جلال ہے پھر دنیا میں جو کچھ نعمت و رحمت و راحت و آفت ہے، انہیں دونوں شانوں کی تجلی سے ہے۔

شانِ جلال و جمال

کبھی یہ شانیں، ایک دوسرے کے لباس میں جلوہ گر ہوتی ہیں مثلاً دنیا میں اپنے محبوبوں کیلئے بلائیں بھیجنا کہ اشد البلاء علی الانبیاء ثم الامثل فالامثل بظاہر شان جلال ہے اور حقیقتاً شانِ جمال کہ اس کے باعث وہ اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نعمتیں پاتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۔ اسے اپنے لئے برا نہ جانو بلکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

کفار کو کثرتِ مال وغیرہ، دنیا کی راحتیں دینا، بظاہر شانِ جمال ہے اور درحقیقت شانِ جلال ہے کہ اس کے سبب وہ اپنی غفلت و گمراہی کے نشے میں پڑے رہتے ہیں اور ہدایت کی توفیق نہیں پاتے۔ قال تعالیٰ: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○

''کافر اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ جو ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں کچھ ان کے لئے بھلا ہے ہم تو اسی لئے انہیں ڈھیل دیتے ہیں کہ وہ اور گناہ میں بڑھیں اور ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔''

تجلی جمال کے آثار سے لطف و نرمی و راحت و سکون و نشاط و انبساط ہے۔ جب یہ قلب عارف پر واقع ہوتی ہے دل خود بخود ایسا کھل جاتا ہے جیسے ٹھنڈی نسیم سے تازہ کلیاں۔ یا بہار کے مینہ سے درختوں کی کنچھیاں۔

اور تجلی جلال کے آثار سے قہر و گرمی و خوف و تعب ہے۔ جب اس کا ورود ہوتا ہے قلب بے اختیار مرجھا جاتا ہے بلکہ بدن گھلنے لگتا ہے بلکہ اگر طاقت سے زیادہ واقع ہوتی

Scanned with CamScanner

ہے تو فنا کر دیتی ہے۔

تجلی جلال کا اثر

غوث اعظم رضی اللہ عنہ پر انہیں دونوں تجلیوں کا اثر تھا۔ یہ وہ عظیم تجلی تھی جس کا تحمل، بے قوت نبوت ناممکن تھا لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قوت مصطفویہ سے مدد فرما کر اس کا تحمل کرا دیا۔

اسی شانِ جلال کا اثر ہے کہ حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک مرید پر حضور کے پیچھے نماز میں واقع ہوئی کہ سجدہ میں جاتے ہی جسم گھلنے لگا، گوشت پوست استخوان سب فنا ہو گیا۔ صرف ایک قطرہ آب باقی رہا۔ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ نے بعد نماز روئی کے پارہ میں اٹھا کر دفن کر دیا اور فرمایا سبحان اللہ ایک تجلی میں اپنی اصل کی طرف عود کر گیا۔

اسی شانِ جلال کی بڑی تجلی، ساعت قیامت ہے جو آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو فنا کر دے گی۔ اسی لئے باری تعالیٰ اس دن یوں ارشاد فرمائے گا لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْم ۔ کل تک سب کہتے تھے یہ ملک میری ہے یہ ملک میرا ہے۔ آج بتاؤ کس کی بادشاہی ہے؟

پھر خود ہی فرمائے گا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّار ۔ ایک قہر والے اللہ کی۔ اس وقت باسم قہار اپنا وصف فرمائے گا کہ وہ تجلی شانِ قہر کی ہوگی۔ وَحَسْبُنَا اللّٰهُ

(کشف حقائق از اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

(159)

جھوٹا مدعی نبوت

ایک شخص نے خلیفہ مامون رشید کے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تو خلیفہ کو اس کی اطلاع ملی اور اس کو حاضر کیا گیا۔ اس سے پوچھا: تیری نبوت کی کیا علامت ہے؟ اس مدعی نبوت نے خلیفہ سے کہا کہ میری نبوت کی نشانی یہ ہے کہ جو کچھ تیرے دل میں ہے وہ مجھے معلوم ہے۔ خلیفہ نے اس سے کہا کہ میرے دل میں کیا ہے؟ اس نے کہا: تم کہتے ہو کہ میں جھوٹا ہوں۔ اس کے بعد خلیفہ نے اس کو ایک مدت تک قید رکھا پھر اس کو حاضر کیا گیا اور اس سے خلیفہ نے پوچھا: کیا تیری طرف کچھ وحی آئی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ خلیفہ نے کہا: یہ کیوں؟ اس نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ فرشتے قید خانہ میں داخل نہیں ہوتے۔ خلیفہ اس سے ہنسا اور اس کو آزاد کر دیا اور ایک دوسرے شخص نے بھی خلیفہ مامون کے زمانہ میں دعویٰ نبوت کیا تو خلیفہ کے سامنے اس کو حاضر کیا گیا اور ثمامہ کو حکم دیا کہ اس سے پوچھے کہ اس کی نبوت کی کیا علامت ہے؟ ثمامہ نے اس سے نبوت کی نشانی دریافت کی۔ اس نے کہا: میری نبوت کی علامت یہ ہے کہ تو اپنی بیوی کو طلاق دے اور میں تیرے سامنے اس سے نکاح کروں اور اس سے ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو اپنی ولادت کے وقت گواہی دے گا کہ میں نبی ہوں۔ یہ سن کر ثمامہ نے اس سے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ تو نبی ہے۔ مامون نے اس سے کہا کہ اے ثمامہ کس قدر جلدی تو اس پر ایمان لایا۔ ثمامہ نے کہا: کیا آپ پر یہ بات زیادہ آسان ہے کہ وہ میری بیوی سے ساتھ ایسا اور ایسا کرے اور اس کی طرف دیکھوں۔ یہ سن کر مامون ہنسے اور پاگل کو دربار سے نکال دیا۔ (نورانی حکایات، ترجمہ قلیوبی)

Scanned with CamScanner

(160)

عادت اور عبادت کا فرق

ابن جوزی کہتے ہیں میں نے اکثر لوگوں کی عبادات میں غور کیا تو انہیں عادات پایا اور اہل فکر لوگوں کی عادات درحقیقت عبادات ہوتی ہیں چنانچہ ایک غافل شخص عادۃً سبحان اللہ کہتا ہے اور بیدار اور ہوشیار آدمی کی فکر عجائبات مخلوق یا عظمت خالق میں لگی رہتی ہے اور اسی کے اثر سے وہ سبحان اللہ کہتا ہے......ایک انسان انار میں غور کرتا ہے اس کے دانوں کی قطار دیکھتا ہے اور اوپر جھلی کا پردہ دیکھتا ہے کہ تازگی قائم رہے اور دانے کی ہڈی پر پانی کو قائم رکھنا اور ان سب کے اوپر سخت چھلکا جوان کی حفاظت کرتا ہے اسی طرح انڈے کے اندر کے بچے کی تصویر کشی اور رحم مادر میں انسان کو بنانا وغیرہ وغیرہ مخلوقات کو جب دیکھتا ہے تو یہ فکر اسے خالق کی تعظیم پر آمادہ کرتی ہے اور وہ سبحان اللہ کہتا ہے اور اس کی یہ تسبیح اس کے فکر کا نتیجہ ہے۔ یہ بیدار اور ہوشیار لوگوں کی تسبیح ہے۔ بس ان کے افکار متحرک رہتے ہیں اور تسبیحات کے ذریعہ ان کی عبادات بنتی رہتی ہیں اسی طرح وہ گزشتہ گناہوں کی قباحت میں بھی غور کرتے ہیں جس سے قلب میں قلق اور نفس میں ندامت پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں وہ استغفر اللہ کہتا ہے۔ یہ ہے تسبیح اور استغفار اور غافل لوگ یہ کلمات بطور عادت کہتے ہیں اور دونوں میں بہت فرق ہے۔

مقام غور وفکر

عام انسانوں میں اور خود اپنے اندر عجیب بات جو میں نے دیکھی ہے وہ اپنے پاس موجود چیز سے غفلت کا میلان ہے جبکہ عمر کا قلیل ہونا بھی معلوم ہے اور یہ کہ وہاں پر اجر

کی زیادتی یہاں کے عمل کے بقدر ہے۔ پس اے چھوٹی عمر والے اپنے ایک دن کو بھی غنیمت سمجھ اور کوچ کی گھڑی کا انتظار رکھ اور اپنے دل کو ان چیزوں سے بچا کے رکھ جن کے لئے وہ پیدا نہیں ہوا۔ تلخیوں پر اپنے نفس کو آمادہ کر انکار کرے تو جبر کر اس کی رسی کو طول مت دے کہ تو صرف چراگاہ تک ہے اور جو شخص میدان کی دو پاٹوں کے درمیان ہو وہ اس کے سوا کچھ اور سوچنے لگے تو کتنا قبیح ہے۔

اپنے راز کی حفاظت اور لوگوں کے سامنے نامناسب امور میں بے تکلف ہو جاتے ہیں اور کسی دوست یا سلطان کے بارے میں کچھ کہہ بیٹھتے ہیں اس خیال سے کہ یہ اس سلسلہ میں نقصان دہ نہیں ہے مگر یہی اس کی ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے لہٰذا میں ایک خالی ذہن پاک دل کو وصیت کرتا ہوں جو لوگوں میں خیر کا ظن رکھتا ہے کہ لوگوں سے احترام رکھے اور مخلوق کے بارے میں کوئی ایسا کلمہ نہ کہے جوان کے مناسب حال نہیں ہے اور دوستی یا دینداری ظاہر کرنے والے سے دھوکہ نہ کھائے کہ خباثت عام ہو چکی ہے۔

عبادت اور تجارت

عبادت، زہد اور اشتغال مع اللہ میں صفائی اور جلا مخلوق سے کلی انقطاع کے بغیر نہیں آتی۔ اس طرح کہ وقت ضرورت مثلاً جمعہ اور جماعت کی نماز کے علاوہ کسی کو دیکھے نہ آواز سنے اور اوقات ضرورت میں بھی احتیاط رکھے اور اگر عالم ہے لوگوں کو نفع دینا چاہتا ہے تو ایک وقت مقرر کر لے اس میں بھی بے مقصد کلام سے پرہیز کرے مگر جو شخص آج کل بازاروں میں چلتا اور خرید وفروخت کرتا ہے منکرات اور قباحتوں کو دیکھتا ہے تو وہ دل کو بے نور کئے بغیر گھر واپس نہ آئے گا لہٰذا مرید کے لئے یہی لائق ہے کہ صحرا یا قبرستان کی طرف نکلے...... اسلاف میں ایسے حضرات تھے جو محتاط رہتے ہوئے خرید وفروخت کرتے تھے مگر پھر بھی مخلوق سے یکسوئی کے بغیر انہیں وقت کی صفائی میسر نہ آئی۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عبادت وتجارت کو اکٹھا کیا مگر وہ جمع نہ رہ سکیں تو میں نے عبادت کو اختیار کر لیا اور حدیث شریف میں ہے بازار غفلت اور لغوگوئی کا

Scanned with CamScanner

ذریعہ ہیں لہٰذا جو شخص پرہیز پر قادر ہے اور اولاد کے لئے کسب معاش میں میل جول پر مجبور ہے تو اسے ایسی پرہیز کرنی چاہئے جیسے کانٹوں میں چلنے والا کرتا ہے اور سلامتی پھر بھی بعید ہے۔

ایک دعوت اُڑانے کی سزا

جس شخص کو پاکیزہ قلب اور لذت مناجات نصیب ہوئی اسے اپنی حالت کی حفاظت کرنی چاہئے اور تبدیلی سے بچاؤ رکھے اور حال کی بقاء اور دوام تقویٰ کے دوام سے آتا ہے۔ مجھے بھی پاکیزہ قلب اور لذیذ مناجات نصیب ہوئی تھی کہ ایک صاحب منصب نے کھانے پر بلالیا۔ انکار مشکل تھا چلا گیا اور کھانا کھالیا جس کی تلخیاں سختیاں خوب یاد ہیں جو نقد دیکھنی پڑیں اور مدت تک مسلسل رہیں دل پر غصہ آتا تھا اور اپنے حال احوال سب گنوا بیٹھا۔ دل ہی میں ایک دن کہا کہ میں تو ایک مجبور کی طرح تھا۔ سوچنے پر جواب ملا کہ حکم کی رعایت چند لقموں کے ذریعہ ممکن تھی لیکن تاویل نے طعام رغبت بنا کر قدر رعایت سے کہیں زیادہ کر دیا۔ نفس بولا اس بات کا یقین کہاں تھا کہ یہ کھانا حرام ہے۔ مگر احتیاط نے جواب دیا کہ شبہات سے پرہیز پھر کیا ہوئی۔ پس جب تاویل کے ذریعہ لقمہ کھایا اور طبیعت نے لذیذ سمجھا تو ضیاع قلب کے لئے دو باتیں جمع ہو گئیں۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارُ ۔ بصیرت والو عبرت حاصل کرو۔ (صید الخاطر لابن جوزی)

(161)

ہمارے پیارے نبی کے پیارے نواسے

سیّدنا علی بن ابوالعاص رضی اللہ عنہما سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بیٹے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے۔ ان کی بڑی بہن سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا تھیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدید محبت کیا کرتے تھے۔ ان کے والد سیّدنا ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کی نانی اُمّ المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ان کی دادی سیّدہ ہالہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا تھیں۔ انہوں نے بھی اپنے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت پیار حاصل کیا۔

سیّدنا علی بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو دودھ پلانے کے لئے قبیلہ بنو غاضرہ کی ایک خاتون کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائے۔ علی بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو اٹھایا اور اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا میرے اس بیٹے علی سے رشتہ داری میں جو بھی میرے شریک ہیں، میں ان سب سے زیادہ اس کا حق دار ہوں اور فرمایا کسی چیز میں کافر اور مسلمان شریک ہوں تو مسلمان اس چیز کا کافر سے زیادہ حق دار ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ سیّدنا ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

سیّدنا علی بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن اپنے نانا محترم کے ساتھ ان کی سواری پر سوار تھے، جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ ہی میں یہ پھول مرجھا گیا اور عین جوانی میں ہی انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

(اسد الغابۃ 306/3)

Scanned with CamScanner

(162)

سپیرا اور اژدہا

کہتے ہیں ایک سپیرا سانپ پکڑ کر اپنی روزی کمایا کرتا تھا۔ دن رات نت نئے اور زہریلے سانپوں کی تلاش میں جنگل بیابان کوہ وصحرا مارا مارا پھرتا۔ ایک دفعہ برف باری کے دنوں میں کسی خاص سانپ کی تلاش میں ایک اونچے پہاڑ پر پہنچا۔ ادھر ادھر پھر رہا تھا کہ ایک بہت بڑا مردہ اژدہا دکھائی دیا۔ اتنا قوی الجثہ اژدہا اس سپیرے نے اپنی تمام زندگی میں پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس کے دیکھنے سے اس کے دل پر ہیبت طاری ہوئی۔ پھر خیال آیا اگر اس مردہ اژدہے کو کسی تدبیر سے اٹھا کر شہر میں لے چلئے تو تماشائیوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ جائیں۔ چنانچہ وہ نہایت محنت اور مشقت سے اس مردہ اژدہے کو اٹھا کر شہر بغداد میں تماشا دکھانے لایا۔ اژدہا کیا تھا ستون کا ستون تھا۔ سپیرا اسے موٹے موٹے رسوں سے باندھ کر کھینچتا ہوا لایا اور شہر میں منادی کر دی کہ بڑی مشکل سے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر اس اژدہے کو گرفتار کیا ہے لیکن افسوس کہ یہاں تک آتے آتے اس نے جان دے دی۔

اب سنئے کہ سپیرا تو اسے مردہ سمجھتا تھا لیکن حقیقت میں وہ زندہ تھا۔ بے پناہ سردی اور برف باری کی وجہ سے اس کا جسم سن ہو گیا تھا اس لئے وہ مردہ دکھائی دیتا تھا۔ غرض سپیرے کے اس کارنامے سے شہر بغداد میں ادھم مچ گیا' تو چل' میں چل' جس کے کانوں میں یہ خبر پہنچی کہ سپیرا ایک نادر قسم کا اژدہا پکڑ کر لایا ہے' وہی سب کام چھوڑ کر اسے دیکھنے چل پڑا۔ سیکڑوں' ہزاروں احمق جمع ہو گئے۔ سپیرے نے پیسے بٹورنے کے لئے یہ اہتمام بھی کیا کہ اژدہے کو لپیٹ لپاٹ کر ایک بڑے سے ٹوکرے میں بند کر دیا اور اب اس

انتظار میں تھا کہ زیادہ سے زیادہ خلقت جمع ہو' تب اژدہے کا تماشا کرے۔ اس طرح زیادہ پیسے ملنے کی توقع تھی۔

اپنے ہاتھوں اپنی موت بلالی

دیکھتے دیکھتے اس قدر لوگ آئے کہ شہر کے چوک میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ اب سپیرے نے ٹوکرے میں سے اژدہے کو باہر نکالا۔ برف سے ٹھٹھرنے کے باعث وہ بالکل مرا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ ابھی لوگ اسے حیرت سے دیکھ کر غل غپاڑہ کر ہی رہے تھے کہ یکایک اژدہے کے جسم میں تھرتھری پیدا ہوئی اور اس نے اپنا منہ کھول دیا۔ اژدہے کا منہ کھولنا تھا کہ قیامت برپا ہو گئی۔ بدحواس اور خوف سے جس کا جدھر منہ اٹھا اسی طرف کو بھاگ نکلا۔ اس قدر بھگدڑ مچی کہ بہت سے لوگ ہجوم میں بری طرح کچلے گئے' جوں جوں آفتاب کی گرم دھوپ اژدہے پر پڑتی تھی' توں توں اس کے جوڑ جوڑ اور بند بدن میں زندگی نمودار ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ اس نے سارے رسے توڑ ڈالے اور قبضے سے باہر ہو کر ادھر ادھر رینگنے لگا۔ مارے دہشت کے سپیرے کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اس نے جی میں کہا' غضب ہو گیا یہ پہاڑ سے میں کس آفت کو اٹھا لایا۔ اس اندھے بھیڑیے کو میں نے ہوشیار کر دیا اور اپنے ہاتھوں اپنی موت بلالی۔

ابھی وہ بھاگنے بھی نہ پایا تھا کہ اژدہے نے اپنا غار سا منہ کھول کر اس کو نگل لیا پھر وہ رینگتا ہوا آگے بڑھا اور ایک بلند عمارت کے ستون سے اپنے آپ کو لپیٹ کر ایسا بل کھایا کہ اس سپیرے کی ہڈیاں بھی سرمہ ہو گئی ہوں گی۔

اے عزیز' غور کر کہ تیرا نفس بھی اژدہا ہے۔ اسے مردہ مت سمجھ۔ یہ زندہ ہے۔ سرو سامان نہ ہونے کے باعث ٹھٹھرا ہوا نظر آتا ہے۔ فرعون کے حکم سے دریا کا پانی چلنے لگتا تھا۔ اگر ویسی ہی قدرت تجھے حاصل ہو جائے تو تو بھی فرعون بن جائے گا۔ یاد رکھ کہ جو غرور اس میں تھا' وہ تجھ میں بھی موجود ہے لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ تیرے اژدہے کنویں میں قید ہیں۔ (مثنوی شریف)

Scanned with CamScanner

(163)

آنحضرت ﷺ کی وصیت پر عمل

حضرت ابوالاشعث صنعانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مجھے یزید بن معاویہ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ ان کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا: آپ لوگ اس وقت لوگوں کو کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ حضرت ابن ابی اوفی نے فرمایا: حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ اگر میں (مسلمانوں کے آپس میں لڑنے کے) ایسے حالات کچھ بھی پاؤں تو میں احد پہاڑ پر جا کر اپنی تلوار توڑ دوں اور اپنے گھر بیٹھ جاؤں۔ میں نے عرض کیا: اگر کوئی میرے گھر میں گھس آئے (تو کہاں جاؤں؟) آپ نے فرمایا: اندر والی کوٹھڑی میں جا کر بیٹھ جانا' اگر وہاں بھی (تمہیں قتل کرنے) کوئی تمہارے پاس آ جائے تو پھر اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ جانا (قتل ہونے کے لئے تیار ہو جانا) اور اسے کہنا (مجھے قتل کر کے) اپنا گناہ اور میرا گناہ اپنے سر لے لے اور دوزخیوں میں شامل ہو جا اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔ لہٰذا میں اپنی تلوار توڑ چکا ہوں (اور گھر میں بیٹھ چکا ہوں) جب کوئی میرے گھر میں گھس آئے گا تو میں اپنی اندر والی کوٹھڑی میں چلا جاؤں گا اور جب وہاں بھی کوئی آ جائے گا تو میں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر وہی کہہ دوں گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔

(حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم 517/2)

(164)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور بت

سیّدنا و مولانا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی چند برس کی عمر شریف ہوئی تو ان کے والد ماجد سیّدنا ابوقحافہ رضی اللہ عنہ (کہ وہ بھی صحابی ہوئے) اس زمانۂ جاہلیت میں انہیں بت خانے لے گئے اور بتوں کو دکھا کر کہا کہ **هذه الهتك السم العلي فاسجدلها** ۔

"یہ تمہارے بلند و بالا خدا ہیں انہیں سجدہ کرو۔"

وہ تو یہ کہہ کر باہر گئے۔ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قضائے مبرم کی طرح' بت کے سامنے تشریف لائے اور براہِ اظہار عجزِ صنم و جہل صنم پرست (کہ بتوں کے عجز اور بت پرستوں کے جہل کا ظہور ہو جائے) ارشاد فرمایا: **انی جائع فاطعمنی** "میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دے۔" وہ کچھ نہ بولا' تو فرمایا: **انی عار فاکسنی** (میں ننگا ہوں مجھے کپڑا پہنا) وہ کچھ نہ بولا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر فرمایا: "میں تجھ پر پتھر مارتا ہوں **فان کنت الها فامنع نفسك** ۔ "اگر تو خدا ہے تو اپنے آپ کو بچا۔"

وہ اب بھی نرا بت بنا رہا۔ آخر بقوتِ صدیقی پتھر پھینکا کہ وہ خدائے گمراہاں منہ کے بل گرا۔ والد ماجد واپس آتے تھے۔ یہ ماجرا دیکھا کہا: "اے میرے بچے یہ کیا کیا؟" فرمایا: "وہی جو آپ دیکھ رہے ہیں۔"

وہ انہیں ان کی والدہ ماجدہ حضرت اُمّ الخیر رضی اللہ عنہا کے پاس (کہ وہ بھی صحابیہ ہوئیں) لے کر آئے اور سارا واقعہ ان سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا: "اس بچے

سے کچھ نہ کہو۔ یہ جس رات پیدا ہوئے میرے پاس کوئی نہ تھا۔ میں نے سنا ہاتف کہہ رہا ہے۔

یاامۃ اللہ علی التحقیق ابشری بالولد العتیق . اسمہ فی السماء الصدیق . لمحمد صاحب ورفیق .

"اے اللہ کی سچی لونڈی! تجھے خوشخبری ہو اس آزاد بچے کی۔ اس کا نام آسمانوں میں صدیق ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یار اور رفیق ہے۔"

فائدہ: حضرت امیر المومنین امام المشاہدین سیدنا ومولانا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سولہ برس کی عمر شریف میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پکڑے کہ عمر بھر نہ چھوڑے۔ اب بھی پہلوئے اقدس میں آرام کرتے ہیں۔ روزِ قیامت' دست بدست حضور اٹھیں گے۔ سایہ کی طرح داخل خلد بریں ہوں گے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے فوراً بے تامل ایمان لائے۔

مولائے کائنات امام کائنات کی بارگاہ میں

جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ قحط میں۔ ابوطالب پر تخفیف عیال کے لئے امیر المومنین مولی المسلمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنی بارگاہِ ایمان پناہ میں لے آئے تھے اور یوں حضرت مولیٰ نے حضور مولی الکل سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے کنارِ اقدس میں پرورش پائی۔ حضور کی گود میں ہوش سنبھالا۔ آنکھ کھلتے ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال جہاں آرا دیکھا۔ حضور ہی کی باتیں سنیں۔ عادتیں سیکھیں۔

تو جب سے اس جناب عرفان مآب کو ہوش آیا قطعاً یقیناً رب کو ایک ہی جانا۔ ایک ہی مانا۔ ہرگز ہرگز بتوں کی نجاست سے ان کا دامن پاک آلودہ نہ ہوا۔ اسی لئے لقب کریم کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ملا۔

اور یوں بحمدہ تعالیٰ یہ دونوں حضرات کبھی کسی وقت' کسی حال میں' ایک لمحہ' ایک لحظہ' ایک آن کو' کفر وشرک سے ملوث نہ ہوئے اور ان کے پاک مبارک ستھرے دامنوں تک

بت پرستی کی غلاظت اصلاً نہ پہنچی۔

ان حضرات والا صفات نے زمانہ فترت میں بھی کبھی کسی بت کو سجدہ نہ کیا۔ کبھی غیر خدا کو خدا قرار نہ دیا۔ ہمیشہ ایک ہی جانا ایک ہی مانا۔ ایک ہی کہا۔ ایک ہی سے کام رکھا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

ان حضرات کے ایمان لانے کا مطلب

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ پختہ عمر والوں میں سب سے پہلے ابوبکر صدیق اور کم عمروں میں مولیٰ علی ایمان لائے اس ایمان سے مراد ایمان اخص ہے یعنی اس نبی کریم افضل المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ میں داخل ہونا کہ اسلام کا اطلاق اپنے اخص واکمل معنی کے اعتبار سے اسی مضمون ومفہوم پر ہوتا ہے' تو صدیق ومرتضیٰ رضی اللہ عنہم کی نسبت یہ الفاظ کہ فلاں دن مسلمان ہوئے' اس روز اسلام لائے' اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ پہلے وہ کافر تھے پھر مسلمان ہوئے۔

رب العزۃ اپنے خلیل جلیل سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت فرماتا ہے: اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ "جب اس سے فرمایا اس کے رب نے کہ اسلام لا۔ بولا اسلام لایا رب العالمین کے لئے۔" تو جس طرح حضرت ابراہیم کا یہ قول کہ میں اسلام لایا ان کے ایمان قدیم کے منافی نہیں کہ حضرات انبیائے کرام کی طرف قبل نبوت کسی بھی وقت ایک آن کے لئے بھی' غیر اسلام کو اصلا راہ نہیں' یونہی ان حضرات کا اسلام' ان کے اسلام سابق کے مخالف ومنافی نہیں کہ یہ اسلام اسلام اخص ہے اور روز ولادت سے سن تمیز تک اسلام فطری کہ **کل مولود یولد علی الفطرۃ**' اور سن تمیز سے روز بعثت تک اسلام توحیدی کہ ان حضرات کا دامن کفر سے کبھی ملوث نہ ہوا۔ پھر ظہور بعثت اور اعلانِ نبوت محمدیہ کے بعد اسلام بمعنی اخص ہے۔ جیسا کہ ابھی گزرا۔ (تنزیہ المکانۃ الحیدریہ تلخیصا)

Scanned with CamScanner

(165)

بتوں کا کلام کرنا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ابتدائے اسلام کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں: ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک اجنبی آیا جس کے چہرہ اور لباس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ بہت دور سے آیا ہے۔ ہمارے مقابل کھڑے ہو کر اس نے کہا: ''آپ میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟''

ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا تو اجنبی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوا ''پہلے میں آپ کو اپنے بت کی بات سناؤں یا آپ مجھے اپنے رب کے احکام سنائیں گے؟'' فرمایا: ''پہلے مجھ سے میرے رب کے احکام سنو!''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی گواہی دینا' نماز قائم کرنا' زکوٰۃ ادا کرنا' رمضان کے روزے رکھنا اور اگر توفیق ہو تو حج کرنا۔''

پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں تو بتاؤ کہ تمہارے بت نے کیا کہا ہے؟''

اجنبی نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا نام غسان بن مالک العامری ہے۔ ہمارا ایک بت ہے جس کے قدموں میں رجب کے مہینہ میں ہم اپنی اپنی قربانیاں پیش کرتے ہیں' ہم میں سے عصام نامی ایک شخص نے بت کے سامنے قربانی دی جب وہ قربانی سے فارغ ہوا تو بت سے آواز آئی: ''عصام! اسلام ظاہر ہو چکا ہے اور

بت سرنگوں ہو چکے ہیں۔''

اور حضور کی آمد کی اطلاع دینا

عصام نے ہمیں یہ بات بتائی۔ چند روز بعد طارق نامی ایک شخص نے بھی بت کے قدموں میں قربانی پیش کی۔ طارق جب قربانی سے فارغ ہوا تو بت کے شکم سے آواز آئی ''طارق! نبی صادق اپنے عزیز خالق کی جانب سے وحی ناطق لے کر آ چکے ہیں۔'' طارق نے شور مچا دیا اور تمام لوگوں کو یہ بات بتا دی' ہم نے آپ کے بارے میں بھی سن رکھا تھا' اس طرح ہم لوگ گومگو میں پڑ گئے۔ یہاں تک کہ تین روز ہوئے ہیں یہی واقعہ میرے ساتھ بھی پیش آیا ہے۔ میں بھی جب قربانی سے فارغ ہوا تو بت نے فصیح زبان میں کہا:

''غسان! جاء الحق وزھق الباطل' نبی ہاشمی مبعوث ہو چکے ہیں۔ ان کے غلاموں کو سلامتی اور دشمنوں کو ندامت ہے۔'' یہ کہہ کر اوندھے منہ گر پڑا۔

غسان نے اپنی داستان ختم کی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔

(معجزات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بحوالہ نورانی حکایات)

(صلی اللہ علیہ وسلم)

Scanned with CamScanner

(166)

ایک خوبصورت مثال

ابن جوزی کہتے ہیں مومن کا دھیان آخرت میں لگا رہتا ہے اور دنیا کی ہر چیز اسے آخرت کی طرف متوجہ کرتی ہے اور کوئی شے اسے غافل کر دے تو اس کی ہمت وارادہ پھر متوجہ کر دیتا ہے۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ مختلف قسم کے صنعت کار جب کسی آباد گھر میں داخل ہوتے ہیں تو کپڑے کا کاروبار کرنے والا اس کے فروش اور پردوں پر نظر ڈالتا ہے اور قیمت کا اندازہ لگاتا ہے بڑھی چھت کو دیکھتا ہے' معمار دیواروں کو گھورتا ہے' جولاہا کپڑوں کی ساخت پر نظر لگائے ہوئے ہے اور مومن جب تاریکی دیکھتا ہے تو قبر کی تاریکی یاد کرتا ہے' کوئی تکلیف دہ چیز دیکھتا ہے تو عذاب کو یاد کرتا ہے' کوئی پریشان کن آواز سنتا ہے تو نفخۂ صور کو یاد کرتا ہے' لوگوں کو نیند میں دیکھتا ہے تو قبور کے مردوں کی طرف دھیان کرتا ہے' کوئی لذت دیکھتا ہے' تو جنت کو یاد کرتا ہے۔ بس اس کی فکر اور سوچ وہاں کی اشیاء سے وابستہ ہے اور یہ چیز اسے ہر گناہ سے مصروف کئے ہوئے ہے اور اس کے ہاں سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ وہ جنت میں بقاء ودوام کا خیال کرتا ہے اور یہ کہ اس کی بقا ختم ہونے والی نہیں' زائل نہیں ہوگی۔ اس میں کوئی بدمزگی نہیں آئے گی اور جب وہ ان سدا بہار دائمی اور ابدی نعمتوں میں اپنے نفس کے لذتیں لوٹنے کا خیال کرتا ہے تو خوشی سے گویا اڑا جاتا ہے اور اس کی راہ میں آنے والی تکلیف' بیماری' آفات' محبوبات ومرغوبات سے جدائی موت کا ورود اور اس کی تلخیاں یہ سب چیزیں آسان ہو جاتی ہیں۔

عبرت واعتبار

جیسا کہ کعبہ کے مشتاق کے لئے ریت کے ٹیلے عبور کرنا اور عافیت کا شوقین دوا کی تلخی کی پروا نہیں کرتا اور وہ (مومن) جانتا ہے کہ وہاں کے ثمرات کی عمدگی یہاں کے بیج کی عمدگی پر ہے لہٰذا وہ بہتر سے بہتر کو اختیار کرتا ہے۔ عمر کے موسم بہار میں کسی سستی کے بغیر فصل کاشت کرنے کو غنیمت سمجھتا ہے پھر مومن دخول نار اور عذاب کا خیال کرتا ہے تو اس کی عیش بدمزہ ہو جاتی ہے' اضطراب بڑھ جاتا ہے۔ پس اس کے دونوں حال اسے دنیا ومافیہا سے مصروف رکھتے ہیں اور اس کا دل کبھی شوق کے میدان میں حیران پھرتا ہے' خوف کے صحرا میں آبادی کا رخ کبھی نہیں کرتا اور موت آنے لگتی ہے تو سلامتی کا ظن غالب ہو جاتا ہے اور نجات کی امید کرنے لگتا ہے جس سے وہ آسان ہو جاتی ہے اور جب قبر میں جاتا ہے اور فرشتے سوال کرنے کو آتے ہیں تو ایک دوسرے کو کہتے ہیں کچھ نہ کہو ابھی آرام کرنے کے لئے لیٹا ہے ہم اللہ تعالیٰ سے کمال بیداری کا سوال کرتے ہیں جو ہمیں طلب فضائل پر لگائے اور رذائل سے منع کرے بس اس کی توفیق ہے اگر مل گئی وگرنہ خدا کی پناہ۔ (صید الخاطر)

Scanned with CamScanner

(167)

چمڑا رنگنے والا

کہتے ہیں' چمڑا رنگنے والا ایک شخص اتفاق سے گھومتا پھرتا عطاروں کی گلی میں پہنچا' جونہی طرح طرح کے عود وعنبر اور عطر کی خوشبو اس کے نتھنوں کے راستے دماغ میں گھسی' ایک دم چکرا کر دھڑام سے گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

عطر فروش اور راہ گیر دوڑے دوڑے آئے کسی نے نبض پر ہاتھ رکھا' کسی نے دل پر۔ کوئی لخلخہ لے کر آیا' کسی نے کوئی اور تدبیر کی لیکن کوئی یہ نہ سمجھا کہ خوشبو نے آفت ڈھائی ہے۔ لوگ پریشانی کے عالم میں اس کی ہتھیلیوں کو سہلاتے اور سوندھی سوندھی مٹی بھگو کر سنگھاتے۔ اس پر بھی اس کے اوسان بحال نہ ہوئے کسی نے مشورہ دیا کہ اسے لوبان کی دھونی دو۔ دوسرے نے کہا: شاید گرمی کی وجہ سے غش کھا گیا ہے۔ کپڑے اتار کر ہوا دو۔ یہ تدبیریں بھی کی گئیں مگر بے سود۔ اچھا ہونے کے بجائے اس کے ہاتھ پاؤں اور ٹیڑھے ہو گئے۔

اتنے میں کسی نے کہا: اب یہ بچے گا نہیں۔ ممکن ہو تو اس کے بھائی بندوں کو خبر کر دو کہ تمہارا فلاں آدمی عطر فروشوں کی گلی میں بے ہوش پڑا ہے۔ نہیں معلوم اسے کیا ہوا۔ چلتے چلتے ایک دم چکرا کر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ ہزار ہا تدبیریں اسے ہوش میں لانے کی ہوئیں لیکن وہ آنکھ نہیں کھولتا۔

جسے خوشبو فائدہ نہ دے......

اس چمڑا رنگنے والے کا ایک بھائی نہایت ہوشیار اور چالاک تھا۔ یہ ماجرا سنتے ہی

بھاگا بھاگا آیا۔ تھوڑا سا سوکھا ہوا کتے کا پاخانہ اپنی آستین میں چھپا لایا تھا۔ تماشائیوں کی بھیڑ چیرتا پھاڑتا اپنے بھائی تک پہنچا اور لگا چھاتی پیٹ پیٹ کر رونے۔ لوگوں نے کہا: بھائی پہلے اسے ہوش میں لانے کی کوئی دوا کر۔ یہ سینہ کوبی بعد میں کرنا۔ اس نے کہا: میں سمجھ گیا کہ یہ بے ہوش کیوں ہوا ہے۔ ابھی اسے ٹھیک کر دیتا ہوں۔ اصل میں وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کے دماغ کی رگ رگ اور نس نس میں چمڑے کی بدبو تہ در تہ مدتوں سے بسی ہوئی ہے اور وہ اپنے پیٹ کی خاطر صبح سے شام تک بدبوؤں میں دھنسا ہوا چمڑا رنگتا رہتا ہے۔ بس وہی بدبو اس کی زندگی بن گئی ہے لیکن ادھر آتے ہی جب عطر کی خوشبو اس کی ناک میں پہنچی تو برداشت نہ کر سکا اور بے ہوش ہو گیا۔

یہ سوچ کر اس شخص نے سب تماشائیوں کو ہٹا دیا تا کہ اس کی تدبیر کوئی دیکھنے نہ پائے۔ پھر منہ ہی منہ میں کچھ بدبداتا ہوا اس کے قریب بیٹھ گیا اور چپکے سے کتے کا گوں اسے سنگھایا۔ ادھر گوں کی بدبو اس کے دماغ میں پہنچی ادھر اس کا سڑا ہوا دماغ اس بدبو سے تر وتازہ ہو کر بیدار ہو گیا۔ اس نے دو تین کروٹیں لیں اور آنکھیں کھول دیں۔

اے عزیزو! سمجھ لو کہ مشک نصیحت جسے فائدہ نہ پہنچائے وہ سر تا پا گناہوں کی بدبو سونگھنے کا عادی ہو چکا ہے۔ (حکایات رومی علیہ الرحمۃ)

Scanned with CamScanner

(168)

اہلِ عشق ومحبت یعنی صحابہ کرام کے کام

حضرت عمیر بن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا آپ اپنے پیٹ کی اس جگہ سے کپڑا ہٹا دیں جس جگہ کا بوسہ لیتے ہوئے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹایا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کے پیٹ کا بوسہ لیا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی ناف کا بوسہ لیا۔

(حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم' 577/2)

☆......حضرت مقبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ہم لوگ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے۔ انہوں نے سلام کیا۔ لوگوں نے سلام کا جواب دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ تھے لیکن انہیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے گزرنے اور سلام کرنے کا پتہ نہیں چلا۔ کسی نے ان سے کہا' یہ سلام حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے کیا تھا۔ وہ فوراً ان کے پیچھے گئے اور ان سے کہا' اے میرے سردار! وعلیک السلام۔ کسی نے ان سے پوچھا آپ رضی اللہ عنہ انہیں اے میرے سردار کہہ رہے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ سردار ہیں۔ (ایضاً' 578/2)

☆......حضرت عمرو بن غالب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ایک آدمی اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازیبا کلمات کہہ رہا ہے تو اسے ڈانٹ کر فرمایا بکواس بند کرو' چپ کرو' خدا تعالیٰ تجھے خیر سے دور کرے اور گالیاں دینے والا تجھ پر مسلط کرے۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہوں گی۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا' دفع ہوجا' خدا تعالیٰ تجھے خیر سے دور کرے' کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی کو تکلیف پہنچا رہا ہے۔ (ایضاً' 588/2)

درود پاک لکھنے کی برکت

روضۃ الاحباب میں امام اسمٰعیل بن ابراہیم مزنی رحمۃ اللہ علیہ سے جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے شاگردوں میں ہیں۔ نقل کیا ہے کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو بعد انتقال خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ وہ بولے مجھے بخش دیا اور حکم فرمایا: مجھ کو تعظیم واحترام کے ساتھ بہشت میں لے جائیں اور یہ سب برکت ایک درود کی ہے جس کو میں پڑھا کرتا تھا۔ میں نے پوچھا' وہ کون سا درود ہے؟ فرمایا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کلما ذکرہ الذاکرون و کلما غفل عن ذکرہ الغافلون ۔ (فضائل درود شریف' 94)

☆......بعض رسائل میں عبید اللہ بن عمر قواریری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ ایک کاتب میرا ہمسایہ تھا وہ مر گیا۔ میں نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا' مجھے بخش دیا۔ میں نے سبب پوچھا۔ کہا' میری عادت تھی' جب نام پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کتاب میں لکھتا تو صلی اللہ علیہ وسلم بھی بڑھاتا۔ خدائے تعالیٰ نے مجھ کو ایسا کچھ دیا کہ نہ کسی آنکھ نے دیا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل پر گزرا۔ (ایضاً)

Scanned with CamScanner

☆......امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور حکایت ہے کہ ان کو بعد انتقال کے کسی نے خواب میں دیکھا اور مغفرت کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے فرمایا' یہ پانچ درود شریف جمعہ کی رات کو میں پڑھا کرتا تھا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بعدد من صلّٰی علیه وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بعدد من لم یصل علیه وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کمآ امرت بالصلوٰۃ علیه وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کما تحب ان یصلیٰ علیه وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کما ینبغی ان تصلیٰ علیه ۔

اس درود کو درودِ خمسہ کہتے ہیں۔ (ایضا)

☆......شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ ایک صالح کو کسی نے خواب میں دیکھا' اس سے حال پوچھا؟ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم کیا اور مجھے بخش دیا اور جنت میں داخل کیا۔ سبب پوچھا گیا تو اس نے کہا: فرشتوں نے میرے گناہ اور میرے درود کو شمار کیا۔ سو درود کا شمار زیادہ نکلا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا' اتنا بس ہے' اس کا حساب مت کرو اور اس کو بہشت میں لے جاؤ۔ (ایضا' 96)

سارا گھر خوشبودار ہو گیا

شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک مرد صالح نے معمول مقرر کیا تھا کہ ہر رات کو سوتے وقت درودِ بعدِ معین پڑھا کرتا تھا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور تمام گھر اس کا روشن ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' وہ منہ لاؤ جو درود پڑھتا ہے کہ بوسہ دوں۔ اس شخص نے شرم کی وجہ سے رخسار سامنے کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رخسار پر بوسہ دیا۔ اس کے بعد وہ بیدار ہو گیا تو سارے گھر میں مشک کی خوشبو باقی رہی۔ (ایضا)

☆......علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ رشید عطا نے بیان کیا کہ ہمارے

یہاں مصر میں ایک بزرگ تھے جن کا نام ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ خیاط تھا۔ وہ بہت یکسور ہتے تھے' لوگوں سے میل جول بالکل نہیں رکھتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے ابن رشیق رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بہت کثرت سے جانا شروع کر دیا اور بہت اہتمام سے جایا کرتے۔ لوگوں کو اس پر تعجب ہوا۔ لوگوں نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے خواب میں ارشاد فرمایا: ان کی مجلس میں جایا کر' اس لئے کہ یہ اپنی مجلس میں مجھ پر کثرت سے درود پڑھتا ہے۔

یـارب صـل وسـلـم دائما ابداً
علی حبیبك خیر الخلق کلهم (ایضاً)

☆......ابوالعباس احمد بن منصور رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہو گیا تو اہل شیراز میں سے ایک شخص نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ شیراز کی جامع مسجد میں محراب میں کھڑے ہیں اور ان پر ایک جوڑا ہے اور سر پر ایک تاج ہے جو جواہر اور موتیوں سے لدا ہوا ہے۔ خواب دیکھنے والے نے ان سے پوچھا۔ انہوں نے کہا: اللہ جل شانہ نے میری مغفرت فرما دی اور میرا بہت اکرام فرمایا اور مجھے تاج عطا فرمایا اور یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت درود کی وجہ سے۔

یـارب صـل وسـلـم دائما ابداً
علی حبیبك خیر الخلق کلهم (ایضاً)

بس بس اے فرشتو آگے جانے کی ضرورت نہیں

ایک شخص نے ابوحفص کاغذی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا۔ ان سے پوچھا کہ کیا معاملہ گزرا؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم فرمایا' میری مغفرت فرما دی' مجھے جنت میں داخل کرنے کا حکم دے دیا۔ انہوں نے کہا: یہ کیا ہوا؟ انہوں نے بتایا: جب میری پیشی ہوئی تو ملائکہ کو حکم دیا گیا۔ انہوں نے میرے گناہ

Scanned with CamScanner

اور میرے درود شریف کو شمار کیا تو میرا درود شریف گناہوں پر بڑھ گیا تو میرے مولا جل جلالہ نے ارشاد فرمایا: اے فرشتو! بس بس آگے حساب نہ کرو اور اس کو میری جنت میں لے جاؤ۔

یارب صل وسلم دائما ابداً
علیٰ حبیبك خیر الخلق کلھم (ایضاً)

(169)

ایک صالح جوان عابد

عہد معدلت عہد فاروقی میں ایک جوان عابد تھا۔ امیر المومنین اس سے بہت خوش تھے۔ دن بھر مسجد میں رہتا۔ بعد عشاء باپ کے پاس جاتا۔ راہ میں ایک عورت کا مکان تھا اس پر عاشق ہوگئی۔ ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی' جوان نظر نہ فرماتا۔ ایک شب قدم نے لغزش کی۔ ساتھ ہولیا۔ دروازے تک گیا۔ جب اندر جانا چاہا' خدا یاد آیا اور بے ساختہ یہ آیت کریمہ زبان سے نکلی: اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَیْفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ٥ ''ڈر والوں کو جب کوئی جھپٹ شیطان کی پہنچتی ہے خدا کو یاد کرتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔''

آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گرا' عورت نے اپنی کنیز کے ساتھ اٹھا کر اس کے دروازے پر ڈال دیا۔ باپ منتظر تھا۔ آنے میں دیر ہوئی تو دیکھنے نکلا۔ دروازے پر بے ہوش پڑا پایا۔ گھر والوں کو بلا کر اندر اٹھوایا۔ رات گئے تک ہوش آیا۔ باپ نے حال پوچھا۔ کہا خیر ہے۔ کہا: ''بتا دے۔'' ناچار قصہ کہا۔ باپ بولا جان پدر' وہ آیت کون سی ہے؟ جوان نے پھر پڑھی۔ پڑھتے ہی غش آیا۔ جنبش دی۔ مردہ پایا۔ رات ہی کو نہلا کفنا کر دفن کر دیا۔

آیت پڑھ کر خوفِ خدا میں جان دینے والا جوان

صبح کو امیر المومنین نے خبر پائی۔ باپ سے تعزیت اور خبر نہ دینے کی شکایت فرمائی۔ عرض کی یا امیر المومنین رات تھی۔ پھر المومنین ہمراہیوں کو لے کر قبر پر تشریف

لے گئے اور اس جوان کا نام لے کر فرمایا: ''اے جوان! وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ جو اپنے رب کے پاس کھڑے ہونے کا ڈر کرے اس کے لئے دو باغ ہیں۔''

جوان نے قبر میں سے جواب دیا:

''اے عمر! مجھے میرے رب نے یہ دولت عظمیٰ جنت میں دوبارہ عطا فرمائی۔''

فائدہ: بکثرت احادیث و آثار سے صاف صریح الفاظ میں ثابت ہے کہ روح فنا نہیں ہوتی اور اس کے افعال و ادراکات' جیسے دیکھنا' بولنا ذ سننا' سمجھنا' آنا' جانا' چلنا' پھرنا سب بدستور رہتے ہیں۔ بلکہ اس کی توفیق بعد مرگ اور صاف و تیز ہو جاتی ہے۔

حالت حیات میں جو کام ان آلات خاکی یعنی آنکھ' کان' ہاتھ' پاؤں اور زبان سے لیتے تھے اب بغیر ان کے کرتی ہے اور یہ جو منوں مٹی وغیرہ کے حائل اور حجاب ہم دیکھتے ہیں وہ جسم خاکی کے لئے ہیں نہ کہ روح پاک کے لئے اور دیکھنا' سننا' جاننا ادراک کرنا جس کے اوصاف ہیں وہ جان پاک ہے نہ کہ تودہ خاک۔

مرنے والے کے حواس دنیا سے تیز ہو جاتے ہیں

حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک دنیا' کافر کی جنت اور مسلمان کا زنداں (قید خانہ) ہے اور ایمان والے کی جب جان نکلتی ہے تو اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے کوئی قید خانہ میں تھا۔ اب اس سے نکال دیا گیا کہ زمین میں گشت کرتا اور بافراغت چلتا پھرتا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا سے مسلمان کا جانا ایسا ہے جیسے بچے کا ماں کے پیٹ سے نکلنا۔ اس دم گھٹنے اور اندھیری کی جگہ سے' اس فضائے بسیط دنیا میں آنا۔ اسی لئے علماء فرماتے ہیں: دنیا کو برزخ سے وہی نسبت ہے جو رحم مادر کو دنیا سے' پھر برزخ کو آخرت سے یہی نسبت ہے جو دنیا کو برزخ سے۔

اب اسی عالم برزخ اور دنیا کے علوم و ادراکات کا فرق سمجھ لیجئے' وہی نسبت چاہئے جو شکم مادر میں رہنے والے بچے کے علم کو علم اہل دنیا سے ہے۔

مثلاً مندرجہ ذیل امور

واقعی روح طائر (پرندہ) ہے اور بدن قفس (پنجرہ) اور علم پرواز۔ پنجرے میں پرند کی پرفشانی (اڑان) کتنی؟ ہاں جب کھڑکی سے باہر آیا' اس وقت اس کی جولانیاں قابل دید ہیں۔ مثلاً:

1- بعد انتقال عقل و ہوش بدستور رہنا۔
2- روح کا پس از مرگ آسمانوں پر جانا۔
3- اپنے رب کے حضور سجدے میں گرنا۔
4- فرشتوں کو دیکھنا۔
5- ان کی باتیں سننا۔
6- ان سے باتیں کرنا۔
7- اپنے منازل جنت کا پیش نظر رہنا۔
8- ملائکہ کا ان کے پاس تحفے لانا۔
9- ان کی مزاج پرسی کو آنا۔
10- نیک ہمسایوں سے نفع پانا۔
11- بد ہمسایوں سے ایذا اٹھانا۔
12- زندوں کے اعمال انہیں سنائے جانا۔
13- نیکیوں پر خوش ہونا۔
14- برائیوں پر غم کرنا۔
15- پسماندوں کے لئے دعائیں مانگنا۔
16- ان کے ملنے کا مشتاق رہنا۔
17- روحوں کا باہم ملنا جلنا۔
18- اگلے اموات کا مردہ نو کے استقبال کو آنا۔

Scanned with CamScanner

19- مسلمانوں کا سبز یا سپید پرندوں کے روپ میں جہاں چاہنا اڑتے پھرنا۔

20- جنت کے پھل پانی کھانا پینا۔

21- سونے کی قندیلوں میں عرش کے نیچے بسیرا لینا۔ وغیرہا بہت سے امور جو بے شمار احادیث و آثار سے ثابت ہیں۔ (حیات الموات تلخیصاً)

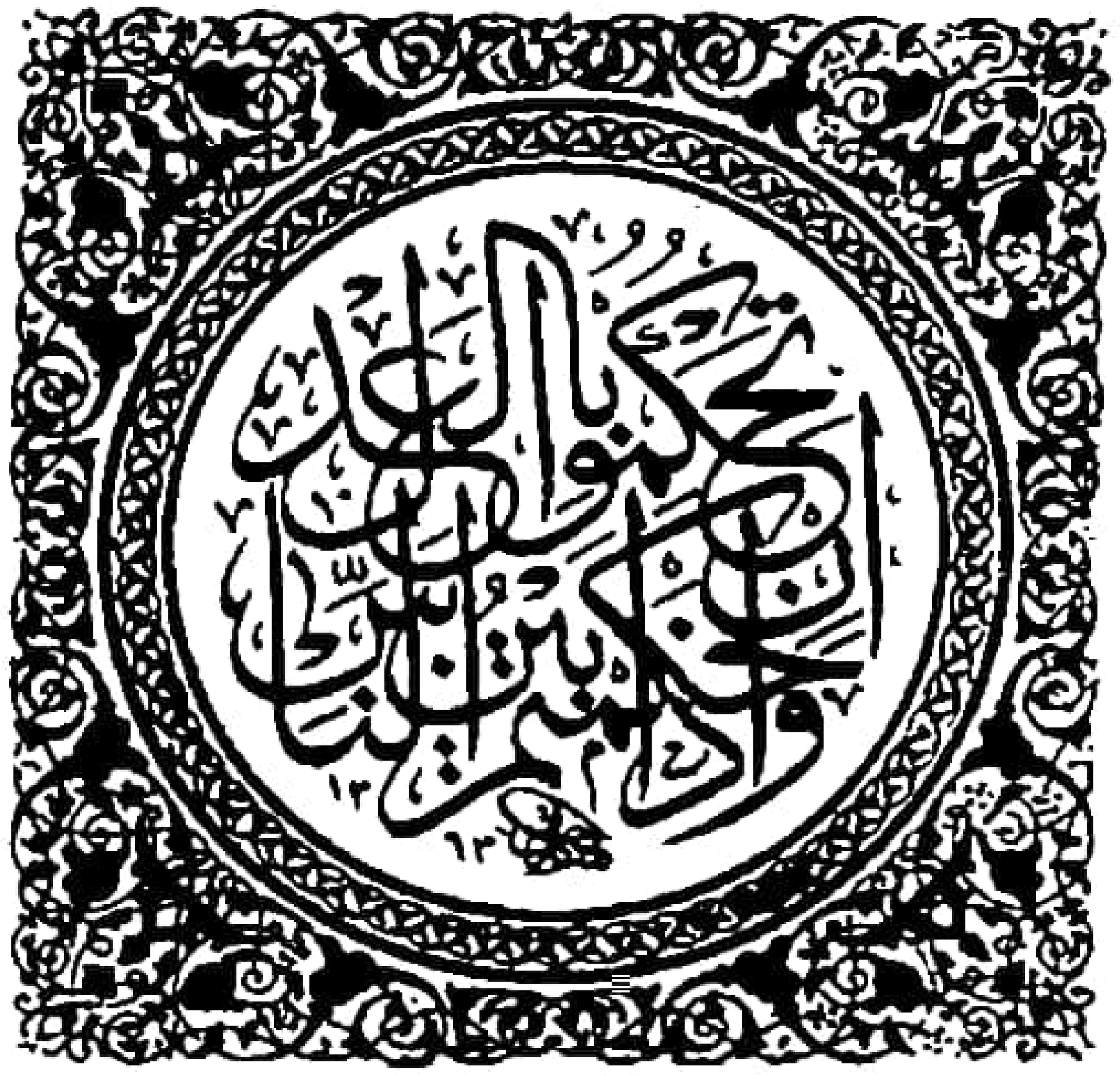

(170)

سخاوت دشمن کو بھی محبوب بنا دیتی ہے

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک سال میں حج کرنے کے لئے مکہ معظمہ پہنچا۔ حطیم میں مجھے نیند آ گئی۔ سو گیا تو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا: ''عبداللہ! بغداد واپس جاؤ گے تو فلاں محلہ میں بہرام مجوسی کو ڈھونڈ کر میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ اللہ تعالیٰ تم پر بہت راضی ہے۔''

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے اٹھتے ہی لاحول پڑھی اور سوچا کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ رسول عربی کہاں اور مجوسی کہاں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجوسی کو سلام کیسے کہہ سکتے ہیں؟ میں نے وضو کیا' نماز پڑھی اور کعبہ کے چند چکر لگائے۔ نیند نے پھر غلبہ کیا اور میں سو گیا۔ خواب میں پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ وہی حکم دیا۔ حج سے فارغ ہوتے ہی بغداد پہنچا۔ مطلوبہ محلّہ اور گھر تلاش کیا۔ گھر میں ایک عمر رسیدہ شخص کو دیکھ کر میں نے پوچھا:

''بہرام مجوسی آپ ہیں کیا؟'' ''جی ہاں! کہئے کیا ارشاد ہے؟''

''بہرام! آپ نے زندگی میں کوئی ایسا عمل کیا ہے جس پر آپ کا دل مطمئن ہو کہ یہ نیکی ہے؟'' ''جی ہاں! ایک عمل کیا تھا۔''

''تو فرمائیے وہ کون سا عمل تھا؟''

سنئے! میرے ہاں چار بیٹیاں اور چار ہی بیٹے پیدا ہوئے۔ میں نے اپنے بیٹوں کا

نکاح بیٹیوں سے کر دیا۔ یہ میری عظیم نیکی ہے۔ کیا یہ نیکی ہے؟ یہ تو پاپ ہے کہ بھائی کی شادی بہن سے کر دی جائے۔ اچھا چھوڑیے اس بات کو! اس کے علاوہ بھی کوئی نیک عمل ہے تو بتائیے؟ تو سنئے ایک اور نیکی! میری ایک بیٹی رشکِ قمر اور غیرت آفتاب تھی۔ مجھے اس کا ہمسر کوئی لڑکا نہ مل سکا تو میں نے اس کے ساتھ خود نکاح کر لیا۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ، ستم بالائے ستم۔

مجوسی کس طرح مقبول ہو گیا؟

سنو تو سہی! ابھی بات ادھوری ہے۔ اپنی بیٹی سے شادی کرتے ہی میں نے دعوت ولیمہ کی۔ اس دعوت میں ایک ہزار مجوسی شریک ہوئے۔ ذرا سوچ کر بتائیے کہ ان کے علاوہ بھی آپ نے کوئی نیکی کی ہے؟ سنو! بہرام نے کہا: اپنی بیٹی کے ساتھ شب عروسی گزار رہا تھا کہ ایک مسلمان عورت چراغ جلانے کے لئے آئی۔ میں نے اس کو چراغ جلا کر دے دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بجھا ہوا چراغ لے کر پھر آ گئی۔ میں نے پھر جلا دیا۔ چند لمحے بھی نہ گزر پائے تھے کہ وہ پھر آ گئی۔ میں نے سوچا کہ یہ عورت کہیں چوروں کی جاسوس نہ ہو۔ میں دبے پاؤں اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو گئی۔ ماں کو دیکھ کر اس کی چھوٹی بچیاں رونے لگیں اور پوچھنے لگیں:

''ماں! کچھ کھانے کے لئے لائی ہو؟ بھوک سے برا حال ہو رہا ہے، اب تو صبر کے بندھن ٹوٹ رہے ہیں۔'' عورت بولی:

''دست سوال پھیلانے سے مجھے شرم آتی ہے، خدا کے سوا غیر سے کیسے مانگوں؟ غیر بھی بہرام مجوسی جو پہلے ہی خدا کا دشمن ہے۔'' حضرت عبداللہ بن مبارک بہرام کی باتیں سن رہے تھے۔

جب کرم ہوتا ہے حالات بدل جاتے ہیں

بہرام نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا:

''میں الٹے پاؤں گھر آیا۔ ایک طبق میں اشیائے خورد و نوش بھر کر لایا۔ بھوکے

بچوں کو میں نے خود کھانا کھلایا؟'' بہرام نے بات ختم کر لی تو عبداللہ بن مبارک نے اپنا خواب سنا کر فرمایا: ''بے شک اللہ کے ہاں یہ بڑی نیکی ہے۔ بہرام! مبارک ہو کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تم پر سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ خدا تم پر راضی ہے۔''

''میں اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام! اللہ اکبر۔''

یہ کہا اور بہرام غش کھا کر گر پڑا۔ اس کی زبان سے کلمہ شہادت جاری ہو گیا۔ عین اسی لمحے بہرام کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: میں نے خود بہرام کو غسل دیا۔ کفن پہنایا، جنازہ پڑھایا اور سپرد خاک کر دیا۔

عبداللہ بن مبارک اکثر فرمایا کرتے تھے: ''سخاوت کیا کرو کہ سخاوت دشمن کو محبوب کے درجہ پر فائز کر دیتی ہے۔'' (حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بحوالہ نورانی حکایات)

(171)

حقیقت وصورت کا جمال

ابن جوزی کہتے ہیں میں نے اپنے مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ کو دیکھا کہ وہ اپنی محبت وقرب کے لئے کامل کو پسند کرتا ہے۔ میری مراد نقوش کا حسن نہیں صورت کا کمال اعتدال ہے اور معتدل شی حسن سے خالی نہیں ہوتی اور حسن باطن مزید برآں ہو جاتا ہے اور وہ کمال اخلاق ہے اور غلاظتوں کا زوال، پس اس کے باطن میں کوئی فساد اور خباثت نہیں ہوتی اور باطن بھی ایسا ہی حسین ہو جاتا ہے جیسا کہ ظاہر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو بھی دیکھتا تھا، محبت کرتا تھا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم چودھویں کے چاند کی مانند تھے اور ولی کبھی سانولے رنگ کا ہوتا ہے لیکن وہ حسین صورت اور لطیف خوبیوں والا ہوتا ہے۔ بس انسان جس قدر حسن صورت وکمالات رکھتا ہے اسی قدر اس کے اعمال ہوتے ہیں اور بارگاہِ قدس کا قرب ان کی وجہ سے ہوتا ہے۔ بعض یوں جیسے دروازے کا خادم اور بعض دربان کی طرح اور بعض مقربین ہوتے ہیں اور کمال میں پورا اترنے والے خال خال ہوتے ہیں۔ ممکن ہے پوری صدی میں کوئی ایک ہی ہو۔ یہ اس کا ذکر ہے جو محنت سے حاصل ہوتے ہیں بلکہ محنت ومشقت ان کی برکت سے ملتی ہے اس لئے کہ جب کمالات آتے ہیں تو اپنی کمی کے بقدر محنت پر آمادہ کرتے ہیں۔ دراصل یہاں کوئی حیلہ نہیں چلتا بلکہ فطرت وجبلت ہے کہ جب وہ کسی امر کے لئے تیرا ارادہ کرلے تو اس کے لئے تجھے تیار بھی کرتا ہے۔ (صید الخاطر)

(172)

احمق کون؟

ایک شخص کو سوندھی سوندھی مٹی کھانے کی عادت پڑ گئی تھی۔ اس نے یہ عادت بد چھوڑنے کی بڑی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا۔ بہت دفعہ ارادہ کیا کہ اب ہرگز ہرگز مٹی نہ کھاؤں گا مگر جونہی خوشبودار مٹی کا ڈھیلا کہیں دکھائی دیتا، صبر وضبط کی باگ ہاتھ سے نکل جاتی۔ ایک مرتبہ یہ شخص پنساری کی دکان پر مصری اور قند خریدنے گیا۔ پنساری اس کی عادت سے واقف اور بڑا چالاک تھا۔ اس کے ترازو کا باٹ بھی پتھر کے بجائے مٹی کے ڈھیلے کا تھا۔ اس نے اس شخص کو دیکھتے ہی کہا:

"میاں، میرے پاس مصری بھی اعلیٰ درجے کی ہے اور بہترین شکر بھی موجود ہے، مگر یہ بتادوں کہ میرے ترازو میں وزن کرنے کا باٹ پتھر کا نہیں، مٹی کا ہے بعد میں نہ کہنا کہ میں نے دھوکا دیا۔" مٹی کھانے والے نے جواب دیا "بھئی، مجھے تو نفیس مصری اور عمدہ قند کی ضرورت ہے۔ تیرے ترازو کا باٹ پتھر کا ہو خواہ لوہے کا، مجھے اس سے غرض نہیں۔"

اتنے میں اس کی نظر مٹی کے اس ڈھیلے پر پڑی جو پنساری کے ترازو کے پلڑے میں پڑا ہوا تھا۔ ڈھیلا دیکھتے ہی اس کا جی للچانے لگا اور بے وقوف کے منہ میں پانی بھر آیا۔ ادھر پنساری مصری اور قند لینے کے لئے دکان کے اندرونی حصے میں چلا گیا۔ وہ پیٹھ موڑے قند توڑ رہا تھا، ادھر یہ مٹی کھاؤ شخص ترازو کے ڈھیلے میں سے ٹکرے توڑ توڑ کر کھا رہا تھا۔ ڈرتا اور جھجکتا بھی جاتا تھا کہ کہیں پنساری اسے ڈھیلا کھاتے نہ دیکھ لے۔

Scanned with CamScanner

مٹی کھانے والا

پنساری بھی بڑا کائیاں تھا۔ وہ اسے کن اکھیوں سے دیکھتا اور اپنے جی میں کہتا رہا' سبحان اللہ! ایسا احمق بھی کہیں دیکھا نہ سنا۔ ارے بے وقوف' تو نے تو بڑے بڑے چوروں کو مات کر دیا۔ ترازو کے ڈھیلے کا وزن کھا کھا کر کم کیا تو میرا کیا بگڑا؟ کم بخت تو نے اپنا ہی کچھ گنوایا۔ پھر اپنی حماقت کے باعث ڈر بھی رہا تھا کہ میں تجھے کہیں ڈھیلا کھاتے نہ دیکھ لوں اور یہاں مجھے خدشہ ہے کہ کہیں تو کم نہ کھائے۔ بے شک میں اپنے دھندے میں لگا ہوا ہوں' لیکن تجھ جیسا احمق نہیں ہوں کہ تجھے قند اور مصری زیادہ لے جانے دوں۔ جب تو گھر جا کر قند اور مصری کا وزن کرے گا تب تجھے اصل حقیقت کا پتہ چلے گا کہ بے وقوف کون تھا اور عقل مند کون۔ (مثنوی شریف)

(173)

حضرت ابوقلابہ بصری تابعی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابوقلابہ بصری رحمۃ اللہ علیہ کہ تابعی ثقہ فاضل رجال صحاح ستہ سے ہیں۔ ان سے مروی ہے کہ ملک شام سے بصرہ کو آتا تھا۔ رات کو خندق میں اترا۔ وضو کیا۔ دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو رہا۔ جب جاگا تو ناگاہ سنا کہ صاحب قبر شکایت کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ تو نے رات بھر مجھے ایذا پہنچائی۔

اور ابن مینا تابعی سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں ''میں مقبرے میں گیا۔ دو رکعت پڑھ کر لیٹ رہا۔ خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سنا صاحب قبر کہتا ہے قُمْ فَقَدْ آذَيْتَنِيْ اٹھ کہ تو نے مجھے ایذا دی۔''

یونہی مروی ہے کہ کسی شخص نے ایک قبر پر پاؤں رکھا۔ قبر سے آواز آئی ''اپنی طرف ہٹ اے شخص میرے پاس سے اور مجھے ایذا نہ دے۔''

حضرت سیدی ابوالحسن احمد نوری مارہری قدس سرہ العزیز نے فرمایا: ''ہمارے بلاد میں مارہرہ مطہرہ کے قریب ایک جنگل میں گنج شہیداں ہے۔ کوئی شخص اپنی بھینس لئے جاتا تھا۔ ایک جگہ زمین نرم تھی۔ ناگاہ بھینس کا پاؤں جا رہا۔ معلوم ہوا یہاں قبر ہے۔ قبر سے آواز آئی اے شخص تو نے مجھے تکلیف دی۔ تیری بھینس کا پاؤں میرے سینہ پر پڑا۔''

قبر والے کو ایذاء پہنچانا

فائدہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مردے کو قبر میں بھی اس بات سے

ایذا ہوتی ہے جس سے گھر میں اسے اذیت ہوتی۔'' نیز فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کہ مردے کی ہڈی توڑنا اور اسے ایذا پہنچانا ایسا ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا۔

اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے اس سے تکیہ لگانے اور قبرستان میں جوتا پہن کر چلنے والوں کو منع فرمایا۔

اور علمائے کرام نے اس خیال سے کہ قبور پر پاؤں نہ پڑے گورستان میں جو راستہ جدید نکالا گیا ہو اس میں چلنے کو حرام بتایا اور حکم دیا کہ قبر پر پاؤں نہ رکھیں بلکہ اس کے پاس نہ سوئیں بلکہ زیارت میں بھی وہاں نہ بیٹھیں (ممکن ہے کہ کوئی قبر ہو) بلکہ بہتر یہ ہے کہ بلحاظ ادب (کہ اوروں کی قبریں پامال نہ ہوں) دور ہی سے زیارت کر آئیں اور قبرستان کی خشک گھاس، اگرچہ جانوروں کو کھلانا جائز فرمایا۔ یوں کہ یہاں سے کاٹ کر لے جائیں نہ کہ جانوروں کو مقابر میں چرائیں۔

اور تصریح فرمائی کہ مسلمان کی عزت مردہ زندہ برابر ہے اور یہ کہ جس بات سے زندوں کو تکلیف پہنچتی ہے مردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں اور انہیں تکلیف دینا حرام۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ''فاجر معلن کے فسق و فجور کا اس کی زندگی میں اعلان کیا جائے تاکہ لوگ اس سے احتراز کریں۔'' اور بعد موت سنی مسلمان (کہ محاورۂ قرآن و حدیث میں مومن و مسلم، خاص اہلسنّت کو کہتے ہیں) کیسا ہی فاسق فاجر ہوا اس کے لئے برا کہنے اور اس کی برائیاں ذکر کرنے سے منع فرمایا: وہ اپنے کئے کو پہنچ گیا، تو وہ جو وہابیہ کے گمراہ کن فتاویٰ کی آڑ میں، مسلمانوں کے قدیم گورستان کی قبروں کو کھود کر اپنے رہنے کے لئے مکانات بنانے کا سلسلہ چل پڑا ہے۔ اس میں یقیناً قبور مسلمین بلکہ اموات مسلمین کی توہین واہانت ہے۔

یہ قبروں کی توہین ہے

قبور کو کھود کر جب ان پر رہنے کا مکان بنایا گیا تو اس میں وہ سب امور موجود ہیں جن سے یقیناً اہل قبور کی توہین ہوتی ہے جو ہرگز ہرگز ہمارے حنفی مذہب میں جائز نہیں

ہے۔ جب مکان سکونت بنایا گیا تو چلنا پھرنا بیٹھنا لیٹنا، قبور کو پاؤں سے روندنا، ان پر پاخانہ پیشاب جماع سب ہی کچھ ہوگا اور کوئی دقیقہ بے حیائی اور اموات مسلمین کی ایذاء رسانی کا باقی نہ رہے گا۔ والعیاذ باللہ رب العالمین (اہلاک الوہابیین)۔

(اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

(174)

جو کسی کے لئے کنواں کھودے!

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے جب ڈنکے بجنے لگے تو ابوجہل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ اپنے مکان کے دروازہ پر ایک کنواں کھودوں۔ کنویں کے منہ کو گھاس اور مٹی سے ڈھانپ دوں اور خود بیمار بن کر لیٹ جاؤں۔ میری علالت کی خبر سن کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لئے ضرور آئیں گے۔ اس طرح وہ کنویں میں گر پڑیں گے تو ہم فوراً کنواں کو مٹی سے بھر دیں گے۔ اس طرح معاذ اللہ مٹی تلے دب کر شہید ہو جائیں گے۔

کفار کو یہ تجویز بہت پسند آئی۔ ابوجہل نے تجویز کے مطابق کنواں کھودا اور خود بیمار بن کر لیٹ گیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا کہ ابوجہل سخت بیمار ہے تو اپنے خلق عظیم کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوجہل کی خبر گیری کے لئے تشریف لے گئے۔ ابوجہل کے دروازہ پر پہنچے تو جبرائیل امین علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا:

''یارسول اللہ! ابوجہل لعین نے آگے کنواں کھود رکھا ہے۔ آپ واپس تشریف لے جایئے۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے۔ ابوجہل کو جب معلوم ہوا کہ آپ واپس جا رہے ہیں تو اس ''بیمار'' نے بستر سے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور تیزی سے دوڑا تا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر کنویں میں دھکیل دے۔ جلدی بازی میں وہ خود کنویں میں گر پڑا۔

ابوجہل کا منصوبہ ناکام ہوگیا

کفار نے بہت چارا کیا لیکن ابوجہل کو نہ نکال سکے۔ انہوں نے رسہ ڈال کر نکالنا چاہا لیکن ناکام رہے۔ آخر کنویں کی تہہ سے ابوجہل پکارا ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا لاؤ' اس قعرِ مذلت سے وہی نکال سکتے ہیں۔'' کفار نے بلایا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ منڈیر پر کھڑے ہو کر آپ نے فرمایا: ''اس کنویں سے اگر تمہیں نکال باہر کروں تو کیا توحید و رسالت پر ایمان لے آؤ گے؟'' ''ضرور ضرور کیوں نہیں؟''

ابوجہل کنویں کی تہہ سے پکارا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ آگے بڑھایا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک ابوجہل تک جا پہنچا۔ اسے پکڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنویں سے باہر لا ڈالا۔ باہر آ کر ابوجہل بولا:

''آپ سے بڑا جادوگر میں نے آج تک نہیں دیکھا۔'' معاذ اللہ

(نورانی حکایات ترجمہ قلیوبی)

Scanned with CamScanner

(175)

عقل کے مدعی

ابن جوزی لکھتے ہیں میں نے ان لوگوں کو دیکھا جو عقل کے مدعی ہیں اور خالق کی حکمت پر اعتراض کرتے ہیں۔ مناسب ہے کہ انہیں یہ کہا جائے کہ جس عقل وفہم کے ذریعہ تم اس کی حکمت پر اعتراض کرتے ہو کیا وہ اسی کی عطا نہیں؟ بھلا کیا اس نے تمہیں تو کمال دے دیا اور اپنے لئے نقص کو پسند کیا ہے؟ یہ کفر محض ہے جو قباحت میں انکار سے بڑھ کر ہے۔ ان سب کا امام ابلیس ہے جس نے اپنی عقل سے دیکھ کر کہ آگ کا جوہر مٹی کے جوہر سے افضل ہے، خالق کی حکمت کو رد کر دیا اور بہت سے معترضین اسی ڈگر پر چل رہے ہیں جیسے ابن الراوندی البصری اور یہ مصری ملعون جو کہتا ہے کہ حجاج کو کم عقلی کا طعنہ کیسے دے سکتے ہیں جبکہ زمانے کے افعال اس سے بھی برے ہیں۔ تیرا کیا خیال ہے کہ وہ اس زمانے کو کہہ رہا ہے؟ ہرگز نہیں کیونکہ اوقات کا مرور (گزرنا) تو کوئی فعل نہیں کرتا۔ یہ تو ذات باری پر تعریض ہے (معاذ اللہ) اور وہ راحت حاصل کرنے کے خیال سے موت کے جلد آنے کی خواہش رکھتا تھا۔ لوگوں کو نکاح اور عبادات چھوڑنے کی تلقین کرتا تھا۔ خلق کائنات میں سوا مشقت وتھکاوٹ کے کسی حکمت کا قائل نہ تھا (معاذ اللہ) ابدان کے بوسیدہ ہو کر ختم ہو جانے کا قائل تھا۔ اگر اس کی بات کو مان لیا جائے تو خلق کا عبث (بے مقصد) ہونا لازم آتا ہے اور حق تعالیٰ عبث سے منزہ اور پاک ہیں۔ ارشاد باری ہے وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا کہ ہم نے زمین وآسمان اوران کے مابین جو کچھ ہے بے مقصد پیدا نہیں کیا۔

ایسی رسوائی سے خدا کی پناہ

بھلا وہ چیزیں جو ہمارے لئے بنائی گئیں جب وہ عبث نہیں تو خود ہم جو اس کی معرفت کے مورد ومحل ہیں اس کے احکام کا مظہر ہیں ہم عبث بنائے گئے ہیں؟ ایسی جہالتیں ان لوگوں سے پھوٹتی ہیں جو عقول کے ان فیصلوں کو دیکھتے ہیں جن میں صرف ظاہر پر حکم ہوتا ہے مثلاً ایک عمارت کو دیکھا جو توڑی جا رہی ہے اور عقل محض اتنا دیکھ کر حکمت کو نہیں مان سکتی اور اگر حکمت اسے بتا دی جائے تو اسی کو درست کہے گی جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو کشتی توڑنے اور بچہ کو قتل کی حکمت بتائی گئی تھی اور یہ بات عام ہے کہ حیوان کے ذبح کرنے میں روٹی کو ٹکڑے کرنے میں، کھانے کو چبانے میں بظاہر کوئی فائدہ معلوم نہیں ہوتا اور جب یہ معلوم ہو جائے کہ وہ اس بدن کی غذا بنتی ہے جو جانور سے اعلیٰ ہے تو یہی فعل اچھا لگے گا۔ کیا عجب ہے کہ وہ عقول جو مخلوقات کے افعال کی حکمت جاننے سے عاجز آ جاتی ہیں وہ خالق کے افعال میں اعتراض کرتی ہیں اور اس حکیم مطلق کی طاعت کے وجوب کا فیصلہ نہیں دیتیں۔ ایسی رسوائی سے خدا کی پناہ۔ (صید الخاطر)

(176)

بدآواز موذن

دوستو! ایک حکایت بیان کرتا ہوں۔ اسے گوش ہوش سے سنو' لیکن اس کے ظاہر پر نہ جانا' باطن پر غور کرنا۔ ایک موذن نہایت بدآواز تھا لیکن اسے یہ خوش فہمی تھی کہ اس کی آواز بے حد سریلی اور میٹھی ہے۔ ہر صبح' ہر رات حلق پھاڑ پھاڑ کر اذان دیتا یہاں تک کہ سننے والے متوحش ہو ہو کر اپنا سر تھام لیتے۔ بچے اپنے بستروں میں اس کی کرخت آواز سن کر مارے ڈر کے اچھل اچھل پڑتے اور راہ گیر کانوں میں انگلیاں دے لیتے۔ غرض مرد' عورت' بڈھے' جوان سب کی جان ضیق (تنگی) میں تھی۔ بارہا اسے لوگوں نے نرمی سے سمجھایا کہ تیری آواز اس قابل نہیں کہ تو اذان دے۔ ایسی کرخت اور بھیانک آواز سے اذان دینا شریعت میں منع کیا گیا ہے۔ مگر وہ بے وقوف ایک نہ سنتا۔ برابر لوگوں کو اپنی کریہہ آواز سے پریشان دماغ کئے جاتا۔ آخر تنگ آ کر لوگوں نے طے کیا کہ کچھ رقم چندہ کر کے موذن کے حوالے کریں اور درخواست کریں کہ یہ مال لے لے اور یہاں سے چلا جا۔ چنانچہ سب محلے والوں نے ایک بڑی رقم کی تھیلی اس کے حوالے کی اور کہا اے موذن ہم سب نے بہت دن تیری آواز سے راحت و آرام پایا۔ اب تیری مہربانی اور کرم کا ہمیں تحمل نہیں رہا۔ یہ حقیر مال حاضر ہے۔ اسے قبول کر اور ہمارا پیچھا چھوڑ۔

انہی دنوں ایک قافلہ حج کو جا رہا تھا۔ موذن بھی رقم کی تھیلی کمر سے باندھ کر اس قافلے میں شامل ہو گیا۔ اتفاق سے سفر کی پہلی منزل ہی میں قافلہ ایک ایسی بستی میں رکا جہاں کوئی مسلمان نہ تھا۔ عشا کا وقت ہوا تو اس موذن نے جو اپنی آواز پر والا و شیدا تھا'

یکایک اذان دینی شروع کی۔ لوگوں نے اسے منع بھی کیا کہ یہ کافروں کی بستی ہے۔ یہاں اذان دینا ٹھیک نہیں۔ مبادا وہ فساد پر آمادہ ہوں لیکن حسب عادت اس خر دماغ نے ایک نہ سنی اور ایسی کرخت آواز میں اذان دی کہ قبروں سے مردے بھی اٹھ کھڑے ہوں۔ قافلے والے ڈر رہے تھے کہ اب ضرور کوئی فتنہ برپا ہوا چاہتا ہے کہ اتنے میں ایک کافر ہاتھ میں شمع لئے' حلوے کا طبق اور نفیس کپڑے کا جوڑا لے کر آیا اور قافلے کے اندر آتے ہی پوچھا: وہ خوش آواز موذن کہاں ہے؟ میں اس کی ملاقات کو آیا ہوں اور یہ حقیر تحفہ اس کے لئے ہے۔ قافلے والوں کو اس کی یہ بات سن کر حیرت ہوئی۔ پوچھنے لگے کہ جناب' اس کی آواز تو بڑی بھیانک ہے۔ ہمارے منع کرنے کے باوجود اس نے اذان دے دی۔ ہمیں اس کا افسوس ہے۔ کافر مسکرا کر کہنے لگا:

اور کافر حلوہ و پوشاک لے کر حاضر ہو گیا

"نہیں مجھے خوشی ہے۔ اب اصل قصہ سنو۔ میری اکلوتی لڑکی ہے' نہایت حسین و جمیل اور نازک دماغ۔ بہت مدت سے اس کے دماغ میں یہ سودا تھا کہ مسلمان ہو جائے۔ میں نے ہزار کوشش کی کہ وہ اس ارادے سے باز رہے لیکن کوئی کوشش کامیاب نہ ہوئی۔ اسلام لانے کی خواہش روز بروز تیز ہوتی چلی گئی۔ اس سبب سے میں ہمیشہ پریشان اور خوف زدہ رہتا تھا کہ اگر یہ لڑکی ہاتھ سے نکل گئی تو کیا ہو گا؟ اس موذن کی آواز نے وہ کام کر دکھایا جو ہزار نصیحتیں بھی نہ دکھا سکی تھیں۔ لڑکی نے اذان کی آواز سن کر پوچھا یہ مکروہ آواز کیسی ہے جو چاروں طرف سے کانوں میں آ رہی ہے اور دماغ پر ہتھوڑے کی طرح بج رہی ہے؟ اس کی ماں نے جواب دیا یہ اذان کی آواز ہے۔ مسلمانوں میں نماز کی اطلاع دینے کا یہی طریقہ مقرر ہے۔ میری لڑکی کو اپنی ماں کی بات کا یقین نہ آیا تو اس نے مجھ سے پوچھا۔ میں نے اس بات کی تصدیق کی۔ تب کہیں لڑکی کو یقین ہوا کہ واقعی یہ مسلمانوں کی اذان

Scanned with CamScanner

کی آواز ہے۔ یہ یقین آتے ہی خوف سے اس کا رنگ زرد پڑ گیا اور اس نے اسی وقت طے کر لیا کہ وہ اسلام قبول نہیں کرے گی۔ اب میں اس مؤذن کا احسان مند ہوں اور شکریے کے طور پر یہ نذرانہ اس کے لئے لایا ہوں۔''

اتنے میں وہ بدآواز مؤذن بھی آ گیا۔ کافر نے اس سے کہا: ''جناب آپ تو میرے محسن ہیں، آج وہ احسان مجھ پر کیا ہے کہ ساری زندگی کو آپ کا غلام ہو گیا ہوں۔ اگر میرے قبضے میں کسی ملک کی بادشاہت ہوتی تو آپ کو اشرفیوں میں تول دیتا۔

(مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ)

(177)

درود پاک پڑھنے والے کی شان

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ بعض تواریخ سے نقل کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص بہت گنہگار تھا۔ جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کو ویسے ہی زمین پر پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی بھیجی کہ اس کو غسل دے کر اس پر جنازہ کی نماز پڑھیں۔ میں نے اس شخص کی مغفرت کر دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: یا اللہ! یہ کیسے ہو گیا؟ اللہ جل شانہ نے فرمایا: اس نے ایک دفعہ توراۃ کو کھولا تھا، اس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دیکھا تھا تو اس نے ان پر درود پڑھا تھا تو میں نے اس کی وجہ سے اس کی مغفرت کر دی۔

یارب صل وسلم دائماً ابداً ۔ علیٰ حبیبك خير الخلق كلهم .

(فضائل درود شریف، 99)

☆......شیخ المشائخ حضرت شبلی نور اللہ مرقدہ سے نقل کیا گیا ہے کہ میرے پڑوس میں ایک آدمی مر گیا۔ میں نے اس کو خواب میں دیکھا، میں نے اس سے پوچھا کیا گزری؟ اس نے کہا: شبلی بہت ہی سخت سخت پریشانیاں گزریں اور مجھ پر منکر نکیر کے سوال کے وقت گڑبڑ ہونے لگی۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یا اللہ یہ مصیبت کہاں سے آ رہی، کیا میں اسلام پر نہیں مرا؟ مجھے ایک آواز آئی کہ یہ دنیا میں تیری زبان کی بے احتیاطی کی سزا ہے۔ جب ان دونوں فرشتوں نے میرے عذاب کا ارادہ کیا تو تو فوراً ایک نہایت حسین شخص میرے اور ان کے درمیان حائل ہو گیا۔ اس میں سے نہایت ہی بہتر

Scanned with CamScanner

خوشبو آ رہی تھی۔ اس نے مجھ کو فرشتوں کے جوابات بتا دیئے۔ میں نے فوراً کہہ دیئے۔ میں نے ان سے پوچھا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے‘ آپ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا: میں ایک آدمی ہوں جو تیرے کثرت درود سے پیدا کیا گیا ہوں‘ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں ہر مصیبت میں تیری مدد کروں۔

یارب صل وسلم دائماً ابداً ۔ علیٰ حبیبك خیر الخلق کلھم ۔

(فضائل درود شریف'99)

☆......حضرت سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ‘ حضرت حلف رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میرا ایک دوست تھا جو میرے ساتھ حدیث شریف پڑھا کرتا تھا۔ اس کا انتقال ہوگیا۔ میں نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ نئے سبز کپڑوں میں دوڑتا پھر رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ تو حدیث شریف پڑھنے میں تو ہمارے ساتھ تھا‘ پھر یہ اعزاز واکرام تیرا کس بات پر ہو رہا ہے؟ اس نے کہا: حدیثیں تو میں تمہارے ساتھ ہی لکھا کرتا تھا لیکن جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک حدیث شریف میں آتا‘ میں اس کے نیچے صلی اللہ علیہ والہ وسلم لکھ دیتا تھا۔ اللہ جل شانہ نے اس کے بدلہ میں میرا یہ اکرام فرمایا جو تم دیکھ رہے ہو۔

یارب صل وسلم دائماً ابداً ۔ علیٰ حبیبك خیر الخلق کلھم ۔

(فضائل درود شریف'101)

لکھنے میں درود شریف کا اہتمام

ابوسلیمان محمد بن الحسین حرانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمارے پڑوس میں ایک صاحب تھے کہ جن کا نام فضل تھا‘ بہت کثرت سے نماز‘ روزہ میں مشغول رہتے تھے۔ انہوں نے بیان کہ میں حدیث شریف لکھا کرتا تھا لیکن اس میں درود شریف نہیں لکھتا تھا۔ وہ کہتے ہیں: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تو میرا نام لکھتا ہے یا لیتا ہے تو درود شریف کیوں نہیں

پڑھتا؟ (اس کے بعد انہوں نے درود کا اہتمام شروع کر دیا) اس کے کچھ دنوں بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تیرا درود میرے پاس پہنچ رہا ہے‘ جب میرا نام لیا کرے تو صلی اللہ علیہ وسلم کہا کر۔

یارب صل وسلم دائماً ابداً ۔ علیٰ حبیبك خیر الخلق کلھم ۔

(ایضاً)

درود کے ساتھ سلام بھی

ابراہیم نسفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم کی خواب میں زیارت کی تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ اپنے سے منقبض پایا تو میں نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں تو حدیث شریف کے خدمتگاروں میں ہوں‘ اہل سنت سے ہوں‘ مسافر ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا: جب تو مجھ پر درود بھیجتا ہے تو سلام کیوں نہیں بھیجتا۔ اس کے بعد سے میرا معمول ہوگیا کہ میں صلی اللہ علیہ والہ وسلم لکھنے لگا۔

یارب صل وسلم دائماً ابداً ۔ علیٰ حبیبك خیر الخلق کلھم ۔

(ایضاً)

☆......ابن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا: اللہ تعالیٰ شانہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرما دی۔ میں نے پوچھا کس عمل پر؟ انہوں نے فرمایا: ہر حدیث شریف میں‘ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف لکھا کرتا تھا۔

یارب صل وسلم دائماً ابداً ۔ علیٰ حبیبك خیر الخلق کلھم ۔

(ایضاً)

Scanned with CamScanner

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول:

ابن بنان اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ میں نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! محمد بن ادریس یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی اولاد ہیں۔ (چچا کی اولاد اس وجہ سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہاشم پر جا کر ان کا نسب مل جاتا ہے۔ وہ عبد یزید ابن ہاشم کی اولاد میں ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خصوصی اکرام ان کے لئے فرمایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' ہاں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ قیامت میں اس کا حساب نہ لیا جائے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ اکرام ان پر کس عمل کی وجہ سے ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے اوپر درود ایسے الفاظ کے ساتھ پڑھا کرتا تھا کہ جن الفاظ کے ساتھ کسی اور نے نہیں پڑھا تھا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کیا الفاظ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كلما ذكره الذاكرون وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كلما غفل عن ذكره الغافلون .

يارب صل وسلم دائماً ابداً . عليٰ حبيبك خير الخلق كلهم .

(ایضاً)

(178)

ایک حسین و پاکیزہ شرط

حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا جب امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں تو چونکہ ان عابدہ زاہدہ صالحہ پاک بی بی کو مسجد کریم مدینہ طیبہ سے عشق تھا اس لئے قبل نکاح امیر المومنین سے شرط کرائی کہ مجھے مسجد نبوی میں جانے سے نہ روکیں۔

اس زمانہ میں' عورتوں کو حاضریٔ مسجد کی قطعی ممانعت نہ تھی۔ اب اپنے اطراف و دیار میں حرام او قطعی ممنوع ہے' جوان تو جوان بوڑھیاں بھی روکی جائیں گی۔

غرض اس وجہ سے امیر المومنین نے ان کی شرط قبول فرمالی پھر بھی چاہتے یہی تھے کہ یہ مسجد نہ جائیں۔ یہ کہتیں "آپ منع فرمادیں' میں نہ جاؤں گی۔"

امیر المومنین بہ پابندیٔ شرط منع نہ فرماتے۔

امیر المومنین کے بعد حضرت سیّدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔ وہ منع فرماتے۔ یہ نہ مانتیں اور مسجد کریم کا عشق انہیں کشاں کشاں وہاں لے جاتا۔

ایک روز حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ تدبیر کی کہ عشاء کے وقت اندھیری رات میں ان کے جانے سے پہلے راہ میں کسی دروازے میں چھپ رہے اور مقصود ان تقیہ نقیہ پاک دامن صاف باطن کو عملی طور سے اس معنی پر متنبہ کرنا تھا کہ فتنہ وہی نہیں جو عورت کے دل سے' عورت کی طرف سے پیدا ہو۔ وہ بھی ہے اور اس سے سخت تر وہ جس کا دوسرے فساق و فجار' ناخدا ترسوں اور کج رفتاروں سے' عورت پر اندیشہ ہو' تو یہاں عورت کی پارسائی اور پاکدامنی کیا کام دے گی؟ اگرچہ وہ کیسی ہی صالحہ پارسا' خدا رسیدہ' خدا ترس

Scanned with CamScanner

ہو۔

بیوی کو مسجد جانے سے روکنے کا بہانہ

غرض جب یہ آئیں اس دروازے سے آگے بڑھی تھیں کہ انہوں نے نکل کر پیچھے سے ان کے سر مبارک پر ہاتھ مارا اور چھپ رہے۔ حضرت عاتکہ نے کہا: انا للہ فسد الناس۔ ہم اللہ کے لئے ہیں۔ لوگوں میں فساد آ گیا۔ یہ فرما کر مکان کو واپس آئیں اور پھر جنازہ ہی نکلا۔

فائدہ: قرآن کریم کی آیات کریمہ آج سے چودہ سو سال پیشتر اس حقیقت کو واضح فرما چکی ہیں کہ شرم وحجاب انسان کے لئے بالکل فطری اور طبعی چیز ہے۔ بے ستری و بے حجابی کی ہر کوشش، برہنگی و نیم برہنگی کی ہر ادا اور روش، خواہ وہ ظلمت کدۂ یورپ سے پھوٹے یا امریکی اور دوسرے غیر ملکی اداروں سے پھیلے بہر حال وحشی اور غیر مہذب قوموں اور ایام جاہلیت کے خانہ بدوشوں کی وحشت و خانہ بدوشی کا مظاہرہ ہے، جو انہیں آدمیت کے بلند مقام سے شیطنت و ابلیسیت کی پستی کی طرف لئے جا رہا ہے اور ان کی انسانیت کو درندگی میں تبدیل کر رہا ہے۔

خصوصاً عورتوں میں ''آزادیٔ نسواں'' کی آڑ میں ان ''بے حجابیوں'' اور ''بے پردگیوں'' کا پرورش پانا اور پروان چڑھنا ننگ انسانیت اور ننگ آدمیت ہے۔

دو طرح کی عورتیں دوزخ میں

صرف ایک حدیث شریف سن لیجئے: صحیح مسلم شریف میں مروی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دوزخیوں میں دو ایسی جماعتیں ہوں گی جنہیں میں نے (اپنے عہد مبارک میں) نہیں دیکھا۔ آئندہ ہوں گی) ان میں پہلی وہ عورتیں ہیں جو بظاہر پوشاک پہنتی ہیں مگر ننگی ہیں (کہ ایسی باریک پوشاک پہننا جس سے بدن کی رنگت جھلکے، نہ پہننے کے برابر ہے) لوگوں کو سر راہ (چلتے چلاتے) اپنی طرف راغب کرتی ہیں اور خود بھی ان کی طرف جھلکتی ہیں۔

ان کے سر (ان کے ناز و عشوہ کے باعث) ایسے جھکے ہوئے ہوں گے جیسے بختی اونٹوں کے کوہان۔ یہ عورتیں نہ جنت میں داخل ہو سکیں گی نہ اس کی خوشبو پا سکیں گی۔

حضرت عمر فاروق نے عورتوں کو مسجد آنے سے روکا

یہ بھی سن لیجئے کہ جب عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجد سے منع فرمایا: خبردار عورتیں مسجدوں میں نماز پڑھنے نہ آئیں تو چند عورتیں حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس امیر المومنین کی شکایت لے کر گئیں تو آپ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: ''اگر زمانہ اقدس میں حالت یہ ہوتی جو آج عورتوں میں پائی جاتی ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔''

تو جب اس زمانۂ خیر میں ان صحابیات و تابعیات کے دور میں ان عظیم فیوض و برکات کے وقتوں میں عورتیں منع فرما دی گئیں اور کاہے سے مسجدوں میں حاضری اور جماعتوں کی شرکت سے تو کیا اس زمانۂ شر و فساد میں کہ نہ حیا و غیرت ہے، نہ شرم ولحاظ اور نہ کسی کا پاس، عورتوں کو اجازت دی جائے گی کہ وہ گھروں سے نکلیں۔

کہاں تو عورتوں کا گھر کے دروازے پر، مسجد صالحین میں ادائے عبادت کے لئے جانا اور ادائیگی نماز کے بعد دو قدم چل کر واپس گھر میں آ جانا، ممنوع و ناجائز، حرام و گناہ حالانکہ نہ یہاں کسی فتنہ کا احتمال، نہ کسی آوارگی کا اندیشہ۔ عورت کہ چادر میں خوب لپٹ کر اپنے گھر کے پاس کی مسجد صالحین میں جائے، خدا کے گھر میں عبادت بجا لائے اور مردوں کی ادھر پیٹھ ہو کہ منہ پھیر کر نہ دیکھ سکیں بلکہ جب تک عورتیں بعد سلام مسجد سے نہ نکل جائیں یہ اپنی جگہ سے اٹھ نہ سکیں۔

اور کہاں سیر تماشے باجے گاجے کی یہ نت نئی بڑھتی ہوئی آزادیاں اور آوارگیاں۔

ہم نے مانا کہ آپ پارسا ہیں مگر دوسرے تو پارسا نہیں۔ آپ خدا ترس ہیں، مگر دوسرے تو خدا ترس نہیں۔ پھر کیا صحبت بد میں اثر نہیں۔ یا برا وقت آتا ہے تو کہہ کر آتا ہے۔ مولائے کریم ہدایت نصیب فرمائے۔ (حکایات رضویہ)

Scanned with CamScanner

(179)

رشتہ ایسے بھی ہوسکتا ہے

حضرت عکرمہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یمن میں بعل نامی ایک مشرک تھا۔ بعل غریب اور مفلوک الحال تھا۔ پھٹے پرانے لباس میں ملبوس رہتا۔ اس کے دن درختوں کے سایہ تلے اور راتیں ویرانوں میں گزر جاتی تھیں۔ بعل نے جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا سنا تو مدینہ میں آ کر حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔ آپ نے بعل کو اصحاب صفہ میں شامل کرلیا۔ اب اس کا گزارا جو کی روٹی یا کھجور پر تھا۔ وہ ہمیشہ حضور کی خدمت میں رہتا تھا۔ بعل نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی چار سورتیں بھی یاد کرلی تھیں۔ ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن کے بعد کوئی غربت نہیں اور جہنم کے بعد کوئی امیری نہیں۔'' بعل نے یہ سنتے ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: تو پھر میری شادی کر دیجئے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فرمایا: ''کچھ مال بھی ہے تمہارے پاس؟ عرض کیا: ابھی تو آپ نے فرمایا ہے قرآن کے بعد کوئی فقر نہیں اور مجھے تو قرآن کی چار سورتیں یاد ہیں۔''

بعل کے استدلال پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا: ''انصار کے قبیلہ بنی سلمہ کے پاس چلے جاؤ' بنی سلمہ کی جو عورت سب سے پہلے ملے گی وہی تمہاری بیوی ہو گی۔'' یہ سنتے ہی بعل بنی سلمہ کی طرف چل نکلے۔

ابھی تھوڑی دیر ہی چلے ہوں گے کہ آپ کو ایک لڑکی ملی۔ رشک قمر غیرت آفتاب! بعل بولے: ''لڑکی! یہ کون سا قبیلہ ہے؟'' وہ بولی: ''بنی سلمہ!''

''اللہ اکبر! لائق حق ہے وہ ذات جس نے میرا تیرا جوڑ بنایا۔'' وہ بولی: ''پاگل تو نہیں ہو۔''

''نہیں۔ پاگل نہیں ہوں۔ میرے آقا نے اسی طرح فرمایا ہے۔

بولی: اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تو سر تسلیم خم ہے۔''

کہا: ''یقین نہیں تو آؤ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود دریافت کرلو۔''

بعل اور لڑکی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب چل دیئے۔ راستے میں لڑکی کا باپ اور بھائی ملے۔ انہوں نے کہا: ''اس جوان کے ساتھ کہاں جارہی ہو؟'' بولی:

اور نکاح ہوگیا

''یہ کہتا ہے کہ تم میری ہونے والی بیوی ہو اور یہ بھی کہتا ہے کہ یہ رشتہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منتخب کیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنے جا رہی ہوں۔'' باپ اور بھائی بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب چل دیئے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر باپ بولا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم! یہ نوجوان کہتا ہے کہ تیری بیٹی کا رشتہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ کر دیا ہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم! یہ درست ہے کیا؟ فرمایا: ہاں! تیری بیٹی اس جوان کی ہونے والی بیوی ہے۔ عرض کی: اگر آپ کا ارشاد ہے تو مجال انکار نہیں۔

انصاری نے اپنی بیٹی کا نکاح بعل کے ساتھ کر دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح پڑھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نکاح کے گواہ بنے۔ نکاح کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومنو! اپنے بھائی کی مدد کرو۔''

''بعل! دو اوقیہ چاندی تمہاری اور دو اوقیہ تمہاری بیوی کی! یہ لو سنبھالو۔ میرا حصہ بھی میری بیوی ہی کو دے دیجئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری چاندی بعل کی بیوی کو دے دی' اس کے

والد سے فرمایا: رخصتی کا انتظام کرو اور بعل سے فرمایا: تم اپنے سسرال چلے جاؤ۔

وہ جس کو قرآن کی لگن نصیب ہو جائے

بعل سسرال پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے لئے کمرہ مزین تھا۔ خوبصورت قالین بچھا تھا' چراغوں کی روشنی نے کمرے کی خوبصورتی کو چار چاند لگا رکھے تھے۔ بعل کی نشست گاہ کے ساتھ اس کی نو بیاہتا بیٹھی ہوئی تھی۔ بعل کے لئے پر تکلف دعوت کا اہتمام کیا گیا تھا۔ دعوت سے فارغ ہوتے ہی بعل نے وضو کیا۔ دو رکعت نفل ادا کئے اور اپنے مقدر پر خدا کا شکریہ ادا کیا۔ دعا کے بعد بعل نے پھر نفل شروع کر دیئے پھر دعا مانگی پھر نفل پڑھے حتیٰ کہ صبح تک وہ نفل ہی پڑھتے رہے۔ فجر کی نماز انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں پڑھی۔ تمام دن وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے۔ ظہر' عصر پھر مغرب حتیٰ کہ عشاء بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی۔ عشاء کے بعد وہ پھر سسرال آ گئے۔ کھانے سے فارغ ہوتے ہی وہ جائے نماز پر کھڑے ہو گئے اور صبح تک نفل پڑھتے رہے۔ تین دن بعل نے اسی طرح گزار دیئے۔ چوتھی رات دلہن کے والد نے خاوند کے بارے میں دریافت کیا تو وہ بولی:

''ابا جان! میرے شوہر عجیب ذوق رکھتے ہیں' نماز کے سوا وہ جانتے ہی کچھ نہیں۔ شام سے لے کر صبح تک نماز ہی میں گزار دیتے ہیں۔''

دلہن کے والد نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: تو آپ نے بعل سے فرمایا: ''بعل! تجھے کس چیز نے بیوی سے روکے رکھا۔'' بعل نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے ساری راتیں قیام و سجود میں گزاری ہیں۔ دراصل مجھے اپنا ماضی یاد آ رہا تھا۔ اسلام سے پہلے میں مشرک تھا۔ میرا کوئی مکان نہ تھا۔ نہ ہی ٹھکانہ' رات ویرانوں میں اور دن درختوں کے سایہ تلے گزارا کرتا تھا۔ پھر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اسلام قبول کیا۔ آپ کے زیر سایہ مجھے کلام الٰہی کی چند سورتیں بھی یاد ہو گئیں۔ کلام الٰہی سے میرا شرح صدر ہو گیا اور سینہ ایمان کے نور سے جگمگانے

لگا۔ آپ نے میرا عقد جب اس لڑکی سے فرمایا تو اس کا حسن و جمال دیکھ کر میں بہت متاثر ہوا۔ ان نعمتوں کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔'' بعل نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا:

''ان چار سورتوں میں سے ایک سورت نے مجھ میں اضطراب پیدا کر دیا اور میں دن رات اللہ کی حمد و ثناء میں مصروف رہا۔'' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کون سی سورت نے تجھے مضطرب کئے رکھا؟'' بعل نے عرض کیا:

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیونکہ اس میں ارشادِ خداوندی ہے:

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۔

''قیامت کے دن تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھ گچھ ہو گی۔''

اور بعل اللہ کو پیارے ہو گئے

یہ کہہ کر بعل نے رونا شروع کر دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آبدیدہ ہو گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی زار و قطار رونا شروع کر دیا۔

ایک ہفتہ بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بعل انتقال فرما گئے۔''

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غسل کے بعد مجھے اطلاع کر دینا۔''

تجہیز و تکفین کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی' جنازہ پڑھا کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم نے تمہارے لئے جنت تیار کر دی ہے۔''

تدفین کے بعد ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعل کی بیوی سے پوچھا: بعل نے کیا تجھ سے فائدہ اٹھایا تھا تو کہنے لگی کہ اس خدا کی قسم! جس نے آپ کو معبوث فرمایا ہے'' بعل نے مجھ سے کچھ نہ پایا۔''

(معجزات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بحوالہ نورانی حکایات)

Scanned with CamScanner

(180)

حکام کو وعظ کرنے کا طریقہ

ابن جوزی کہتے ہیں سلطان کو وعظ کہنے والے کو مناسب ہے کہ عنوان خوب نرم اختیار کرے اور ایسی بات مت کہے جس سے اس کا غضبناک ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ سلاطین غلبہ اور قہر میں مستقل و مختار ہونا اپنا حق سمجھتے ہیں لہٰذا جب انہیں ایسی تنبیہ کی جائے گی جس میں کچھ ان کی توہین ہو تو وہ اسے برداشت نہیں کرتے۔ بہتر ہے کہ ان کے وعظ میں ولایت کی شرافت کا رعایا کی رعایت و مراعات پر ثواب کا ذکر ہو۔ ان کے عادل اسلاف کی سیرتوں کا تذکرہ اور پھر واعظ کو وعظ سے قبل اپنے مخاطب کا حال بھی دیکھ لینا چاہئے اگر تو اس کی عادت بھلی معلوم ہو اور ارادہ خیر کا رکھتا ہو تو اچھی طرح وعظ و نصیحت کرے جیسا کہ منصور بن عمار وغیرہ رشید کو وعظ کیا کرتے تھے اور وہ روتا تھا اور اگر دیکھے کہ ظالم ہے خیر کی طرف متوجہ نہیں اور جہل کا غلبہ ہے تو کوشش کرے کہ اس کے سامنے ہی نہ آئے نہ وعظ کہے اس لئے کہ وعظ کہے گا تو اپنی جان کو خطرہ ہوگا اور تعریف کرے گا تو مداہن بنے گا اور مجبوراً کچھ کہنے کی نوبت آ ہی جائے تو اشارہ میں بات کرے کہ ایسے سلاطین ہوئے ہیں جو پند و موعظت کے وقت نرم ہوتے تھے اور واعظین کی حوصلہ افزائی کرتے تھے حتیٰ کہ منصور کبھی یہ بھی کہہ دیتا کہ تو ظالم ہے تو صبر کرتے تھے اور اب زمانہ بدل چکا ہے اور اکثر و بیشتر حکمران بگڑ چکے ہیں۔ علماء ان کے ساتھ مداہنت کا معاملہ کرتے ہیں اور جو ایسا نہیں کرتا اس کی درست بات بھی قبول نہیں ہوتی تو چپ ہونا پڑتا ہے۔

حکمت، دانائی اور نرمی

پہلے پہل ولایات اور منصبوں کا سوال وہ کرتے تھے جو علوم میں پختہ ہوتے، تجربات میں منجھے ہوئے ہوتے تھے۔ اب تو اکثر حکمران جہالت میں برابر ہوتے ہیں اور حکمرانی نااہل کے سپرد ہو جاتی ہے تو اپنی بات میں انتہائی احتیاط لازم ہے اور ان کی بات سے بھی دھوکہ نہ کھائے "جو کہو گے خوب مانیں گے" اس لئے کہ اگر ایک بات بھی ان کی اغراض کے خلاف کہہ دی تو ان کی آگ بھڑک اٹھے گی۔ سلطان کو وعظ کہنے والے کو چاہئے کہ ارباب ولایت (حکمرانوں) کا تذکرہ وہاں نہ کرے کیونکہ وہ سن پائیں گے تو اس کی جان کے دشمن ہو جائیں گے کہ مبادا سلطان کے احوال کی تفتیش میں لگ گیا تو کام خراب ہو جائے گا لہٰذا اس دور میں ان لوگوں سے بعد ہی بہتر ہے اور انہیں پند و نصیحت کرنے سے سکوت ہی میں سلامتی ہے اور جو مجبور ہو جائے تو انتہائی درجہ کی نرمی اختیار کرے البتہ عوام کو وعظ کہے جو سنتے ہیں اور اس کی طرف سے کوئی تکلیف نہیں پاتے۔ اللہ توفیق دینے والا ہے۔ (صید الخاطر)

(181)

چھ درہم میں دو چانٹے

ایک شخص مدتوں کا بیمار، زندگی سے لاچار و بیزار، طبیب کے پاس گیا اور کہنے لگا ''جناب مجھے کوئی دوا دیجئے تاکہ صحت پاؤں اور آپ کی جان و مال کو دعائیں دوں۔''

طبیب نے نبض پر انگلیاں رکھیں اور سمجھ گیا کہ اس کے بدن سے جان نکل چکی۔ اب محض چلتی پھرتی لاش ہے۔ صحت کی امید ذرہ برابر نہیں۔ دوا اور دارو کر کے مفت میں اس غریب کو اور ہلکان کرنا ہے۔ لہٰذا اس نے کہا:

''میاں، تم یہ سب دوا دارو یک قلم موقوف کرو۔ انہی کی وجہ سے تمہاری صحت برباد ہو رہی ہے، جو تمہارے جی میں آئے وہ کرو۔ ہرگز ہرگز اپنی خواہش کو مت کچلو۔ آہستہ آہستہ تمام بیماریاں جاتی رہیں گی۔''

طبیب کی یہ بات سن کر مریض نے خوش ہو کر کہا: ''اللہ آپ کو سلامت رکھے کیا خوب مشورہ عطا ہوا ہے۔ آج سے اس مشورے پر دل و جان سے عمل کروں گا۔''

طبیب کے مطب سے نکل کر مریض ٹہلتا ٹہلتا ایک نہر کے کنارے جا نکلا۔ وہاں ایک صوفی بیٹھا منہ ہاتھ دھو رہا تھا۔ اس نے اس روز سر پر تازہ تازہ استرا پھروایا تھا اور دھوپ میں چندیا خوب چمک رہی تھی۔ مریض کی ہتھیلی کھجلائی اور بے اختیار جی چاہا کہ صوفی کی چاند پر ایک زوردار چپت مارے۔ دل میں کہا، اس وقت مجھے اپنی اس خواہش کو دبانا نہ چاہئے ورنہ مجھے صحت نہ ہوگی اور طبیب کی ہدایت بھی یہی ہے کہ جو جی میں آئے وہ کرو۔

یہ خیال آتے ہی بے تکلف آگے بڑھا اور تڑاخ سے ایک زناٹے دار چپت صوفی کی کھوپڑی پر رسید کی۔ اس غریب کا دماغ بھنا گیا۔ تڑپ کر اٹھا اور ارادہ کیا کہ چانٹا مارنے والے کے دو تین گھونسے اس زور سے لگائے کہ سب کھایا پیا بھول جائے لیکن نظر جو اٹھائی تو سامنے ایک نحیف و نزار شخص کو پایا جس کی ایک ایک پسلی نمایاں تھی۔ صوفی نے ہاتھ روک کر جی میں کہا: اگر میں اس کے ایک گھونسا بھی ماردوں تو یہ اسی وقت ملک عدم کا راستہ لے گا۔

معاملہ قاضی کی عدالت میں جا پہنچا

مرض الموت نے تو اس بے چارے کا پہلے ہی کام تمام کر رکھا ہے۔ مرتے کو کیا ماروں۔ لوگ سارا الزام مجھ پر دھر دیں گے کہ ایک مرے ہوئے کو مار کر بڑی بہادری دکھائی لیکن اسے یوں چھوڑ دینا بھی ٹھیک نہ ہوگا۔ نہ جانے کس کس کو چپت مارتا پھرے گا۔ غرض اس بیمار کا بازو پکڑا اور کھینچتا ہوا قاضی شہر کی عدالت میں لے گیا اور دہائی دی کہ حضور، اس بدنصیب شخص کو گدھے کی سواری کرائی جائے یا دروں کی سزا ہو۔ اس نے بلا وجہ مجھے چانٹا مارا ہے۔

قاضی نے کہا: ''کیا بکتا ہے؟ یہ سزا آخر اسے کیوں دی جائے؟ تیرا دعویٰ تو ابھی ثابت ہی نہیں ہوا۔ پھر یہ تو دیکھ کر شرع کے احکام زندوں اور سرکشوں کے لئے ہیں مردوں اور بے کسوں کے لئے نہیں۔ اس شخص کو گدھے پر بٹھانے سے کیا حاصل؟ ارے کبھی سوکھی خشک چوب کو بھی کسی نے گدھے پر سوار کیا ہے؟ ہاں، لکڑی کا تابوت اس کی سواری کے لئے بہترین چیز ہے۔''

قاضی کی بات سن کر صوفی کو اور جلال آیا۔ تڑخ کر بولا ''واہ صاحب واہ! یہ عجب منطق ہے۔ یہ شخص مجھے چپت بھی مارے اور اس بے ہودہ حرکت کی کوئی سزا بھی نہ پائے۔ کیا آپ کی شریعت میں یہ جائز ہے کہ ہر راستہ ناپتا بازاری لفنگا ہم جیسے صوفیوں کو خواہی نخواہی چپتیاتا پھرے اور کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا نہ ہو؟''

قاضی نے نرمی سے کہا: ''تیری بات درست ہے۔ ایسے شخص کو ضرور سزا ملنی چاہئے لیکن یہ تو دیکھ کہ وہ بے چارہ زندگی کے آخری دن پورے کر رہا ہے۔ خون کا ایک قطرہ اس کے بدن میں نہیں۔ بجائے سزا کے یہ تو ہمدردی اور رحم کے لائق ہے۔ اچھا' یہ بتا کہ اس وقت تیری جیب میں کتنے درہم ہیں؟''

صوفی نے جیب ٹٹول کر جواب دیا ''کوئی چھ سات ہوں گے۔''

قاضی کو بھی دن میں تارے نظر آنے لگے

قاضی کہنے لگا ''ایسا کر کہ تین درم ان میں سے اسے دے دے۔ یہ بے حد کمزور' بیمار اور مسکین غریب ہے۔ تین درہم کی روٹی کھا کر تجھے دعائیں دے گا۔''

یہ سن کر صوفی بہت آتش زیرپا ہوا اور قاضی سے تلخ کلامی کرنے لگا کہ سبحان اللہ! اچھا انصاف فرمایا ہے۔ چپت بھی ہم کھائیں اور چپت مارنے والے کو تین درہم بھی اپنی جیب سے ادا کریں۔ یہ کتنے نفلوں کا ثواب ہے؟

غرض قاضی اور صوفی میں تکرار ہونے لگی اور ادھر اس بیمار کی عجیب کیفیت تھی۔ جب سے قاضی شہر کا گھٹا ہوا سر دیکھا تھا اس وقت سے برابر ہاتھ میں چل ہو رہی تھی۔ اس کی چاند صوفی کی چاند سے بھی زیادہ چکنی اور صاف تھی۔ آخر دل کی بات ماننی پڑی۔ ایک ضروری بات قاضی کے کان میں کہنے کے بہانے سے مسند کے نزدیک آیا اور اس زور سے قاضی کی چندیا پر چپت رسید کیا کہ اس کا منہ پھر گیا۔ پھر بولا:

''وہ چھ درہم تم دونوں آپس میں بانٹ لو اور مجھے اس مخمصے سے رہائی دو۔''

یہ کہہ کر وہاں سے چلا۔ قاضی مارے غصے کے دیوانہ ہو گیا۔ چاہا کہ اس کو پکڑ کر غلاموں سے درے لگوائے کہ صوفی چلایا:

''ہائیں' ہائیں! یہ کیا غضب کرتے ہو۔ اجی حضرت آپ کا حکم تو عین انصاف ہے۔ اس میں شک وشبہ کی کہاں گنجائش' جو بات آپ اپنے لئے پسند نہیں فرماتے وہی بات میرے حق میں کیسے پسند فرما رہے تھے؟'' (مثنوی شریف)

(182)

کچھ ایسی عقیدت ہے ان سے

ابو علی حسن بن علی عطار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے ابو طاہر نے حدیث پاک کے چند اجزاء لکھ کر دیئے۔ میں نے ان میں دیکھا کہ جہاں بھی کہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک نام آیا' وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے بعد:

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا ۔

لکھا کرتے تھے۔ میں نے پوچھا: اس طرح کیوں لکھتے ہو؟ انہوں نے کہا: میں اپنی نوعمری میں حدیث پاک لکھا کرتا تھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نام پر درود شریف نہیں لکھا کرتا تھا۔ میں نے ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے سلام عرض کیا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا۔ میں نے دوسری جانب حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا۔ میں تیسری دفعہ چہرۂ انور کی طرف حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے روگردانی کیوں فرما رہے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس لئے کہ جب تو اپنی کتاب میں میرا نام لکھتا ہے تو مجھ پر درود نہیں بھیجتا۔ اس وقت سے میرا یہ دستور ہو گیا کہ جب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک لکھتا ہوں تو صلی اللہ علیہ وسلم تسلیمًا کثیرًا کثیرًا ۔

(فضائل درود شریف' 105)

Scanned with CamScanner

(183)

سیّدنا امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ

سیّدنا وابن سیّدنا' امام ابن الامام' کریم ابن الکرام' حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے ایک قبائے نفیس بنوائی۔ طہارت خانہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں خیال آیا کہ اسے راہِ خدا میں دیجئے۔ فوراً خادم کو آواز دی۔ قریب دیوار حاضر ہوا۔ حضور نے قبائے معلّٰی اتار کر دی کہ فلاں محتاج کو دے آ۔ جب باہر رونق افروز ہوئے خادم نے عرض کی۔ اس قدر تعجیل کی وجہ کیا تھی؟ فرمایا: ''کیا معلوم تھا کہ باہر آتے آتے نیت میں فرق آ جاتا۔''

فائدہ: سبحان اللہ یہ ان کی احتیاط ہے جو اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطَانٌ ط کی آغوش میں پلے اور اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ط کے دریا میں نہائے دھلے۔ صلی اللہ تعالٰی علٰی ابیہم الکریم الاکرم وعلیہم اجمعین وبارك وسلم ط

پھر ہم کہ مسخرۂ دست شیطان اور اس کے ہاتھ میں کھلونا بنے ہوئے ہیں' کس امید پر بے خوف ومطلق العنان ہیں۔ وَحَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔

زکوٰۃ کی ادائیگی میں چند امور

صدقاتِ نافلہ کا باب بڑا وسیع ہے۔ آدمی جب چاہے دے اور ثواب ورضائے الٰہی کمائے البتہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں' چند امور ہیں جو لوگوں کو تدریج پر حاصل ہوتے اور تھوڑا تھوڑا دیتے رہنے پر آمادہ کرتے ہیں۔

1- کبھی یہ خیال کہ اہم فالاہم میں صرف کریں یعنی جس وقت جس حاجت مند کو دینا زیادہ مناسب سمجھیں اسے دیں۔

2- کبھی یہ کہ سائل بکثرت آتے ہیں۔ یہ چاہتا ہے کہ مال زکوٰۃ' ان کے لئے رکھ چھوڑے کہ وقتاً فوقتاً دیا کرے۔

3- کبھی یک مشت دینا ذرا نفس پر بار ہے اور تھوڑا تھوڑا نکلتا جائے گا تو معلوم نہ ہو گا۔ جنہیں یہ خیال ہوں ان کے لئے راہ یہی ہے کہ زکوٰۃ پیشگی دے دیا کریں مثلاً ماہ رمضان المبارک میں ان کے اموال پر قمری سال پورا ہوتا ہے تو رمضان آئندہ کے لئے اسی سال کے ماہِ شوال سے دینا شروع کر دیں اور ختم سال تک تھوڑا تھوڑا حسب رائے و مصلحت دیتے رہیں کہ اس میں ان کے مقاصد بھی حاصل ہوں گے اور بتدریج دینے میں جو دقتیں متحمل ہیں ان سے بھی بچیں گے۔

ظاہر ہے کہ موت کا وقت معلوم نہیں۔ ممکن ہے کہ پوری زکوٰۃ ادا کرنے سے پہلے ہی آ جائے تو یہ مال ورثہ کا اور گرفتار بلا یہ خود ہوگا۔ یا مال ہی ہلاک ہو جائے اور جان و مال محفوظ بھی رہے تو نفس پر اعتماد کسے ہے۔ شیطان کہ اس کی رگ و پے میں خون کی مانند دوڑ رہا ہے ممکن ہے بہکا دے اور آج جو قصد ادا ہے یہ بھی نہ رہے۔ اب اگر اس کا ادا کرنا فرض تھا مثلاً وہ مال زکوٰۃ تھا تو تاخیر سے یہ گناہ گار بھی ہوا اور نفل تھا تو ثواب سے محروم رہا۔ (تجلی المشکوٰۃ ملتقطا- اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

Scanned with CamScanner

(184)

جھوٹے مدعیانِ نبوت

لعنۃ اللہ علیہم اجمعین

اس بارے میں علامہ ابن جوزی نے بڑا مفصل کلام کیا ہے۔ ہم ان کی کتاب صید الخاطر کے چند صفحات کا ترجمہ پیش کر دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

حق باطل کے ساتھ مشتبہ نہیں ہوتا باطل کی ملمع سازی ان لوگوں کے ہاں ہوتی ہے جنہیں عقل وفہم نہ ہو۔ یہ بات مدعی نبوت اور مدعی کرامات کے بارے میں ہے۔ نبوت کے متعلق یہ ہے کہ اس کا دعویٰ بہت سے لوگوں نے کیا جن کی قباحتیں کھلی ہوئی اور رسوائیاں ظاہر و باہر ہیں اور بعض وہ ہیں جن کا طبعی کمینہ پن خواہشات میں رسوائی اقوال وافعال میں تخالف وتضاد اس کا موجب بنا حتیٰ کہ وہ ذلیل وخوار ہوئے۔ چنانچہ ان میں سے اسود عنسی ہے جس نے نبوئی کا دعویٰ کیا' خود اپنا لقب ذوالحمار بتاتا تھا اور کہا کرتا تھا یالیتني ذوالحمار کاش کہ میں گدھے والا ہوتا۔ شروع میں ایک شعبدہ باز کاہن تھا' عجیب عجیب مظاہرے کیا کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے اواخر میں نبوت کا دعویٰ کیا اور مذحج والوں نے اس سے خط وکتابت کی۔ اہل نجران نے وعدہ کیا اور عمرو رضی اللہ عنہ بن حزم اور خالد رضی اللہ عنہ بن سعید دو صحابہ کو بھی وہاں سے نکالا۔ اہل یمن نے اسے دل سے قبول کیا۔ شہر بن باذان سے لڑائی کی۔ اسے قتل کر کے اس کی بیٹی سے نکاح کر لیا۔ جس نے ان کے قتل میں تعاون کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں ہلاک ہو گیا اور اس کا شعبدہ باز ہونا اہل عقل کے سامنے

خوب واضح ہو گیا۔

مسیلمہ کذاب لعنۃ اللہ علیہ

ایک ان میں سے مسیلمہ تھا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور رحمٰن الیمامہ نام رکھوا تا تھا اور کہتا تھا کہ میرے پاس جو آنے والا ہے وہ رحمٰن نامی فرشتہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کے ساتھ ساتھ یہ دعویٰ بھی کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے ساتھ شریک کر لیا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان بھی رکھتا ہے اور انہیں جھوٹا بھی کہتا ہے پھر وہ ایسا قرآن لایا جو محض ہنسی مذاق ہے مثلاً ''یا ضفدع بنت ضفدعین اے دو میڈکوں کی بیٹی مینڈک' جو صاف ستھری ہے' تیرا اوپر کا حصہ پانی میں اور نچلا مٹی میں ہے' اور عجائبات میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ وہ سیاہ بکری دودھ سفید دیتی ہے'' ان باتوں سے اس کی فصاحت کا بھانڈا خوب پھوٹا پھر اس نے ایک بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کے بال ختم ہو گئے اور ایک کنویں میں تھوکا تو وہ خشک ہو گیا......

سجاح اور مسیلمہ کی شادی

سجاح نامی ایک عورت نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا۔ لوگوں نے مہر کا پوچھا تو کہنے لگا کہ میں نے اس کے مہر میں عشاء اور فجر کی دو نمازیں تمہیں معاف کر دی ہیں۔ اس سجاح نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دعویٰ کیا تھا۔ ایک جماعت ماننے والوں کی اس کو بھی مل گئی۔ اس نے انہیں کہا کہ سواریاں تیار کرو اور لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ رباب کو عبور کر لو۔ اس کے بعد کوئی رکاوٹ نہیں۔ اہل رباب سے قتال کے بعد اس نے یمامہ کا قصد کیا تو مسیلمہ ڈر گیا۔ خط وکتابت کی کچھ ہدیے بھیجے حتیٰ کہ یہ خود اس کے پاس پہنچ گئی اور کہنے لگی ذرا اپنی وحی مجھے سنا جو تجھ پر اترتی ہے' تو یہ سنانے لگا: اے عورتو! تم بکثرت پیدا کی گئی ہو اور ہماری بیویاں بنائی گئی ہو اور ہم تم میں جو داخل کرتے ہیں خوب کرتے ہیں۔ کہنے لگی واقعی تو نبی ہے۔ اب یہ کہنے لگا کہ اندر تنہائی میں چلی چل وہاں تیرے لے مسہری تیار ہے۔ چاہے لیٹ کر'

چاہے بیٹھ کر چاہے دو تہائی کے ساتھ چاہے کامل کے ساتھ۔ کہنے لگی پورا ہی ٹھیک ہے کہ سکون بخش ہے۔ اس طرح وہ اپنے رفقاء میں ذلیل خوار ہوئی۔ عطارد بن حاصب نے اسی سلسلہ میں یہ کہا تھا ہماری ایک عورت نبی بن گئی لوگ جس کی اتباع کرنے لگے ہیں جبکہ لوگوں کے نبی مذکر (مرد) ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جو تمام لوگوں کا رب ہے لعنت ہو سجاح پر اور جس نے بھی جھٹ بول کر ہمیں گمراہ کیا۔ اس پر یعنی مسیلمہ کذاب پر بھی وہ جہاں بھی ہو اس کے پیاسوں کو پانی نہ ہو۔ ہاں سجاح اپنی گمراہی سے تائب ہو کر مسلمان ہو گئی تھی اور مسیلمہ کی رسوائیاں مزید بڑھتی رہیں حتیٰ کہ قتل کر دیا گیا۔

طلیحہ بن خویلد

اور کذابین میں سے ایک طلیحہ بن خویلد ہے جو مسیلمہ کے دعویٰ نبوت کے بعد نمودار ہوا۔ کچھ لوگ اس کے پیچھے لگ گئے۔ سمیرا میں اس نے نزول کیا۔ ذی النون کہلاتا تھا کہ میرے وحی لانے والے کا نام ذوالنون ہے۔ اس کی کلام کا نمونہ کچھ اس طرح کا ہے: اللہ تعالیٰ کا تمہارے چہروں کو خاک آلود کر کے پشتیں اوپر کو اٹھوا کر کیا فائدہ ہے لہٰذا اس کا ذکر پاک صاف کھڑے ہو کر کیا کرو۔ کبھی یوں اپنی وحی سناتا قسم ہے کبوتر کی کبوتری اور روزہ دار چڑیا کی ہمارا ملک عراق اور شام تک ضرور پہنچ جائے گا۔ عینیہ بن حصین اس کے متبعین میں سے تھا۔ خالد بن عینیہ نے اس کے ساتھ لڑائی کی۔ عینیہ طلحہ کے پاس آ کر کہنے لگا فرشتہ کوئی وحی لایا ہے؟ اس نے کہا: کوئی وحی نہیں واپس جا کر جنگ لڑو۔ وہ لڑائی پر چلا گیا اور کچھ عرصہ بعد پھر آیا اور سوال کیا کہ فرشتہ آیا ہے؟ کہا نہیں یہ پھر واپس جنگ پر چلا گیا پھر تیسری بار آ کر سوال کیا تو کہنے لگا کہ ہاں فرشتہ آیا ہے اور اس نے یہ کہا ہے کہ بے شک تیرے پاس ایسی فوج ہے جو ہمیشہ تجھے یاد رہے گی۔ یہ سن کر عینیہ چیخ چیخ کر کہنے لگا: خدا کی قسم! یہ جھوٹا آدمی ہے۔ لوگ شکست کھا کر بھاگ گئے اور طلیحہ شام کی طرف فرار ہو گیا۔ پھر مسلمان بھی ہوا اور مخلص بنا۔ نہاوند میں قتل ہوا......

جندب بن کلثوم اور کہمش کلابی

واقدی کہتا ہے کہ بنی مربوع کا ایک آدمی جو جندب بن کلثوم کہلاتا تھا کردان لقب تھا اس نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زمانہ ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اپنی دلیل یہ بتاتا تھا کہ وہ لوہے کی میخیں اور مٹی کو ملا کر روشن چراغ تیار کر لیتا ہے جس کی صورت یہ تھی کہ روغن بلسان کے ساتھ اسے تر کر لیتا تھا جو آگ دکھانے سے روشن ہو جاتا تھا۔ ایک اور آدمی کہمش کلابی نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کرتا تھا کہ اس کی طرف یہ وحی آئی ہے اے بھوکے دودھ پی تو سیر ہو جائے گا جو نفع نہ دے اسے مت مار کہ یہ مفید نہیں ہے اور وہ اپنی نبوت کی دلیل یہ بتاتا تھا کہ اسے درندوں میں ڈال دو۔ وہ کھائیں گے نہیں اور اس کی تدبیر یہ تھی کہ وہ غار کا تیل حجر برسان اور چھچھوندر کی جلی ہوئی اور سمندر کا جھاگ اور سیب جلا کے رگڑا ہوا اور کچھ ایلوا لے کر اپنے جسم پر لیپ کر لیتا تھا جس کی بدبو سے درندے نفرت کرتے اور ہٹ جاتے تھے۔

ابوجعوانہ عامری اور ہذیل بن یعفور

طائف میں ایک آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا جس کا نام ابوجعوانہ عامری تھا۔ وہ اپنی دلیل یہ بتاتا تھا کہ وہ آگ میں روٹی ڈالے گا جو جلے گی نہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک خاص قسم کا تیل اس میں ڈال دیتا تھا اور اسی طرح کا ایک مدعی ہذیل بن یعفور تھا بنو سعد قبیلے کا تھا۔ اصمعی کہتا ہے کہ اس نے سورۂ اخلاص کے مقابلہ میں معاذ اللہ یہ کہا تھا **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اله كالا سد جالس على الرصد لايفوته احد** کہ اللہ ایک ہے شیر جیسا ہے گھات میں بیٹھا ہے کوئی اس سے بچنے والا نہیں ہے۔

☆......اور ایک ہذیل بن واسع ہوا ہے کہ جو اپنے کو نابغہ الذبیانی کی اولاد سے بتاتا تھا۔ اس نے معاذ اللہ سورۂ کوثر کے مقابلہ میں کلام لکھا ''**انا اعطيناك الجواهر فصل لربك وجاهر فما يردنك الا كل فاجر**۔ ہم نے تجھے جواہر عطا کئے ہیں سو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور کھلے طور پر پڑھ تیرا انکار ہر فاجر شخص ہی کرے گا۔

اسنوری نے اس پر غلبہ پا کر قتل کر دیا اور ایک ستون پر صلیب کی طرح لٹکا دیا۔ ایک شخص ادھر سے گزرا اور دیکھ کر کہنے لگا **انا اعطیناك العود فصل لربك من قعود بلا رکوع ولا سجود فما اراك تعود** ۔ ہم نے تجھے لکڑی دے دی ہے' میں اپنے رب کی نماز بیٹھے بیٹھے رکوع سجود کے بغیر پڑھ اب تیرا لوٹنا ممکن نہیں رہا

☆......اور انہی مدعیان میں سے مختار بن ابی عبید بھی تھا جو الٹ پلٹ دعوے کرتا تھا۔ بہت سی مخلوق کو اس نے قتل کیا تھا اور کہا کرتا تھا کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حامی ہے پھر خود بھی قتل ہو گیا۔

☆......ایک مدعی نبوت حنظلہ بن یزید کوفی ہوا ہے۔ اس کی دلیل یہ تھی کہ کہتا تھا میں بوتل میں انڈا ڈال کر صحیح سالم باہر نکال دیتا ہوں اور یوں کرتا تھا کہ انڈے کو ترش سرکہ میں ڈبو دیتا تھا جس سے اس کا چھلکا نرم ہو جاتا تھا پھر پانی بوتل میں ڈال کر اوپر سے انڈا داخل کر دیتا تھا۔ بہت سے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی نبوت کے دعوی کیے مثلاً زرادشت اور مانی وغیرہ مگر سب کے سب رسوا و خوار ہوئے۔ کوئی مدعی ایسا نہیں جو ذلیل نہ ہوا ہو اور قرامطہ اور بھی عجیب عجیب حیلے کرتے رہے ہیں جن کا ذکر بمعہ ان کے حیلوں کے میں نے اپنی کتاب ''المنتظم'' میں کیا ہے۔ ان میں سے بھی ہر ایک کو ذلت اور رسوائی کا منہ دیکھنا پڑا۔

ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت نبوت کی دلیل اظہر من الشمس ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناداری کے عالم میں ظاہر ہوئے۔ سب لوگ مخالف تھے' دشمن تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملک کا وعدہ ملا اور ملک بھی ملا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے واقعات کی پیش گوئی اور خبر دی وہ اسی طرح سچی ہوئی۔ زمانہ نبوت کے پہلے ہی سے ہمہ قسم شر سے کمینگی سے جھوٹ اور تکبر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ تھے۔ ثقاہت' امانت' عفت اور پاکیزگی کی تائید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی۔ سب قریب و بعید والوں

کے لئے آپ کے معجزات یکساں نمایاں تھے اور آپ پر وہ کتاب نازل ہوئی جس نے فصحاء کی عقلوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا اور وہ ایک سورہ تو کجا ایک آیت بھی اس جیسی نہ لا سکے۔ کسی نے کچھ کہنا چاہا بھی تو ذلت اٹھائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے گا چنانچہ پہلے فرمایا: ''فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ'' کہ ایک سورہ لاؤ پھر فرمایا: ''فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا'' کہ معارضہ اگر نہیں کیا تو ہر گز نہیں کر سکو گے۔ ایسے ہی فرمایا: ''فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ'' کہ موت کی تمنا کرو پھر فرمایا: ''وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ'' کہ وہ ہر گز تمنا نہ کریں گے چنانچہ کسی نے بھی تمنا نہیں کی کیونکہ اگر کوئی کہہ دے کہ میں نے تمنا کی ہے تو اس کا دعوی باطل ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر کی شب فرماتے تھے: کل فلاں کافر یہاں ڈھیر ہو گا ویسے ہی ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کسری ہلاک ہو گیا تو اس کے بعد اور کسری نہ آئے گا اور جب قیصر روم ہلاک ہوا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ آئے گا چنانچہ ان کے بعد کوئی قابل ذکر بادشاہ نہ آیا نہ جس کا حال کچھ مضبوط ہوا اور آپ کی صداقت کی بڑی دلیلوں میں سے ایک یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کا ارادہ نہ کیا رات کو بھوکے سو رہتے تھے جو پاس ہوتا ایثار فرما دیتے' موٹا لباس پہنتے اور رات کو قیام فرماتے' وضع داری اور امتیازی شان مرغوبات کو حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ جب ان کا ارادہ ہی نہ تھا تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخرت ہی کی رہنمائی فرماتے ہیں جو کہ برحق ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین بڑھتا رہا حتیٰ کہ دنیا بھر میں پھیل گیا گو کفر بھی زمین کے کونوں تک موجود ہے مگر ذلیل و رسوا ہے۔

امت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فضیلت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے گوسالہ پرستی کی اور گائے کے ذبح کرنے میں بھی حیلے تراشتے رہے۔ دریا سے پار ہوتے ہیں تو پھر یہی کہتے ہیں: ہمیں بھی اس طرح کا خدا بنا دے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کو مائدہ (آسمانی دسترخوان) میں سے بچا رکھنے سے منع کیا گیا تھا مگر وہ ذخیرہ بنانے لگے۔ ہفتہ کے دن میں حد سے تجاوز کرنے

Scanned with CamScanner

والوں نے اللہ کی نافرمانی مچھلیوں کی خاطر قبول کی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہماری امت اس قسم کی حرکتوں سے محفوظ رہی ہے۔ بعض لوگوں میں شہوات کی رغبت اور میلان ممنوع پایا گیا ہے مگر یہ فروعی بات ہے اصولی نہیں۔ اس پر بھی توجہ دلانے سے وہ لوگ اپنی کوتاہی پر نادم ہوتے ہیں اور روتے ہیں...... لہٰذا اس دین پر ہم اللہ پاک کا شکر کرتے اور حمد کہتے ہیں اور اس پر کہ ہم اس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں اور ایک جماعت زہد کا تکلف کرنے والی دنیا اور ریاست کی طلب کی طرف مائل ہوئی' خواہشات نے انہیں بہکایا اور وہ کرامات کی طرح کے شعبدے ظاہر کرنے کی خرافات میں لگ گئے جیسے صلاح ابن الشاش وغیرہ جن کا ذکر میں نے اپنی کتاب "تلبیس ابلیس" میں کیا ہے اور یہ کام انہوں نے اپنی اپنی مختلف اغراض کے تحت کیا اور اللہ تعالیٰ اس دین میں ہمیشہ سے ایسے فقہاء پیدا کرتا آیا ہے' جو ان حقائق کو ظاہر کر دیتے ہیں جن پر ایسے لوگ پردہ ڈال دیتے ہیں جیسا کہ وہ علماء حدیث میں ایسے لوگ پیدا کر دیتے ہیں جو حدیث وضع کرنے والوں کا پردہ چاک کرتے ہیں تاکہ دین محفوظ رہے اور اس سے شبہات دور رہیں لہٰذا فقیہ اور محدث ہر شعبدہ ڈالنے والے کی کجی اور عیب کو نمایاں کر دیتے ہیں جو حدیث وضع کر کے دھوکہ دیتا ہے یا زہد و تقدس کا دعویٰ کر کے لہٰذا ان لوگوں کے دعوے ان جاہلوں پر ہی اثر انداز ہوتے ہیں جو علم اور عمل سے دور رہتے ہیں تاکہ وہ حق کو حق کر دکھائے اور باطل کا باطل ہونا ظاہر کر دے۔ اگرچہ مجرموں کو پسند نہ آئے۔ (صید الخاطر)

(185)

شہزادہ جنت کی پیدائش

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات شریفہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: فجر کی نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم چہرۂ مبارک کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف کر لیا کرتے تھے۔ آپ کا چہرۂ انور چودھویں کے چاند کی طرح دکھائی دیتا تھا۔ حسن و جمال کا یہ عالم تھا کہ اگر غمگین بھی دیکھ لیتا تو غم غلط ہو جاتے تھے۔ ایک دن فجر کی نماز کے بعد خلاف معمول آپ نے رخ اقدس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف نہ کیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بلا کر مسجد سے تشریف لے گئے۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے ہی رہ گئے مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کہاں اور کیوں تشریف لے گئے ہیں۔

دونوں بیت فاطمہ پر پہنچ گئے تو دروازہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روکتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی! دروازہ پر کھڑے رہنا' کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا بات ہوئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"حسین کی ولادت ہوئی ہے۔ آسمان سے ملائکہ کا نزول ہو رہا ہے' وہ سب مبارکباد دینے آرہے ہیں۔"

یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا وہ بھی پیچھے پیچھے آ گئے۔ دروازہ پر

پہنچ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بولے: ''سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟''

کہا: ''گھر میں۔'' فرمایا: ''میں اندر جا سکتا ہوں؟''

کہا: ''ابھی نہیں، سرکار مصروف ہیں۔''

فرمایا: ''کیا آپ نے فرمایا: تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہ آنے دینا؟''

''یہ بات نہیں، دراصل حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی ہے اور چار لاکھ چوبیس ہزار فرشتے مبارکباد دینے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔''

امام حسین کی ولادت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی یہ بات سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ متعجب ہوئے اور دروازہ پر ہی بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی حاضر ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو بھی دروازہ پر روکے رکھا' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سب کو دروازہ پر روکے رکھا۔ کچھ دیر بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اندر جانے کی اجازت دے دی۔ سب سے آگے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ سب نے سلام عرض کیا: اور ولادت حسین رضی اللہ عنہ کی مبارکباد دی۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ بات بھی سنائی کہ چار لاکھ چوبیس ہزار فرشتے نازل ہوئے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا:

''علی! فرشتوں کی تعداد کا تمہیں کیسے علم ہوا؟''

عرض کی: ''میں نے فرشتوں کو گروہ در گروہ اترتے دیکھا ہے۔ فرشتے اپنی اپنی زبان میں باتیں کر رہے تھے اور وہ اپنی تعداد بھی بتا رہے تھے۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا: علی کو خدا نے عقل سلیم عطاء فرمائی ہے۔ پھر آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: ''میں آپ کو ایک بڑا عجیب تر واقعہ سناتا ہوں''۔ ''ضرور! حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔''

ایک اپاہج فرشتہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان فرشتوں میں ایک اپاہج فرشتہ بھی تھا جس کے نہ تو پر تھے اور نہ ہی ہاتھ پاؤں۔ میں نے اس سے پوچھا: ''تمہارے پر' ہاتھ اور بازو کیا ہوئے؟''

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ملائکہ مقربین میں سے تھا۔ ایک آسمان کا دروازہ کھلا پایا تو میں نے زمین کی طرف جھانکا' مجھے ایک بے دست و پا شخص نظر آیا۔ اسے دیکھ کر میں نے کہا: اس شخص کو زندگی سے کیا سروکار؟ اس کے لئے تو مرنا ہی بہتر ہے۔ بس پھر کیا تھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ پر خدا کا عتاب نازل ہو گیا۔ پر جل گئے۔ ہاتھ پاؤں کٹ گئے۔ اوندھے منہ زمین پر گر پڑا اور ایک جزیرہ میں سات سو سال تک پڑا رہا۔'' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں اس کی باتیں غور سے سن رہا تھا۔ فرشتے نے رو کر اپنی بات کو جاری رکھا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ولادت حسین پر فرشتے مبارکباد دینے جا رہے تھے۔ انہوں نے مجھے پہچان لیا اور مجھے آپ کی بارگاہ تک لے آئے تاکہ حرمت حسین رضی اللہ عنہ کا صدقہ آپ میرے لئے شفاعت فرمائیں۔ آپ کی دعا پر یقیناً اللہ مجھے معاف کر دے گا۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں نے فرشتے کے لئے دعا کی تو جبرائیل امین علیہ السلام نے حاضر ہو کر کہا: ''اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی ہے۔ حسین سے لپٹی ہوئی چادر فرشتے کے وجود سے لگائیے۔'' میں نے ایسے ہی کیا تو فرشتہ تندرست ہو کر پہلی حالت پر آ گیا۔

شہادت امام حسین کی خبر

اچانک اس فرشتے نے رونا شروع کر دیا۔ میں نے پوچھا: ''کیوں روتے ہو؟''

فرشتے نے عرض کی آقا: ''حسین کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم''

Scanned with CamScanner

فرمایا: ''وہ کیوں؟''

''آقا! حسین زمین والوں کے شر و فساد سے شہید ہو جائیں گے۔''

فرمایا: ''اسے کون شہید کرے گا؟''

عرض کی: ''آقا! جبرائیل امین علیہ السلام سے دریافت فرمائیے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں نے جبرائیل امین علیہ السلام سے کہا یہ کیا کہہ رہا ہے؟'' انہوں نے کہا:

''سچ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!'' میں نے پوچھا: ''اسے کیسے پتہ چلا؟''

''ولادت حسین رضی اللہ عنہ سے ایک ہزار سال پہلے اللہ نے اس فرشتہ کو صرف اس لئے پیدا فرمایا تھا کہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد یہ ان کی قبر کا پہرہ دیا کرے گا۔'' پھر تمام فرشتے آسمان کی جانب پرواز کر گئے۔ (نورانی حکایات ترجمہ قلیوبی)

(186)

لالچ کا نتیجہ

ایک شخص اپنی بھیڑ کو لئے کہیں جا رہا تھا۔ بھیڑ کی گردن میں لمبی سی رسی باندھ رکھی تھی۔ کسی چالاک چور نے چپکے سے آ کر پیچھے سے رسی کاٹ لی اور بھیڑیے کو لے کر چمپت ہوا۔ جب بھیڑ والے کو پتہ چلا کہ بھیڑ ندارد، تو بدحواس ہو کر اس کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑنے لگا۔ اتنی دیر میں وہ عیار چور بھیڑ کو کسی محفوظ مقام پر چھپا کر دوبارہ ادھر آیا اور ایک کنویں کی مینڈھ پر بیٹھ کر زار و قطار رونے لگا۔ وہ شخص اپنی بھیڑ ڈھونڈتا ہوا ادھر آیا اور چور سے پوچھا:

''اے بھائی، کیا بات ہوئی؟ اس طرح منہ پھاڑ پھاڑ کر کیوں واویلا کرتا ہے؟''

چور نے آنکھوں سے گنگا جمنا بہاتے ہوئے کہا: ''کیا بتاؤں، کنویں سے پانی نکالنے آیا تھا لیکن میری اشرفیوں کی تھیلی اس میں جا پڑی۔ تھیلی میں پانچ سو اشرفیاں ہیں۔ مجھے کنویں میں اترنا نہیں آتا، اس لئے روتا ہوں۔ اگر کوئی شخص کنویں میں اتر کر میری تھیلی نکال لائے تو پانچواں حصہ یعنی سو اشرفیاں اسے خوشی سے دوں گا۔''

بھیڑ والا یہ سن کر دل میں کہنے لگا ''اللہ کی شان کے قربان جائیے۔ ایک دروازہ بند ہوا، دس دروازے اور کھل گئے۔ سو اشرفیوں میں تو پچاس بھیڑیں بڑی عمدہ اور فربہ مل سکتی ہیں۔ ہماری ایک بھیڑ گئی تھی، خدا نے اس کے بدلے میں اونٹ دلوا دیا۔ یہ سوچ کر فوراً اپنے کپڑے اتارے اور کنویں میں اتر گیا۔ اس کے کنویں میں اترتے ہی چور نے کپڑے بھی سمیٹے اور رفوچکر ہوا۔

Scanned with CamScanner

اے عزیز! اس حکایت سے معلوم ہوا کہ ہوشیاری اور دانائی اسی میں ہے کہ آدمی سیدھے راستے سے اپنی منزل مقصود تک پہنچے۔ جہاں احتیاط سے کام نہیں لیا جاتا وہاں لالچ اپنا کام دکھا جاتا ہے اور آدمی کچھ اور حاصل کرنے کی بجائے اپنی رہی سہی پونجی بھی گنوا بیٹھتا ہے۔ (حکایات رومی علیہ الرحمۃ)

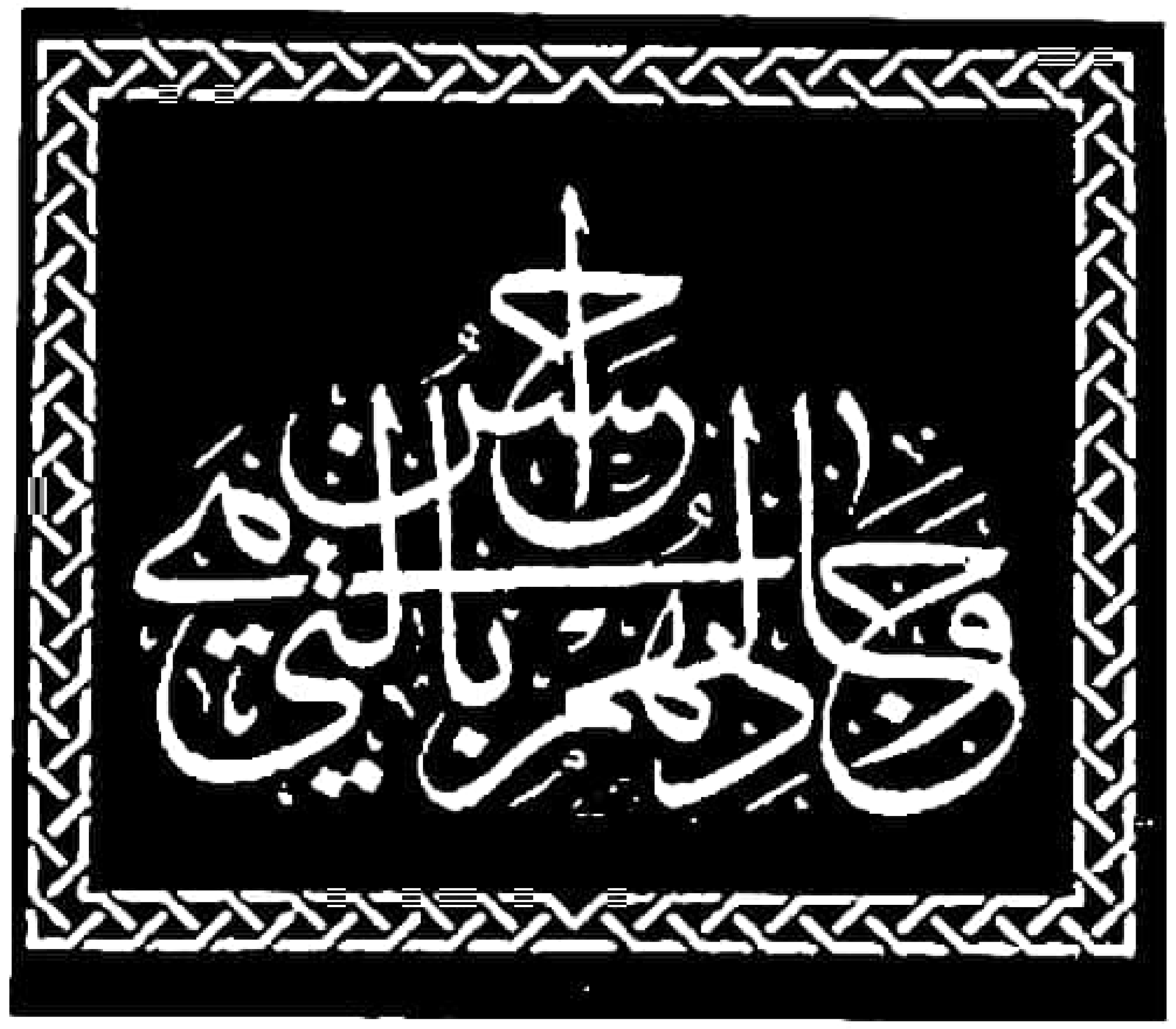

(187)

موئے مبارک کی برکت

حضرت سیدنا ابو حفص سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''رونق المجالس'' میں لکھتے ہیں کہ

بلخ میں ایک تاجر تھا جو بہت زیادہ مالدار تھا۔ اس کا انتقال ہوا' اس کے دو بیٹے تھے' میراث میں اس کا مال آدھا آدھا تقسیم ہو گیا لیکن ترکہ میں تین بال بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موجود تھے۔ ایک ایک دونوں نے لے لیا۔ تیسرے بال کے متعلق بڑے بھائی نے کہا: اس کو آدھا آدھا کر لیں۔ چھوٹے بھائی نے کہا: ''ہرگز نہیں' خدا کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک نہیں کاٹا جا سکتا۔ بڑے بھائی نے کہا: کیا تو اس پر راضی ہے کہ یہ تینوں بال تو لے لے اور یہ سارا مال میرے حصے میں لگا دے۔ چھوٹا بھائی بخوشی راضی ہو گیا۔ بڑے بھائی نے سارا مال لے لیا اور چھوٹے بھائی نے تینوں موئے مبارک لے لئے۔ وہ ان کو اپنی جیب میں ہر وقت رکھتا اور بار بار نکالتا' ان کی زیارت کرتا اور درود شریف پڑھتا۔ تھوڑا ہی زمانہ گزرا تھا کہ بڑے بھائی کا سارا مال ختم ہو گیا اور چھوٹا بھائی بہت زیادہ مالدار ہو گیا۔ جب اس چھوٹے بھائی کی وفات ہوئی تو صلحاء میں سے بعض نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کسی کو کوئی ضرورت ہو' اس کی قبر کے پاس بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرے۔

یارب صل وسلم دائماً ابداً . علیٰ حبیبك خیر الخلق كلهم .

(فضائل درود شریف' 105)

(188)

چڑیا کی تین نصیحتیں

ایک چڑی مارنے بڑی ترکیبوں سے جال بچھا کرنہایت نادراور خوب صورت چڑیا پکڑی۔ جب وہ چڑیا جال میں پھنس گئی اور آزاد ہونے کی کوئی صورت نہ پائی تب چڑی مار سے کہنے لگی ''اے عقل مند شخص! فرض کر تو مجھ جیسی ننھی سی چڑیا کو پکڑ کر کھا بھی گیا تو اس سے کیا حاصل؟ خدا جانے تو اب تک کتنی گائیں' کتنے دنبے اور بکرے بلکہ اونٹ تک ہڑپ کر چکا ہے۔ جب اتنے جانور کھا کر بھی تیرا پیٹ نہیں بھرا تو میرے ذرا سے گوشت اور گنتی کی چند نرم و نازک ہڈیوں سے بھلا کیا بھرے گا؟ اس لئے تیری دانائی' جواں مردی اور بلند نگہی کا تقاضا ہے کہ تو مجھے آزاد کر دے۔

چڑی مار نے کہا: ''اگر میں تیری بات مان کر تجھے چھوڑ دوں تو مجھے کیا ملے گا؟ میں نے تجھے پکڑنے میں دن رات ایک کر دیے ہیں' تب کہیں تو ہاتھ آئی ہے۔ فرض کرو میں تجھے نہ کھاؤں اور کسی کے ہاتھ بیچ ڈالوں' پھر بھی مجھے کچھ نہ کچھ تو مل ہی جائے گا۔''

چڑیا نے جواب دیا ''مجھے فروخت کر کے بھلا تجھے کتنا مال ملے گا؟ یہی دو چار درہم' اور وہ کتنے دن چلیں گے؟ لہٰذا یہ بات دماغ سے نکال دے اور میری بات سن۔ اگر تو مجھے آزاد کر دے گا تو تین ایسی بیش بہا نصیحتیں تجھے کروں گی جو ہمیشہ تیرے کام آئیں گی۔ ان میں سے پہلی نصیحت تو تیرے ہاتھ پر بیٹھے بیٹھے کر دوں گی۔ دوسری دیوار پر بیٹھ کر کروں گی اور وہ ایسی ہوگی کہ مارے خوشی کے تیرا خون چلوؤں بڑھ جائے گا۔ تیسری نصیحت جو اعلیٰ درجے کی ہوگی' درخت کی اونچی شاخ پر بیٹھ کر کروں گی۔ ان تینوں

نصیحتوں پر عمل کر کے تو دنیا میں بڑا نام پائے گا۔''

چڑی مار کچھ دیر غور کرنے کے بعد راضی ہو گیا' جال ڈھیلا کر دیا اور چڑیا پھدک کر اس کے ہاتھ پر آن بیٹھی۔ کہنے لگی ''سن' پہلی نصیحت یہ ہے کہ ناممکن بات' خواہ کیسا ہی آدمی تجھ سے کہے' اس پر یقین نہ کرنا۔'' یہ کہہ کر چڑیا پھر سے اڑی اور دیوار پر جا بیٹھی۔ اس نے دوسری نصیحت یہ کی ''اے شخص' گزری ہوئی مصیبت کا غم مت کرنا اور گزری ہوئی آسائش کی مسرت فضول ہے۔''

چڑی مار نے کہا: ''اس دوسری نصیحت کا مطلب میں نہیں سمجھ سکا۔ کھل کر بیان کر۔''

چڑیا نے جواب دیا ''میرے پوٹے میں دس درہم وزن کا ایک ایسا قیمتی موتی چھپا ہوا ہے جس کی قیمت ہفت اقلیم میں کہیں نہیں' تو یہ موتی پا کر زندگی کے لئے نہال ہو جاتا اور تیرے بال بچے شہزادوں کی سی عیش و عشرت میں دن بسر کرتے۔ مگر افسوس! کہ تو نے مجھے آزاد کر کے بیش بہا موتی ہاتھ سے کھو دیا۔ یہ تیری تقدیر میں نہ تھا۔

چڑی مار کی آہ و بکا پر چڑیا کا جواب

اتنا سننا تھا کہ چڑی مار یوں رونے چلانے اور ماتم کرنے لگا جیسے اس کا بچہ مر گیا ہو۔ بار بار ٹھنڈی آہیں بھرتا اور سینہ پیٹ کر کہتا تھا کہ ہائے! میں برباد ہو گیا۔ مجھ بے وقوف نے ایسی نادر چڑیا کو کیوں آزاد کر دیا۔ ہائے! وہ بھی کیسی منحوس گھڑی تھی جب یہ چڑیا آزاد ہوئی' اس نے مجھے ہتھیلی میں جنت کی جھلک دکھلا کر لوٹ لیا۔'' یہ باتیں کہتا اور روتا جاتا تھا۔ جب خوب رو چکا' تب چڑیا نے کہا:

''ارے او احمق! میں نے پہلے ہی تجھے نصیحت کر دی تھی کہ گزری ہوئی بات کا غم نہ کرنا۔ جب وہ بات ہو ہی چکی تو اب رونا پیٹنا اور کف افسوس ملنا کس کام کا؟ معلوم ہوتا ہے تو میری نصیحت کو سرے سے سمجھا ہی نہیں یا بہرے پن کی وجہ سے پوری بات نہیں سنی۔ میں نے تجھے پہلی نصیحت یہ کی تھی کہ ناممکن بات کا ہرگز یقین نہ کرنا' خواہ وہ بات کیسا

Scanned with CamScanner

ہی آدمی تجھ سے کہے ورنہ گمراہ ہو جائے گا۔ ذرا سوچ تو سہی' مجھ ننھی سی جان کا پورا تن وتوش تین درہم وزن سے زیادہ نہیں۔ بھلا دس درہم وزن کا موتی میرے پوٹے میں کہاں سے آ گیا؟''

یہ سن کر چڑی مار رونا دھونا بھول گیا' حیرت سے چڑیا کو تکنے لگا۔ سمجھا کہ بے شک ٹھیک کہتی ہے۔ میں نے پہلے اس طرف غور نہ کیا تھا۔ بولا:

''اے نازک بدن چڑیا' اب مہربانی کر کے وہ تیسری نصیحت بھی کرتی جا جس کا وعدہ تو نے کیا تھا۔''

چڑیا نے کہا: ''اچھی کہی' ارے بے وقوف' تو نے میری دو نصیحتوں پر کون سا عمل کیا جو تیسری نصیحت بھی مجھ سے سننا چاہتا ہے۔ وہ قیمتی نصیحت تجھ جیسے بے مغز شخص کے لئے نہیں ہے۔'' یہ کہہ کر خوشی سے چہچہاتی ہوئی جنگل کی طرف اڑ گئی۔

(مثنوی مولائے روم علیہ الرحمۃ)

(189)

حضرت ابراہیم بن ادہم اور آدابِ مسجد

حضرت ابراہیم بن ادہم قدس سرہ مسجد میں تنہا بیٹھے تھے۔ پاؤں پھیلا لیا۔ گوشہ مسجد سے ہاتف نے آواز دی ''ابراہیم! بادشاہوں کے حضور میں یونہی بیٹھتے ہیں۔'' معاً پاؤں سمیٹے اور ایسے سمیٹے کہ وقت انتقال ہی پھیلے۔

فائدہ: قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا تو ہر جگہ منع ہے۔ مسجد میں کسی طرف نہ پھیلائے کہ خلافِ آدابِ دربار ہے۔ اس کے بعد مسجد کے چند آداب ملاحظہ ہوں:

1- جب مسجد میں قدم رکھو تو پہلے سیدھا پھر الٹا اور واپسی پر اس کا عکس۔

2- مسجد میں جائے تو کہے: اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ ''الٰہی تو اپنی رحمت کے دروازے میرے لئے کھول دے۔''

3- اور جب مسجد سے باہر نکلے تو کہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ ''اے اللہ میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔''

4- مسجد میں آتے وقت اعتکاف کی نیت کرے یوں کہ بسم اللہ دخلت وعلیہ توکلت ونویت سنۃ الاعتکاف ۔ اس عبادت کا بھی ثواب ملے گا اور اس کے سبب مسجد میں پانی پینا یا مثلاً پان کھانا یا پردیسی اور روزہ دار کے لئے کھانا پینا اور افطاری کھانا جائز ہوگا۔

5- بغیر نیت اعتکاف' کسی کو کسی چیز کے کھانے پینے کی اجازت نہیں۔ بہت مساجد میں دستور ہے کہ ماہِ رمضان المبارک میں' لوگ نمازیوں کے لئے افطاری بھیجتے

Scanned with CamScanner

ہیں اور وہ بلانیت اعتکاف وہیں بلا تکلف کھاتے پیتے اور فرش خراب کرتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے اور نیت اعتکاف کے بعد بھی اس کا لحاظ ضروری ہے کہ مسجد کا فرش یا مصلے وغیرہ خراب اور گندے نہ ہوں۔

6-وضو کرنے کے بعد اعضائے وضو سے ایک قطرہ پانی کا فرش مسجد پر نہ گرے۔

7-مسجد میں دوڑنا یا زور سے قدم رکھنا جس سے دھمک پیدا ہو منع ہے۔

8-مسجد میں اگر چھینک آئے تو کوشش کرے کہ آہستہ آواز نکلے۔ اسی طرح کھانسی، اسی طرح ڈکار کو ضبط کرنا چاہئے اور نہ ہو تو حتی الامکان آواز دبائی جائے۔ اگرچہ غیر مسجد میں ہو خصوصاً مجلس میں یا کسی معظم کے سامنے کہ بے تہذیبی ہے۔

9-مسجد میں دنیا کی کوئی بات نہ کی جائے۔ ہاں اگر کوئی دینی بات کسی سے کہنا ہو تو قریب جا کر آہستہ سے کہنا چاہئے نہ کہ چیخ چلا کر۔

10-تمسخر ویسے ہی ممنوع ہے اور مسجد میں سخت ناجائز۔

11-فرش مسجد پر کوئی چیز نہ پھینکی جائے بلکہ آہستہ سے رکھ دے۔

12-مسجد میں حدث مثلاً ریح کا اخراج منع ہے۔ ضرورت ہو تو باہر چلا جائے لہٰذا معتکف کو چاہئے کہ تھوڑا کھائے پیٹ ہلکا رکھے کہ قضائے حاجت کے وقت کے سوا کسی وقت اخراج ریح کی حاجت نہ ہو۔ وہ اس کے لئے باہر نہ جا سکے گا۔

13-مسجد کو راستہ بنانا یعنی اس میں سے ہو کر گزرنا ناجائز ہے۔

14-مسجد کا کوڑا جھاڑ کر کسی ایسی جگہ نہ ڈالیں جہاں بے ادبی ہو۔

15-مسجد میں اپنے لئے سوال کرنا حرام ہے اور سائل کو دینا بھی منع ہے۔

16-مسجد میں کچا لہسن پیاز کھانا یا کھا کر جانا جائز نہیں جب تک بو باقی ہو کہ فرشتوں کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ یونہی بدبودار کپڑے پہن کر مسجد میں جانا۔

17-گرمی کے باعث مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے کہ مسجد کی بے ادبی ہے۔ ہاں اگر مسجد، جماعت پر تنگ ہو جائے کہ نیچے جگہ نہ رہے تو باقی ماندہ لوگ چھت پر

صف بندی کرلیں۔ یہ بلاکراہت جائز ہے کہ اس میں ضرورت ہے بشرطیکہ حالِ امام مشتبہ نہ ہو۔

18-صحن مسجد بھی جزو مسجد ہے، اس میں نماز مسجد ہی میں نماز ہے، اور اس کے وہی آداب ہیں جو پٹے ہوئے درجے کے۔ صحن کسی حکم میں مسجد سے جدا نہیں۔

19-مٹی کے تیل میں چونکہ سخت بدبو ہے لہٰذا اسے مسجد میں لے جانا یا وہاں لے جا کر جلانا حرام وناجائز ہے مگر جب کہ اس کی بدبو کافور وغیرہ سے دور کردی جائے تو اب کوئی حرج نہیں۔

20-مجلس میلاد مبارک کہ روایات صحیحہ سے ہو اور اشعار کہ پڑھے جائیں وہ شرع مطہرہ کے مطابق ہوں، مسجد میں بھی جائز ہے کہ مساجد ذکر الٰہی کے لئے بنیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی ذکر الٰہی ہے۔ جس سے برکتیں آتی اور بلائیں جاتی ہیں۔ مولائے کریم ہمیں حسن ادب کی توفیق بخشے۔ آمین۔

(حکایات رضویہ، علامہ مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی دار العلوم احسن البرکات حیدرآباد سندھ)

(190)

عنایت حضور (ﷺ) کی

محمد بن سعید بن مطرف رحمۃ اللہ علیہ جو نیک لوگوں میں سے ایک بزرگ تھے۔ کہتے ہیں: میں نے اپنا یہ معمول بنا رکھا تھا کہ رات کو جب سونے کے واسطے لیٹتا تو ایک مقدار معین درود شریف کی پڑھا کرتا تھا۔ ایک رات کو میں بالا خانہ پر اپنا معمول پورا کر کے سو گیا تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بالا خانہ کے دروازہ سے اندر تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے بالا خانہ سارا ایک دم روشن ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف کو تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: لا اس منہ کو لا جس سے تو کثرت سے مجھ پر درود پڑھتا ہے، میں اس کو چوموں گا۔ مجھے اس سے شرم آئی کہ میں دہن مبارک کی طرف منہ کروں تو میں نے ادھر سے اپنے منہ کو پھیر لیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے رخسار پر پیار کیا۔ میری گھبرا کر ایک دم آنکھ کھل گئی۔ میری گھبراہٹ سے میری بیوی جو میرے پاس پڑی ہوئی تھی، اس کی بھی ایک دم آنکھ کھل گئی تو سارا بالا خانہ مشک کی خوشبو سے مہک رہا تھا اور مشک کی خوشبو میرے رخسار میں سے آٹھ دن تک آتی رہی۔

یارب صل وسلم دائماً ابداً ۔ علیٰ حبیبك خیر الخلق کلھم ۔

(فضائل درود شریف 108)

(191)

نورِ محمد (ﷺ) کی برکات

ابرہہ جب مکہ میں تخریب کاری کے لئے آیا تو حضرت عبدالمطلب مکہ سے باہر نکلے۔ آپ کی پیشانی سے نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم چمکا۔ نور کی چمک کعبۃ اللہ پر پڑی تو آفتاب کی روشنی ماند پڑ گئی۔ حضرت عبدالمطلب واپس مکہ آ گئے۔ قوم نے پوچھا: آپ واپس کیوں آئے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ نور والا بالآخر غالب آ جائے گا۔ ابرہہ نے قاصد بھیج کر عبدالمطلب کو بلا بھیجا۔ ابرہہ کے لشکر میں چار ہزار ہاتھی تھے۔ کہتے ہیں: ابرہہ کے لشکر کا سالار قبیلہ حمیری کا ایک بہادر شخص تھا جسے ایک ہزار گھڑسواروں کے برابر مانا جاتا تھا۔ حمیری جب عبدالمطلب کے سامنے آیا تو آپ کی پیشانی میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی چمک دیکھ کر گھوڑے سے نیچے اتر آیا اور سجدے میں گر گیا۔

ہاتھیوں میں سے ایک سفید ہاتھی تھا جو دستہ کا سالار تھا۔ حضرت عبدالمطلب جب ہاتھیوں کے قریب سے گزرے تو تمام ہاتھیوں نے آپ کو سجدہ کیا۔ ہاتھی کہنے لگے "نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر سلام ہو، بشارت ہو اسے جو آپ پر ایمان لائے۔ آپ رحمۃ للعالمین وسید المرسلین ہیں۔" ابرہہ نے جب ہاتھیوں کو سجدہ کرتے دیکھا تو ابرہہ کو عبدالمطلب پر بہت غصہ آیا۔ حمیری نے کہا: بادشاہ سلامت! ان پر ناراض کیوں ہو رہے ہیں؟ جب وہ آپ کے سامنے آئیں گے تو آپ بھی تعظیم کیے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ چنانچہ عبدالمطلب جب ابرہہ کے سامنے آئے تو وہ مسند سے نیچے اتر آیا اور آپ کے سامنے سجدہ کرنے لگا۔ ابرہہ بولا:

Scanned with CamScanner

"آپ کی حاجت کیا ہے؟" فرمایا: "میرے اونٹ واپس کردو۔"

اس نے حیران ہو کر کہا: "آپ نے مجھ سے اونٹوں کا سوال کیا لیکن کعبہ کے بارے میں کیوں بات نہ کی؟" فرمایا: "کعبہ والا اپنے گھر کی حفاظت خود کرے گا۔"

یہ سن کر ابرہہ نے حکم دیا کہ آپ کے تمام مویشی واپس کر دیئے جائیں۔ عبدالمطلب اپنے مویشی لے کر واپس مکہ آ گئے۔

(معجزات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بحوالہ نورانی حکایات)

(192)

سب کا رازق

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں ایک گھاٹی کی طرف گیا۔ میرے پاس خشک روٹی اور پانی تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک وادی میں داخل ہو گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ درخت کی شاخ پر ایک پرندہ بیٹھا تھا۔ وہ شاخ پر بار بار چونچ مار رہا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جانتے ہو یہ کیا کہہ رہا ہے؟"

میں نے عرض کی: "اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پرندہ کہہ رہا ہے اے اللہ! تو ظالم نہیں منصف ہے۔ بھوک سے میرا برا حال ہو رہا ہے۔ مولیٰ مجھے رزق دے؟"

میں نے روٹی کے دو ٹکڑے کر کے زمین پر ڈال لے۔ پرندے نے وہ کھائے اور پھر شاخ پر بیٹھ کر بولنے لگا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پرندہ اب یہ کہہ رہا ہے "جو اللہ پر توکل کرے اللہ اس کے لئے کافی ہے جو اس کو یاد رکھے اللہ اس کو کبھی نہیں بھولتا۔ (ایضاً)

(193)

تیرا وجود اور اس کی نعمتیں

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں تعجب ہے اس پہ جو وجود کے معنی سے ناواقف ہے اور اگر جانتا ہے تو حسب فہم عمل نہیں کرتا۔ جانتا ہے کہ عمر بہت کم ہے اور وہ اسے نیند میں بے کاری میں فضول باتوں میں اور طلب لذات میں ضائع کر رہا ہے حالانکہ اس کا یہ زمانہ عمل کا ہے فارغ رہنے کا نہیں...... اسے مال خرچ کرنے کا حکم ہوا اور طبیعت کی مخالفت کا مگر اس نے بخل کیا حتیٰ کہ گلا گھٹنے لگا تو کہتا ہے میرے مرنے کے بعد میری طرف سے تقسیم کر دینا۔ فلاں کر دینا وغیرہ۔ اول تو ایسا ہوگا ہی نہیں، ہو بھی گیا تو کیا فائدہ؟ صحت کے عالم میں خرچ کرنے کا مقصد طبیعت کی مخالفت ہوتی ہے کہ اخراج مال کی مشقتیں سلامتی کے ایام میں برداشت کرتا ہے۔ اگر کچھ بھی سمجھ ہو تو دونوں حالتوں میں فرق ہو سکتا ہے۔ بس سعادت مند وہ ہے جو اپنے لئے چونک گیا اور عقل کے تقاضے پر عمل کرنے لگا اور اس زمانے کو غنیمت جانا جس کا انجام دوام ہے اور اس عمر کی نگداشت کی جو بہت جلد ختم ہونے والی ہے۔ تیرا ناس ہو اس مال کا ذخیرہ تیرے کس کام آیا جو تیرے اعمال نامہ میں کوئی نیکی نہ بڑھا سکا اور تاریخ میں کوئی خوبی اور کمال نہ دکھا سکا۔ کیا تو نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انفاق نہیں سنا؟ کیا حاتم کی مدح سرائی کے اور صاحب کے بخل کے اثرات تیرے سامنے نہیں؟ تجھ پر افسوس ہے اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی مالی آفت ڈال دے تو فریاد کرتا ہے اور ایک رات اگر بدنی تکلیف آ جائے تو شکوہ شکایت کرنے لگتا ہے۔

اے ہوس کے پجاری

بس تو اپنے مطلوبات تو پورے لینا چاہتا ہے اور اس کا حق جو تجھ پر ہے اسے پورا ادا نہیں کرتا۔ ''ویل للمطففین'' وہ ذات پاک ہے جس نے لوگوں پر احسان فرمایا جو مقصد کو سمجھ کر محنت و مشقت میں لگ گئے اور دوسروں کے قلوب پر پردہ ڈالا کہ وہ موجود کالمعدوم ہو گئے بھلا وہ عاقل انسان اپنے بدن کو قربانی کے جانور کی طرح کیسے نہیں چلائے اور تھکائے گا جس کا مقصد منیٰ میں پہنچنا ہے۔

ارے بندے! کیا تجھے معلوم ہے کہ تیری ایجاد میں حق تعالیٰ کی جلوہ نمائی کا کیا عالم ہے؟ جی ہاں واللہ تیرا وجود اس کے وجود کی دلیل ہے اور تجھ پر ہونے والے انعامات اس کی سخاوت اور جود کا نشان ہیں لہٰذا جیسے اس نے تمام حیوانات پر تجھے مقدم رکھا ہے تو بھی اپنے دل میں تمام مطلوبات پر اس کی ذات کو مقدم رکھ۔ ہائے ناکامی اس شخص کی جو اس سے جاہل رہا اور ہائے ناداری اس کی جس نے اس سے منہ موڑا اور آہ ذلت اس کی جو اس کے غیر سے عزت ڈھونڈتا ہے۔ وائے حسرت اس شخص کی جو اس کی خدمت وطاعت کے علاوہ میں مشغول ہو گیا۔ (صید الخاطر)

Scanned with CamScanner

(194)

ایک وظیفہ اور اس کی قبولیت

ابو القاسم خفاف کہتے ہیں کہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ ابوبکر بن مجاہد کی مسجد میں گئے۔ ابوبکر ان کو دیکھ کر کھڑے ہوئے۔ ابوبکر کے شاگردوں میں سے اس کا چرچا ہوا۔ انہوں نے استاد سے عرض کیا: آپ کی خدمت میں وزیر اعظم آئے ان کے لئے تو آپ کھڑے ہوئے نہیں شبلی کے لئے آپ کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا: میں ایسے شخص کے لئے کیوں نہ کھڑا ہوں جس کی تعظیم حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود کرتے ہوں۔

اس کے بعد استاد نے اپنا ایک خواب بیان کیا اور کہا کہ رات میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا تھا کہ کل کو تیرے پاس ایک جنتی شخص آئے گا' جب وہ آئے تو اس کا اکرام کرنا۔ ابوبکر کہتے ہیں: اس واقعہ کے دو ایک دن بعد پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! اللہ تمہارا بھی ایسا ہی اکرام فرمائے جیسا کہ تم نے ایک جنتی آدمی کا اکرام کیا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! شبلی کا یہ اعزاز آپ کے یہاں کس وجہ سے ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ پانچوں نمازوں کے بعد یہ آیت پڑھتا ہے:

لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ .

اور اسی برس سے اس کا یہ معمول ہے۔ (بدیع۔ فضائل درود شریف)

یارب صل وسلم دائماً ابداً . علیٰ حبیبك خیر الخلق كلهم .

(195)

صلح کی خوشی میں جنت سے حلوہ

ایک دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان بظاہر ناراضگی ہوگئی۔ ہوا یوں کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور کھانا طلب فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ آپ نے جہاں رات بسر فرمائی ہے وہیں سے کھالیا ہوتا۔ یہ بات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب نازپر ناگوار گزری۔ آپ باہر تشریف لانے لگے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کا دامن پکڑ لیا۔ آپ جھٹک کر باہر تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ کو سخت ندامت ہوئی۔ آپ رونے لگیں۔ چادر اوڑھ کر سجدہ میں گر پڑیں۔ سجدہ میں آپ نے رو کر کہا: ''الٰہی تیرے سوا کون ہے؟ جو میری سفارش کرے؟''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہونے والے تھے کہ جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوگئے۔ آپ کا دایاں پاؤں مسجد میں اور بایاں ابھی باہر تھا کہ جبرائیل امین علیہ السلام نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑ کر کہا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مسجد میں داخل نہیں ہوں گے۔''

''آخر کیوں؟'' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو جبرائیل امین علیہ السلام نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: ''میری باندی مٹی پر گری سجدے کر رہی ہے۔ مجھے میرے جلال و جبروت کی قسم! جب تک آپ اس کی دل جوئی نہ کریں گے مسجد میں داخل نہیں ہوں گے۔''

Scanned with CamScanner

حضرت جبریل علیہ السلام بی بی عائشہ کے سفارشی بن گئے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوراً گھر آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آہٹ محسوس کی تو مکان کے ایک کونہ میں بیٹھ گئیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چارپائی پر بیٹھ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بات کرنے سے کترا رہی تھیں۔ جبرائیل علیہ السلام پھر آ گئے اور کہا:

''جفا کے سلسلہ میں نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی بیویاں ہیں اور وفا کے سلسلہ میں فرعون کی بیوی آسیہ!'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فوراً اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں بیٹھ گئیں۔ ساق مبارک کو تھام کر بولیں:

''مجھے معاف فرمائیے' یوں جان لیجئے کہ میں ابھی مسلمان ہوئی ہوں' مجھ پر رحم فرمائیے۔'' یہ سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور راضی ہو گئے۔

جبرائیل امین علیہ السلام جنت سے حلوے کا طباق لے کر پھر حاضر ہو گئے اور کہا کہ خدا نے فرمایا ہے: ''صلح ہم نے کرائی ہے' مٹھائی بھی ہمارے ذمہ ہے' لیجئے تناول فرمائیے۔'' مقدس جوڑے نے حلوہ کھایا۔ وہ صلح کی خوشی میں ایک دوسرے کے منہ میں لقمے ڈالتے رہے۔ صرف دو لقمے باقی رہ گئے تو دروازہ پر دستک ہوئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حمیرا! آنے والے یقیناً ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ لقمہ ان کا حصہ ہیں۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہم دونوں میں ناراضگی ہو گئی تھی۔ اللہ نے ثالث بن کر صلح کرا دی ہے۔ اللہ نے جنت سے شیرینی بھیجی ہے جو ہم کھا چکے ہیں۔ دو لقمے باقی رہ گئے ہیں جو تمہارا حصہ ہیں۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لقمے لئے۔ ایک لقمہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ میں اور دوسرا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے منہ میں ڈال کر کہا:

''میری زندگی تو آپ کی خوشیوں میں ہے۔'' (معجزات رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

(196)

سیّدہ رقیہ بنت محمد ﷺ

سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت سے تین سال بعد بعثت نبوی سے سات سال پہلے پیدا ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہونے والی ساری اولاد نجیب الطرفین تھی۔ سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا والد اور والدہ دونوں کی طرف سے قرشیہ تھیں۔ سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک 33 سال تھی۔ ان کی ولادت کے وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی نبوت کا اعلان نہیں فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے ساتھ ہی ابولہب کا گھر تھا۔ نبوت ملنے سے پہلے یہ شخص یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا تھا۔ ابولہب کا اصل نام عبدالعزیٰ تھا۔ نہایت خوبصورت ہونے کے ساتھ مالدار بھی تھا۔ اس کے ایک بیٹے کا نام عتبہ اور دوسرے کا نام عتیبہ تھا۔ بنو ہاشم کے کچھ لوگ سردار ابوطالب کو لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گویا ہوئے۔ آپ نے اپنی بڑی بیٹی کا نکاح ابوالعاص سے کر دیا ہے۔ بلاشبہ وہ اچھا داماد اور شریف انسان ہے۔ مگر ہم (آپ کے ددھیالی رشتہ دار) یہ کہتے ہیں: جس طرح آپ پر خدیجہ کی بہن ہالہ کے بیٹے کا حق ہے اسی طرح ہمارا بھی حق ہے۔ حسب ونسب اور شرافت میں ہم کسی طرح ان سے کم نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا معاملہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہم آپ کی دو بچیوں رقیہ اور اُمّ کلثوم کا رشتہ مانگنے آئے ہیں۔ رشتہ مانگنے والوں میں ابولہب بھی تھا اور وہ اپنے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے لئے رشتہ طلب کر رہا تھا۔

Scanned with CamScanner

رشتہ مانگنے پر حضور علیہ السلام کا ابولہب کو جواب

ارشاد ہوا اے چچا! مجھے قرابت داری اور رشتہ داری سے انکار نہیں مگر مجھے سوچنے کا موقع دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کیا۔ پہلے تو وہ اس رشتے پر تیار نہیں ہوئیں کیونکہ ان کے سامنے اُمّ جمیل کا چہرہ تھا جو ابولہب کی بیوی تھی اور اسے ان سیدات کی ساس بننا تھا۔ یہ خاتون' جس کا نام اروی تھا' ابوسفیان کی بہن اور اموی خاندان کے مشہور سردار حرب بن امیہ کی بیٹی تھی۔ یہ خاصی بدتمیز' بدزبان اور فتنہ پرداز عورت تھی۔ قرآن کریم نے حمالۃ الحطب کا لقب اسی بدبخت عورت کو دیا۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ فکر تھی کہ ان بچیوں کا نباہ اس عورت کے ساتھ کیسے ہوگا۔ پورا مکہ اس عورت کی بدزبانی سے واقف تھا تاہم ان کے سامنے یہ بات بھی تھی کہ وہ اپنی صاحبزادی سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا رشتہ اپنے بھانجے سے کر چکی تھیں اور بچیوں کے ددھیال کا بھی ان پر حق ہے چنانچہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مشورے اور بیٹیوں کی رضامندی سے سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عتبہ سے ہوگیا جبکہ سیّدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوا' تاہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا' اس وقت تک ان کی رخصتی نہ ہوئی تھی اور یہ دونوں سیدات اپنے والد گرامی کے گھر پر ہی تھیں۔ (اسد الغابۃ' 387/5)

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز کیا گیا۔ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیاں سیّدہ زینب' سیّدہ رقیہ' سیّدہ اُمّ کلثوم اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہمن شامل تھیں۔ سیرت نگاروں نے وضاحت سے لکھا ہے کہ جس روز سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا ان کی چاروں بیٹیوں نے بھی اسی روز اسلام قبول کر لیا تھا۔

(الطبقات لابن سعد' 36/8)

دعوتِ اسلام اور ابولہب کی بدزبانی:

ابولہب نے شروع دن سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت مخالفت کی۔ یوں تو بنو ہاشم کے بہت سارے افراد نے اسلام قبول کرنے میں بہت تاخیر سے کام لیا مگر یہ خاندانی تعصب تھا یا روایات کی پاسداری کہ کافر ہونے کے باوجود انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور آپ کا حتی الامکان دفاع کیا۔ یہ لوگ شعب ابی طالب میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محصور رہے مگر ابولہب کا معاملہ سب سے انوکھا تھا۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ سے زیادہ کیسے تکلیف پہنچائے۔ یہ بدزبانی کرتا رہتا مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خاموش ہی رہتے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہ شخص اس وقت کے مروجہ اصولوں کے مطابق اپنے یتیم بھتیجے کا ساتھ دیتا کیونکہ قبائلی معاشرے میں چچا کو بھی باپ کا درجہ حاصل تھا۔ بالخصوص اس صورت میں جبکہ حقیقی والد فوت ہو چکا ہو۔ اس لئے گروہ قریش میں ابولہب بھی موجود تھا کہ اس نے زبان درازی کرتے ہوئے کہا تو دن بھر غارت ہو' کیا تو نے ہمیں اس بات کے لئے جمع کیا تھا۔ (صحیح البخاری' حدیث 4770' 4971)

اللہ کی طرف سے بدزبانی کا جواب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بدبخت کی زبانی کا کوئی جواب نہ دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کا خود دفاع کیا اور سورۂ لہب نازل فرمائی: تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ...... ''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ و برباد ہو جائے۔''

جیسا کہ گزر چکا کہ سورہ کے نازل ہونے کے بعد ابولہب اور اس کی بیوی اُمّ جمیل کے غیظ و غضب میں مزید اضافہ ہوگیا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتی ہوئی آئی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ہمراہ تھے۔ اس کے ہاتھ میں پتھر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نگاہ پکڑ لی اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ سکی۔ صرف ابوبکر رضی اللہ

Scanned with CamScanner

عنہ کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے چھوٹتے ہی سوال کیا ابوبکر! تمہارا ساتھی کہاں ہے؟ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ میری ہجو کرتا ہے۔ بخدا! اگر میں اسے پا گئی تو اس کے منہ پر یہ پتھر دے ماروں گی۔ دیکھو خدا کی قسم! میں بھی شاعرہ ہوں۔ پھر اس نے شعر سنایا:

مذمما عصينا وامره ابينا ودينه قلينا

''ہم نے اس مذمم (لائق مذمت شخص) کی نافرمانی کی' اس کے حکم کو تسلیم نہ کیا اور اس کے دین کو نفرت وحقارت سے چھوڑ دیا۔''

(السیرۃ لابن ہشام' 356/1)

قارئین کرام! ان واقعات سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ابولہب اور اس کی بیوی اُمّ جمیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کس قدر دشمن تھے۔ اس سے پہلے کہ ہم آگے بڑھیں میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اوپر والے اشعار کا اہل علم میں سے کسی نے یوں جواب دیا ہے۔

محمدا اطعنا ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم نے اطاعت کی۔'' وامره قبلنا ''ہم نے ان کے امر کو تسلیم کیا۔'' رضينا ونفسه فدينا ''ہم ان کے دین پر راضی ہیں اور ہماری جانیں ان پر قربان ہوں۔''

ابولہب اور اس کے بیٹوں کی بدبختی:

ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں کو علیحدہ علیحدہ بلوایا اور ہر ایک سے کہا راسي من راسك حرام ان لم تطلق ابنته ''اگر تم نے اس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی کو طلاق نہ دی تو میرا اور تمہارا سر آمنے سامنے نہیں ہو سکے گا یعنی میں کبھی تمہاری شکل نہیں دیکھوں گا۔'' (السیرۃ الحلبیۃ' 468/1)

ایک دوسری روایت میں ہے ابولہب نے اپنے بیٹوں سے کہا دیکھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گالی دی ہے۔ ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے' ندامت سے ہمارے سر جھک گئے ہیں۔ اس نے بڑے غصے سے اپنے بیٹے عتبہ سے کہا کہ محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کی بیٹی کو فوراً طلاق دے دو اور اس نے اسی وقت طلاق دے دی۔ ایک روز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملتا ہے کہ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۔

''آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں۔'' (الشعراء' 214)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم کو اپنے گھر پر جمع کیا۔ اس دعوت میں 45 افراد آئے جن میں ابولہب بھی شامل تھا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید مخالفت کی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور مجلس میں کوئی گفتگو نہ فرمائی۔

(انساب الاشراف' 134/1)

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار پھر اپنے رشتہ داروں کو جمع کیا۔ سردار ابوطالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حوصلہ افزائی کی مگر ابولہب نے بکواس کی کہ یہ ایک بری دعوت ہے۔ سردار ابوطالب نے کہا: اللہ کی قسم! جب تک جسم میں جان ہے ہم ان کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ (سبل الہدی والرشاد' 323/2)

اے اللہ! اپنے کتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط فرما دے

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین ہو گیا کہ اور کوئی نہ سہی مگر اللہ کے اس دین کی تبلیغ کے دوران ابوطالب ضرور ان کی حمایت کریں گے تو ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''صفا'' پہاڑی پر چڑھ کر یاصباحاه ''ہائے صبح کی مصیبت'' کی آواز لگائی اور ایک ایک قبیلے کو نام لے کر بلایا۔ جب قریش کے قبائل جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعوت توحید دی' اپنے منصب رسالت سے آگاہ کیا اور قیامت کے دن پر ایمان لانے کے لیے کہا: پھر اس نے کہا: میں رقیہ رضی اللہ عنہا کے باپ کے سامنے جا کر اس کے رب کے بارے میں ایسی بات کہوں گا کہ اس کو صدمہ پہنچے گا چنانچہ عتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' بدتمیزی کی اور سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا کو جب اس نے طلاق دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بددعا دی اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اللهم! سلط عليه كلبا من

Scanned with CamScanner

کلابك ۔ ''اے اللہ! اپنے کتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط کر دے۔''

(السیرۃ الحلبیۃ' 468/1)

پھر ایسا ہوا کہ یہ بد بخت ایک مرتبہ تجارتی قافلے کے ہمراہ شام کے علاقے زرقا میں جا رہا تھا کہ رات کے وقت قافلے نے پڑاؤ ڈالا۔ ایک شیر نے ان کے گرد چکر لگایا۔ عتبہ نے دیکھتے ہی کہا ہائے میری تباہی! خدا کی قسم! یہ مجھے کھا جائے گا جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر بددعا کی ہے۔ دیکھو میں شام میں ہوں مگر محمد نے مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے مجھے مار ڈالا ہے۔ احتیاطاً لوگوں نے عتبہ کو اپنے اور جانوروں کے گھیرے کے بیچوں بیچ سلایا لیکن رات کے وقت شیر سب کو پھلانگتا ہوا سیدھا عتبہ کے سر پر پہنچ گیا اور گردن سے دبوچ کر اسے مار ڈالا۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر' 302/38' والمستدرک للحاکم' 539/2)

زرقا کا علاقہ اردن کے دارالحکومت عمان کے قریب ہی ہے۔ یہ علاقہ اس زمانے میں عربوں کا بڑا تجارتی مرکز تھا۔ سیرت نگاروں میں اختلاف ہے کہ ابولہب کے شیر کے ذریعے ہلاک ہونے والے بیٹے کا نام عتبہ تھا یا عتیبہ۔ ''الرحیق المختوم'' میں اس کا نام عتیبہ لکھا گیا ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدتمیزی کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بددعا کی۔

سیرت نگاروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک دن قریش نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے گھر میں پریشان کرو اور ان کی بیٹیوں کو طلاق دلواؤ۔ پہلے وہ ابوالعاص کے پاس گئے اور ان سے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دو' تم قریش کی جس عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہو وہ عورت تمہیں پیش کر دی جائے گی' مگر انہوں نے سختی سے انکار کر دیا لیکن جب یہی پیش کش ابولہب کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کو کی گئی تو انہوں نے سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ (السیرۃ لابن ہشام' 652/2)

ام جمیل اور ابولہب سمیت قریش کے لوگوں کا خیال تھا اور یہ تمنا اور خواہش بھی تھی کہ سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں اضطراب اور پریشانی ہوگی۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فیصلے بڑے اعلیٰ اور حکمت والے ہوتے ہیں۔ اس مالک حقیقی نے دشمنانِ اسلام کی یہ خواہش پوری نہ ہونے دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابولہب کی اولاد سے بدرجہا اعلیٰ اور افضل داماد عطا فرما دیا۔ جس کا نام تھا کامل الحیاء والایمان۔ حضرت سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔

اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا:

ہو مبارک تجھ کو ذوالنورین جوڑا نور کا
نور کی سرکار سے پایا دوشالا نور کا

Scanned with CamScanner

(197)

وصالِ یار کا سچا جذبہ

ایک شخص ایک عورت کے عشق میں مبتلا ہو گیا۔ جب کوئی شخص کسی کے عشق میں مبتلا ہو جائے تو پھر اس کی سب سے بڑی خواہش اور تمنا یہی ہوتی ہے کہ اسے مطلوب و معشوق کا وصل حاصل رہے۔ اس طرح وہ شخص بھی کچھ عرصہ بعد اپنی معشوقہ کے پاس وصال کی عرضی لے کر پہنچا۔ عورت متقی اور پرہیز گار تھی۔ آج کل کی عورتوں کی طرح آوارہ اور بے ہودہ نہیں تھی۔ آج کل کی عورتوں کی طرح بازاروں میں کھلے سر نہیں پھرتی تھی۔ آج کل کی عورتوں کی طرح آزادیٔ نسواں کے نام پر عورت کی نسوانیت پامال نہیں کرتی تھی بلکہ خدا کے حضور سر بسجود ہوا کرتی' نیک تھی۔ اپنی زندگی اور اپنا جسم اپنے خاوند کے لئے وقف کرنا چاہتی تھی لہٰذا اس نے عرضی وصال کو اپنے شوہر نامدار کے حضور باادب اور نہایت خوبصورت طریقہ سے پیش کر دیا۔ وہ خاوند بھی نیک تھا۔ آج کل کے مردوں کی طرح نہیں کہ اسے عورت کی چال سمجھتا اور اس کو شکوک و شبہات کی صلیب پر لٹکا دیتا بلکہ وہ اللہ کا برگزیدہ بندہ تھا۔ پانچ وقت خدا کے حضور اپنی جبین جھکاتا تھا۔ اس نے عرضی وصال پر فیصلہ سنایا کہ عارضی سے کہا جائے کہ وہ روزانہ اس عورت کے خاوند کے پیچھے چالیس روز تک نماز بلاناغہ ادا کرے' تو میں تمہاری ہر خواہش پر سر نیاز خم کروں گی۔ وہ عاشق بھی سچا عاشق تھا۔ آج کل کے نام نہاد عاشقوں کی طرح نہیں تھا کہ جو چلتے ہوئے لڑکیوں پر آوازے کستے ہیں بلکہ وہ خلوص دل سے اس کا وصال چاہتا تھا۔

نماز کی برکت سے مسئلہ حل ہو گیا

لہٰذا اس نے اپنی معشوقہ کے قول پر لبیک کہا اور اس کے خاوند کے پیچھے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ روزانہ چالیس روز تک نماز پڑھتا رہا۔ چالیس روز بعد پھر جب بحکم خاوند عورت نے اس شخص کو اپنے نفس کی طرف بلایا مگر چالیس روز تک بلاناغہ پانچ مرتبہ ایک دن میں ہی وہ شخص وصال حاصل کرتا رہا تھا۔ اس عورت کا نہیں بلکہ محبوب حقیقی کا وصال حاصل۔ اس کو اصل محبوب کا وصال ہو چکا تھا لہٰذا اس نے جواب دیا مجھے اب تیری ضرورت نہیں رہی کیونکہ میں ان جھوٹے وصالوں سے تائب ہو چکا ہوں۔ اس عورت نے یہ بات اپنے خاوند کے گوش گزار کی تو اس نے بے اختیار کہا: صدق اللہ العظیم فی قولہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۔ رب کریم نے سچ فرمایا: نماز بے حیائی اور برے کاموں سے منع فرماتی ہے۔ (نزہۃ المجالس' ج 1' ص 87)

نماز سے گناہگاروں کی بخشش ہوتی ہے

نماز کی بے شمار برکتیں ہیں۔ ایک عظیم برکت یہ بھی ہے کہ اس کی ادائیگی کرنے سے گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے۔ حضرت اعمش رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ایک نماز دوسری نماز تک کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ یعنی جب انسان صبح کی نماز ادا کرتا ہے تو عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر اس وقت تک کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد انسان اپنے اپنے کاروبار کے لئے روانہ ہو جاتے ہیں اور کاروبار میں ہزار ہا طریق سے ایڑی گیڑی کرتے ہیں۔ نماز ظہر کا وقت ہونے پر نماز ظہر ادا کرے تو صبح سے لے کر ظہر تک کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ عصر کی نماز ادا کرنے سے ظہر سے بعد کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور نماز مغرب عصر کے بعد کے گناہ معاف کرانے کا سبب بن جاتی ہے اور مغرب سے عشاء تک سرزد ہونے والے گناہ نماز عشاء ادا کرنے سے معاف ہو جاتے ہیں جیسا کہ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ کے شان نزول سے واضح ہو رہا ہے۔

(مشکوٰۃ' ص 58)

Scanned with CamScanner

(198)

غافل کی فقاہت اور ملحد کی حماقت

ابن جوزی نے لکھا: مجھے اس صاحب عقل پر تعجب ہوتا ہے جو اپنے معاصروں اور ہمسایوں پر موت کا وارد دیکھتا ہے تو اس کی زندگی میں کیا مزہ رہ گیا ہے۔ خصوصاً جبکہ عمر میں بڑی ہوگئی ہے اور اس شخص پر تعجب ہے جو سانپوں کو اپنی طرف رینگتے دیکھتا ہے اور بے چین نہیں ہوتا۔ کیا بوڑھا شخص اپنے اعضاء میں موت کے گھس آنے کا مشاہدہ نہیں کرتا کہ اس نے قوی کی تلوار نکال باہر کی اور ضعف کے ڈیرے ڈلوا دیے۔ بالوں کی سیاہی سفیدی سے بدل دی اور پھر ہر دن کمی اور نقصان بڑھتا جا رہا ہے لہٰذا ایک صاحب عقل کے لئے اپنے نفس پر نظر ڈالنے میں وہ کچھ موجود ہے جو دنیا کے فساد اور احباب کے فراق کی طرف نظر کرنے کی مہلت نہیں دیتا۔ گو یہ چیزیں بھی فکر پیدا کرتی ہیں لیکن جس کا گھر جل گیا ہے اور وہ اپنا سامان منتقل کرنے میں لگا ہوا ہے اسے ہمسایوں کے گھروں کی بات کرنے کی فرصت ہی کب ہے اور یہ موت دنیا سے غافل کرتی ہے اور اس کا فراق آسان کرتی ہے۔ احباب کے بدلنے کی طرح کہ اس کو اپنے آس پاس والوں کے لئے اجنبی سا بنا دیتی ہے یا ان کو اس کی نگاہ میں اجنبی کر دیتی ہے۔ ہم نے بہت سے ایثار پیشہ غنی دیکھے صبر کرنے والے فقراء دیکھے' اپنا محاسبہ کرنے والے پرہیزگار دیکھے جو عقلاء کے بجائے کم عقل اور کریم کے بجائے بخیل بن کے رہ گئے اور اے سفر کی سہولت کہ شاید نفس کو بچھڑے ہوئے مل جائیں اور احباب کی ملاقات وشمولیت نصیب ہو جائے۔ (صید الخاطر)

عقل کے اندھے لوگ

مزید لکھتے ہیں: میں نے اس آیت میں غور کیا اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور چوپائے اور لوگوں میں سے بہت سے'' کہ آیت میں جمادات اور چوپائے تو سب ذکر کئے کہ وہ سجدہ کرتے ہیں اور عقلاء میں استثنیٰ کیا (کہ وہ تمام نہیں سجدہ کرتے بلکہ کثیر فرمایا) اس پر مجھے ایک شاعر کا قول یاد آیا کہ جمادات اپنے خالق کا انکار نہیں کرتے اور بعض عقل والوں نے انکار کیا ہے۔ میں نے کہا: یہ بھی اس کی عظیم قدرت کا کرشمہ ہے کہ عقل ایک شخص کو عطا فرماتا ہے اور اس کا فائدہ اور اثر سلب کر لیتا ہے اور یقیناً یہ اس کے قادر اور قاہر ہونے کی بہت قوی دلیل ہے ورنہ یہ بات کسی عاقل کو کب زیب دیتی ہے کہ وہ اپنے وجود کے ذریعہ اس کے موجد کے وجود کو نہ پہچان سکے اور وہ اپنے ہاتھوں بت تراش کر اسی کی عبادت کیونکر کرنے لگ جاتا ہے۔ بس بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو عقل دے کر حجت تمام کر دی اور جب چاہا ان کے قلوب کو راہ ہدایت سے اندھا کر دیا۔ (ایضاً)

Scanned with CamScanner

(199)

میں گدائے مصطفیٰ ﷺ ہوں

مولانا جامی نوراللہ مرقدہ واعلی اللہ مراتبہ ایک مشہور نعت کہنے کے بعد جب ایک مرتبہ حج کے لئے تشریف لے گئے تو ان کا ارادہ یہ تھا کہ روضہ اقدس کے پاس کھڑے ہو کر اس نظم کو پڑھیں گے۔ جب حج کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری کا ارادہ کیا تو امیر مکہ نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ان کو یہ ارشاد فرمایا: اس کو (جامی کو) مدینہ نہ آنے دیں۔ امیر مکہ نے ممانعت کر دی مگر ان پر جذب وشوق اس قدر غالب تھا کہ یہ چھپ کر مدینہ منورہ کی طرف چل دیئے۔ امیر مکہ نے دوبارہ خواب دیکھا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آرہا ہے اس کو یہاں نہ آنے دو۔ امیر نے اپنے آدمی دوڑائے اور ان کو راستہ سے پکڑوا کر بلایا' ان پر سختی کی اور جیل خانہ میں ڈال دیا۔ اس پر امیر کو تیسری مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ کوئی مجرم نہیں بلکہ اس نے کچھ اشعار کہے ہیں جن کو یہاں آ کر میری قبر پر کھڑے ہو کر پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو قبر سے مصافحہ کے لئے ہاتھ نکلے گا جس میں فتنہ ہوگا۔ اس پر ان کو جیل سے نکالا گیا اور بہت اعزاز واکرام کیا گیا۔ (فضائل درود شریف' 124)

☆......امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی گئی ہے کہ میں ایک روز ایک جماعت کے ساتھ تھا کہ وہ ننگی ہو ہو کر پانی میں گھس پڑی اور میں نے اس حدیث شریف پر عمل کیا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن پر یقین رکھتا ہے۔ اس کو چاہئے کہ وہ بلا تہبند حمام

میں داخل نہ ہو اور میں ننگا نہ ہوا تو میں نے اسی رات ایک شخص کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجھ سے کہتا ہے کہ اے احمد! خوش ہو کہ سنت پر عمل کرنے کے سبب خدا تعالیٰ نے تجھ کو بخش دیا اور تجھ کو امام بنا دیا کہ لوگ تیری اقتداء کریں گے۔ میں نے کہا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں جبرائیل علیہ السلام ہوں۔ (کتاب الشفاء' 12/2)

میری عظمتیں نہ پوچھو

امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ کسی نے عمرو بن اللیث بادشاہ خراسان اور مشہور ثوار کو جو کہ صفار کے لقب سے مشہور تھا' خواب میں دیکھا تو اس نے کہا: خدا تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے جواب دیا کہ اس نے مجھ کو بخش دیا۔ اس سے کہا گیا کہ کس سبب سے؟ کہا کہ میں ایک روز پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا تو میں نے اپنے لشکر کو دیکھا' اس وقت مجھ کو ان کی کثرت بھلی معلوم ہوئی۔ میں نے یہ تمنا کی کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت اور مدد کرتا۔ سو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس بات کو مجھ سے قبول فرما لیا اور مجھ کو بخش دیا۔ (کتاب الشفاء' 27/2)

☆......امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کے جواب میں کہا جس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ایوب سختیانی کا حال دریافت کیا تھا کہ جتنے لوگوں سے میں حدیث شریف بیان کرتا ہوں ان سب میں ایوب سختیانی سب سے افضل ہیں اور کہا ہے کہ انہوں نے دو حج کئے ہیں۔ سو میں ان کو گوشۂ چشم سے دیکھتا تھا اور اس کے سوا کچھ نہ سنتا تھا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا تو وہ اتنے روتے کہ مجھے ان پر ترس آ جاتا۔ جب میں نے ان کی یہ حالت دیکھی اور دیکھا کہ وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قدر اجلال اور اکرام کرتے ہیں تو میں نے ان سے حدیث شریف لکھنا شروع کیا۔

(کتاب الشفاء' 34/2)

☆......مصعب بن عبداللہ نے کہا ہے کہ جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو آپ کی رنگت بدل جاتی اور آپ کھڑے ہو جاتے' یہاں تک کہ یہ امر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم نشینوں پر شاق گزرتا۔ کسی نے ایک روز آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں عرض کیا: تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اگر کہیں تم کو وہ نظر آ جاتا جو میں دیکھ رہا ہوں تو تم مجھ پر اعتراض نہ کرتے۔ (کتاب الشفاء' 34/2)

ادبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

جعفر بن محمد بڑے بامذاق اور ہنس مکھ شخص تھے مگر جب ان کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر آ جاتا تھا تو وہ زرد ہو جاتے تھے اور میں نے ان کو کبھی نہیں دیکھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث شریف بیان کی ہو (ادب کی وجہ سے) اور میں مدتوں ان کے پاس آیا گیا مگر میں نے ان کو تین حالتوں کے سوا چوتھی حالت پر نہیں پایا۔ نماز پڑھتے یا چپ بیٹھتے تو قرآن شریف پڑھتے اور وہ کبھی بے فائدہ بات نہ کرتے تھے اور وہ ان علماء اور عباد میں سے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں۔ (کتاب الشفاء' 34/2)

☆......عبدالرحمٰن القاسم کی یہ حالت تھی کہ جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو ان کی ایسی رنگت نظر آنے لگتی تھی جیسے کسی نے ان کا تمام خون کھینچ لیا ہو اور ہیبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب ان کے منہ میں ان کی زبان خشک ہو جاتی تھی۔ (کتاب الشفاء' 35/2)

☆......عامر بن عبداللہ بن الزبیر کے سامنے جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آ جاتا تو وہ اتنے روتے کہ ان کی آنکھوں میں ان کے آنسو خشک ہو جاتے۔
(کتاب الشفاء' 35/2)

☆......صفوان بن سلیم بڑے عابد اور باریاضت شخص تھے۔ جب ان کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا تو وہ رو پڑتے اور برابر روتے رہتے یہاں تک کہ جو لوگ وہاں موجود ہوتے وہ ان کی حالت دیکھ کر ان کے پاس کھڑے ہو جاتے اور ان کو

روتا ہی چھوڑ جاتے۔ (کتاب الشفاء' 35/2)

برابر یاد آتے ہیں

جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لوگوں کا مجمع زیادہ ہونے لگا اور کسی نے ان سے کہا کہ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کوئی مستملی اختیار کر لیتے تو بہتر ہوتا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ ۔ ''اے ایمان والو! اونچی مت کرو اپنی آواز نبی کی آواز سے۔''

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہی حرمت باقی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے اس میں کچھ فرق نہیں آیا۔ (کتاب الشفاء' 35/2)

☆......بعض اوقات ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ ہنستے ہوتے اور ان کے نزدیک کوئی شخص کسی حدیث نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر دیتا تو فوراً فروتنی اور انکساری ٹپکنے لگتی۔
(کتاب الشفاء' 35/2)

☆......جب عبدالرحمٰن بن مہدی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف پڑھتے تو لوگوں کو حکم دیتے کہ چپ رہو اور کہتے: لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اپنی آوازیں بلند مت کرو اور اس کی یہ تاویل کرتے تھے کہ جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنتے وقت چپ رہنا واجب ہے' ویسا ہی اس وقت بھی چپ رہنا واجب ہے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف پڑھی جائے۔ (کتاب الشفاء' 35/2)

یہ میرا ضبط دیتا ہی نہیں اجازت مجھ کو

حسین بن محمد نے بسند خود عمرو بن میمون سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں سال بھر تک ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا رہا مگر میں نے ان کو کبھی نہیں سنا کہ انہوں نے کہا ہو کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مگر ایک روز کہ انہوں نے کوئی

Scanned with CamScanner

حدیث شریف بیان کی اوران کی زبان سے نکلا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ پھران پرایک طرح کا کرب اور بے چینی غالب ہوئی' یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ ان کی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا ہے پھر کہا' خدا تعالیٰ نے چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا یا اس سے کچھ زائد یا اس سے کچھ کم یا اس کے قریب قریب۔ ایک اور روایت میں ہے کہ پھر آپ کے چہرہ پر تاریکی چھا گئی اور ایک روایت میں ہے کہ ان کی دونوں آنکھیں ڈبڈبا آئیں اوران کی گردن کی رگیں پھول گئیں۔

(کتاب الشفاء' 36/2)

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں سے

ابراہیم بن عبداللہ قریم الانصاری قاضی مدینہ نے کہا ہے کہ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ' ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کے قریب سے گزرے۔ وہ اس وقت حدیث شریف بیان کر رہے تھے تو وہ چلے آئے اوران کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور کہا کہ مجھے کوئی جگہ نہیں ملی جو میں بیٹھتا اور اس کو میرے دل نے قبول نہ کیا کہ میں کھڑے کھڑے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سنوں۔ (کتاب الشفاء' 36/2)

☆......امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ایک شخص حضرت سعید بن المسیب کے پاس آیا اور اس نے کسی حدیث شریف کو دریافت کیا۔ وہ اس وقت لیٹے ہوئے تھے' بیٹھ گئے اور اس سے حدیث شریف بیان کی۔ اس نے کہا: میں چاہتا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ (نشست کی) تکلیف نہ اٹھاتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں تجھ سے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیٹے لیٹے بیان کروں۔

(کتاب الشفاء' 36/2)

☆......مطرف نے کہا ہے کہ جب لوگ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آتے تو ان کی ایک باندی ان کی طرف نکلتی اور کہتی کہ تم سے شیخ یہ کہتے ہیں: تم حدیث پاک کے طالب ہو یا مسائل فقہ کے۔ پس اگر وہ یہ کہتے کہ ہم مسائل فقہی کے طالب ہیں تو آپ

رحمۃ اللہ علیہ اسی وقت باہر تشریف لے آتے اور اگر وہ یہ کہتے کہ ہم حدیث شریف کے طالب ہیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ غسل خانہ میں داخل ہوتے' نہاتے' خوشبو لگاتے' نئے کپڑے پہنتے اور اپنا چوغہ اوڑھتے' عمامہ باندھتے' سر پر اپنی چادر ڈالتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے مسند بچھائی جاتی' پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ باہر تشریف لاتے اور اس پر بیٹھتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر خشوع اور خضوع غالب ہوتا اور جب تک آپ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فارغ نہ ہوتے' اس وقت تک سلگتا رہتا اور اس کی دھونی ہوتی رہتی۔

مطرف کے سوا کسی اور نے کہا ہے کہ وہ اس مسند پر صرف اسی وقت بیٹھتے تھے جب کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف بیان کرتے تھے۔

باادب بانصیب

ابن ابی اویس نے کہا ہے کہ کسی نے اس بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ کہا (یعنی آپ رحمۃ اللہ علیہ اتنا اہتمام کیوں کرتے ہیں) انہوں نے جواب دیا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بجالاؤں اور میں اس کو اس وقت تک بیان نہیں کرنا چاہتا جب تک کہ میں باوضو اور پوری طرح نہ بیٹھا ہوا ہوں اور کہا کہ وہ اس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ راستہ میں کھڑے ہو کر یا جلدی کی حالت میں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کریں اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب اچھی طرح سمجھا دوں۔ (کتاب الشفاء' 37/2)

☆......ضرار بن مرتہ نے کہا ہے کہ سلف صالحین بے وضو حدیث پاک بیان کرنے کو مکروہ جانتے تھے اور اسی کے مانند قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مروی ہوا ہے اور اعمش (یعنی سلیمان بن مہران) جب حدیث شریف بیان کرنا چاہتے اوران کا وضو نہ ہوتا تو وہ تیمم کر لیتے۔ (کتاب الشفاء' 37/2)

☆......عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تھا اور وہ ہم سے حدیث شریف بیان کر رہے تھے تو ان کے ایک بچھو نے سولہ

Scanned with CamScanner

بارڈنگ مارا اور اس کی تکلیف سے ان کی رنگت بدل بدل جاتی تھی اور ان کے چہرہ پر زردی چھا چھا جاتی تھی مگر انہوں نے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قطع نہیں کیا۔ پس جب وہ مجلس تحدیث سے فارغ ہوئے اور لوگ منتشر ہو گئے تو میں نے ان سے کہا کہ اے ابا عبداللہ! میں نے آج آپ سے عجب دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں میں نے تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب صبر کیا۔ (کتاب الشفاء 37/2)

☆......ابن مہدی نے کہا ہے کہ میں ایک روز امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ عقیق گیا۔ میں نے راستہ میں ان سے ایک حدیث شریف دریافت کی تو انہوں نے مجھے ڈانٹا اور کہا کہ میں تجھے اس سے برتر خیال کرتا تھا کہ تو مجھ سے راستہ چلتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف دریافت کرے گا۔ (کتاب الشفاء 38/2)

☆......ہشام بن الغازی نے بحالت قیام امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک حدیث شریف دریافت کی تو انہوں نے اس کے بیس کوڑے مارے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ان پر شفقت آئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے بیس حدیثیں بیان کیں۔ ہشام کہتے ہیں: میں اس بات کو محبوب رکھتا ہوں کہ وہ مجھے اور کوڑے مارتے اور مجھ سے ایک حدیث شریف اور زیادہ بیان کر دیتے۔ (کتاب الشفاء 38/2)

امام مالک علیہ الرحمۃ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں اپنی سواری پر سوار نہ ہوتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میں اس سرزمین کو اپنی سواری کے سموں سے روند دوں جس میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہوئے ہیں۔ نیز ان سے یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے اپنے بہت سے گھوڑے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو ہبہ کر دیئے جو اس وقت ان کے پاس تھے تو ان سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ان میں سے ایک گھوڑا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی سواری کے لئے رکھ لیجئے تو انہوں نے ان کو ایسا ہی جواب دیا۔

(کتاب الشفاء 47/2)

☆......قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ان مقامات متبرکہ کے لئے جو کہ وحی اور نزول قرآن مجید اور فرقان حمید سے آباد رہے ہیں اور جن میں کہ جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام نے آمد و رفت رکھی ہے اور جن سے فرشتہ اور ارواح طیبہ آسمان کو چڑھے ہیں اور جن کے میدان تسبیح اور تقدیس رب جلیل سے گونجے ہیں اور جس سرزمین کی خاک پاک جسد مبارک سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کو مشتمل ہے اور جس سے چار دانگ عالم میں دین الٰہی اور سنت نبوی منتشر ہوئی ہیں اور جوابات الٰہی اور عبادات اور صلوٰۃ کی درس گاہ بنی ہے اور فضائل اور حسنات کے مشہد اور براہین اور معجزات نبوت کے مستقر اور مسلمانوں کے مناسک اور مشاعر اور سید المرسلین اور شفیع المذنبین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی منبت اور مسکن رہے ہیں اور جس سے چشمہ نبوت جاری اور اس کا دریا موجزن ہوا ہے اور جہاں کہ رسالت نازل ہوئی ہے اور جس سرزمین کی مٹی کو سب سے پہلے سیّدنا و نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چھونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ یہی مناسب اور موزوں ہے کہ اس کے میدانوں کی تعظیم اور توقیر کی جائے اور اس مقام مقدس کی ہوائیں سونگھی جائیں اور اس کے در و دیوار کو بوسہ دیا جائے۔

(کتاب الشفاء 49/2)

امام بخاری اور حدیث شریف کا احترام

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حال میں مرقوم ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری جمع کرنے کے وقت ہر حدیث شریف لکھنے کے واسطے تازہ غسل کیا کرتے اور دوگانہ نماز پڑھتے تھے۔ بعض کہتے ہیں: آب زمزم سے غسل کرتے اور مقام ابراہیم علیہ السلام پر دوگانہ پڑھتے تھے۔ چونکہ اس طرح انہوں نے حدیث نبوی کی تعظیم اور توقیر کی ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا فضل عظیم دیا ہے کہ تمام مسلمان ان کو اپنا امام جانتے ہیں اور ان کی تعظیم اور ان کی کتاب کی وہ قدر ہوئی کہ دنیا میں سوائے قرآن مجید کے کسی اور کتاب کی ایسی قدر و منزلت نہیں ہوئی۔ یہ مقبولیت محض ادب حدیث کا سبب تھا ورنہ

Scanned with CamScanner

احادیث صحیحہ کی اور بھی بے شمار کتابیں تھیں۔

میری اوقات ہی کیا ہے؟

خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا جب وقت آیا تو بعض لوگوں نے سوچا کہ انہیں گنبد خضریٰ میں دفن کریں گے۔ جب یہ بات ان کے کانوں میں پڑی تو منع کرتے ہوئے فرمایا:

''میرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دفن ہونا گستاخی اور نبی علیہ السلام کی بے ادبی ہے۔ میری اوقات کیا ہے کہ میری قبران (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے قریب ہو۔''

☆......حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر خربوزہ نہیں کھایا۔ لوگوں نے ایک مرتبہ ان سے پوچھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ خربوزہ کیوں نہیں کھاتے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھے کوئی ایسی حدیث شریف نہیں ملی جس سے یہ ثابت ہو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خربوزہ تناول فرمایا ہے' تو پھر میں اس چیز کو کیونکر کھا سکتا ہوں جن کے متعلق مجھے علم نہیں کہ میرے محسن صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کس طریقہ سے کھایا ہے۔

(حکایات اسلاف)

☆......حضرت شیخ عبدالغفار توصی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ اپنے بیٹے کے ساتھ کدو کھا رہے تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کدو بہت پسند فرماتے تھے۔ ان کے بیٹے نے کہا: یہ تو ایک گندی چیز ہے۔ اس بات پر ان کو اتنا غصہ اور غیرت آئی کہ تلوار کھینچ کر بیٹے کا سر اڑا دیا۔

(تنبیہ الغافلین)

مدینہ شریف کی مٹی مبارک

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کی نسبت تیس درے مارنے کا فتویٰ دیا تھا جس نے کہا تھا کہ مدینہ منورہ کی مٹی خراب ہے اور یہ قائل ایک ذی رتبہ شخص تھا اور کہا تھا

کہ یہ تو اس لائق تھا کہ اس کی گردن ماری جاتی۔ جس سرزمین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہوں اس کی نسبت یہ کہے کہ یہ خراب ہے۔ (کتاب الشفاء 47/2)

☆......امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ وقت ابوجعفر کو مسجد نبوی میں ان کے بآواز بلند بولنے پر ڈانٹا۔ چنانچہ درمنظم میں ابن حجر ہیثمی اور شفا میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بسند متصل روایت کی ہے آپ بھی پڑھیے:

امام مالک علیہ الرحمۃ کا فتویٰ

عن ابن حميد قال ناظر ابو جعفر امير المومنين مالكا في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال له يا امير المومنين لا ترفع في هذا المسجد فان الله تعالىٰ ادب قوما فقال لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ومدح قوما فقال ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله الآية وذم قوما فقال ان الذين ينادونك من ورا الحجرات الآية وان حرمته ميتا كحرمته حيا فاستكان لها ابو جعفر وقال يا ابا عبدالله استقبل القبلة واد عوام استقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لم تصرف وجهك عنه وهو وسلتك ووسيلة ابيك ادم عليه السلام الى الله يوم القيمة بل استقبله واستشفع به فيشفعك الله وقال الله تعالىٰ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۔

خلیفہ وقت کو ڈانٹ پلا دی

''یعنی امیر المومنین ابوجعفر منصور نے جو خلفائے عباسیہ سے دوسرے خلیفہ ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی

Scanned with CamScanner

مسئلہ میں مباحثہ کیا جس میں ان کی آواز کچھ بلند ہوگئی۔ اس پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اے امیر المومنین! اس مسجد میں آواز بلند نہ کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تادیب کی ایک قوم کی اس آیت شریف میں: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ یعنی اے مسلمانو! اپنی آواز نبی کی آواز پر بلند نہ کرو۔ یعنی میرے حبیب کے دربار میں اپنی آواز بلند نہ کرو اور مدح کی ان لوگوں کی جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آواز پست کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا سورۂ حجرات رکوع 1 میں: اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی ط لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ o یعنی جو لوگ دبی آواز سے بولا کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہی لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جانچ لیا ہے ان کے دلوں کو پرہیزگاری کے لئے۔ ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے اور مذمت کی اس قوم کی جو حجرہ کے باہر سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکارتے تھے' چنانچہ اسی سورہ میں ارشاد فرمایا: اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ o وَلَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْھِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ یعنی اور جو لوگ کہ تجھ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں وہ اکثر بے وقوف ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تو ان کی طرف از خود نکلتا تو ان کے حق میں بہتر تھا' اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حرمت وصال کے بعد بھی وہی ہے جو قبل وصال کے تھی۔

حضور کی طرف منہ کر کے دعا کر

امیر المومنین یہ سنتے ہی متادب اور متذلل ہو گئے پھر پوچھا' اے عبداللہ! قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کروں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

متوجہ ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے کیوں منہ پھیرتے ہو وہ تو وسیلہ ہیں آپ کے اور آپ کے باپ آدم علیہ السلام کے قیامت کے روز' تو حضور علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر شفاعت اور سفارش طلب کیجئے کہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت قبول کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ۔ یعنی اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا۔ تیرے پاس آ جاتے' پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول ان کے واسطے معافی چاہتا تو ضرور پاتے اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان۔"

میکہ نشانِ کفِ پائے تو بود

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں ارقام فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ طیبہ میں اپنے گھوڑے پر سوار نہ ہوتے تھے' کیونکہ وہ فرماتے تھے: مجھ کو شرم آتی ہے کہ میں اس زمین کو گھوڑے کے سم سے روندوں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک لگے ہوئے ہیں۔ فی الحقیقت وہ زمین پاک نہایت واجب التعظیم ہے۔ بقول حافظ رحمۃ اللہ علیہ:

بمقامیکہ نشانِ کفِ پائے تو بود
سالہا سجدہ گہ صاحب نظراں خواہد بود

☆......حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی مدینہ منورہ میں بسر کی۔ جب قضائے حاجت کی ضرورت پیش آتی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ شہر سے باہر حدود حرم تک جاتے اور اس طرح بیٹھ کر فراغت حاصل کرتے کہ جسم تو حدود حرم میں رہتا تاہم فضلہ حدود سے باہر گرتا۔ کسی کے پوچھنے پر فرمایا: مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں مدینہ منورہ سے باہر میری موت واقع نہ ہو جائے۔ ایک طرف تو دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا لگاؤ اور

Scanned with CamScanner

دوسری طرف ادب کی یہ انتہا کہ اپنے جسم کی نجاست مدینہ منورہ کی مٹی میں شامل کرنا گوارا نہیں۔ محبت و ادب کا یہ امتزاج بہت کم دیکھا گیا ہے۔

☆......امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں سے گزرتے ہوئے راستہ کے درمیان جانے کی بجائے دیواروں کے قریب چلتے۔ پوچھنے پر فرمایا، ممکن ہے کہ ان راستوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں کے نشان موجود ہوں۔ اگر میرے قدم ان نشانوں پر آ گئے تو سخت بے ادبی ہوگی۔

☆......امام مالک رحمۃ اللہ علیہ روضہ اقدس اور مسجد نبوی کا بہت زیادہ ادب کرتے تھے۔ کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا: لو رایتم ما رایت لما انکرتم علی ماترون۔

''اگر تم وہ دیکھتے جو میں دیکھتا ہوں تو پھر میرے عمل پر اعتراض نہ کرتے۔''

یہ اسی ادب نبوی ہی کی برکت تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں کثرت سے دیدار ہوتا تھا۔ حضرت ابوسعد رضی اللہ عنہ حلیہ میں مثنیٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا میری کوئی رات ایسی نہیں گزری جس میں مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب نہ ہوا ہو۔

جو میرے پاس تھا وہ تیری آس تھی:

محمد بن عبداللہ بن عمرو العتبی بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے مدینہ منورہ کی حاضری نصیب فرمائی تو میں زیارت قبر اطہر سے مشرف ہوا۔ ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش کر کے ایک طرف بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک شتر سوار بدریانہ صورت قبر مبارک پر حاضر ہو کر یوں گویا ہوئے۔ یا خیر الرسل صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل جلالہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا کلام نازل فرمایا جس میں یہ ارشاد بھی ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

''اور جن لوگوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔ اگر وہ بارگاہ رسالت پناہ میں حاضر ہو جاتے اور اللہ جل شانہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے اور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے دعائے مغفرت فرماتے تو ضرور اللہ کریم کو توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا پاتے۔''

پھر وہ صاحب یوں عرض کرنے لگے: اے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ معارف پناہ میں حاضر ہو گیا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت کا طلب گار ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا خواست گار بھی ہوں۔ اس کے بعد وہ بدری زار و قطار رونے لگے اور زبان پر یہ اشعار تھے:

جو بات دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمه
فطاب من طیبهن القاع والاکم

''اے بہترین ذات! ان سب لوگوں میں سے جن کی ہڈیاں ہموار زمین میں دفن کی گئیں اور ان کی وجہ سے زمین اور ٹیلوں میں نفاست پھیل گئی۔''

نفسی الفداء لقبر انت ساکنه
فیه العفاف وفیه الجود والکرم

''جس مبارک قبر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم راحت گزیں ہیں اس پر میری جان قربان ہو۔ اس میں عفت، جود و سخا اور عنایات و کرامات ہیں۔''

انت الشفیع الذی ترجی شفاعته
علی الصراط اذا ما زلت القدم

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے سفارش کرنے والے ہیں جن کی شفاعت کے ہم امیدوار ہیں جس وقت پل صراط پر لوگوں کے قدم پھسل رہے ہوں گے۔''

Scanned with CamScanner

وصاحبك لا انساهما ابدا

منی السلام علیکم ماجر القلم

''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ساتھیوں کو میں کبھی نہیں بھول سکتا۔
آپ سب پر میری طرف سے سلام پہنچتا رہے۔ جب تک دنیا میں لکھنے
کے لئے قلم چلتا رہے۔''

آخر میں وہ صاحب اپنے گناہوں سے استغفار کرتے ہوئے رخصت ہو گئے اور عتبی کہتے ہیں بیٹھے بیٹھے میری آنکھ لگ گئی۔ خواب میں مجھے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بدری کو بشارت سنا دو کہ اللہ کریم نے میری سفارش سے اس کی مغفرت فرما دی ہے۔

(عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان افروز واقعات)

شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا ہے:

جو بات دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے۔

(200)

معجزاتِ مصطفیٰ ﷺ

جنوں کے ہاتھ ناموس رسالت کا قانون:

روایت ہے کہ کفار مکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ اچانک ابلیس لعین آ گیا اور بولا: ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نگہبان خدا ہے تم اس کو قتل نہیں کر سکتے البتہ میں تجھے ایک تجویز دوں گا۔'' ابلیس پھر ابوجہل سے مخاطب ہوا:

''تم اپنے بت کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو رکھ کر سجدہ کرو۔ ہو سکتا ہے تمہارا بت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اظہار خیال کرے۔ یہ بات محمد کے لئے قتل سے بھی زیادہ اذیت ناک ہو گی۔''

ابوجہل کا بت جواہرات سے مرصع تھا۔ اس نے بت اٹھایا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حرم شریف میں تشریف فرما تھے۔ ابوجہل نے بت کو سجدہ کر کے کہا: ''میرے معبود! میں تمہاری عبادت کرتا ہوں اور محمد تمہاری تکذیب کرتا ہے تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین کر کے مسرور کرو۔''

بت حرکت میں آ گیا۔ اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں بکیں۔ آپ کو سخت صدمہ ہوا۔ آپ کے شانہ اقدس سے چادر گر پڑی۔ آپ حزن و ملال میں اٹھے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر آ کر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ دروازہ پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھولا گیا تو ایک اجنبی نوجوان اندر آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا گھبرا گئیں، جوان نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ

Scanned with CamScanner

وسلم کو سلام عرض کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا: ''آپ کون ہیں؟''

اس نے عرض کی: ''جن ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!''

''پہاڑوں کو اٹھا کر سمندروں میں پھینک سکتا ہوں۔''

فرمایا: ''اس وقت کہاں سے آرہے ہیں؟''

بولا: ''سات سمندر پار ایک جزیرہ میں تھا۔ جبرائیل امین علیہ السلام نے آکر مجھ سے کہا کہ فلاں شیطان کو قتل کر دو۔ اس نے ابوجہل کے بت میں داخل ہو کر ہمارے آقا کو گالیاں بکی ہیں۔'' اپنی داستان بیان کرتے ہوئے اجنبی نے کہا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جبرائیل امین علیہ السلام نے مجھے تلوار دی ہے۔ میں فوراً مکہ آیا۔ مطلوبہ شیطان مکہ میں نہیں تھا۔ میں نے اسے ارض اربعہ میں دیکھا تو قتل کر دیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں۔''

بت نے حضور علیہ السلام کا کلمہ پڑھ لیا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کی بات سن کر اس کے حق میں دعا فرمائی اور فرمایا: ''میں مشکلات میں اللہ سے مدد لیا کرتا ہوں۔ اب تم جا سکتے ہو۔ عرض کی لیکن میری ایک خواہش ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم! فرمایا: کیا خواہش ہے؟'' عرض کی: ''آپ کل بھی حرم میں تشریف لے جائیے گا۔ ابوجہل بت لے کر پھر آئے گا۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کی ہامی بھر لی۔

دوسرے روز سیّدنا عالم صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ناگاہ ابوجہل بت لئے آدھمکا۔ اس نے بت کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا۔ اس کے آگے سر جھکایا اور سجدہ میں گر پڑا اور ہاتھ جوڑ کر بولا کہ کل کی طرح آج بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گالیوں سے تواضع کرو۔ بت میں حرکت ہوئی پھر آواز آئی:

''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ میں جھوٹا معبود ہوں، نہ نفع پر قادر ہوں

اور نہ ہی نقصان پر، خدا کو چھوڑ کر میری عبادت کرنے والے کے لئے جہنم کا دردناک عذاب ہے۔''

ابوجہل! غصہ سے اٹھا اور بت کو اٹھا کر زمین پر دے مارا، بت ٹوٹ پھوٹ گیا تو ابوجہل نے کہا: ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرے بت پر جادو کر دیا ہے۔''

رحمت کی برکھا:

روایت ہے کہ ایک انصاری صحابی کی وفات ہوئی تو جنازہ کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر تک تشریف لے گئے۔ تدفین کے بعد آپ گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ پر ہاتھ پھیرا اور حیرت سے بولیں:

''تعجب ہے کہ آپ کا عمامہ اور کپڑے بارش سے بھیگ چکے ہیں حالانکہ مطلع بالکل صاف ہے اور بادلوں کا کہیں نام ونشان تک نہیں ہے۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جان گئے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عالم الغیب کی برسات دیکھ لی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عائشہ تم نے کیا اوڑھ رکھا ہے؟''

عرض کی: یارسول اللہ!'' آپ کی چادر'' فرمایا:''

''اس چادر کی برکت نے تمہاری نگاہوں سے پردے ہٹا دیئے ہیں اور تمہیں عالم الغیب کی برسات نظر آرہی ہے۔ عالم غیب میں شمس و قمر بھی ہیں اور برسات بھی جسے انبیاء وصالحین دیکھ لیا کرتے ہیں۔''

درخت کی حاضری:

یزید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر بولا: ''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں ایمان تو لا چکا ہوں لیکن کوئی نشانی دکھائیے تاکہ میرا ایمان مضبوط ہو جائے۔''

Scanned with CamScanner

فرمایا: ''کیا نشانی چاہتے ہو؟''

عرض کی: ''میں چاہتا ہوں کہ آپ سامنے والے درخت کو بلائیں تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔'' اعرابی کی فرمائش پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جاؤ! میری طرف سے درخت سے کہہ دو کہ تمہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بلا رہے ہیں۔'' اعرابی نے درخت کے قریب جا کر کہا:

''درخت! تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد فرمایا ہے۔''

یہ سنتے ہی درخت چاروں طرف جھکا' جڑوں کو زمین سے منقطع کیا اور زمین پر رینگتا ہوا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ درخت نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا۔ اعرابی یہ دیکھ کر بول اٹھا:

''بس یہ کافی ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کو حکم فرمایا تو وہ دوبارہ اپنے مقام پر چلا گیا۔

کھجوروں میں برکت:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں: میرے باپ نے وصال کیا تو ان پر قرضہ تھا۔ میں نے قرض خواہوں سے کہا کہ قرض کے بدلے کھجوریں لے لو۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''آپ جانتے ہیں کہ میرے والد احد کے روز شہید ہو گئے تھے' ان پر بہت سا قرضہ تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں تا کہ قرض خواہ آپ کو دیکھ لیں۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ٹھیک ہے پہلے تم جاؤ اور کھجوروں کو ایک جگہ جمع کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔'' میں

نے حکم کی تعمیل کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ آپ کھجوروں کے کھلیان کے گرد تین چکر لگا کر بیٹھ گئے اور فرمایا: ''قرض خواہوں کو بلاؤ۔''

میں نے قرض خواہوں کو بلایا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھجوریں تول تول کر انہیں دیتے رہے حتیٰ کہ میرے والد کا تمام قرضہ اٹھ گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست کرم کی بدولت میرے کھلیان بھی محفوظ رہے اور ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی۔

خندق کی کھدائی کے دوران معجزات کا ظہور:

روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ کو اطلاع ہوئی کہ عنقریب کفار کا لشکر مدینہ پر حملہ آور ہو رہا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فکرمند ہو گئے کیونکہ تیاری کا وقت بہت کم تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا: اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلاؤ۔ سب صحابہ رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مشورہ فرمانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دشمن سر پر آ پہنچا ہے اور وقت بہت کم ہے' ان حالات میں دشمن کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟'' حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''میں نے اس طرح کے بہت سے واقعات دیکھے ہیں' شہر کے گرد خندق کھود کر دخول وخروج کے لئے راستے رکھے جاتے ہیں اور شہر بند ہو کر دشمن کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان رضی اللہ عنہ کی تجویز کو پسند فرمایا اور مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا ارادہ فرمایا۔ کھدائی کے لئے شہر سے باہر تشریف لائے تو کیا دیکھتے ہیں کہ زمین پر خندق کا پورا نقشہ بنایا گیا تھا۔ جبرائیل امین علیہ السلام پہلے ہی زمین پر لکیریں ڈال گئے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ دیکھ کر خوشی سے تکبیر کا نعرہ لگایا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کا آغاز اپنے دست مبارک سے کدال مار کر فرمایا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

Scanned with CamScanner

اور علی رضی اللہ عنہ نے باری باری زمین کو کھودنا شروع کیا پھر کیا تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مہاجرین وانصار نے خندق کی کھدائی شروع کر دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خندق کھود رہے تھے کہ جبرائیل امین علیہ السلام فتح کی بشارت دینے آ گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فتح کی نوید سنائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت خوش ہوئے لیکن منافقین ہنسی اڑانے لگے۔ منافقین آپس میں کہنے لگے کہ دیکھو یہ اپنے اصحاب سے کیا بڑ ہانک رہے ہیں (نعوذ باللہ) خود تو دشمن کے ڈر سے خندق کھود رہے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی گمان رکھتے ہیں کہ وہ مشرق و مغرب پر غالب آ جائیں گے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دعوت

ان ایام میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا پیا کچھ نہیں۔ آپ ہر وقت خندق کی کھدائی میں مصروف رہتے تھے۔ بھوک کی شدت سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ضعف ہونے لگا۔ جابر انصاری نے آپ کے ضعف کو بھانپ لیا۔ انہوں نے کھدائی چھوڑی اور گھر بیوی کے پاس جا کر بولے:

”تین روز سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں کھایا' بھوک اور پیاس سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ضعف محسوس فرمانے لگے ہیں' گھر میں کھانے کے لئے کچھ موجود ہے کیا؟ تاکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر بلا کر کھانا کھلائیں۔“

بیوی نے کہا: ”گھر میں بکری ہے اور صاع کے لگ بھاگ آٹا ہو گا۔ فرمایا: آپ بکری ذبح کر کے گوشت بنا دیں میں ہنڈیا رکھتی ہوں اور آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دے آتا ہوں۔ میرے ماں باپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان جائیں۔ آپ کی تشریف آوری ہمارے لئے بہت بڑی خوش قسمتی کا باعث ہو گی۔“ جابر رضی اللہ عنہ خوشی خوشی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئے اور عرض کیا:

”تین روز ہوئے آپ نے کچھ بھی نہیں کھایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! غریب

خانہ پر تشریف لا کر ماحضر تناول فرمایئے۔“

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”صرف میری ہی دعوت ہے کیا؟“

جابر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”اپنے ساتھ کچھ دوست بھی لے آیئے گا۔“

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب فرما کر پکارا:

”خندق والو! چلو جابر انصاری کے گھر چلیں' اس نے تمہاری ضیافت کی ہے۔“

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر ایک ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم جابر انصاری کے گھر آ گئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بچوں کا جذبہ

جابر کے دو چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ ایک نے دوسرے سے کہا: ”دیکھو تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آ گئے ہیں۔ اللہ نے ہم پر کتنا کرم فرمایا ہے کہ ہمارے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوئے ہیں لیکن بھائی! تم جانتے ہو کہ ہمارے گھر میں کچھ بھی نہیں جس سے مہمانوں کی تواضع کی جائے۔ میں نے اپنے آپ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ تم ایسا کرو کہ مجھے اس تنور میں پھینک دو جب میں آگ میں بھن جاؤں تو مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دینا۔“ بھائی کی بات سن کر دوسرے نے کہا:

”بھائی! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں تجھے تنور میں ڈال کر خود دیکھتا رہوں؟ بہتر یہ ہے کہ تم مجھے تنور میں ڈال دو۔“

پھر ہوا یہ کہ دونوں بھائیوں نے اپنے آپ کو تنور میں ڈال دیا۔ دونوں بھائی چربی کی طرح پگھل گئے۔ اپنی ناقص عقل کے مطابق انہوں نے اپنی جانیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دی تھیں۔ ماں کو کچھ خبر نہ تھی جب وہ تنور پر آئی تو کیا دیکھتی ہے کہ دونوں بیٹے آگ پر جل کر ختم ہو چکے ہیں۔ وہ حواس باختہ ہو گئی۔ گھر مہمانوں سے بھرا پڑا تھا۔ اس نے اپنے جذبات پر قابو پا کر جابر کو بتایا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے بھی دیکھا

Scanned with CamScanner

کہ دونوں بیٹے جل چکے ہیں۔ جابر رضی اللہ عنہ نے اناللہ پڑھتے ہوئے بیوی سے کہا:

''صبر کرنا اور جزع وفزع نہ کرنا' روپیٹ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو خراب نہ کرنا۔''

جابر نے بیٹوں کی جلی ہوئی لاشوں کو ایک ٹوکرے میں ڈال کر چادر سے ڈھانپ دیا۔

جابر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو بلایا ہی تھا کہ جبرائیل علیہ السلام حاضر ہو گئے اور عرض کیا: ''جب تک جابر رضی اللہ عنہ کے دونوں بیٹے دسترخوان پر نہ آ جائیں' کھانا ہرگز تناول نہ فرمایئے گا۔''

یہ کہہ کر جبرائیل امین علیہ السلام نے دونوں بچوں کی داستان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر سخت صدمہ گزرا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

بچے زندہ ہو گئے

''جابر اپنے بیٹوں کو بھی لاؤ تا کہ وہ میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں اور اس رزق میں ان کا بھی حصہ ہے۔'' یہ سنتے ہی جابر رضی اللہ عنہ تذبذب میں پڑ گئے۔ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دروغ گوئی مناسب نہ سمجھتے ہوئے ٹوکرا اٹھا کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کی مسخ شدہ لاشیں دیکھیں تو رونے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک بچوں پر ڈال دی اور آسمان کی جانب ہاتھ اٹھا کر عرض کیا:

''اے کائنات کو عدم سے وجود میں لانے والے! میں تیرے لطف وکرم سے بھیک مانگتا ہوں کہ جابر کے مردہ بچوں کو زندگی عطا فرما!''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آمین کہی۔ ادھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا سے فارغ ہوئے ادھر دونوں بھائی اللہ کی

قدرت سے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زبان سے بے ساختہ نکلا: اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہِ۔

بچوں کے والدین مسرت سے رونے لگے۔ وہ گھر جو چند لمحے پہلے ماتم کدہ تھا' خوشیوں کا گہوارہ بن گیا۔

پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن طعام میں ڈالا اور فرمایا:

''اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔''

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شکم سیر ہو کر کھایا لیکن کھانے میں کوئی کمی نہ ہوئی۔
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بکری کی ہڈیاں جمع کر کے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے بکری بھی زندہ ہو گئی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

زندگی مل گئی رونقیں آ گئیں:

حضرت اُمّ جندب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ فرماتی ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمرۃ العقبہ کے پاس کنکریاں مارتے ہوئے دیکھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو ایک عورت اپنے ساتھ اپنا بیٹا لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے اس بیٹے کو آسیب کی شکایت ہے اور یہ بات نہیں سنتا۔ چنانچہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو پانی لانے کا حکم فرمایا تو وہ پتھر کے ایک برتن میں پانی لے کر حاضر ہوئی پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن سے اپنے منہ مبارک میں پانی لے کر اس میں کلی کر دی پھر اسے دے کر فرمایا پانی اس بچے کو پلا۔ اس سے اس کا منہ دھلا۔ ام جندب کہتی ہیں: میں اس عورت کے ساتھ گئی اور ایک چلو پانی لیا اور اس کے بیٹے کو پلایا تو اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے شفاء مل گئی۔

ام جندب کہتی ہیں: میں نے عورت سے ملاقات کر کے اس کے بچے کو جس کو آسیب تھا اس کا حال پوچھا تو اس نے کہا: بے شک وہ لڑکا ایسا تندرست ہے کہ کوئی بچہ

Scanned with CamScanner

اس سے اچھا نہیں ہے۔ (خصائص کبریٰ جلد 2)

یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پرنور اور پرسرور معجزہ ہے کہ آپ کی کلی کیا ہوا پانی اتنی شفائیں رکھتا ہے کہ اگر آسیب زدہ بچے پر پڑتا ہے تو ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ گونگا بولنے لگتا ہے۔ کھارے کنویں میں ڈالا جاتا ہے تو پانی میٹھا ہو جاتا ہے۔ اگر سالن میں ڈالا جاتا ہے تو برکت پیدا ہو جاتی ہے۔

وضو کا پانی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وضو کا پانی نیچے نہ گرنے دیتے بلکہ گرنے سے پہلے اپنے ہاتھوں پر لیتے، چہروں پر ملتے، پیتے اور بیماریوں سے شفا حاصل کرتے۔

ہر صحابی کی یہ خواہش ہوتی کہ پانی مجھے ملے، یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز ہے۔ آج مثلیت کا دعوے دار اپنا کلی کیا ہوا پانی کسی کو دے کر کہے: پی لے۔ وہ پانی کو اس کے منہ پر دے مارے گا کہ مجھے غلیظ پانی پینے کو کہتے ہو۔ معلوم ہوا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی مثلیت کے دعوے دار جھوٹے ہیں۔ سب کہیں سے شک۔

حضرت عمار کے لئے آگ ٹھنڈی ہو گئی:

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب مشرکین مکہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو آگ میں ڈالنا چاہا تو قریب تھا کہ آپ کو آگ میں ڈالنے لگے تو اچانک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔

آپ نے دست کرم حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھ کر فرمایا: اے آگ عمار پر ایسے ٹھنڈی ہو جا جیسے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی تھی پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمار! تیرے مرنے کا یہ وقت نہیں ہے کہ بلکہ تجھے باغیوں کا ایک گروہ قتل کرے گا۔

چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سن کر آگ ٹھنڈی ہو گئی اور حضرت

عمار رضی اللہ عنہ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کے عہد خلافت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ (خصائص کبریٰ جلد 2)

اس معجزہ میں ایک بات تو یہ ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سن کر آگ ٹھنڈی ہو گئی اور دوسری بات یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو ان کی موت کی خبر دی، جو واقعہ برسوں بعد وقوع پذیر ہونا تھا اس کی خبر پہلے ہی دے دی۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی خبر بھی رکھتے تھے اور جو فرمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کر دیتے وہ پورا ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دست نبوت کا کمال:

حضرت ابو قرحانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اپنی والدہ اور خالہ کے پاس رہتا تھا اور بکریاں چرایا کرتا تھا۔ میری خالہ مجھے اکثر کہا کرتی تھی کہ بیٹا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نہ جانا وہ تمہیں اغوا کر لیں گے۔

حضرت ابو قرحانہ کہتے ہیں مگر میں اپنی بکریوں کو چراگاہ میں چرتا چھوڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ سارا دن میں آپ کی باتیں سنا کرتا تھا۔ جب شام ہوتی تو بکریوں کو لے کر گھر چلا آتا مگر ان کے تھن دودھ سے خشک ہو جاتے۔ مجھ سے خالہ نے کہا: کیا وجہ ہے کہ تمہاری بکریوں کے تھن دودھ سے خشک ہیں۔ میں نے کہا: مجھے کوئی علم نہیں۔ اس کے بعد میں نے دوسرے دن بھی عادت کے مطابق ایسا ہی کیا پھر اگلا دن بھی ایسے ہی گزرا حتیٰ کہ میں مسلمان بھی ہو گیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی خالہ والی بات عرض کی اور اپنی بکریوں کا حال بھی عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: اپنی بکریاں میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ میں انہیں آپ کے پاس لے گیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بکریوں کے تھنوں اور ان کی پشتوں پر اپنا دست اقدس پھیرا اور ان میں برکت کی دعا کی: تو وہ دودھ اور مکھن سے بھر گئیں۔ جب میں اپنی خالہ کے پاس ان کو لے کر گیا تو انہوں نے کہا: اے بیٹے!

Scanned with CamScanner

انہیں ایسے ہی چرایا کرو۔ میں نے اپنی خالہ اور والدہ کو اپنے مسلمان ہونے کا واقعہ بتایا تو وہ بھی مسلمان ہوگئیں۔

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار معجزات ہیں جو بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کا وسیلہ بنے ہیں۔ ایک اور نورانی اور ایمانی وجدانی معجزہ ملاحظہ فرمائیں۔

چاند دو ٹکڑے ہو گیا:

ایک مرتبہ مشرکین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ سچے رسول ہیں تو کوئی معجزہ دکھائیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بتاؤ کون سا معجزہ دیکھنا چاہتے ہو۔ لوگوں نے کہا: ہم چاہتے ہیں کہ آپ چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھائیں۔ سرکار نے فرمایا: ٹھیک ہے اگر میں چاند کے دو ٹکڑے کردوں تو کیا تم کلمہ پڑھ لو گے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا اور چاند دو ٹکڑے ہو کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں آگیا چنانچہ ایسا عظیم معجزہ جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کو عطا نہ ہوا تھا' دیکھ کر بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم صرف زمین پر ہی نہیں چلتا بلکہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ کرنے سے چاند دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں جھولے میں اشارہ فرماتے جدھر سرکار کی انگلی چلتی چاند بھی ادھر ہو جاتا۔

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا اشاروں پر ہی چلتا تھا کھلونا نور کا

اس معجزے سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار مبارک کا پتہ چلتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت صرف زمین پر نہیں بلکہ آسمان پر بھی ہے۔ آپ کی شان وعظمت وہ ہے کہ ساری کائنات آپ کی غلام ہے۔ یہ ہیں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم۔

تلك عشرة كاملة ۔ (معجزات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بحوالہ نورانی حکایات)

صلوٰۃ وسلام بحضور سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ
درود و سلام حضور پر اے اللہ کے رسول
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللہِ
درود و سلام حضور پر اے اللہ کے نبی
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللہِ
درد و سلام حضور پر اے اللہ کے پیارے
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللہِ
درود و سلام حضور پر اے تمام مخلوق الٰہی سے بہتر
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا سراجَ افق اللہ
درود وسلام حضور پر اے منتہائے آسمان الٰہی کے آفتاب
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علیك یا قاسم رزق اللہ
درود وسلام حضور پر اے رزق الٰہی کے تقسیم فرمانے والے
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یا معبوث بتیسیر اللہ ورفق اللہ
درود وسلام حضور پر اے وہ کہ اللہ کی آسانی اور نرمی کے ساتھ بھیجے گئے
الصلوٰۃ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یا زینة عرش اللہ
درود و سلام حضور پر اے عرش الٰہی کی رونق
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یا سید المرسلین
درود و سلام حضور پر اے تمام رسولوں کے سردار
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یا خاتم النبیین
درود و سلام حضور پر اے انبیاء کے خاتم

Scanned with CamScanner

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا شفیع المذنبین
درود و سلام حضور پر اے گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اکرم الاولین والاخرین
درود و سلام حضور پر اے تمام اگلے پچھلوں سے زیادہ کرم والے
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نبی الانبیاء
درود و سلام حضور پر اے سب نبیوں کے نبی
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عظیم الرجاء
درود و سلام حضور پر اے وہ جن سے بہت بڑی امید ہے
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عمیم الجود والعطاء
درود و سلام حضور پر اے وہ جن کی بخشش وعطا سب پر عام ہے
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ماحی الذنوب والخطاء
درود و سلام حضور پر اے تمام گناہوں اور خطاؤں کے محو فرمانے والے
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حبیب رب الارض والسماء
درود و سلام حضور پر اے مالک زمین و آسمان کے پیارے
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نبی الحرمین
درود و سلام حضور پر اے دونوں حرم کے نبی
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا امام القبلتین
درود و سلام حضور پر اے دونوں قبلوں کے امام
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سید الکونین
درود و سلام حضور پر اے دونوں جہان کے سردار
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وسیلتنا فی الدارین
درود و سلام حضور پر اے دونوں جہان میں ہمارے وسیلے

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صاحب قاب قوسین
درود و سلام حضور پر اے قاب قوسین والے
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا من زینه الله من کل زین
درود و سلام حضور پر اے وہ جن کو اللہ نے ہر زینت سے آراستہ فرمایا
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا جد الحسن والحسین
درود و سلام حضور پر اے حسن و حسین کے جد کریم
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَامن نزه الله من کل شین
درود و سلام حضور پر اے وہ جن کو ہر عیب سے پاک فرمایا
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسر الله المخزون
درود و سلام حضور پر اے اللہ کے محفوظ راز
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا در الله المکنون
درود و سلام حضور پر اے اللہ کے پوشیدہ موتی
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نور الافئدة والعیون
درود و سلام حضور پر اے دلوں اور آنکھوں کی روشنی
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سرور القلب المحزون
درود و سلام حضور پر اے دل غمگین کی خوشی
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عالم ماکان ومایکون
درود و سلام حضور پر اے تمام گزشتہ وآئندہ کے جاننے والے
الصلوٰۃ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ وَعَلٰی اٰلِكَ وصحبك
درود و سلام حضور پر اور حضور کے آل و اصحاب
وابنك وحزبك واولياء امتك
اور بیٹے اور گروہ اور امت کے اولیاء اور دین

Scanned with CamScanner

وعلماء ملتك وسائر اهل كلمتك اجمعين

کے علماء اور حضور کے سب نام لیواؤں پر ہمیشگی

دائماً ابداً الابدين وسرمداً دهر

والوں کی ہمیشگی تک اور بے نہایت جاودانیوں

الداهرين امين والحمد لله رب العالمين ط

کی جاودانی تک۔ الٰہی ایسا ہی کر اور سب خوبیاں اللہ کو جو مالک ہے سارے جہان کا۔

صلوٰۃ وسلام کے چالیس صیغے:

1- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وانزله المقعد المقرب عندك ۔

2- اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوٰة النافعة صل عَلٰى مُحَمَّدٍ وارض عنى رضا لاتسخط بعده ابدا ۔

3- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وصل على المؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات ۔

4- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وارحم محمدا وال محمد كما صليت وباركت ورحمت على ابراهيم وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔

5- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اللهم بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كما باركت عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔

6- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ

عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كما باركت عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔

7- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اللهم بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔

8- اللهم صلى عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، وبارك محمد وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔

9- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كمابارك على ابراهيم اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔

10- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اللهم بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كما باركت عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔

11- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كما صليت عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كما باركت عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فى العالمين اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔

12- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وازواجه وذريته كما صليت عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وازواجه وذريته كما باركت عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔

13- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وعلى ازواجه وذريته كما

صلیت عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وعلی ازواجہ
وذریتہ کما بارکت عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

14- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النبی وازواجہ امہات
المؤمنین وذریتہ واہل بیتہ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ
حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

15- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ، وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ
مُحَمَّدٍ کمابارک علی ابراہیم، وترحم عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ
مُحَمَّدٍ کما ترحمت علی ابراہیم وعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ ۔

16- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اللہم بَارِکْ
عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی
اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اللہم ترحم عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
آلِ مُحَمَّدٍ کما ترحمت علی ابراہیم وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ
حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اللہم تحنن عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کما
تحننت علی ابراہیم وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ،
اللہم سلم عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کما سلمت علی
ابراہیم وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

17- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وبارک وسلم
عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وارحم محمدا وال محمد کما
صلیت وبارکت وترحمت علی ابراہیم وعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ
فی العالمین اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

18- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اللہم بَارِکْ
عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی
اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

19- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ کما صلیت
عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کما
بارکت عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ ۔

20- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

21- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ
وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ
صلوة تکون لک رضی ولہ جزاء ولحقہ اداء واعطہ الوسیلة
والفضیلة والمقام المحمود الذی وعدتہ واجزہ عنا ماہو
اہلہ واجزہ افضل ما جازیت نبیا عن قومہ ورسولا عن امتہ
وصل علی جمیع اخواہ من النبیین والصالحین یا ارحم
الراحمین ۔

22- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی
مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی
اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

23- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اَهْلِ بَیْتِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ

عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْنَا مَعَهُمْ، اللهم بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَيْنَا مَعَهُمْ، صَلَوَاتُ اللهِ وَصَلَوَاتُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ ۔

24- اللهم اجعل صلواتك ورحمتك وَبَرَكَاتِكَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔

25- وَصَلَّی اللهُ عَلَی النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ ۔

سلام کے صیغے:

26- التحيات لله والصلوات والطيبات اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔

27- التحيات الطيبات الصلوات لله اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔

28- التحيات لله الطيبات الصلوات لله اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔

29- التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله سلام عليك

ايها النبی وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ، سلام علينا وَعَلٰی عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔

30- بسم الله وبالله التحيات لله والصلوات والطيبات اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، اسال الله الجنة واعوذ بالله من النار ۔

31- التحيات الزاكيات لله الطيبات لله اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وعلی عباد الله الصالحين اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔

32- بسم الله وبالله خير الاسماء التحيات والطيبات الصلوات لله اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ارسله بالحق بشيرا ونذيرا وان الساعة اتية لاريب فيها اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللهِ الصّٰلِحِيْنَ، اللهم اغفرلی واهدنی ۔

33- التحيات والطيبات والصلوات والملك لله اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ ۔

34- بسم الله التحيات لله الصلوات لله الزاكيات لله السلام علی النبی وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللهِ الصّٰلِحِيْنَ، شهدت ان لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ شهدت ان محمدا رسول

Scanned with CamScanner

اللّٰہ ۔

35- التحیات الطیبات الصلوات الزاکیات للہ اَشْہَدُ اَنْ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ ۔

36- التحیات الطیبات الصلوات الزاکیات للہ اَشْہَدُ اَنْ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عبداللہ ورسولہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ ۔

37- التحیات الصلوات للہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ ۔

38- التحیات للہ الصلوات الطیبات اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَشْہَدُ اَنْ لَآاِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ۔

39- التحیات المبارکات الصلوات الطیبات للہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَشْہَدُ اَنْ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلَ اللّٰہِ ۔

40- بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ ۔

قصیدہ مبارکہ

ھٰذِہِ الْقَصِیْدَۃُ الْمُبَارَکَۃُ الْعَصْمَاءُ مَکْتُوْبَۃٌ دَاخِلِ
الْحُجْرَۃِ النَّبَوِیَّۃِ الشَّرِیْفَۃِ ذَاتِ الْاَنْوَارِ

یہ قصیدہ مبارکہ باعظمت ہے کیونکہ الحجرۃ النبویۃ الشریفۃ کے اندر لکھا ہوا ہے جو دمکتے انوار کا مرکز ہے۔

اَلسَّاطِعَۃِ الْبَھِیَّۃِ وَالَّتِیْ ضَمَّتْ فِیْ حَنَایَاھَا
حَبِیْبَ اللّٰہِ سَیِّدَ الْبَشَرِ خَیْرَ الْبَرِیَّۃِ

اور جس نے اپنی چار دیواری میں اللہ کے حبیب، اولادِ آدم کے سردار اور تمام مخلوق میں سے بہتر ہستی کو ضم کر لیا ہے۔

سَلَکْنَا الْفَیَافِیْ وَالْقِفَارَ عَلَی النُّجُبِ
تَجِدُّبِنَا الْاَشْوَاقُ لَاحَادِیَ الرَّکْبِ

اس سخی اور کریم ذات کی بارگاہ میں حاضری کے لئے ہم نے دشوار گزار راستوں کو طے کرنا شروع کیا ہے۔

ان راستوں کی رہنمائی کے لئے کسی رہبر کی بجائے ہمارا شوق ہی ہمیں چلا رہا ہے۔

فَنَھْوِیْ عَلَیْھَا بِالْعَشِیَّۃِ وَالَّذِیْ
یَلِیْھَا مِنَ اللَّیْلِ الْبَھِیْمِ عَلَی الْقُتُبِ

اونٹوں کے کجاروں پر سواران بیابان راستوں پر ایسی شام کے وقت بھی رواں دواں ہے۔ کہ جس کے بعد اندھیری رات چھا جائے گی۔

یَلُذُّ لَنَا اِلَّا یَلُذُّ لَنَا الْکَرٰی
لِمَا خَالَطَ الْاَرْوَاحَ مِنْ خَالِصِ الْحُبِّ

یہ سفر ہمارے لئے اتنا لذت بخش ہے کہ راتوں کی گہری نیند بھی اتنی کیف آور نہیں۔ اس لئے کہ اس کی ذات کی محبت ہماری روحوں میں رچ بس چکی ہے۔

وَيَبْرُدُ حَرٌّ بِالْهَجِيْرِ يَمُدُّهُ
سَمُوْمٌ إِذَا هَاجَتْ تَزَعْزِعُ لِلْكُتْبِ

موسم گرما میں عین دوپہر کی شدید حرارت جبکہ جھلسا دینے والی لوگرم ریت اڑا رہی ہو۔ اس حرارت میں بھی ہمیں ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔

وَمَا زَالَ هٰذَا دَأْبُنَا وَصَنِيْعُنَا
اِلٰى أَنْ أَنَخْنَا الْعِيْسَ بِالْمَنْزِلِ الرَّحْبِ

اور ہمیشہ یہی طریقہ اور شعار رہا (یعنی ہمیشہ ہم سفر کرتے رہے)
یہاں تک کہ ہم نے اس عظیم سخی کی عظیم بارگاہ تک پہنچ کر اونٹوں کو بٹھالیا۔

نَزَلْنَا بِخَيْرِ الْعَالَمِيْنَ (مُحَمَّدٍ)
نَبِيِّ الْهُدٰى بَحْرِ النَّدٰى سَيِّدِ الْعَرَبِ

حاضر ہوئے ہم ایسی ہستی کی بارگاہ میں جو سب جہانوں میں افضل ہیں یعنی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو ہدایت کا راستہ بتانے والے التجاؤں کا مرکز اور عرب کے سردار ہیں۔

رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ هَاشِمِيٌّ مُعَظَّمٌ
وَسَيِّدُ مَنْ يَأْتِيْ وَمَنْ مَرَّ فِي الْحُقُبِ

صاحب امانت، نہایت عظمت والے رسول ہاشمی۔ جو بعد میں آنے والے کے بھی سردار ہیں اور ان کے بھی جو اب تک گزر چکے ہیں۔

مَلَاذُ الْبَرَايَا غَوْثُ كُلِّ مُؤَمِّلٍ
كَرَمُ السَّجَايَا طَيِّبُ الْجِسْمِ وَالْقَلْبِ

آپ مخلوق کی پناہ گاہ ہیں ہر فریادی کی مدد کو پہنچنے والے ہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا کرم پاکیزہ جسم وجان کے مالک ہیں۔

يُؤَمِّلُهُ الْعَافُوْنَ مِنْ كُلِّ مُمْحِلٍ
كَتَأْمِيْلِهِمْ لِلسَّاكِبَاتِ مِنَ السُّحُبِ

عافیت کے امیدوار ہر جگہ اس طرح آس لے کر حاضر ہوتے ہیں جس طرح بادلوں سے رحمت کی بارش کی امید ہوتی ہے۔

كَرِيْمٌ حَلِيْمٌ شَأْنُهُ الْجُوْدُ وَالْوَفَا!
يُرْجَى الْكَشْفِ الضُّرِّ وَالْبُؤْسِ وَالْكُرَبِ

وہ سراپا کریم وحلیم ذات جس کی سخاوت ووفا کی وہ شان ہے۔
کہ جس سے ہر مصیبت دکھ اور تکلیف کے دور ہو جانے کی امیدیں وابستہ ہیں۔

رَحِيْمٌ بَرَاهُ اللّٰهُ لِلْخَلْقِ رَحْمَةً
وَأَرْسَلَهُ يَدْعُوْا اِلَى الْفَوْزِ وَالْقُرَبِ

ایسی مہربان ہستی جسے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے لئے رحمت بنایا۔
اور آپ کو اس لئے معبوث فرمایا: ان کے ذریعے مخلوق اللہ کا قرب اور فلاح پائے۔

وَأَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ وَالصِّدْقِ وَالْهُدٰى
وَبَذْلِ النَّدٰى وَالرِّفْقِ وَالْمَنْطِقِ الْعَذْبِ

اللہ نے انہیں حق، صدق اور ہدایت کے ساتھ معبوث فرمایا۔
سخاوت کی شان عطا فرمائی نرم طبیعت اور شیریں کلام بنایا۔

بِهِ اللّٰهُ أَنْجَانَا مِنَ الشِّرْكِ وَالرَّدٰى
وَمِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ وَالْجِبْتِ وَالنُّصُبِ

انہی کے طفیل اللہ تعالیٰ نے ہمیں شرک اور مہلک عادات سے نجات بخشی۔

Scanned with CamScanner

انہی کے صدقے سے ہمیں بتوں اور دیگر شیطانی اعمال سے چھٹکارا نصیب ہوا۔

وَاَدْخَلَنَا فِیْ خَیْرِ دِیْنٍ یُحِبُّہٗ
وَیَرْضَاہُ دِیْنَ الْحَقِّ فَالْحَمْدُ لِلرَّبِّ

ان کے طفیل اللہ کریم نے ہمیں ایسے بہترین دین میں داخل کیا جو دین حق ہے اور اس کا پیارا اور پسندیدہ دین ہے پس اس نعمت پر رب کریم کا شکر ادا کرتے ہیں۔

لَہُ الْمِنَّۃُ الْعُظْمٰی عَلَیْنَا بِبَعْثِہٖ
اِلَیْنَا وَمِنَّا عَالِیَ الذِّکْرِ وَالْکَعْبِ

اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے کہ انہیں ہماری خاطر معبوث فرمایا' اور ہم میں رفیع الشان اور عالی ذکر ہیں۔

نَبِیٌّ عَظِیْمٌ خُلُقُہُ الْخُلُقُ الَّذِیْ
لَہٗ عَظَّمَ الرَّحْمٰنُ فِیْ سَیِّدِ الْکُتُبِ

وہ ایسے عظیم نبی ہیں جن کے اخلاق کی شان خود اللہ رحمٰن ورحیم نے قرآن مجید میں بیان فرمائی۔(وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ)

وَاَیَّدَہٗ بِالْوَحْیِ وَالنَّصْرِ رِیْحِ الصَّبَا
وَاَمْلَاکِہٖ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَبِالرُّعْبِ

اللہ تعالیٰ نے ہر طریقے سے آپ کی مدد فرمائی وحی کے ذریعے خصوصی نصرت کے ذریعے ہواؤں

فرشتوں اور مومنین کے ذریعے رعب اور دبدبہ عطا فرما کر۔

وَبِالْمُعْجِزَاتِ الظَّاہِرَاتِ الَّتِیْ نَمَتْ
عَلَی الْقَطْرِ عَدًّا بِعَدِّہٖ کُلَّ مِنْ نَبِیٍّ

واضح معجزات کے ذریعے آپ کی تائید فرمائی۔ایسے معجزات جو شمار میں پانی کے قطرات سے بھی زیادہ ہیں۔سارے انبیاء کے معجزات سے بھی زیادہ۔

وَآتَاہُ قُرْآنًا بِہٖ اَعْجَزَ الْوَرٰی
جَمِیْعًا عَلَی التَّابِیْدِ یَالَکَ مِنْ قَلْبٍ

وہ ایسا قرآن لائے کہ جس کی مثل لانے سے ساری مخلوق عاجز ہے۔آپ کا قلب اطہر کتنا عظیم ہے (یعنی کتنا عظیم دل مبارک آپ کو اللہ نے عطا فرمایا)

اَلَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا قَرَابَۃٌ
وَذُرِّیَّۃٌ جِئْنَاکَ لِلشَّوْقِ وَالْحُبِّ

اے اللہ کے پیارے رسول ہم آپ کے غلام شوق اور محبت کے جذبات لے کر حاضر خدمت ہیں۔

وَقَفْنَا عَلٰی اَعْتَابِ فَضْلِکَ سَیِّدِیْ
لِتَقْبِیْلِ تُرْبٍ حَبَّذَا لَکَ مِنْ تُرْبٍ

اے ہمارے آقا آپ کے فضل وکرم کی چوکھٹ پر ہم کھڑے ہیں۔

تاکہ چوکھٹ کی زمیں کو بوسہ دیں کتنی عمدہ ہے یہ خاک۔

وَقُمْنَا تُجَاہَ الْوَجْہِ وَجْہٌ مُبَارَکٌ
عَلَیْنَا بِہٖ نُسْقَی الْغَمَامُ لَدَی الْجَدْبِ

ہم چہرۂ اقدس کے سامنے کھڑے ہیں۔ایسا مبارک چہرہ جس کے توسل سے قحط کی حالت میں بھی ہم پر بادلوں سے بارش نازل کردی جاتی ہے۔

اَتَیْنَاکَ زُوَّارًا نَرُوْمُ شَفَاعَۃً
اِلَی اللّٰہِ فِیْ مَحْوِ الْاِسَاءَۃِ وَالذَّنْبِ

آپ کی بارگاہ میں زیارت کے لئے حاضر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جرم وعصیان کی معافی کے لئے آپ کی شفاعت کے امیدوار ہیں۔

مُکَرَّمَۃٍ مُسْتَوْطِنِ الْجُوْدِ وَالْخَصْبِ
وَفُوْدٌ وَزُوَّارٌ وَاَضْیَافُ حَضْرَۃٍ

Scanned with CamScanner

یہاں وفد زائرین اور مہمان بن کر حاضر ہیں۔
آپ کی بارگاہ عالیہ جو کہ سخاوت و برکت کا مرکز ہے۔

وَفِی النَّفْسِ حَاجَاتٌ وَثَمَّ مَطَالِبٌ
نُؤَمِّلُ اَنْ تُقْضٰی بِجَاهِكَ يَامُجْتَبٰی

اپنے دلوں میں مقاصد اور آرزوئیں لے کر حاضر ہیں۔ اس امید کے ساتھ کہ اے محبوب آپ کی صدقے انہیں پورا کر دیا جائے۔

تَوَجَّهْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ فِیْ كُلِّ حَاجَةٍ
لَنَا وَمُهِمٍّ فِی الْمَعَاشِ وَفِی الْقَلْبِ

اے اللہ ہم پر نظر کرم فرما کر اپنے رسول کے طفیل ہماری تمام حاجات کو پورا فرما جو ظاہری اور باطنی ہیں۔

اِنَّ صَلَاحَ الدِّیْنِ وَالْقَلْبِ سَیِّدِیْ
هُوَ الْغَرْضُ الْاَقْصٰی فَيَا سَیِّدِیْ قُمْ بِیْ

دین کی درستگی اور قلب کی اصلاح اے میرے آقا میری انتہائی آرزو ہے۔ پس اے میرے آقا مجھ پر نظر کرم فرمائیں (میری شفاعت فرمائیں)

عَلَیْكَ صَلَاةُ اللّٰهِ يَا خَيْرَ مَنْ تَلَا
كِتَابًا مُّنِيْرًا جَاءَ بِالْفَرْضِ وَالنَّدَبِ

آپ پر اللہ کی رحمتیں ہوں اے سب سے بہتر ذات جس نے
اس روشن کتاب کی تلاوت فرمائی جو فرائض وآداب پر مشتمل ہے۔

عَلَیْكَ صَلَاةُ اللّٰهِ يَا خَيْرَ مُهْتَدٍ
وَهَادٍ بِنُوْرِ اللّٰهِ فِی الشَّرْقِ وَالْغَرْبِ

آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں اے سب سے بہتر ہدایت یافتہ۔
اور مشرق و مغرب میں اللہ کے نور سے ہدایت دینے والے۔

عَلَیْكَ صَلَاةُ اللّٰهِ يَا خَيْرَ مَنْ دَعَا
اِلَی اللّٰهِ بَعْدَ الرِّفْقِ بِالسُّمْرِ وَالْقُضُبِ

آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں اے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والوں میں سب سے بہتر ذات۔ جس نے ملائمت کے ساتھ شب و روز اللہ کی طرف بلایا۔

عَلَیْكَ صَلَاةُ اللّٰهِ يَا سَيِّدِیْ اَسْرٰی
اِلَی اللّٰهِ حَتّٰی مَرَّ بِالسَّبْعِ وَالْحُجُبِ

آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں اے آقا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف چلے یہاں تک کہ آپ نے ساتوں آسمان اور تمام حجابات طے کر لئے۔

وَقَامَ بِهٖ (اَوْ اَدْنٰی) فَنَاهِيْكَ رِفْعَةً
وَمَجْدًا سَمَّا حَتّٰی اَنَافَ عَلَی الشُّهُبِ

آپ او ادنیٰ کے اس مقام پر پہنچے کہ آپ کی رفعت و عظمت۔
کی بلندی ستاروں سے بھی آگے بڑھ گئی۔

عَلَیْكَ سَلَامُ اللّٰهِ مَا سَارَ مُخْلِصٌ
اِلَیْكَ يَقُوْلُ اللّٰهُ وَالْمُصْطَفٰی حَسْبِیْ

آپ پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو کہ جو آپ کی بارگاہ میں مخلص ہو کر حاضر ہو۔
وہ عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے کافی ہیں۔

عَلَیْكَ سَلَامُ اللّٰهِ مَا اَسْحَرَ الصَّبَا
فَحَرَّكَ اَرْوَاحَ الْمُحِبِّيْنَ لِلْقُرْبِ

آپ پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو کہ باد نسیم نے کس قدر۔ محبت کرنے والوں کی روحوں کو جنبش دی قرب کے لئے۔

عَلَیْكَ سَلَامُ اللّٰهِ مَا بَارِقٌ سَرٰی
مَا غَنَّتِ الْاَطْيَارُ فِیْ عَذْبِ الْقُضُبِ

Scanned with CamScanner

آپ پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو کائنات کو کس قدر چمکانے والے ہیں۔ کہ پھلدار درختوں پر بیٹھے پرندے بھی آپ کی مدح سرائی کرتے نظر آتے ہیں۔

عَلَيْكَ سَلَامُ اللهِ مَا حَرَّكَ الْهُدَا
قُلُوْبًا اِلٰى مَغْنَاكَ بِالشَّوْقِ وَالْحُبِّ

آپ پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو کہ کس قدر ھادی نے دلوں کو شوق اور محبت میں آپ کی مدح سرائی پر متوجہ کر دیا۔

عَلَيْكَ سَلَامُ اللهِ عَدَّ النَّبَاتِ وَالرِّمَالِ
وَعَدَّ الْقَطْرِ فِیْ مِائَةِ السُّكْبِ

آپ پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو اس کثرت سے کہ جتنے پودے ہیں۔ اور ریت کے ذرے ہیں اور نازل ہونے والی بارش کے قطروں کی مانند۔

عَلَيْكَ سَلَامُ اللهِ اَنْتَ مَلَاذُنَا
لَدَی الْيُسْرِ وَالْاِعْسَارِ وَالسَّهْلِ وَالصَّعْبِ

آپ پر اللہ تعالیٰ کے سلام ہو آپ ہماری پناہ گاہ ہیں۔ ہر آسانی اور ہر مشکل میں (ہماری پناہ گاہ ہیں) اور ہر نرمی اور سختی میں

عَلَيْكَ سَلَامُ اللهِ اَنْتَ حَبِيْبُنَا
وَسَيِّدُنَا وَالذُّخْرُ يَا خَيْرَ مِنْ نَبِيِّ

آپ پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو کہ آپ ہمارے محبوب آقا ہیں۔ اور سرمایہ نجات ہیں اے سب انبیاء سے افضل ذات۔

عَلَيْكَ سَلَامُ اللهِ اَنْتَ اِمَامُنَا
وَمَتْبُوْعُنَا وَالْكَنْزُ وَالْغَوْثُ فِی الْخَطْبِ

آپ پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو اے ہمارے پیشوا۔ اور جن کی ہم اتباع کریں اور مشکلات میں فریاد رس اور رحمت کا خزانہ۔

وَصَلّٰی عَلَيْكَ اللهُ دَائِبًا وَسَرْمَدًا
وَسَلَّمْ يَا مُخْتَارُ وَالْآلِ وَالصَّحْبِ

آپ پر اللہ تعالیٰ لگاتار اور ہمیشہ درود بھیجے اور سلام اے مالک ومختار اور آپ کی آل پر اور اصحاب پر بھی۔

جس نے اس عظیم الشان قصیدہ کے موتیوں کو ترتیب دیا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کے سمندر میں غوطہ لگایا اور چنا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے میسر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان عظیم صفات سے جن کو کوئی شمار نہیں کر سکتا سوائے اس کے جس نے اسے تخلیق فرمایا اور انہیں قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ودیعت فرمایا (یعنی) العبد الفقیر (العارف باللہ تعالیٰ) سید الشیخ عبداللہ بن علوی الحداد العلوی الحسینی الحضرمی الشافعی المتوفی 1132ھ نے بطفیل اس محبت کے جو حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور یہ قصیدہ مبارکہ جو حجرۂ نبویہ شریفہ کی اندرونی دیواروں پر لکھا ہے سوائے سولہویں شعر کے جو کہ بیرونی دیوار (مواجہ شریف) پر لکھا ہے۔ دعا ہے مولیٰ کریم سے کہ اس قصیدہ کے لکھنے والے کو (اللہ تعالیٰ) اپنی شان کے لائق فضل و کرم اور وسیع رحمت سے نوازے اور اپنے کرم سے اس کی عزت بلند فرمائے اور اس کا اور ہم سب کا حشر اپنے حبیب محبوب الطیب المطیب الطاہر والمطہر از کی النجیب السید عظیم معجزات کے مالک صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے فرمائے۔ ابد الآباد تک بے حد وحساب درود وسلام ہو رب عظیم کی طرف سے جو بڑا اکرم والا عظمت والا اور محبت کرنے والا ہے۔

Scanned with CamScanner

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُتَفَرِّدِ بِكَمَالِ الذَّاتِ وَالصِّفَاتِ ○ اَلْمُتَقَدِّسِ فِيْ
كَمَالِهٖ عَنْ مُشَابَهَةِ الْمَخْلُوْقَاتِ ○ اَلْعَالِيْ بِقَدْرِهٖ وَقَهْرِهٖ وَذَاتِهٖ
فَوْقَ جَمِيْعِ الْمُكَوَّنَاتِ ○ اَلْمُحِيْطِ عِلْمًا بِجَمِيْعِ الْكَائِنَاتِ ○
اَحْمَدُهٗ سُبْحَانَهٗ حَمْدًا يَّمْلَأُ الْاَرْضِيْنَ وَالسَّمٰوٰتِ ○ وَاَشْكُرُهٗ
عَلٰى سَوَابِغِ نِعَمِهِ الْمُتَوَاتِرَاتِ ○ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ فِيْ رَبُوْبِيَّتِهٖ وَاِلٰهِيَّتِهٖ وَمَالَهٗ مِنَ الْاَسْمَآءِ
وَالصِّفَاتِ ○ شَهَادَةً مُبَرَّأَةً مِّنَ الشِّرْكِ وَالشُّكُوْكِ وَالتَّوَهُّمَاتِ
وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَيِّدُ السَّادَاتِ ○ وَالْهَادِيْ
اِلٰى طُرُقِ الْخَيْرَاتِ ○ وَالْمُحَذِّرُ مِنْ طُرُقِ الضَّلَالَاتِ ○ اَللّٰهُمَّ
صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
اُولِى الْفَضَائِلِ وَالْكَرَامَاتِ ○ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ○

Scanned with CamScanner